حقوق محفوظ

ابو مسلمِ خراسانی

یعنی

مشہور مصری رسالہ الہلال کے فاضل ایڈیٹر جرجی زیدان ممبر رآل ایشیاٹک سوسائیٹی لنڈن کے مقبول ناول "ابو مسلم خراسانی" کا اُردو ترجمہ قرونِ وسطیٰ کی تدبیرِ ملکداری سلطنتِ بنی اُمیہ کی تباہی اور حکومتِ عباسیہ کی بنیاد کا احوال

جسکو

بفرمائش شیخ محمد اکرام صاحب

مولوی محمد حلیم صاحب انصاری رُدولوی نے عربی سے اُردو کے قالب میں ڈھالا

سنہ ۱۹۰۷ع

مطبوعہ مخزن پریس لاہور

بار اوّل

علاوہ محصول ڈاک

Marfat.com

فہرست مضامین ابو مسلم خراسانی

باب 134988 مضمون صفحہ

پہلا باب .... گلنار ۱

دوسرا باب .... ابو مسلم خراسانی ۱۶

تیسرا باب .... تجسس کا ڈھنگ ۳۲

چوتھا باب .... ابراہیم خزاعی اور ضحاک ۴۰

پانچواں باب .... سراغ ....

چھٹا باب ....

ساتواں باب .... تدبیر کار ....

آٹھواں باب .... رخصت اور نظر ....

نواں باب .... اظہر

دسواں باب

گیا

ذخیرہ

باب	مضمون	صفحہ
سترھواں باب	طمع را سہ حرف است وہر سہ تہی	۱۸۹
اٹھارھواں باب	خاموش ؛ ورنہ ابھی خوارزم بھیجدونگا	۲۰۵
انیسواں باب	[illegible] استحاب عظیم	۲۲۰
بیسواں باب	خواب [illegible]یال	۲۳۹
اکیسواں باب	ایک ولی اللہ کی ملاقات	۲۵۰
بائیسواں باب	ابوسلمۃ الخلال	۲۶۱
[illegible]اں باب	برجستہ پیشنگوئی	[illegible]
[illegible]	[illegible]نگ میں بھنگ	[illegible]
[illegible]	[illegible]سوقت	[illegible]
[illegible]	[illegible]ناح پہلا عباسی خلیفہ	۳۰۷
[illegible]	[illegible]	۳۲۰
[illegible]	[illegible]	۳۳۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

گلنار

میں کہتا ہوں کچھ اور سمجھتے ہیں وہ کچھ اور
جو بات ہے دل کی وہ زباں پر نہیں آتی

رجب ۱۲۹۶ ہجری کا مہینہ ہے اور وسط ماہ کی بھری چاندنی رات موسم یوں تو بہار کا ہے لیکن خراسان اور فارس کے ملکوں میں چونکہ ابھی دو بارش ہوا کرتی ہے اس لئے سردی کسی قدر چمک اٹھی ہے اور ہوا کے سرد جھونکے کمزور جسموں کو کپکپا ڈالنے کی دھمکی دیکر انہیں مجبور بنا رہے ہیں کہ وہ روئی دار لحافوں اور پوستین کے گرم کوٹوں میں لپٹ کر گٹھری بنے رہیں۔ شام ہی سے لوگوں کا گھر سے باہر نکلنا بند ہو جاتا ہے اور خاصکر دیہات میں جہاں تفریح کے سامان کچھ بھی نہیں ہوتے بہت کم غروب آفتاب کے بعد کسی کو گھر سے نکلنے کی نوبت آتی ہے الا بضرورت۔

اس وقت ہم مملکت خراسان کے صدر مقام شہر "مرو" سے جنوبی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک مختصر سے گاؤں کا منظر دکھانا چاہتے ہیں۔ دو تین دن پہلے بارش ہو جانے کے باعث گرد و غبار دب گیا ہے اور چاندنی چھٹکی ہوئی اور مصفا روشنی دور تک پھیلے ہوئے سبزہ زار پر چمک کر عجب لطف دکھا رہی ہے۔ اس سرسبز میدان کے

وسط میں ایک شاندار قلعہ نما محل مع پائیں باغ کے مستحکم فصیل سے گھرا ہوا واقع ہے ماہ شب چار دہ کی شعاعیں محل کے در و بام کو چمکا کر دکھاتی اور اس کی حالت سے بتا رہی ہیں کہ اس کا مکین کوئی معزز رئیس اور ملک کا سربرآوردہ فرد ہے۔ فصیل کے باہر شاگرد پیشہ لوگوں کے مکانات اور کسانوں کے جھونپڑے بھی موجود ہیں جو غالباً صاحب محل کے دم سے وابستہ ہونگے +

محل کی وضع ایسی ہے کہ سرسری نگاہ ڈالنے سے وہ قدیم آتش پرستان فارسی کا عبادت خانہ اور آتشکدہ معلوم دیتا ہے اور فی الحقیقت یہ آتش کدہ ہی تھا مگر اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد جب اس کے مالک لوگ مشرف باسلام ہو گئے تو انہوں نے اسے سکونت کا محل بنا لیا اور اس کے گرد خوش فضا پائیں باغ لگا کر فصیل تعمیر کر دی جس سے اس کی شان ہی کچھ اور نکل آئی۔

محل کے اندر داخل ہونے والے کو صدر شہ نشین کے ستون خالص سنگ مرمر کے بنے ہوئے نظر آتے ہیں جن پر قدیم پہلوی زبان کے کتبے منقوش ہیں اور کچھ اگلے ناموروں کی تصویریں بنی ہیں۔ بعض دعائیں بھی اُن پر کندہ ہیں جنکو قدیم آتش پرستان فارس عبادت کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ شہ نشین یا بارہ دری کی کرسی قدآدم کے قریب باغ کی سطح سے بلند ہے اور اس پر سے تمام گلشن کا سین بخوبی دکھائی دیتا ہے جس کی چھت میں رنگ آمیزی کی بکثرت تصویریں اور ایسے نقش و نگار بنائے گئے ہیں جو اس زمانہ کے ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ اُنمیں آتش پرستوں کے بعض عقائد اور وہم پرستوں کے نمونے موجود ہیں" کہیں میدان جنگ کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے تو کسی مقام پر دیہی واقعات کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس شہ نشین کو اگلے زمانہ میں دیوان چہل ستون یا جلوہ خانہ کہا جاتا تھا لیکن اب یہ رئیس دیہ کی نشستگاہ ہے بارہ دری کے پہلوؤں میں اور اُس کے پیچھے چھوٹے بڑے متعدد کمرے ہر طرح کے سامان آرائش سے آراستہ ہیں۔ فارسی ساخت کے اعلےٰ درجہ کے قالینوں کا فرش دیبا اور ابریشم کے پردے اور دیگر زیب و زینت کا سامان قرینہ سے ہر جگہ

Marfat.com

موجود ہے خاصکر دیوان خانہ کی آراستگی میں بہت بیش قیمت سامان استعمال
کیا گیا ہے تمام مکان میں جس کا عرض و طول (۵۰ × ۵۰) گز ہوگا ایک اعلیٰ ایرانی قالین
کا فرش کیا ہے جس پر کئی ایک زرکار مسندیں اور گاؤ تکیے لگے ہیں وسط میں
میں ایک صندل کی تپائی صدف کے خوشنما بیل بوٹوں سے مرصع کی گئی ہے اور اس پر
ایک چھوٹی سی تصویر فارسی سوار کی طلائے خالص سے بنی ہوئی رکھی ہے۔ تصویر
کیا ہے ملکی دستکاری کا بہترین نمونہ کاریگر نے زرہ بکتر خود چار آئینہ ہر ایک
جنگی لباس اس کو پہنایا ہے اور اس کے خم و پیچ نہایت باریکی کے ساتھ صاف
صاف عیاں کئے ہیں سینہ پر آڑا تسمہ لگا ہے جس کے ساتھ پرتلہ لٹکی ہے اور
پرتلہ میں تلوار پڑی جھول رہی ہے سوار اور اسپ دونوں کی آنکھیں بیش بہا ہیرے
یاقوت سے بنی ہیں اور اپنی چمک دمک سے نظر کو خیرہ کرتی ہیں۔ اگرچہ
دیوان خانہ میں اس وقت متعدد فانوس مومی شمعوں کے روشن ہیں لیکن اس کے
کشادہ اور بلند دروں سے چاندنی کی چادر اس طرح اندر آ کر پڑ رہی ہے کہ شمعوں
کی ضیا اس کے سامنے ماند پڑی جاتی ہے +

دیوان خانہ کے پشت پر جو کمرے ہیں ان کا تعلق مردانہ نشستگاہ سے ہے
اور پھر کچھ صحن دیکر زنانہ حویلی ہے اور اس وقت ہماری غرض بھی ناظرین کو اسی کے
ایک پر تکلف کمرہ کی سیر سے محظوظ کرنے کی ہے۔ جس کمرہ میں ہم اپنے ناظرین
کو لے جائیں گے وہ حویلی کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے اور ایشیائی صنعت
کے ہر ایک بہترین سامان سے سجایا ہے۔ دروازوں پر خوشنما گلدار ریشمی
پردے پڑے ہیں جنہیں ریشم کی جھالریں لگی ہیں چھت اور [illegible]
پچہ کی گلکاری سے مزین ہیں۔ دونوں پہلوؤں کی دیواروں [illegible]
لگے ہیں جن کے برابر صندل کی تپائیوں پر [illegible]
رکھے ہیں۔ یہ کمرہ [illegible] کی نوجوان اور اکلوتی بیٹی [illegible]
[illegible] کے حسن و جمال سلیقہ و دانائی اور زیرکی کا افسانہ مشہور [illegible]

Marfat.com

بڑے بڑے دہقانان ترک اور تاجداران ممالک کو اس کا خواستگار بنا رہا ہے لیکن گلنار کا باپ جو دہقان مرد کے لقب سے مشہور ہے اور مملکت خراسان کا سب سے بڑا رئیس و جاگیردار ہے بیٹی کی شادی زیادہ تر اس کی مرضی کے مطابق اور پھر اپنے مرتبہ اور مصالح کے لحاظ سے کسی بیحد اچھی جگہ کرنا چاہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ گو لڑکی کا سن اسوقت تک پورے اٹھارہ موسم بہار دیکھ چکا ہے اور مشرقی ممالک میں اس سن و سال کی لڑکیاں بہت کم کنواری رہتی ہیں لیکن گلنار ہنوز غنچہ ناشگفتہ اور گل ناچیدہ ہے +

سہ پارہ گلنار ابھی اپنے باپ کے پاس سے جو دیوان خانہ میں بیٹھا تھا طبیعت کی کسلمندی کا عذر کر کے اپنے خوابگاہ میں چلی آئی ہے اور اپنی مشاطہ ریحانہ کی مدد سے لباس تبدیل کرنے میں مصروف ہے۔ یوں تو اس کے حسن وجمال کا بیان کرسکنا زبان کی طاقت گویائی سے اور اس سراپا ناز کی تصویر الفاظ میں کھینچ سکنا قلم کی قوت تحریر سے خارج ہے مگر پھر بھی جہاں تک ہمارے امکان میں تھا۔ ہمنے کوشش کی ہے کہ اس کا کچھ نا مکمل سا خاکہ ہی ہدیہ ناظرین کردیں لیجیے سنئے:-

گول آفتابی چہرہ گداز بدن کشیدہ قامت رنگت نہایت نکھری ہوئی سفید مگر سرخی مائل بالکل نازک برگ گلاب کے مشابہ بال سیاہ اور بہت لمبے آنکھیں رسیلی بڑی بڑی جنمیں کوٹ کوٹ کر موتی بھرے ہوئے تھے شربتی رنگ کی اور پھر ان میں دنبالہ دار سرمہ کی تحریر سونے پر سہاگے کا کام دیتی تھی گو بریں اگرچہ دلکشی سبزہ رنگ حسینوں ہی کا حصہ ہے اور ملاحت و لطافت قسام ازل نے حسن سبزی ہی کے لئے مخصوص کر دی ہے تاہم حور لقا گلنار کے حسن صبیح کو جس قدر دلفریبی کا جاذبہ حاصل ہے وہ ایک نادر مثال تصور ہوسکتا ہے۔ لب زیریں کے نیچے ٹھوڑی پر ایک چاہ ذقن سیکڑوں دلوں کو اپنے اندر آگرنے کی ہدایت کرتا ہے زیر لب تبسم رخسارہائے نازک پر وہ دلفریب

گڑھوں کا نمایاں ہوتا اُسے اور بھی قتالہ بہا و عالم کا لقب دلاتا ہے

اینست کہ دل بردہ و خوں کردہ بسے را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

ریحانہ مشاطہ نے گلنار کا لباس اتار کر اُسے ایک گلابی رنگ نرم و نازک ریشمی کپڑے کا لباسِ شب خوابی کا کرتہ پہنا دیا بالوں کا جوڑا کھول کر کنگھی کر کے انہیں سنوارا اور پھر انکی ایک چوٹی بنا کر گوندھ دیا تاکہ وہ بکھر کے گلنار کے خواب استراحت میں خلل انداز نہ ہوں۔ ریحانہ مشاطہ بڑی سمجھدار اور نکتہ رس عورت تھی اگرچہ وہ فی الحقیقت لونڈی تھی جس کو دہقان مردے نے کسی بردہ فروش سوداگر سے جو ترکی اور تتری اقوام کے غلام بیچا کرتا تھا خریدا تھا مگر ان سے اپنی زیرکی اور دانائی کے وسیلہ سے دہقانہ "گلنار" کے دل میں ایسی جگہ کر لی تھی کہ وہ اس پر ہر طرح اعتماد کرنے لگی تھی اور اسے اپنی خاص مشاطہ مقرر کر لیا تھا دہقانوں کے یہاں مشاطہ عورتیں یونہی بڑی صاحب اثر بنجاتی ہیں کیونکہ دہقانوں کی بیگمات ان سے ہر کام میں مشورہ لیتے اور انسے اپنی راز کہدینے میں دریغ نہیں کرتیں اور انپر ہر طرح اعتماد اور اعتبار رکھتی ہیں مگر خاصکر کوئی چلبلی ہوئی عورت مشاطہ ہو گئی تو پھر اُس کے قبضہ میں سارا محل ہی آجاتا ہے اور وہ جس طرح پر چاہتی ہے دہقان اور اس کی بیگم سے کام لیتی رہتی ہے۔

اسی طرح ریحانہ بھی اپنی بانو گلنار پر بخوبی حاوی ہو گئی تھی اور جب سے گلنار کی ماں کا انتقال ہوا تھا یہی اُس کی پرورش و پرداخت کی بھی کفیل تھی اسلیئے ریحانہ کو گلنار سے مادری محبت تھی اور وہ اپنی مالکہ کی خرم رازنی تھی ریحانہ نے لباس شب خوابی پہنا دیا تو مہ پارہ گلنار ایک آسمانی رنگ کی اطلس کے نرم و نازک بستر پر جو کمرہ کے وسط میں مسہری پر بچھا تھا لیٹ رہی بستر اسقدر گداز اور نرم تھا کہ گلنار کی ایسی نازکبدن کے بار سے بھی دب گیا اور گلنار نے لیٹنے کے بعد اپنے بائیں ہاتھ کو زرکار تکیہ پر ٹیک کے اُس کی ہتھیلی پر اپنا

رخسار نازک رکھدیا اور قبل کئے نیچے تک لحاف اوڑھکر داہنا ہاتھ لحاف کے اوپر رکھ دیا۔ اسوقت گلنار نے تمام زیورات اُتار ڈالے تھے صرف مرصع کنگنوں کی جوڑی اُس کی کلائیوں میں پڑی تھی۔ کرتے کی کشادہ آستین دیر کھسک گئی تھی جس کے تلے سے گول گول بھرا ہوا بازو اور ساعد سیمیں برہنہ ہوکر نکل آئی تھی۔ گلنار ریحانہ کی طرف متوجہ تھی اور ریحانہ اسوقت سردی سے محفوظ رہنے کے واسطے از سرتا پا گرم کپڑوں میں گٹھری کی طرح لپٹی کھڑی تھی۔ اُس نے سر پہ کشمیری رومال باندھ رکھا تھا تمام جسم ایک لنبے فرغل سے ڈھکا تھا اور پیروں میں کھلے پائنچوں کا مہریوں پر چنت ڈالکر تنگ سلا ہوا پاجامہ پہن رکھا تھا۔ اس زمانہ میں مستورات فارس کا لباس ایسا ہی ہوتا تھا مگر ریحانہ کے جسم پر زیور کا نام تک نہ تھا +

ریحانہ اپنے بانو کے احکام کی منتظر اُس کی پٹی تھام کر بیٹھ گئی۔ وہ دلمیں سخت متحیر تھی کہ آج خلاف معمول گلنار نے اپنی خوش طبعی وظرافت کیوں فراموش کردی ہے یوں تو اُسے لباس بدلتے وقت دو چار گرم گرم فقرے چست کرجانے اور کچھ مزاح آمیز گفتگو کر لینے کی عادت تھی مگر آج اُس نے کچھ ایسی منہ میں گھنگنیاں بھری ہیں کہ کسی طرح بولنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ریحانہ کو مجبوراً اپنی مالک کا ساتھ دینا پڑا۔ وہ بولتی تو کیونکر پاس ادب مانع تھا ہزار منہ لگی سہی لیکن شوخ دیدہ تو نہ تھی۔ ریحانہ کسی قدر اپنی بانو کی دلی الجھن سے باخبر بھی تھی اور کیوں نہ ہوتی مزاج آشنا ہونے سے بے کہے بھی اکثر باتیں معلوم ہوجاتی ہیں اطوار و انداز بتا دیتے ہیں کہ دل میں کیا ہے ریحانہ کا یہ انتظام دیر تک قایم نہیں رہا بلکہ گلنار نے ذرا دم لے کر اُسے کمرہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے اشارہ کیا۔ ریحانہ نے اس حکم کی تعمیل کردی اور پھر پلٹ کر اپنی جگہ آبیٹھی اُس نے گلنار کے خوبصورت بال اپنے ہاتھ میں تھام لئے اور اُس سے شغل کرتے کرتے اُس کے سر پہ ہاتھ پہنچا دیا۔ اس حرکت کے ساتھ وہ مسکرائی اور گلنار کے

Marfat.com

مغموم چہرہ کی طرف دیکھتی جاتی تھی گویا وہ اُس سے اس وقت کے بے معنی سکوت کی وجہ دریافت کر رہی ہے۔ گلنار بھی ریحانہ کا مطلب پا گئی اور کسیقدر دبی ہوئی آواز میں کہنے لگی۔ "ریحانہ! بھلا اباجان کی نسبت تم کیا خیال کرتی ہو؟"

ریحانہ (حیرت سے) "خیال! بی بی اُنکی نسبت کیا خیال کیا جا سکتا ہے؟ وہ تو بڑے محبّت کرنے والے باپ ہیں اور ہر طرح آپکی آئندہ بہتری کے خواہاں۔"

گلنار - "اوہ! میرا یہ مقصد نہیں تھا کہ مجھے اُن کی محبت میں کچھ شک ہے لیکن ان دنوں انہیں میری شادی کرنے کی بڑی جلدی پڑ رہی ہے۔"

ریحانہ - (بات کاٹکر) تو کیا اس وجہ سے آپ اُن کو قابل ملامت تصور کرتی ہیں؟ کون باپ ایسا ہوگا جو اپنی بیٹیوں کا بیاہ کرنے سے پہلو تہی کرے؟ خدا کی عنایتوں سے آپکی حالت ہر طرح پر درست ہے اور مدت سے لوگ آپکی خواستگاری کر رہے ہیں لیکن آپ ہیں کہ کسی کی درخواست منظور ہی نہیں کرتیں پھر ایسی صورت میں آپکے باباجان کچھ ناراض ہوں تو کونسی بُری بات ہو گئی؟ اللہ کے فضل سے آج خراساں کے ملک میں اُنکے ٹکر کا ایک بھی تعلقدار نہیں اور آپ اُنکی اکلوتی بیٹی ہیں۔"

گلنار نے آہ سرد بھر کر خاموش رہنے کا قصد کیا مگر اُس کا دل نہ مانا اور اپنے تکمۂ گریبان سے مشغلہ کرتے ہوئے کہا "ریحانہ! کیا تم خیال کرتی ہو کہ مجھے شادی کرنے سے نفرت ہے؟ - مگر آہ - اباجان میری آرزو کا خیال نہیں کرنا چاہتے اور اپنا ہی فائدہ کا خیال کرتے ہیں - اُف اس دل کو کیا کروں۔"

ریحانہ - (انجان بنکر بات ٹالنے کے لئے) "بانو! وہ تو اس طرح کے آدمی نہیں ہیں اُن کی مرضی تو یہ ہے کہ آپ کو آج خراسان میں سب سے بڑے عرب امیر کے ساتھ منسوب کریں وہ امیر بھی اس مرتبہ کا ہے کہ جھوٹ بھی کسی سے اشارہ کر دے تو سیکڑوں بہتر سے بہتر لڑکیاں اُس کی خدمت کے لئے حاضر ہو سکتی ہیں اور

اُس امیر کا تقرب ملک میں اعزاز و رسوخ پانے کا موجب ہو سکتا ہے۔

گلنار۔ (بات کاٹ کر) میں بھی تو یہی کہتی ہوں۔ "ابا جان میری شادی کرمانی کے فرزند سے کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح اپنی عزت اور مالی آمدنی بڑھانے کے خواہاں ہیں مگر کرمانی کون ہے؟ باغی اور ملک کے اصلی حاکم کو مغلوب کر کے حکومت حاصل کرنے کا خواہشمند جس کو ہنوز اپنے ارادہ میں کامیابی نہیں ہوئی ہے اور ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ ضرور اپنے مدعا میں کامیاب ہوگا۔"

ریحانہ۔ اس کی تو میں ضمانت کر سکتی ہوں کہ کرمانی لامحالہ خراسان کی حکومت پر قابض ہو جائیگا اس کی فوج نہایت زبردست ہے اور دارالحکومت "مرو" کا اس وقت اس نے محاصرہ کر رکھا ہے۔ امیر نصر بن سیار حاکم خراسان اُسکے مقابلہ سے بھاگ کر جان بچانے کے واسطے قلعہ بند ہوا ہے کہ بہت جلد کرمانی کی اطاعت مان لے پھر تو کرمانی خراسان کا حکمران ہو جائیگا اور تم یہاں کی ملکہ بنجاؤگی۔"

گلنار۔ تم نہیں معلوم کیا کہتی ہو؟ "جب باپ مرینگے اُس وقت بیل بٹینگے" میں کرمانی کے بیٹے سے بایں امید شادی کرنا منظور کرلوں کہ اُس کا باپ عنقریب امیر خراسان کو مغلوب بنا کے اس ملک پر حاکم بن جائیگا؟ بھلا خلیفۂ وقت ملک شام سے ابھی ایک فوج بھیجدے جو آکر کرمانی کو زک دے تو ہم کہیں کے بھی نہ رہیں۔

ریحانہ۔ (مسکرا کر) خلیفہ کی نسبت تو کچھ کہئے ہی نہیں اُسے اپنی جان کے لالے پڑے ہیں گھر سے باہر تک جسے دیکھو اُس کا مخالف ہے موجودہ خلیفہ مروان بن محمد جس وقت سے حکمراں ہوا ہے اسوقت سے ابتک بمشکل تمام اُسنے صرف ملک شام کو اپنا مطیع بنایا ہے پھر وہ خراسان کو کرمانی کے جیسے زبردست شخص سے واپس لینے کی کیا فکر کر سکے گا؟ ۔آپ ان باتوں کو خود بھی اپنے خادم "ضحاک" سے سُن چکی ہیں۔

گلنار۔ (اسی خیال سے خوش ہو کر) اُوہ خوب یاد دلایا یہ منحوس خادم عجیب چیز ہے

Marfat.com

گلنار (کسی خیال سے خوش ہوکر) "اُو ہو خوب یاد دلایا۔ یہ منصور خادم عجیب چیز ہے باوجود عربی الاصل ہونے کے فارسی زبان کس قدر صاف بولتا ہے۔ اور بظاہر وہ کیسا ہی بیوقوف بنا ہو لیکن درحقیقت بڑا سمجھدار اور قابل اعتماد آدمی ہے۔ وہ کہاں ہے؟ ذرا اُسے بُلانا تو!"

ریحانہ اُٹھکر باہر جانا ہی چاہتی تھی۔ کہ دروازہ پر کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اور اُس نے فوراً پہچان لیا۔ کہ دہقان آرہا ہے۔ اس لئے وہ رُک گئی کہ دہقان آگے نکل جائے تو پھر کمرہ سے باہر ہو۔ لیکن دہقان کسی اور طرف جانیکے بجائے سیدھا دروازہ کھولتا ہوا کمرہ کے اندر آگیا۔ جسے دیکھتے ہی ریحانہ تو بباعث ادب کمرہ سے باہر چلدی۔ اور گلنار حیرت زدہ ہوکر بستر پر سیدھی بیٹھ گئی۔ اگرچہ باپ کے اس طرح یکایک آجانے سے اُس کو خلجان ہوگیا تھا۔ تاہم اُس نے اپنی طبیعت کو سنبھالے رکھا۔ اور ادب کے ساتھ بزرگ باپ کو سلام کرنے کے لئے جھک گئی۔ دہقان نے بیٹی کے قریب آکر پیار سے اُس کی ٹھوڑی ہاتھ سے تھام لی اور جُھک کے اُس کی پُر نور پیشانی کا بوسہ لے لیا۔ گلنار اپنے باپ کی غرض سے ناواقف نہ تھی۔ وہ اس خاطرداری کا مدعا بخوبی جانتی تھی۔ مگر چُپ رہنے کے سوا اُسے کوئی چارہ نہ ملا۔ یہانتک کہ دہقان نے خود ہی کہا۔ "گلنار! یہ آج اس قدر سرِشام ہی سے سو رہنے کی کیوں ٹھان لی ہے؟"

گلنار (کچھ پست آواز میں) "جی نہیں سونے کی تو نیت نہ تھی۔ لیکن طبیعت ذرا بھاری سی ہوگئی۔ اور تھکن کا اثر محسوس ہوا۔ اس لئے لیٹ رہی۔ اور خیال تھا۔ کہ اس طرح آرام ملیگا۔"

دہقان۔ "بیٹی! پڑے رہنے سے اور بھی کسل بڑھے گا۔ آؤ چل کر دیوان خانہ میں بیٹھو۔ اس وقت چاند کی مصفا شعاعیں سبزۂ گل پر عکس فگن ہوکر موسم بہار کا لطف بڑھا رہی ہیں۔ اُن کے سیر سے دل بہل جائے گا۔ آؤ چلیں۔"

انکار کی گنجایش کہاں تھی۔ چار و ناچار گلنار اُٹھی۔ ایک شالی فرد کشمیر کی بنی ہوئی سر سے پیر تک اوڑھ لی۔ اور دونوں ساتھ ساتھ دیوان خانہ میں آکر مسندوں پر متمکن ہوگئے۔

دہقان سُرخ دیبا کی روئی دار قبا پہنے تھا۔ سر پر [illegible] کلاہ تھی۔ اور اس پر

Marfat.com

کشمیر کا بیش قیمت شال عمامہ بنا ہوا تھا مگر چونکہ زیادہ تھی۔ اس لئے اُس نے قبا کو کچھ ایسی طرح لپیٹ رکھا تھا جس سے تمام گردن اور ڈاڑھی کا بڑا حصہ اُس کے نیچے آ گیا تھا۔ دہقان بڑے کِلّے ٹھلّے کا آدمی تھا چوڑا چہرہ چھوٹی اور حلقہ دار آنکھیں بڑی سی ناک اُوپر کو اُبھری ہوئی بھورے بال جن میں سفیدی آ چلی تھی۔ دیکھنے والا تو اس کی عمر پچاس سال سے کم ہی بتاتا۔ مگر دراصل وہ ساٹھ برس سے بھی زائد عمر کا آدمی تھا۔ اسلامی فتوحات سے پہلے فارس ماوراء النہر اور خراسان کے ممالک کی آبادی شہروں اور دیہاتوں کے مابین تقسیم ہوتی تھی۔ حکام اور ارکان مملکت کا قیام بڑے شہروں میں رہتا تھا۔ اور دیہات میں معززین فارس جن کو دہقان کہا جاتا تھا مقیم رہتے۔ بعینہ وہی حالت تھی جیسی کہ یورپ کے ممالک میں جاگیرداروں اور معززین ملک یعنی لارڈ اور کاونٹ لوگوں کی حکومت کی تھی۔ ہر ایک امیر اپنی جاگیر میں خود مختارانہ حکومت کیا کرتا۔ اور حسب ضرورت فوج و سپاہ بھی اپنے پاس رکھتا تھا۔ فارس کے دہقان ملک کے اصلی باشندوں پر جو کاشتکاری پیشہ اور ایرانی نسل کے تنومند لوگ تھے۔ پورا اختیار حکومت رکھتے تھے۔ اور اُن کے ساتھ ملازم کا سا سلوک کرتے تھے۔ اہل عرب نے ان ملکوں کو فتح کیا تو صرف شہروں کو فتح کر کے وہاں اپنے محافظ فوج اور حکام مقرر کر دیئے۔ اور دیہات کو سابق دستور دہقانوں کے قبضہ و تصرف میں رہنے دیا۔ کیونکہ اس طبقہ کو ملکی باشندوں پر بہت بڑا اقتدار حاصل تھا۔ اور خراج وصول کرنے اور حکام کے چال چلن کا پتا لگانے میں ان لوگوں سے معقول مدد ملتی تھی۔ دہقانوں کو حکمران جماعت کے تقرب سے بڑا نفع یہ پہنچا تھا کہ وہ رعایا سے بھاری لگان وصول کر کے کچھ حصہ حکمرانوں کو دیدیتے۔ اور باقی آپ ہضم کر کے دولتمند بنتے جاتے تھے۔ مگر دہقانوں کے درجے متفاوت تھے۔ ایک گاؤں کے مالک سے لیکر بڑے بڑے تعلقوں تک اپنے قبضہ میں رکھنے والے لوگ اُن میں تھے۔ اور اکثر اُن میں سے حاکم بھی بنائے جاتے تھے۔ بنی اُمیہ کے وقت میں اس گروہ کی بھی دیگر غیر عربی لوگوں کی طرح حالت ٹھیک نہیں رہ گئی۔ اور اُن کا رسوخ کم ہو چلا۔ دہقانوں میں بیشتر اپنے قدیم مذہب آتش پرستی کے پابند تھے۔ اور کچھ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

Marfat.com

ضحاک نے کہا کہ "جو کچھ ہم انہیں نظر آتا ہے۔ غائب کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی" اور ایک زور کا قہقہہ لگا کر اور نصر کو کچھ بھی مدد نہ دی۔"

دہقان نے اپنی بات کی تائید ہونے سے مسرور ہو کر گلنار کی طرف ایک پُرمعنی نگاہ ڈالی۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ گلنار ان باتوں سے قائل ہونے والی نہ تھی۔ اُسے اس پیام شادی کے قبول کرنے سے کوئی انکار نہ ہوتا۔ لیکن وہ کرے کیا۔ کہ اس کا دل کسی اور کا ہو چکا ہے اس لئے وُہ اپنے باپ کی بات مان کر کرمانی کے فرزند سے شادی کرنا۔ اور اُسے اپنے دل و جان کا مالک بنانا پسند نہیں کر سکتی۔ اور باپ سے صاف صاف منشا دلی یوں نہیں کہہ سکتی۔ کہ اُسے اپنے محبوب کی نسبت بھی اپنی جانب مائل ہونے کا علم نہیں ہے بہرحال وہ خاموش رہی۔ اور دہقان نے ضحاک کو واپسی کا اشارہ کیا۔ جب ضحاک چلا گیا۔ تو تنہائی میں دہقان نے گلنار سے کہا "اچھا اب کل میں کرمانی کے قاصد کو منظوری کا جواب دے کر واپس کر دوں گا۔ تو نظر بخدا رکھ اور جا کے آرام کر۔" گلنار نے اس بات کا بھی کوئی جواب نہ دیا اور دہقان اس کو حیا و شرم کا سکوت تصور کر کے بےفکر ہو گیا۔

لیکن گلنار خاموشی کے عالم میں رات کے سناٹے کے باعث دور سے آنے والی گھنٹیوں کی آوازیں سننے میں مصروف تھی جس کے بعد کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ اور یہ سب علامتیں کسی کے آنے کی تھیں۔ دہقان کو بھی اس امر کا احساس ہوا۔ اور اُس نے کہا "یہ تو کوئی قافلہ ہے جو چاندنی رات میں سفر کر رہا ہے۔" تاہم گھنٹیوں کی آوازیں رفتہ رفتہ نزدیک آتی جاتی تھیں۔ اور کتوں کی آواز بھی تیز ہو رہی تھی۔ دہقان اور گلنار دونوں چپ چاپ بیٹھے اپنی اپنی جگہ کچھ سوچ رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں مکان کے قریب اونٹوں کے بلبلانے اور گھوڑوں کے ہنہنانے کی صدائیں آدمیوں کے شور و غل میں ملی ہوئی گوش زد ہوئیں۔ دہقان کے چند خادم بھاگتے ہوئے یہ اطلاع کرنے آئے۔ کہ ایک بڑا قافلہ گاؤں کے پاس آ ٹھہرا ہے۔ اور مہمان خانہ میں شب باشی کرنا چاہتا ہے۔

دہقان:۔ "کیا وہ بہت سے لوگ ہیں؟ اور آتے کہاں سے ہیں؟"

خادم:۔ "جی ہاں سَو سے اوپر آدمی ہوں گے۔ بھرا اونٹ گھوڑے بھی اُن کے

ساتھ ہیں۔"

دہقان: "خیر! وہ سب لوگ تو میرے یہاں ٹھہریں گے نہیں۔ لیکن تم انہیں بلا لو۔"

دہقان کے غلاموں نے واپس جا کر اہل قافلہ کو قیام کی اجازت دی۔ اور وہ لوگ اونٹوں سے اسباب اتارنے خیمے اور چھولداریاں نصب کرنے اور دیگر کاموں میں مصروف ہو گئے۔ کچھ توقف کر کے دہقان کا ایک چھوکرا پھر اُس کے پاس پہنچا اور اطلاع کی۔ کہ قافلہ کے کچھ لوگ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

دہقان۔ "آنے دو۔"

گلنار یہ حکم سُن کر اٹھی تھی۔ کہ اپنے کمرہ میں واپس جائے۔ لیکن اُس کے باپ نے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا اور کہا۔ "بیٹی بیٹھو! تم گھبراؤ مت دیکھیں تو یہ کون لوگ ہیں۔"

دُوسرا باب

اَبُو مُسلم خراسانی

یا خدا اس شبِ زلف کی سحر ہی کہ نہیں
میں نے دل جس کو دیا اُس پہ اثر ہی کہ نہیں

دہقان مرد اور اُس کی پری چہرہ بیٹی گلنار دونوں نووارد مسافروں کی آمد کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ کہ دو جوان سر سے پیروں تک سیاہ قبائیں لپیٹے ہوئے۔ اور چہروں پر اسی رنگ کی نقابیں ڈالے۔ اور ڈھاٹے باندھے کمرہ میں داخل ہوئے۔ اور ان دونوں کے پیچھے دو اور شخص بھی ایک لمبی گٹھڑی اپنے کندھوں پر اٹھائے آ رہے تھے۔ جنہوں نے دیوان خانہ کے سامنے وہ گٹھڑی اتار کر زمین پر رکھ دی۔ اور خود وہیں کھڑے ہو گئے۔ اگلے دو جوانوں نے دیوان خانہ میں نہایت بیباکی کے ساتھ قدم رکھتے ہی دہقان کو فارسی زبان میں سلام کیا۔ دہقان ایک شناسا شخص کی آواز سُن کر چونک پڑا۔ اور چشمِ حیرت

Marfat.com

[illegible] وارد ہوں [illegible] قریب [illegible] آیا تو اُس نے روشنی میں اُسے پہچان کر [illegible] دبا بلند آواز سے کہا "عبدالرحمٰن!"

[illegible] کی صدا کیا پڑی۔ کہ اس کا دل تڑپ گیا۔ اس نے غور سے [illegible] دیکھی۔ لیکن پہچان نہ سکی۔ تاہم سیاہ پوش نقابدار کا پست قد [illegible] ہوئے مضبوط ہاتھ بیٹے سے اپنی طرف مائل بنا رہے تھے [illegible] نقاب دور ہونے کی توقع میں بے چین بنی بیٹھی تھی۔ نو وارد جوان نے دہقان کی زبان سے اپنا نام سنا تو اس نے فوراً نقاب اُلٹ دی۔ اور ایک دلفریب پاکیزہ گندم گوں چہرہ [illegible] پیشانی گھنی اور خوبصورت ڈاڑھی "لنبے کاکُل" اور شربتی آنکھیں نقاب کے اوٹ سے نمودار ہوئیں۔ آہ ہمارے قلم میں اتنی قوت کہاں ہے۔ کہ ہم مہ جمال گلنار کی اس وقت جو حالت ہو رہی ہے۔ اُس کا صحیح نقشہ کھینچ سکیں۔ اُف۔ یہ تو عبدالرحمٰن بن مسلم ہے؟ (مگر چونکہ بعد میں یہ ابو مسلم خراسانی کے نام سے مشہور ہوا۔ اس لئے ہم ابھی سے اس کا یہی نام رکھے دیتے ہیں) ایں! یہ اچانک کہاں آ گیا۔ آہ۔ نہیں! اس کے خیال سے اپنا پیچھا کیوں کر چھڑاؤں؟ کمبخت دل تو کیوں اس کے لئے بیتاب ہے؟ کیا اس کو بھی مجھ سے کچھ اُنس ہے؟ ہوگا۔ مگر ہائے میری قسمت ایسی کہاں؟" یہ خیالات تھے جو پے در پے تھوڑی سی دیر میں ماہ لقا گلنار کے دل و دماغ پر حاوی ہو گئے۔ اس کی رنگت زرد پڑ گئی۔ اور دل دھڑکنے لگا۔ اور وہ آنکھیں پھاڑ کر مبہوت سی بنی ابو مسلم کی صورت دیکھتی رہ گئی۔

دہقان نے ابو مسلم کو بخوبی شناخت کرتے ہی خوش آمدید کہا اور عزت [illegible] کے مسند پر اپنے سامنے بٹھایا۔ اور ابو مسلم نے بیٹھ کر اپنے ساتھی سے متین اور اطمینان بھری آواز میں کہا "خالد! آؤ تم بھی بیٹھ جاؤ۔"

دہقان نے ابو مسلم کے دوسرے ساتھی کی طرف متجسس نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا جیسے کہ وہ اُسے نہیں پہچانتا ہے۔ اور ابو مسلم سجات کو تاڑ کر بول پڑا "یہ ہمارے مہربان [illegible]

دہقان۔ (حیرت سے) "ہاں ہاں برمک۔ مالک نوبہار کے بیٹے ؟"

خالد۔ "جی ہاں۔ نوبہار کا زمانہ گیا۔ نورِ اسلام نے ہم کو آتش پرستی کے پھندے سے نجات دلادی۔"

دہقان۔ "بجا ارشاد ہوا۔ آپ لوگوں کی تشریف آوری سے مجھے کمال مسرت ہوئی" یہ کہکر دستک دی۔ اور ایک غلام حاضر ہوا۔ تو اس کو مہمانوں کے لئے کھانا۔ اور قافلہ والوں کے واسطے دانہ و چارہ بہم کرنے کا حکم دیا۔ مگر ابو مسلم نے متانت کیساتھ روک کر کہا۔ "نہیں آپ اسوقت کچھ تکلیف نہ فرمائیں۔ ہم کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہے۔ اور ہم آپ کی مہمان نوازی کے کمال شکر گزار ہیں۔"

دہقان۔ "خیر آپ کی جو مرضی۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ اس وقت کہاں سے تشریف آرہی ہے ؟"

ابو مسلم۔ "حج سے" مگر اس کے قیافہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ جو کچھ وہ کہ رہا ہے یہ اصلی امر نہیں۔ اور دہقان بھی سمجھ گیا۔ کہ ابو مسلم سابقہ عادت کے مطابق رازداری سے کام لے رہا ہے۔ کیونکہ ابو مسلم گروہ شیعہ کی اعانت کے لئے دہقانوں سے مالی امداد لینے اکثر آیا کرتا تھا۔ اور اسبارہ میں وہ بنی اُمیہ کے حکام کے خوف سے بہت پردہ داری کے ساتھ کام کیا کرتا تھا۔ دہقان کے سکوت نے ابو مسلم کو اُس کے دلی خیال پر مطلع بنا دیا اور وہ کہنے لگا۔ "آپ یہ خیال نہ کریں۔ کہ ہم پردہ داری سے کام لے رہے ہیں۔ اب وہ رازداری کا زمانہ گیا گزرا ہوا۔ اس وقت ہم کو تمام کارروائیاں بالاعلان کرنے کا موقعہ ہے۔ اور اب ہم اپنی دعوت کو ظاہر کرینگے۔ آپ یہ بتائیے۔ کہ آیا آپ اپنے وعدہ پر مستقل ہیں ؟"

دہقان۔ (دل میں) "ارے! میں نے امیر کرمانی سے ناطہ کر کے عہد شکنی کر ڈالی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دہقان مردان لوگوں میں سب سے بڑھکر پرجوش ذوق تھا جنہوں نے بنی عباس کو اعانت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر بار بار شیعوں کی ناکامیاں اُس سے اہل بیت کے برسر خلافت ہونے سے نا اُمید بنا چکی تھیں۔ اس لئے وہ مجبوراً اپنے بچاؤ

Marfat.com

کا دوسرا پہلو اختیار کرنے پر مائل ہوا تھا۔ تاہم اس وقت ابومسلم کا قول اُسے مبالغہ آمیز معلوم ہوا اور اس نے چاہا کہ کرمانی کا معاملہ مخفی رکھکر اس نوجوان مددگار راہبیت کا دلی منشار معلوم کرے اور پھر غالب فریق کا ساتھ دے۔ ابومسلم سے "صاحب! رازداری کا زمانہ گزر جانے سے آپ کی مراد کیا ہے؟

ابومسلم - "میری مراد یہ ہے۔ کہ اب سے پہلے میں چھپکر تمہارے پاس آیا کرتا تھا اور بنی اُمیہ کے مقابلہ میں ابراہیم امام کی مدد کرنے کا وعدہ لیا کرتا تھا۔ تاکہ جب بالاعلان امام کی دعوت ظاہر کرنے کا وقت آئے تو پھر ہم لوگ تلوار اُٹھائیں۔ اب میں وخوشخبری سُناتا ہوں۔ کہ امام نے ہمیں اظہار دعوت کا حکم دیدیا ہے۔"

دہقان - "تو کیا اپنے فوجیں بہم کرلی ہیں۔

ابومسلم - "ابھی تک فوج کی فراہمی نہیں کی گئی۔ کیونکہ اعلان امامت کی کارروائی کا سلسلہ آغاز نہیں ہوا ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں جس پر ہم نے اپنا قصد ظاہر کیا ہے اور ہمیں توقع ہے۔ کہ اعلان ہوتے ہی بیشمار لوگ ہمارے ساتھ جمع ہو جائینگے خراسان میں ہمارے طرفداروں کی انتہا نہیں۔ اور دہقانوں کی بہت بڑی تعداد بدل وجان ہم سے متفق ہے۔"

دہقان - "آپ صحیح فرماتے ہیں۔ اور یہ آپ کے ساتھی قافلہ والے کون لوگ ہیں"

ابومسلم - "یہ سب نقیب ہیں جن کی تعداد ستر ہے۔ امام نے اپنے شیعوں میں سے اُن کو منتخب کرکے میرے ہمراہ کیا ہے۔ تاکہ یہ اور لوگوں کو امام کی فرماں برداری اور اُن کی اعانت کے لئے ہتھیار باندھنے پر آمادہ بنائیں میں عنقریب ان کو ملک خراسان میں پھیلا دوں گا۔"

دہقان - "لیکن یہ تو بتائے۔ کہ آپ اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ملک میں چلے کیونکر آئے؟ اہل عرب فارس والوں پر سخت بدگمانی رکھتے ہیں۔ اور ان کی نقل وحرکت کے نگران رہتے ہیں۔"

ابومسلم نے دیکھا۔ کہ جبتک کسی قدر تفصیل سے کام نہ لیا جائے گا۔ دہقان کی

Marfat.com

دلجمعی مشکل ہے۔ اور چونکہ دہقان مرد کے ہمراہ رہنے سے اُسے بہت کچھ فوائد کی توقع تھی۔ اور خاصکر یہ خیال کرکے کہ اُس کی دیکھا دیکھی اکثر دہقان اعانت اہل بیت پر مائل ہو سکینگے اس نے کہنا شروع کیا۔"

"سرآمد دہاقین! آپ اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے۔ کہ اہل عرب ہم فارس والوں پر محض اس خیال سے اپنی بڑائی ثابت کرتے ہیں۔ کہ ہادی خلائق اور نبی آخرالزماں ان کے ملک اور ان کی قوم میں سے ہوئے ہیں۔ عربوں نے ہم سے وہ برتاؤ کیا جو شاید غلاموں کے ساتھ بھی نہ کرنا چاہیئے۔ ہماری جان و آبرو ان کے سامنے کوئی چیز نہیں رہ گئی۔ اور اُن کا بس چلتا تو وہ ہمیں دنیا سے نابود کر دیتے۔ حالانکہ اس وقت جو عربی گروہ برسر حکومت ہے۔ وہ بنی اُمیہ ہیں۔ یہ لوگ نبی صلعم کے رشتہ دار نہیں۔ بلکہ اُن کے گھرانے کے جانی دشمن ہیں۔ ان کمبختوں نے بنی ہاشم کے ساتھ عموماً اور آل علی بن ابی طالب کے ساتھ خصوصاً بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ اور ان کو قتل کرنے ذلیل بنانے اور تنگ کرتے رہنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ مگر اہل بیت نبوی صلعم خدا کے خالص بندے دین کے حامی مخلوق کے سرپرست ہیں۔ اُن کی نگاہوں میں تمام مسلمان خواہ عربی ہوں یا عجمی سب برابر ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات وہ فارس والوں کو عرب کے لوگوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ فارس کے لوگ شیعیان اہل بیت میں داخل ہیں۔ اب آل علی نے حقوق خلافت آل عباس کو دے ڈالے جو نبی صلعم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اس وقت بنی عباس میں امام ابراہیم سب سے بڑے اور بزرگ خاندان ہیں۔ اولاد علی کے شیعہ جو ان ممالک میں تھے اب وہ بنی عباس کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ امام کا قیام اندنوں ملک شام کے قریب شہر بلقا کے ایک گاؤں "حمیمہ" نامی میں ہے۔ اور وہیں سے وہ اپنے داعیوں کو ہر ملک میں ارسال فرماکر اپنے طرفداروں کی جماعت بڑھاتے اور اُن سے پیام و سلام کرتے ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے مجھے تمام داعیوں کی سرداری پر مامور فرماکر اپنے تمام داعیوں کو میری اطاعت کا حکم دیا۔ اور مجھے خراسان اور اس کے ساتھ دوسرے اُن ممالک کا حاکم مقرر فرمایا۔ جن کو میں آئندہ فتح کروں۔ اگرچہ میری کم عمری

کے باعث بڑے بڑے مُسن نقیبوں نے میری سرداری کو ناپسند کیا تھا۔ کیونکہ ابھی میں پورے بیس سال کا بھی نہیں ہوں۔ لیکن آخر وہ سب میرے ماتحت ہو گئے۔ اور خوشی کے ساتھ اپنا کام کر رہے ہیں۔ امام نے گزشتہ سال مجھکو رخصت کرتے ہوئے ایک اہم وصیت بھی فرمائی ہے۔ اور وہی حکم میری اگلی پچھلی تمام کارروائیوں کی بنیاد ہے۔ اسی ہدایت کے مطابق میں امام کی دعوت شائع کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی کرتا رہونگا۔"

دہقان ابی مسلم کی گفتگو سُنکر اس کی متانت اور ہیبت سے دنگ بنا ہوا تھا۔ وہ اپنے دلمیں کہتا تھا کہ یہ کم سن نوجوان کس غضب کا چلتا پرزا واقع ہوا ہے۔ اور اس کی ہیبت تاجدار کی ہیبت سے کم نہیں جب امام کی ہدایت کا ذکر آیا۔ تو وہ ہمہ تن گوش بنکر اس کی سماعت کے لئے آمادہ ہو گیا۔ گلنار کی بھی عجیب حالت تھی۔ وہ سراپا چشم وگوش بنی اس جوان رعنا کی باتیں سُنتی۔ اور اس کی ہر ایک ادا کو تاڑتی جاتی تھی۔ یہ دوسری نوبت ہے کہ اس نے ابومسلم کو دیکھا ہے۔ اور گو پہلی ہی بار وہ اسے اپنا دل دے بیٹھی تھی۔ لیکن اس مرتبہ تو اس کے ہر رگ وپے میں اس نوجوان کی تصویر اُتر آئی ہے۔ اور وہ اپنا متاع ہوش وخرد اس کے حوالہ کر بیٹھی ہے۔

ابومسلم کو غریب گلنار کے محبت کا ذرا بھی احساس نہ تھا۔ اس نے جس کام کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ وہ اُسے عشق ومحبت کی طرف کب متوجہ ہونے دیتا تھا۔ اور وہ ہر وقت اپنی کامیابی کی دھن میں لگے رہنے کے سوا دنیا کی کوئی بات خیال ہی میں نہ لاسکتا تھا امام کی وصیت کا ذکر کرتے ہی ابومسلم نے ایک پرچہ کاغذ اپنی جیب سے نکالا۔ اور حاضرین سے کہا۔ "لیجئے سنیئے میں اصل عربی زبان پڑھتا ہوں۔" پھر کاغذ کو کھولکر حسب ذیل عبارت پڑھکر سُنائی۔

"یَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ اِنَّکَ رَجُلٌ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ فَاحْفَظْ وَصِیَّتِیْ وَانْظُرْ اِلٰی هٰذَا الْحَیِّ مِنَ الْیَمَنِ فَاَکْرِمْهُمْ وَحُلَّ بَیْنَ اَظْهُرِهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُتِمُّ هٰذَا الْاَمْرَ اِلَّا بِهِمْ"	اے ابا عبدالرحمن تو ہم اہل بیت ہی کا ایک شخص ہے۔ تو میری وصیت کا خیال رکھ۔ یمن کے اس گروہ کو عزت کی نگاہ سے دیکھ اور انکو اپنا ساتھی بنا کیونکہ خدا انہی کے ہاتھوں

"وانظر الی هذا الحی من ربیعة فاتهمهم فی امرهم وانظر الی هذا الحی من مضر فانهم العدو القریب الدار فاقتل من شککت فی امره ومن کان فی امره شبهة ومن وقع فی نفسك منه شیٔ۔ وان استطعت ان لا تدع بخراسان لسانا عربیا فافعل فایما غلام بلغ خمسة اشبار تتهمه فاقتله"[1]

تیرا کام پورا کریگا۔ ربیعہ کے گھرانے کو منہ نہ لگا اور ان کو مشکوک سمجھ۔ مضر کے لوگ پڑوسی دشمن ہیں جسکے معاملہ میں تجھکو شک ہو اُسے قتل کر دے اور جسکی بابت ذرا بھی شبہ ہو۔ یا تیرے دل میں اسکی طرف سے میل آئے اسکو قتل کر ڈال اگر تجھ سے ہو سکے تو خراسان کے ملک میں کوئی عربی زبان بولنے والا باقی نہ رکھ جو لڑکا پانچ بالشت کے قد تک پہنچا ہو تیرے نزدیک قابل الزام ہو اُسے ہی قتل کر دے۔

ابو مسلم نے فرمان امامت سنا کر اُسے لپیٹ کے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور دہقان پر ایک غائر نگاہ ڈالی۔ دہقان اس سخت حکم کو سُنکر سر تا پا لرز گیا تھا۔ اور گو وہ بنی اُمیہ سے ناخوش ہونے کے باعث امام کی اس ہدایت سے دل میں مسرور تھا۔ تاہم عباسیوں کے طرفداروں کی کمزوری اُن کے نزدیک ان کی کامیابی کو درجہ یقین پر نہیں پہنچا سکی۔ اور وہ کرمانی کیساتھ قرابت کرنے کے خیال سے باز نہ آیا۔ اس نے اپنے دلی جذبات کو مخفی رکھکر بظاہر فرمان کی پسندیدگی عیاں کر کے کہا۔ "یہ بڑی سراپا حکمت ہدایت ہے۔ اہل عرب کو ذلیل کرنے کا حکم ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے لئے اہل فارس جان و مال ہر چیز سے حاضر ہوں گے صرف دہقان لوگ کیا عام اہل فارس اس حکم کے دلدادہ ہوں گے۔ اور آل عباس کی ہر طرح مدد کرنے پر آمادہ کیوں خالد! تم کیا خیال کرتے ہو؟"

خالد ایک چہل سالہ پختہ کار شخص تھا۔ وہ برمک (برامکہ کے جد اعلیٰ) کا فرزند تھا۔ برمک آتشکدہ نوبہار واقع شہر بلخ کا پیر مغاں تھا۔ اور وہ اپنے قدیم دین کی پابندی سے تا مرگ باز نہ آیا۔ لیکن اس کا بیٹا خالد جو بڑا دلیر، مدبر، اور زیرک شخص تھا۔ مشرف باسلام ہو کر بنی اُمیہ سے انتقام کشی کے لئے بنی عباس کے طرفداروں میں شامل ہو گیا۔ کیونکہ اس طرح اہل فارس کو پھر اپنا رسوخ بحال کرنے کی توقع تھی۔ اور ضرور تھا کہ جو حکومت اُن کی کوششوں سے قائم ہو وہ اُن کی سرپرستی بھی کرے۔ اس پختہ عمر شخص نے بست ساز

[1] تاریخ طبری صفحہ ۲۷ [illegible]

134988

نوجوان ابی مسلم کی ماتحتی میں رہنے سے کوئی عذر نہیں کیا تھا۔ اور یہ اس کی دانشمندی کا ایک ادنیٰ ثبوت تھا۔ اس لئے کہ امام ابراہیم کو راضی رکھنے کے لئے انہیں ابومسلم تو کیا کسی اور کم سن بچہ کی اطاعت سے بھی عذر کرنا مناسب نہ تھا۔ غرض کام سے غرض تھی۔ اور وہ بہر حال ہوتا جاتا تھا۔ سلیمان بن کثیر نامی ایک مسن شخص نے ابی مسلم کی افسری کو ناپسند کیا تھا۔ لیکن آخر اُسے دبکر امام کا حکم ماننا پڑا۔ ابومسلم بھی خالد کی بہت عزت کرتا تھا۔ اور ہر معاملہ میں اُس سے مشورہ لینا ضروری سمجھتا۔ چنانچہ اس وقت دہقان سے ملنے آیا۔ تو دوسرے رفیقوں میں سے اسی کو اپنی ہمراہی کے لئے منتخب کرکے ساتھ لایا تھا۔

دہقان نے خالد کی طرف متوجہ ہوکر زمان کی بابت اُس کی رائے دریافت کی تو وہ کہنے لگا۔ "اہل فارس ایسے ہی کور مغز ہوں گے۔ تو بیشک عباسی امام کی اعانت سے جان بچائیں گے۔ اس میں سراسر انہی کا نفع ہے۔ اہل بیت نبوی صلعم کی امداد میں جان و مال سے دریغ نہ کرنے کا انجام دائمی عزت اور قید غلامی سے رہائی ملنا ہے۔ ورنہ جس حال میں پڑے ہیں۔ اسی میں ہمیشہ مبتلا رہینگے۔"

دہقان ۔ (ابومسلم کو خوش کرنے کے خیال سے) "اگر آپ کے ایسے زیرک اور نیک انجام میں دلیروں کے ہوتے ہوئے شیعوں کو کامیابی حاصل نہ ہو تو سخت حیرت کا مقام ہوگا۔" مگر دل میں یہی خیال ہے۔ کہ اُن کے بنائے کچھ نہ بنیگا۔ اور کرمانی سے ناطہ کرنا لازمی ہے (راوی)

خالد ۔ "جناب! صرف دلیری اور قوت سے یہ کام بننا دشوار ہے"

دہقان ۔ (یہ سمجھکر کہ خالد مالی امداد کا خواہاں ہے) "نہیں صاحب ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ آپ لوگوں کی مالی امداد بھی کرے۔ اور جب دعوت کے مخفی ہونے کی حالت میں ہم نے آپ کی مدد سے پہلوتہی نہیں کیا۔ تو آپ اس کا اظہار ہوجانے کے بعد ہم کیونکر باہر ہو جائیں گے"

ابومسلم (اپنی گفتگو ختم کرنے کے لئے قطع کلام کرکے) "امام کا حکم پاکر میں خراسان آیا۔ اور دیہہ بدیہہ امام کی دعوت پھیلاتا رہا۔ اس زمانہ میں جس قدر روپیہ فراہم ہوا کرتا اسی پہنچانے اور تازہ احکام حاصل کرنے کے لئے میں امام کی خدمت میں بھی جایا کرتا تھا۔ اس

Marfat.com

اس سال کے آغاز میں امام نے مجھکو طلب فرمایا۔ اور میں اپنے ہمراہی نقیبوں کے ساتھ ان کی طرف چلا۔ راستہ میں بنی اُمیّہ کے حکام ہم پر شک کرتے اور دریافت کرتے کہ کہاں جاتے ہو۔ تو ہم اپنا عزم حج و زیارت کا بیان کر دیتے تھے۔ قومس میں پہنچنے کے بعد مجھکو امام کی ایک تحریر ملی جو میرے اور سلیمان بن کثیر بڑے نقیب دونوں کے نام تھی۔ اور اسی تحریر کے ہمراہ یہ نشان فتح (صحن میں پڑے ہوئے گٹھڑ کی طرف اشارہ کر کے) بھی آیا تھا۔ اور تحریر تھا کہ (خط کو جیب سے نکال کر) "میں تیرے لئے نشان فتح ارسال کرتا ہوں جس جگہ میری تحریر تجھے ملے وہیں سے واپس چلا جا اور دعوت کا اظہار کر خدا تیری مدد کرے گا۔"

دہقان کی مشتاق نگاہیں نشان فتح دیکھنے کے لئے اس طرف پھریں۔ تو ابو مسلم نے اپنے دونوں باہر والے ساتھیوں کو آواز دیکر نشان کا لپٹا ہوا اندر لانے کو کہا اور وہ لوگ ایک لمبا سا گٹھڑ اندر لائے جس کا ایک سرا باہر ہی رہا۔ گٹھڑ کے اوپر سیاہ غلاف لپٹا تھا۔ اُسے کھولنے کے بعد اندر سے ایک سیاہ نشان اور دوسری چھوٹی سی اسی رنگ کی جھنڈی برآمد ہوئی۔ بڑا نشان چودہ فٹ کے لمبے چھڑ سے بندھا تھا اور جھنڈی کا چھڑ ۱۳ فٹ دراز تھا۔ پھریرے دونوں کے سیاہ تھے۔ ابو مسلم نشان و رایت کی تعظیم کے لئے استادہ ہو گیا۔ اور جس سے لوگوں کو بھی اس کی پیروی کرنی پڑی۔ اور ابو مسلم نے کہا۔ "اس نشان کا نام "ظل" اور جھنڈی کا نام "سحاب" ہے اُن کی سیاہ رنگت امام ابراہیم کے نقیبوں کی علامت ہے۔ آج سے تمام شیعان بنی عباس سیاہ لباس پہنے نظر آئینگے۔ اور ان کے نشانات بھی اسی رنگ کے ہونگے۔"

گلنار بھی اندر والوں کو کھڑے ہوتے دیکھکر استادہ ہونے کے لئے اُٹھی۔ مگر اُس کے اعضاء قابو میں نہ تھے۔ بعد ابو مسلم کے حالات سنکر اور یہ معلوم کر کے کہ امام کی فوج کی سپہ سالاری اس نوجوان کو ملی ہے۔ دل میں باغ باغ ہو رہی تھی۔ مگر اُسے یہ فکر بھی تھی کہ وہ جوان ابو مسلم کے دل کو ٹٹولے اور دریافت کرے کہ آیا اُس کے دل میں بھی کچھ اس کی لگن ہے یا نہیں۔ [illegible] ابو مسلم اُسے ایک نظر دیکھ ہی لیتا تو بھی اس کا دل

Marfat.com

مطمئن ہو جاتا۔ لیکن معشوقوں کی سنگدلی امر واقعی ہے۔ اس لئے گلنار اپنی کوشش میں مطلقاً کامیاب نہ ہو سکی ابی مسلم کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اور اس نے دیکھا بھی تو سطح نظر چرا گیا۔ کہ بات آئی گئی ہو گئی۔ تاہم گلنار کا ستون تھام کر اٹھنا۔ اور ابومسلم کی طرف بار بار نگاہ ڈالنا تجربہ کار خالد کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکا۔ حیرت زدہ ہو کر اس کی صورت دیکھنے لگا۔ اور تاڑ گیا۔ کہ یہ عورت ابومسلم پہ مائل معلوم ہوتی ہے۔

ابومسلم اپنی گفتگو ختم کر چکا۔ تو دہقان نے سوال کیا۔ "یہ بنی عباس نے سیاہ رنگت کو اپنا شعار کیوں بنایا ہے؟ بلکہ شاید وہ خاندان نبوت کے مقتول لوگوں کی علامت سوگ ہی۔ یا کچھ اور؟"

ابومسلم۔ (ہتھکڑ اور ساتھ کے لوگوں کو نشانات کے غلاف میں لپیٹ دینے کا اشارہ کر کے) "جناب! یہ سیاہ رنگ اہل بیت نبوت کا شعار اس لئے قرار پایا ہے۔ کہ نبی صلعم کا نشان فوج بھی سیاہ رنگ کا تھا۔ اور اسے "رایت عقاب" کہا جاتا تھا۔"

دہقان اور خالد بھی ابومسلم کے بیٹھنے کے بعد اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تھے لیکن گلنار ہنوز استادہ اور بار بار کن انکھیوں سے ابومسلم کی صورت دیکھتی جاتی تھی۔ دہقان دل ہی دل میں اس خیال سے کانپ رہا تھا۔ کہ مبادا ابی مسلم کو اس کے دلی منشاء پر آگاہی ہو جائے۔ تو وہ حسب ہدایت امام شک ہوتے ہی اس کی جان کا خواہاں بن جائے گا۔ تاہم بظاہر اس نے اپنا دل کڑا رکھا۔ اور بے پروائی کی شان سے گویا ہوا۔ "اب مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ ضرور کامیاب ہوں گے۔ ہ

اہل فارس کے اچھے دن آ رہے ہیں۔ لیکن اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ تمام دہقانوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔ کیونکہ ہنوز ان کی بڑی تعداد بانی دین آتش پرستی کی پابند ہے۔"

خالد۔ "دہقان لوگ مشرف باسلام ہو کر ہمیں مالی مدد دیں گے۔ نوان کا

Marfat.com

بہ لفظ دیگر آپ کے ذکر کے ہم معنی ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس طرح وہ لوگ ایک خالص فارسی حکومت قائم کر سکینگے۔ جو بہر حال اہل فارس کی گزشتہ عظمت کو بحال کر دیگی۔"

دہقان۔ "یہ میرا ذمہ ہے۔ کہ تمام دہقان یا اُن کا بڑا حصہ مشرف باسلام ہو کر آپ کی اعانت کرینگے۔ اور روپے کا تو کوئی توڑا نہیں۔" یہ کہکر دستک دی جس کے ساتھ ہی ایک غلام حاضر ہوا۔ اور دہقان نے اُسے حکم دیا۔ کہ "جا میرے خزانچی کو بلا لا۔"

ابو مسلم نے خزانچی کی طلبی سنی۔ تو وہ سمجھ گیا۔ کہ دہقان حسب معمول کوئی معقول رقم دے سکا۔ اور اس نے نشان برداروں میں سے ایک شخص کی طرف دیکھکر اشاروں میں کچھ کہا۔ وہ شخص باہر چلا گیا۔ اور کچھ توقف کے بعد دو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیتا آیا۔ جن میں سے ایک شخص بڑا سا خالی تھیلا بغل میں دبائے تھا۔ اور دوسرا پستہ قامت موٹا تازہ آدمی ڈھیلی قبا پہنے۔ اور بڑا سا عمامہ باندھے تھا۔ جس کے پیچھے ایک غلام قلمدان لئے آرہا تھا۔ یہ لوگ دیوان خانہ میں آکر ایک طرف کھڑے ہو چکے تو ابو مسلم قبا پوش الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ابراہیم! آگے بڑھو۔ اور دہقان کا وہ عطیہ لیکر جمع کر لو جو یہ اہل بیت کی اعانت کے لئے دینا چاہتے ہیں۔"

دہقان کا خزانچی بھی اسی اثنا میں آگیا تھا۔ اور دہقان نے اس کے کان میں کچھ آہستہ سے کہا تھا۔ جسے سنکر وہ فوراً واپس گیا۔ اور دوبارہ آیا تو اس کے ساتھ ایک غلام بھی ایک بورا روپیوں کے توڑے لئے ہوئے تھا۔ اور بوجھ سے دبا جاتا تھا۔ غلام نے وہ سب توڑے دہقان کے سامنے رکھدئے۔ اور ابراہیم ابو مسلم کا خزانچی ان کو شمار کرنے کے واسطے بڑھا۔ یہ سب بیس توڑے سربمہر تھے۔ جن میں سے ہر ایک پر تحریر تھا۔ "ایک ہزار دینار یوسفی"۔ ابراہیم نے اپنے ساتھی اور غلام کی مدد سے ان سب توڑوں کو اپنے پاس کے بڑے تھیلے میں رکھا۔ اور

اپنی جیب سے ایک بیاض حساب نکال کر اس میں رقم عطیہ درج کر لی۔ اس اثنا میں ابومسلم سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جیسے وہ کسی بات کو سوچ رہا ہے۔ اور اس تفکر نے اس کے چہرہ پر عجب طرح کا رعب پیدا کر دیا تھا۔ وہ اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں سے اس وقت بےخبر بنا تھا۔ گلنار عرصہ تک اس امید میں کھڑی رہی کہ شاید اس کا بے مہر دلربا اس کی طرف نگاہ کرے۔ مگر آہ یہ مراد بر نہ آئی۔ اور بالآخر وہ تھک کر اپنے باپ کے پاس بیٹھ گئی۔ تاہم دزدیدہ نگاہوں سے ابی مسلم کی صورت دیکھتی جاتی تھی۔ خالد برابر اس کیفیت کو تاڑتا رہا۔ اور اپنے دل میں اس نوگرفتار محبت کی حالت پر افسوس کرتا رہا۔ کہ آہ کمبخت نے دل بھی دیا تو ابومسلم کے ایسے شخص کو جسے عورتوں کی طرف مطلقاً التفات نہیں۔ اور جو اپنے اہم فرائض کی انجام دہی میں دنیا و مافیہا سے بےخبر بنا بیٹھا ہے۔ خالد نے باوجود گلنار کی حالت پر واقفیت حاصل کر لینے کے اپنی اس آگہی کو مخفی رکھا۔ اور اتنے ہی میں ابراہیم خزانچی روپیہ سنبھال کر چلا گیا تو خالد بن برمک نے دیکھا کہ اب ابومسلم بھی آرام کرنے کا خواہاں ہے۔ لہذا اس نے کہا۔ "جناب اگر آپ کو استراحت کرنا ہے۔ تو باغ کے گوشہ کا کمرہ آپ کے لئے آراستہ کر دیا گیا ہے۔ وہاں جا کر آرام فرمائیے۔"

ابومسلم یہ سنکر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لوگوں نے بھی اس کی تعظیم کے لئے قیام کیا۔ مگر اس نے سے مفر نہ پایا۔ ابومسلم نے چلتے وقت کہا۔ "دو دن سے برابر سفر کرتے کرتے بہت تھک گیا ہوں۔ کہ اب آرام کرنے کی خواہش بےچین بنا رہی ہے۔" یہ کہکر وہ چلا۔ میزبان نے دیوان خانہ کے دروازہ تک اس کی مشایعت کی۔ اور پھر چند غلاموں کو حکم دیا کہ "ان کو روشنی دکھا کر ان کے آرامگاہ تک پہنچا دو۔" اس کے بعد دہقان اپنی لڑکی کے پاس واپس آیا۔ جو ایک ستون سے لگی ہوئی دل شکستہ کھڑی تھی۔ اور اب بجز ان باپ بیٹی کے وہاں کوئی اور شخص نہ تھا۔ گلنار کی صورت پر حزن و ملال کے آثار دیکھکر دہقان نے خیال کیا۔ کہ اسے کرمانی کے بیٹے سے شادی کرنے کا خیال ستا رہا ہوگا۔ اور اب ابومسلم کی گفتگو سنکر اس کی درخواست مسترد کرنے کے درپے ہوگی۔ اس لئے اس نے اپنا

Marfat.com

بایاں ہاتھ گلنار کے کندھے پر رکھ کر اُسے اس کے کمرہ کی طرف لے جاتے ہوئے کہا "میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ اہلبیت کے طرفدار اس مرتبہ بھی حسب سابق ناکام ہی رہینگے"

گلنار نے اپنے باپ کی اس گفتگو کا اصل مدعا سمجھ کر "خوب! جب آپ کو ان کی ناکامی کا اسقدر یقین ہے۔ تو پھر ان سے امداد کا وعدہ کیوں کرتے ہیں۔ اور ان کو روپیہ کس لئے دیتے ہیں؟"

دہقان۔ مسکرا کر اور اپنی داڑھی داہنے ہاتھ سے تھام کے پست آواز میں "میری یہ کارروائی صرف بغرض احتیاط ہے۔ اگر میں ان سے بدسلوکی کروں تو جان و مال کی خیر منانی مشکل ہو جائے گی۔ خصوصاً امام ابراہیم کی ہدایت سُنکر کیا مجال ہے کہ کوئی بدسلوکی کی جرأت سے باز رہے۔ اس کو جس پر ذرا بھی شبہ ہو جائے۔ اُسے فوراً قتل کر ڈالنا تو ان کی بات ہی نہیں۔ خیر میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ درحقیقت یہ لوگ ناکام ہی رہینگے۔ ممکن ہے ان وجوہ کو جو تجھ سے شام کے وقت بیان کر چکا ہوں۔ اُن کے لحاظ سے مجھے تو ان کی کامیابی یقینی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے بظاہر اُن سے میل ملاپ رکھنا کوئی مضرت رساں بات نہیں ہے بلکہ اس سے ہمیں فائدہ ہی ہوگا۔ اور روپیہ دینے کا [illegible] تم خوب سمجھ رکھو کہ جو کچھ اس وقت ہم دیتے ہیں۔ اگر بات بن پڑی تو اس سے سیکڑوں حصہ زیادہ کما لینگے۔ پھر اس کی کیا پرواہ کریں" اب یہ دونوں چلتے ہوئے گلنار کے کمرہ سے قریب آ گئے تھے۔ محل میں ہر طرف سناٹا چھایا تھا۔

جس وقت کہ سلسلہ کلام قطع ہو چکا تو گلنار نے جلکر کہا "سچ ہے۔ بابا جان! آپ دوست کو روپیہ دیکر اور بڑے بڑے وعدے کر کے اپنا طرفدار بناتے ہیں۔ اور گلنار کو کوئی نہ کوئی [illegible] اس سے تقرب حاصل کرنا چاہتے ہیں؟" یہ کہکر سخت بے چین [illegible] ہوئے تو اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور جاتے ہی بستر پر گر پڑی۔ اُس کا باپ [illegible] وقت بہت پریشان نظر آتی ہے۔ اچھا خیر جاؤ اور سو جاؤ۔ تیری سمجھداری سے امید

Marfat.com

سمجھتا ہوں۔ کہ جب تو امیر کرمانی کے پاس ہوگی۔ اور میں ابی مسلم کے ہمراہ رہوں گا۔ تو دونوں طرف سے ہمارا کام بنا رہیگا۔ اور ہر حالت میں ہمیں فائدہ ہی حاصل ہوگا۔ پیاری۔ اب تو سو رہ اور اپنا دل نہ کڑھا۔" یہ کہکر وہ چلا گیا۔ اور گلنار کی جلی کٹی بات سنی ان سنی کر گیا۔ تنہائی میں گلنار کی حالت اور بگڑ چلی۔ وہ اپنی الجھنوں میں کچھ ایسی پھنسی کہ مخلصی کی کوئی راہ نہیں نظر آتی تھی۔ اگر باپ کا کہنا مانتی ہے۔ تو دل اس کو گوارا نہیں کرتا۔ اور دل کے مشورہ پر عمل کرے۔ تو اس کی کوئی سبیل نہیں نکلتی۔ آہ۔ اُسے معلوم ہو جاتا۔ کہ ابی مسلم بھی اس کا ویسا ہی دلدادہ ہے۔ جیسی یہ اس پر مٹی ہے۔ تو بھی اس کو باپ کی ناراضی کا خیال نہ آتا۔ اگرچہ وہ اس قدر دل چلی عورت نہ تھی۔ مگر وہاں تو اُسے اپنے دلربا کی طرف سے بجز سرد مہری کے اور کوئی حوصلہ بڑھانے والی بات دکھائی ہی نہ دی۔ اس نے اپنے دل سے باتیں کرکے بہت یاد کیا کہ آخر اس مجلس میں کوئی بات یا کوئی حرکت اس کے محبوب نے ایسی کی ہے جس سے کچھ امید پیدا ہو سکے۔ لیکن افسوس کہ ادھر سے بھی اُسے مایوسی ہی رہی۔ تاہم پھر محبت اس کو ناامید ہونے سے باز رکھتی تھی۔ اور ابو مسلم کی سرد مہری کو اس کی مشغولی خاطر سے منسوب کراتی۔ اور آخر میں وہ کسی قدر چونک کر یہ تصور کرنے لگی۔ "نہیں نہیں یہ سب غلط ہے۔ اگر اُس کے دل میں کچھ بھی محبت ہوتی۔ تو کبھی ہو نہیں سکتا تھا۔ کہ اس کا اظہار نہ ہو جاتا۔"

اسی حالت میں منٹوں کے گھنٹے بنکر گزر گئے۔ اور ہماری مہ جمال ہیروئن کو کسی پہلو قرار نہ آیا۔ نیند کس کی آنکھوں میں آتی۔ اُن میں تو کسی کی تصویر خیالی پھر رہی تھی۔ کوئی ہمدم و ہمراز بھی نہ تھا۔ جس سے راز دل کہکر کچھ بارِ غم ہلکا کیا جاتا۔ "ہاں اگر اس وقت ریحانہ یہاں ہوتی۔ تو اس سے درد دل کا کچھ علاج دریافت کرلی۔" اس خیال کے آتے ہی کمرہ کے دروازہ پر کسی کے باہستگی تمام قدم رکھنے کی آہٹ ملی۔ اور گلنار نے اٹھکر دروازہ کھول کے دیکھا تو ریحانہ کھڑی تھی۔

"مرحبا! ریحانہ! تو اس وقت کیوں آئی؟" گلنار نے مسرت زدہ ہو کر کہا۔

Marfat.com

"بی بی! مجھے آپ کی پریشانی خاطر کا خیال تھا۔ اس لئے چلی آئی۔ تاکہ آپ کو دلاسا دے سکوں" ریحانہ نے ہمدردی کے لہجہ میں کہا۔ اور اب دونوں کمرہ کے اندر تھیں دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور گلنار نے پھر متحیر ہو کر سوال کیا۔

"تجھکو میری پریشانی کا علم کیونکر ہوا؟"

ریحانہ - (گلنار کو سینے سے لگا کر) "میری بانو! آپ مجھے اپنی طرف سے بےفکر جانتی ہیں؟ نہیں نہیں میں آپ کے حال سے غافل نہ تھی۔ اور خاصکر تازہ وارد مہمانوں کی آمد کے بعد"

گلنار - تو کیا تو نے بھی اُن کو دیکھا؟ - تو نے ان کی باتیں سنیں؟

ریحانہ - "حرف بحرف پردہ کے پیچھے سے اور ان کی تمام حرکتیں بھی دیکھی ہیں

گلنار - (بیخودی کے ساتھ) "کیا تو نے ابومسلم کو بھی دیکھا؟"

ریحانہ - "بیوی! خاموش، آہستہ بات کہو دیوار ہم گوش دارد۔ میں نے اُسے بخوبی دیکھا۔ اور آپ کو بھی -" یہ جملہ ایک خاص لہجہ میں ادا کیا گیا جس سے گلنار اپنی جلد بازی پر جھینپ گئی۔ اور پھر یہ خیال کر کے کہ ریحانہ ہی اس کی ہمدم و ہمراز ہے کہنے لگی "ریحانہ! سچ کہنا تیری نگاہ میں وہ کیسا ہے؟"

ریحانہ - "بڑا لائق۔ اور تمہارے قابل۔ مگر صبر کرو جلد بازی بُری ہوتی ہے"

گلنار - "میں دیکھتی ہوں۔ کہ تو نے دل کی بات معلوم کرلی"

ریحانہ - "جی مجھ سے کچھ چھپا نہیں رہا۔ لیکن یہ معاملہ بڑی حکمت سے کام لینے کے لائق ہے۔ اور اس راستہ میں سخت کانٹے بچھے ہیں"

گلنار - (بےچین ہو کر) "آہ - ریحانہ! میں کیا کروں؟ اس کمبخت دل نے مجھے دین و دنیا سے کھو دیا۔ تو ہی کچھ تدبیر بتا۔ بابا جان مجھے کرمانی کے گھر جھونکنے کو بیٹھے ہیں۔ اور میرا دل اس طرف سے نافر ہے"

ریحانہ - "اور ابومسلم پر دل آگیا ہے ہم؟" ہنس پڑتی ہے۔

گلنار نے یہ سنکر شرم سے سر جھکا لیا۔ مگر اس کی زبان حال کہتی تھی کہ ہاں میں

اس پر مائل ہوں۔ اور ریحانہ نے فوراً یہ سوال کر دیا۔

"کیا وہ بھی آپ سے محبت رکھتا ہے؟"

گلنار نے نظر اٹھا کر ریحانہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔ وہ ڈھلک کر رخساروں پر بہ آئے۔ اور اُس سے کچھ کہا نہ گیا۔

ریحانہ ۔"جب نہ آپ کو معلوم ہے۔ اور نہ مجھے تو اس کے سوا چارہ کیا ہے۔ کہ کسی ذریعہ سے اس مرد کا دل ٹٹولا جائے۔"

گلنار۔ "مگر یہ عقدہ کون حل کر سکتا ہے؟"

ریحانہ۔ "کیا آپ ضحاک کو نہیں جانتیں؟"

گلنار۔ "وہ پاگل! اس معاملہ میں کچھ ہمارا کام کر سکے گا؟"

ریحانہ۔ "جی! اگر وہ چاہے۔ تو بڑی خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔ اُس کی ظاہری حالت اور مسخرہ پن کو نہ دیکھئے بڑا کائیاں ہے۔ اور نہایت کارآمد آدمی۔"

گلنار۔ "مگر اُس سے گفتگو کون کرے؟ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ بابا جان سے بھانڈا نہ پھوڑ دے۔ پھر تو میں کہیں کی نہ رہوں گی۔"

ریحانہ۔ "یہ میرا ذمہ ہے۔ مگر اس سے کام لینے کے لئے کچھ روپیہ چاہیئے۔"

گلنار۔ "میری خزانچن سے روپیہ جتنا چاہو لے لو۔ مگر کام سوچ سمجھ کر کرو۔"

ریحانہ۔ "آپ مطمئن رہیں لیکن مہمانوں کا ٹھکانا کیا کل ہی روانہ ہو گئے۔ تو بات نہ بن آئے گی۔ اس لئے روپیہ ابھی ملتا تو بہتر ہوتا۔"

گلنار یہ سنکر بستر سے اُٹھی۔ اور اپنی صندوقچی سے ایک تھیلی اشرفیوں کی نکال کر ریحانہ کے حوالہ کی "لو سر دست یہ پانچسو اشرفیاں ہیں۔ اُن سے کام چلاؤ۔ پھر صبح کو اور روپیہ مل جائے گا۔ یاد رکھو کہ میں تمہاری کارگزاری کو کبھی نہ بھولوں گی۔"

ریحانہ۔ (جاتے ہوئے) "آپ مطمئن رہیں۔" اور وہ بے پاؤں اپنے کمرہ کی طرف چلی گئی۔ اور گلنار اُس کے جانیکے بعد پھر اپنی کاوش دل کے پھندے میں پھنس گئی تھی۔

Marfat.com

فتنہ پرداز خواتین

ہائے افسوس دل آیا [illegible]

ریحانہ گلنار کے کمرے سے نکلی ہی تھی کہ اس [illegible] دراز
داد سابق کے مطابق اس کی طرف آرہا ہے [illegible] اپنی
گھبراہٹ کو پوشیدہ رکھکر ضحاک سے اپنے [illegible] اپنے
کمرہ کی طرف گئی۔ جو باغ کے ایک گوشہ میں واقع ہے [illegible]
کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے پہنچ گیا۔ اور دونوں [illegible]
کر لیا گیا۔ ریحانہ ضحاک کی صورت دیکھکر ہنسی کے [illegible] اس
دراز قامت شخص کا عمامہ کمرہ میں جاتے وقت دروازہ [illegible] سے ٹکرا کر
زمین پر گر گیا تھا۔ اور اس کا چھلا ہوا سر [illegible]
ہنسی کا باعث بنا تھا۔ ریحانہ اس سے [illegible] ضحاک
نے جھٹ پٹ عمامہ سر پر رکھ لیا۔ اور [illegible] معلوم
ہوتا ہے تم مجھ سے محبت رکھتی ہو [illegible]
درست کرنے میں مصروف ہو گیا [illegible]
سے اپنے دانتوں کو ٹھکراتا رہا۔ ریحانہ بھی اس کی [illegible]
قدر رو کھی صورت بنا کر کہنے لگی۔

" تیری خوش طبعی [illegible]
بات مانے جسے میں اب تجھ سے کہنا چاہتی [illegible]

Marfat.com

ضحاک :- (ہنستے ہوئے) "میرے دل میں ہر ایک راز کی جگہ ہے۔ میں کئی درجوں میں بھیدوں کے رکھنے کا سامان کرتا ہوں۔ اور تمہیں شک ہو تو بتاؤ۔ میں وہ سب جگہیں کھول کر دکھا دوں۔

ریحانہ :- (ہنسکر) "مردوے! تو اپنی مل لگی سے باز نہیں آتا؟ ذرا غور سے سُن۔ اور کان بھیچپنا ڈال مجھے دہقانہ گلنار کے سر کی قسم اب مذاق بند کر"۔

ضحاک :- (سنبھل کر اور متین صورت بناکے) "فرمایئے میں بسر و چشم آپ کے احکام کی تعمیل کے لئے آمادہ ہوں"۔

ریحانہ :- "تو ان مہمانوں کو جانتا ہے۔ جو آج ہمارے یہاں آئے ہیں؟

ضحاک :- "بخوبی۔ مگر آپ کسے دریافت کرنا چاہتی ہیں۔ ابو مسلم خراسانی کو جس کا باپ غیر معروف شخص تھا۔ یا خالد بن برمک مجوسی نوبہار کے منجیچہ کو۔ اور یا ابراہیم یہودی کو جو ابی مسلم کا خزانچی ہے؟"

ریحانہ :- (ضحاک کی وسعتِ معلومات پر حیرت کی ہنسی ہنسکر اور ابو مسلم کے باپ کا غیر مشہور ہونا سن کے متعجب ہوکر دریافت حال کی غرض سے) "یہ کیا کہا ابو مسلم کا باپ گمنام شخص ہے یہ کیونکر؟"

ضحاک :- "یقین نہ ہو تو اسی سے پوچھ دیکھئے"۔

ریحانہ :- "جا بھی مردک! میں تجھکو جھٹلاتی کب ہوں۔ مگر ذرا تفصیل سے بیان کر۔ یہ بات کیا ہے؟"

ضحاک :- (سر ہلا کے۔ منہ بنا کے) "خود ابو مسلم سے اس کا نسب دریافت کیا جائے تو وہ نہ بتا سکے گا۔ مگر میں بتاتا ہوں سُنئے۔ اس شخص کا باپ فارس کا باشندہ مسلم یا عثمان نامی تھا (نام میں اختلاف ہے) مسلم کا دعویٰ تھا۔ کہ وہ بزرجمہر حکیم کی نسل سے ہے۔ جو ملک ایران کا نامور حکیم گذرا ہے۔ اور یہ تو تم جانتی ہی ہو۔ کہ معمولی درجہ کے لوگ عزت و دولت حاصل کرکے شرفاء کے طبقہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تو اگر وہ عربی ہوں۔ تو ابوبکرؓ، عمرؓ۔ یا امام حسینؑ سے اپنا نسب ملانے کی کوشش کرتے ہیں

Marfat.com

آذربائیجان میں کہیں رہنے والے ہوں۔ تو اپنی تحقیق بزرجمہر اردوشیر یا نوشیرواں عادل کی اولاد بتاتے ہیں۔ بہرحال ابومسلم کا حال جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس کا باپ قریہ ماخوان کا رہنے والا تھا۔ اور یہ قریہ شہر مرو سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ ابومسلم کا باپ ماخوان اور کئی دوسرے قریوں کا مالک تھا۔ اور اکثر اوقات شہر کوفہ میں مویشی بغرض تجارت لیجایا کرتا۔ اس کے بعد اُس نے حکومت بنی اُمیہ کے زمانہ میں عام دہقانوں کی طرح علاقہ فریدین کو ٹھیکہ پر لیا۔ اور چاہا کہ ان دیہات کی آمدنی وصول کر کے حکومت کا لگان ادا کرے۔ اور اپنا فائدہ بھی نکال لے لیکن جس وقت بیباقی خراج کا موسم آیا تو وہ قسط ادا کرنے سے عاجز ہوگیا۔ عامل نے اُسے گرفتار کر کے چند سپاہیوں کی نگرانی میں دربار کوفہ کی طرف روانہ کر دیا مسلم کے پاس ایک لونڈی اس کی بہت محبوبہ تھی۔ اور وہ اس وقت حاملہ تھی۔ مسلم نے اُسے بھی ساتھ لیا تھا۔ راستہ میں مسلم کسی طرح محافظ سپاہیوں کو فریب دیکر مع اُس لونڈی کے بھاگ نکلا۔ اور آذربائیجان کی طرف چلا اثنائے راہ میں جب اس کا گزر علاقہ فائق میں ہوا تو وہاں اپنے ایک دوست عیسیٰ بن معقل کے پاس اس لونڈی کو چھوڑ کر خود آذربائیجان پہنچا۔ اور وہیں فوت ہوگیا۔ لونڈی کے بطن سے مدت حمل پوری ہونے پر دمنہ بناکر یہ ہمارے مہربان ابومسلم دنیا میں تشریف لائے۔ اُن کی آنکھیں کھلیں تو عیسیٰ کو اپنا باپ سمجھا اسی کے گھر پرورش پا کر سن تمیز کو پہنچے۔ اور پڑھ لکھ کر ہوشیار ہوئے۔ عیسیٰ اور اس کا بھائی ادریس یہ دونوں بھی حکومت کی طرف سے وصول خراج کے ضامن اور ٹھیکہ دار تھے۔ اور اُن پر بھی ادائے قسط سرکاری میں دیر ہونے سے وہی آفت پڑی جو ابومسلم کے باپ پر گزر چکی تھی۔ اصفہان کے عامل نے عیسیٰ اور ادریس کو گرفتار کر لیا۔ اور اُن کی بہت کچھ شکائت لکھکر عراق کے حاکم خالد قسری" کے پاس ارسال کی جس نے ان دونوں کو کوفہ میں طلب کر کے قید میں ڈالدیا۔ اپنی گرفتاری سے پہلے عیسیٰ اور ادریس نے ابومسلم کو کسی کام کے لئے باہر بھیجا تھا۔ وہ اپنی کارگزاری سے فارغ ہو کر گھر آیا تو اپنے مربیوں کی گرفتاری کا حال سُنا۔ ابومسلم فوراً کوفہ میں چلا آیا

Marfat.com

اور وہ زندان خانہ میں عیسیٰ اور ادریس کی خبر گیری کے لئے جاتا تھا۔ اسی اثنا میں اتفاق سے کوفہ میں بنی عباس کے نقیبوں کا ایک گروہ آگیا۔ جو در پردہ لوگوں کو عباسی گھرانے کا طرفدار بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ ابو مسلم بھی کسی طرح ان کے ہاتھ تک گیا۔ اور اس کی عقلمندی ہوشیاری اور گفتگو سنکر وہ لوگ اس کے دلدادہ ہوگئے۔ یہ بھی نقیبوں کی غرض پر مطلع ہو کر اُن میں مل گیا۔ پھر انہی کے ساتھ مکہ مکرمہ چلا گیا۔ جہاں ان لوگوں نے اسے امام ابراہیم کے حضور میں پیش کیا۔ اور امام بھی اس کی باتوں سے بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ اس کو اپنی خدمت میں لے لیا۔ ابو مسلم دل و جان سے امام کو راضی رکھنے میں کوشاں رہتا تھا۔ اور امام کے دل میں اُس کی بہت کچھ جگہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد امام کے طرفداروں کا وہ جتھا جو دعوت کے کام پر مامور تھا۔ دوبارہ ان کی خدمت میں آیا۔ اور ان لوگوں نے خراسان کا انتظام نقابت درست رکھنے کے لئے امام سے کوئی ہوشیار آدمی مانگا۔ امام نے فوراً ابی مسلم کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اور یہ بھی کہا کہ یہ ابھی کم عمر جوان ہے۔ اُس کو سب نقیبوں کا افسر بنا کر رکھنے وہ باتیں فرمائیں جنہیں تم نے بھی سن لیا ہے[1]۔ اب بتاؤ کہ وہ اپنے باپ کو کیسے جان سکتی ہے؟

ریحانہ کو یہ قصہ سنکر سخت حیرت ہوئی۔ مگر چونکہ وہ اس وقت ضروری معاملہ پر بحث کرنا چاہتی تھی۔ اس لئے اُس نے ضحاک کو زیادہ سخن سازی کا موقع نہیں دیا اور کہا "آمنا وصدقنا۔ مگر اب تم کام کی بات سنو اور بیکار باتیں رہنے دو (ہاتھ بڑھا کر ضحاک کو تھیلی دیتے ہوئے) لو یہ تمہاری بانو گلنار کا عطیہ ہے۔ اور میں تم کو ایک بڑے پر پیچ معاملہ کے لئے پتا لگانے کی تکلیف دینا چاہتی ہوں۔"

ضحاک ۔ (ہنستے ہوئے تھیلی اپنی جیب میں ڈال کر) "بسر و چشم فرمائیے کیا حکم ہے؟"

ریحانہ ۔ "تم تو جانتے ہی ہو کہ گلنار بانو بیٹی امیر کرمانی کی بہو بننے والی ہے۔ اور اُس کا باپ بالکل آمادہ ہے کہ اُسے کرمانی کے بیٹے "علی" سے

[1] ابن خلکان جلد ۱ ۔

بیاہ دے۔ لیکن اس وقت رات، کو جو باتیں ہوئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ خراسانی نوجوان کرمانی کی تمام شیخی کرکری کر ڈالے گا۔ اور بساط سیاست کی بازی اسی کے ہاتھ رہے گی۔ اور میں نے اس کے اطوار سے یہ بھی تاڑا ہے۔ کہ وہ میری بانو پر مائل ہو گیا ہے۔ لیکن ان سے اپنی محبت کا اظہار کسی پہلو بھی ہونے نہیں دیا۔ تم سے یہ کام لینا ہے۔ کہ اپنی دانشمندی سے کام لیکر کسی طرح اُس کا دل ٹٹولو۔ اور مجھے بتاؤ۔ کہ وہ کیا خیال رکھتا ہے۔ مگر خبردار کوئی تمہاری کارروائی سے واقف نہ ہونے پائے۔ اور اسی وقت یہ کام کرکے آؤ"

ضحاک۔ "اوہ! یہ کتنی بڑی بات ہے۔ ہم یہ بھی مان لیں۔ کہ وہ بانو پر مائل نہیں ہوا۔ تو بھی اُسے اب مائل بنا دوں گا۔ کہو کیا کہتی ہو؟"

ریحانہ۔ (خوش ہو کر) "واہ۔ اگر ایسا کر سکو تو پھر تم مالا مال کر دیئے جاؤ گے لیکن یہ راز بہت گہرا ہے۔ دیکھو اس کی بو تک نہ پھیلنے پائے"

ضحاک۔ (کچھ دیر تک سر جھکائے رہنے کے بعد متانت کے لہجہ میں) "تو لیجیے اب میں چلا آپ دعا کریں کہ خدا مجھے کامیاب لائے"

ریحانہ۔ "خدا حافظ۔ جاؤ"

ضحاک۔ "ذرا ٹھہرو میں تمہارے آئینہ کے سامنے اپنا روپ تو بدل لوں" یہ کہہ کر دیوار میں لٹکتے ہوئے آئینہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اپنا عمامہ کھول کر اُسے عجیب ڈھنگ سے باندھا جسے دیکھتے ہی لوگ ہنس پڑیں۔ ڈاڑھی اور مونچھوں کے بالوں کو مل دَل کر بالکل پریشان اور بدوضع بنا لیا۔ جُبّہ اُتار کے اُسے اُلٹا کیا اور گریبان نیچے کی طرف پھیر کر پہن لیا۔ جوتیاں اُتار کر کمر کی پیٹی میں گھرس لیں اور پابرہنہ پاگلوں کی طرح ہنستا، اور منہ بناتا ہوا کمرہ سے نکل کر چل دیا۔

اب ہم چل کر ابی مسلم کی خبر لیتے ہیں۔ اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا اُن پر بھی گلنار کے دلفریب حسن کا افسون چلا ہے۔ یا نہیں۔

جس وقت خادموں نے روشنی دکھا کر ابی مسلم اور خالد کو اُن کے آرام گیسو

مقرر کی گئی جگہ میں پہنچا دیا! تو ابی مسلم استراحت کی نیت سے اپنے کپڑے اتارنے اور ہتھیار کھولنے لگا۔ وہ اس وقت بالکل خاموش تھا۔ اور خالد گلنار کے حسن و جمال اور اس کی حرکتوں کا خیال کر کے ابی مسلم کی ہر ایک جنبش کو نہایت غور کے ساتھ دیکھتا جاتا تھا تاکہ شائد یہ نوجوان بھی اس پریچہرہ عورت پر فریفتہ ہو۔ تو کسی نوع پر اس کا ذکر کرے۔ مگر خالد کی تمام کوشش بے سود تھی۔ ابی مسلم نے کوئی لفظ گلنار کی بابت زبان سے نہیں نکالا۔ بلکہ وہ بدستور ساکت رہکر کپڑے اتارتا رہا۔ خالد کو بھی سکوت کے سوا کوئی چارہ نہ نظر آیا۔ اور اس نے ابو مسلم کے کپڑے اتارنے میں اسے مدد بھی دی۔ خالد ابی مسلم کی خاموشی سے متحیر نہیں ہوا۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ یہ عجیب و غریب شخص بہت کم گفتگو کیا کرتا ہے۔ اور ہنسی تو بھول کر بھی اس کے لبوں پر نہیں آتی۔

ابی مسلم کا خزانچی ابراہیم روپیہ لیکر ان دونوں کے کمروں سے کسی قدر فاصلہ پر دوسرے کمرہ میں ٹھہرا تھا۔ اور چونکہ اس کے ساتھ خزانہ بھی تھا۔ اس لئے خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ اندر سے دروازہ بند کئے روپیوں کے سنبھال کر رکھنے میں مصروف رہا ہوگا۔ کیونکہ روپیہ کا خریطہ اٹھا کر لانے والے غلام اور دوسرے ساتھی کو اس نے فوراً واپس کر دیا تھا۔ اور اب تنہا وہی اپنے کمرہ میں رہ گیا تھا۔

گلنار کی حالت سنئے کہ ریحانہ ضحاک کو روانہ کرنے کے بعد اس کے پاس گئی۔ تو وہ انتظار کی وجہ سے سخت بےچین اور بدحواس تھی۔ اور اپنے دل سے یوں باتیں کرتی جاتی تھی۔ "نہیں معلوم ریحانہ نے ضحاک کو بھیجا یا نہیں؟ اس نے ضرور بھیجا ہوگا۔ تو کیا ضحاک سنگدل ابی مسلم کو مار سکے گا۔ نہیں وہ سنگدل نہیں ہے۔ وہ تو پیارے وطن کو آزادی دلانے کا اہم کام انجام دینے کی فکروں میں اس قدر غرق رہتا ہے۔ کہ کسی اور بات کا تصور اس کے دل و دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے وہ سنگدل اور ظالم نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے کہ اس کے دل پر میری محبت کا عکس پڑا ہو۔ اور وہ ضحاک سے اس راز کو فنا کر دے

Marfat.com

ہائے! یہ تو میرا خیال ہے۔ اس کی صحت اور ابی مسلم کے دل کی کیفیت کا پتا کیونکر لگے؟" گلنار کے خیالات کا سلسلہ یہاں تک پہنچکر ٹوٹ گیا جس کی وجہ دروازہ پر کسی کے دبے ہوئے قدموں کی آہٹ محسوس ہوتا تھی۔ جس کے بعد ہی باہستگی زنجیر در بھی کھڑکی اور گلنار نے فوراً اٹھکر دروازہ کھولدیا۔ ریحانہ کی صورت دیکھتے ہی گلنار کا دل باغ باغ ہوگیا۔ اور اس نے دریافت کیا۔ "ریحانہ! کہو کیا کر آئیں؟"

ریحانہ۔ (لبوں پر انگلی رکھکر خاموشی کا اشارہ کرتے ہوئے نہایت پست آواز میں) "بی بی! چپ بھی رہو۔" اور پھر صحن کی طرف کان لگا کر کھڑی ہوگئی۔ لیکن وہاں کوئی صدا محسوس نہیں ہوتی تھی۔

گلنار۔ (ریحانہ کی حرکت سے متحیر ہوکر) "کیوں کیا ہے؟ تم اس طرح بھوچکی کیوں ہو رہی ہو؟"

ریحانہ۔ (نہایت آہستہ سے) "بی بی! میں ادہر آتی تھی۔ کہ یکایک آپکے بابا جان کی کھنکھارنے کی صدا دالان میں سنائی دی۔ جیسے وہ جاگتے اور میرے پیچھے آرہے تھے۔ بس میری جان سن سے ہوگئی۔ اور میں جوتی اتار کے دم بند کئے پنجوں پر چلتی بمشکل یہاں تک آئی۔"

گلنار۔ (کسی قدر ترش ہوکر) "اس میں اتنی پریشانی کی کیا بات تھی۔ بابا جان جاگتے تھے۔ اور تجھکو یہاں آتے دیکھہ لیتے تو کیا قباحت ہوجاتی۔ ان باتوں کو جانے دے۔ اور بتا کہ ضحاک کو بھیجدیا یا نہیں؟"

ریحانہ۔ (کچھہ سنبھلکر) "ہاں بھیجا تو ہے۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ وہ کام بنا کے واپس آئے گا۔ مگر بی بی! وہ تو بڑا سمجھدار اور سلیقہ کا آدمی ہے۔ اس کی ظاہری حالت پر نہ جائیے۔"

گلنار۔ (طنزاً) "اور نہ عربی ہوکر سمجھدار بھی ہوتا۔ تو اپنے گھر کی حکومت سے فائدہ نہ اٹھاتا۔ غلام کیوں بنتا؟ لیکن ہمیں کیا غرض وہ ہمارا کام کردے۔ تو بہت کچھہ ہے۔"

Marfat.com

ریحانہ۔ (سر ہلا کر گویا اپنی باتوں کی رائے پر صاد کرتی ہے) "آپ سچ فرماتی ہیں۔ لیکن مجھکو پُورا یقین ہے۔ کہ وہ کام کر کے لوٹے گا۔ اور آپ دیکھ لینگی۔ کہ کیسا کام کا آدمی ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ اپنے کمرہ میں جا کر اس کی واپسی کا انتظار کروں وہ وہیں آئے گا۔

گلنار۔ "میں مناسب سمجھتی ہوں۔ کہ تمہارے کمرہ میں خود بھی چلی چلوں۔ اگر تم اسے یہاں لائیں تو شائد اس میں کچھ قباحت ہو جائے۔ لہٰذا وہیں اُس سے مل کر سب باتیں دریافت کر لینا مناسب ہوگا"

ریحانہ نے گلنار کی یہ رائے پسند کی۔ اور خاموشی اُس کی حکم کی منتظر استادہ ہو رہی۔ گلنار بستر سے اُٹھی۔ روئی دار ہلکی رضائی سے سارا جسم لپیٹ لیا۔ سر سے کشمیری شال کا قیمتی رومال باندھا۔ اور سردی سے بچنے کا سامان کر کے ریحانہ کو آگے کر لیا۔ اور خود اس کے پیچھے روانہ ہو گئی۔ کمرہ سے نکل کر ہوا کے سرد جھونکوں کی صدا سننے اور ابر کے ٹکڑوں کو آسمان پر آتے دیکھنے سے گلنار کا غنچۂ خاطر شگفتہ ہو گیا اور اُس نے ریحانہ سے اپنی مسرت کا حال ظاہر کرنا چاہا۔ لیکن پھر چُپ ہو گئی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں اُس کمرہ میں پہنچ گئیں۔ جو ریحانہ کی سکونت کے لئے مخصوص تھا۔ ریحانہ نے اپنے پلنگ کا بستر درست کر دیا۔ اور گلنار و چراغ کی طرف رخ کر کے اس پر بیٹھ گئی۔ ہوا کے اثر سے چراغ کی لَو جھلملاتی اور اپنی ماند روشنی گلنار کے رُخ تستیں رنگ پر ڈالتی جاتی تھی۔ گلنار نے شال رومال سر سے اُتار دیا۔ گرمی کے باعث اسکی نازک جلد کے نیچے خون کی چادر دوڑ گئی تھی۔ اور اس کا چہرہ برگ گل کی جگہ دانۂ انار سرخ کی طرح اپنی آب و تاب دکھا رہا تھا۔ ریحانہ اس حُسن ملائک فریب کو دیکھکر بیخود ہو گئی۔ اور بے اختیار گلنار کی پیشانی چوم کر کہنے لگی "سبحان الخالق۔ بھلا اس خراسانی (ابو مسلم) کی کیا مجال ہے۔ جو اس حسن بےمثال پر فریفتہ نہ ہو جائے۔ آج اس دلفریب صورت کا جواب اہدا و ماوراءالنہر کی سرزمین تو رکھتی نہیں"

گلنار۔ (آہ سرد بھر کے کچھ سکوت کے بعد) "ریحانہ! میں تمہیں کہہ سکتی۔ کہ کیوں

اس وقت کمرہ سے نکلتے ہی راستہ میں میرا دل ایک خاص مسرت کے جوش سے بھر گیا تھا۔"

ریحانہ۔ (مسکراکر) "خدا آپ کا ہر دن آرام و مسرت کا دن رکھے مجھے بھی ایک طرح فرحت محسوس ہوئی تھی۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ ہوا چلنے اور ابر آتے دیکھ کر دل کو مسرت ہوتی ہے۔ مجھ پر بارہا یہ عالم گذر رہا ہے۔ اور میرا تجربہ بھی بتاتا ہے۔ (پھر کچھ سوچکر مسکراتے ہوئے) "اور اس تند ہوا کے باعث مسرت ہونے کا ایک اور سبب بھی میرے خیال میں آیا ہے۔"

گلنار۔ (شوق سے) "وہ کیا ہو کہ ڈالو!"

ریحانہ۔ "ہوائے تند کے بعد بارش ہوگی۔ اور راستوں میں کیچڑ ہوجائیگی اس لئے ہمارے مہمانوں کو کئی دن یہاں رہنا پڑے گا۔ آگے آپ خود سمجھ لیجئے"

ریحانہ کی اس گفتگو سے گلنار کو ہنسی آہی گئی۔ ورنہ اُس کا دل کچھ ایسا مرجھا گیا تھا۔ کہ کئی دنوں سے وہ متبسم نہیں ہوسکی تھی۔

ہم اُن کو تو ضحاک کی واپسی کا انتظار کرنے دیتے ہیں۔ اور خود اب ضحاک کی خبر لینے چلتے ہیں۔ کہ اُس نے ریحانہ کے پاس سے جاکر سراغ رسانی کی کیا تدبیر نکالی +

چوتھا باب

ابراہیم خزانچی اور ضحاک

کھل گیا جب راز تو پردہ کئے سے فائدہ؟
کھل گئی چوری تو پھر کیا سود بننا شاہ کا؟

ضحاک اپنا مسخر آمیز روپ بدل کر آہستہ آہستہ باغ کی روشوں پر ٹہلنے

... کیا اہتمام کیا گیا تھا۔
... اس کے علاوہ ابو مسلم خوابگاہ میں داخل
... اس لئے ضحاک کی تجسّس طبیعت نے
... سے کارروائی کرنا چاہا۔ ابراہیم کی بابت ضحاک
... اور لالچی شخص ہے۔ اور اس پر روپیہ کا افسون
... طریقہ نکالا کہ آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے
... کمرہ کے نزدیک گیا۔ اور کان لگا کر اس کے اندر کی
... کیا ابراہیم سو گیا ہے۔ یا جاگتا ہے۔ کمرہ کے اندر
... سے بند تھا۔ یہ تمام باتیں بظاہر حال بتاتی تھیں۔ کہ
... ضحاک کو کچھ آہٹ سی ملی۔ اور وہ آہٹ اس طرح کی تھی جیسے
... میں سے کچھ روپیہ نکال لینے کی ہو سکتی ہے۔ ضحاک دیر
... اس پر ثابت ہو گیا۔ کہ ابراہیم بیدار اور کسی راز داری
... اس نے دروازہ سے کسی قدر ہٹ کر ایک گچ کے پختہ فرش
... سے پھینک دی۔ کہ اس کی صدارت کے سنانے میں دور تک
... سنائی دی۔ ضحاک کی یہ کارروائی رائیگاں نہیں گئی۔
... کمرہ کا دروازہ آہستہ آہستہ کھلا اور اس کے اندر
... گل کر کے باہر نگاہ دوڑائی۔
... ابراہیم نے دیکھا ضحاک اس کے دروازہ سے چند قدم کے فاصلہ پر عجب بیئت
سے ... کی جانب جھک گیا ہے۔ منہ آسمان
کی طرف ... دیکھتے دیکھ کر۔ اس کی سیر سے خوش ہو کر
... آسمان کے تارے گنتا ہے۔ یا چاند کی
... دیکھتے رہنے کے بجائے
... محسوس ہوتی تھی۔ چاند

Marfat.com

کی مصفا روشنی ہر چیز کو خوب واضح کر کے دکھا رہی تھی۔ اس لئے ابراہیم کو زیادہ غور نہیں کرنا پڑا۔ اور اُس نے دیکھا۔ کہ رنگین ریشمی کپڑے کی ایک تھیلی پختہ فرش پر ضحاک کے پاس ہی پڑی ہے۔ اُس کے دل میں کمرہ سے نکل کر تھیلی اٹھا لینے کی گدگدی پیدا ہوئی مگر معاً ضحاک کے خبردار ہونے کا خیال مانع بھی بن گیا۔ پھر اُسے یاد آیا۔ کہ یہ تو پاگل اور دیوانہ ہے۔ اگر اس میں سمجھ ہوتی تو روپیہ کی تھیلی اس طرح گرا کیوں دیتا۔ یہ تصور دماغ میں آتے ہی ابراہیم نے آہستہ آہستہ دو چار قدم بڑھائے۔ اور وہ تھیلی اٹھا کر کمرہ میں داخل ہونے کے لئے پلٹا ہی تھا۔ کہ یکایک دیوانہ ضحاک نے زور سے ایک قہقہہ لگایا۔ اور ابراہیم کا بند بند کانپ گیا قریب تھا کہ تھیلی اس کے ہاتھ سے گر پڑے۔ مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور یہ ظاہر کر کے کہ وہ کسی ضرورت کے لئے کمرہ سے نکلا تھا ضحاک کی طرف نظر پھیری۔ اُسے دیکھا کہ ضحاک لمبے لمبے ڈگ بھرتا۔ اس کی طرف آ رہا ہے۔ گویا وہ زمین کی اپنے قدموں سے پیمائش کرتا ہے۔ ابراہیم نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ اس وقت بالکل خالی الذہن ہے اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ ضحاک سے دریافت کیا۔ "میاں! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ زمین کی پیمائش یا آسمان کے تاروں کا شمار؟"

ضحاک (سر آسمان کی طرف نظر گڑا کر دیکھتے ہوئے) "نہیں میں اپنا روپیہ ڈھونڈ رہا ہوں میری ہمیانی کہیں گر گئی ہے۔ اور خیال ہے۔ کہ (چاند کی طرف تماشہ کر کے) یہاں گری ہوگی۔"

ابراہیم (مسکرا کر اور ضحاک کو واقعی احمق سمجھ کے روپیوں کی تھیلی چھپا ڈالنے کے خیال سے) "ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔" اور یہ کہہ کر اپنے کمرہ میں جانے کے لئے مڑا مگر ابھی دروازہ میں داخل نہیں ہونے پایا تھا۔ کہ ضحاک نے اس کی گردن ناپ لی۔ اور معاً اس کے ساتھ کمرہ میں آگھسا۔ ابراہیم نہایت پستہ قامت اور حد درجہ کا بزدل تھا۔ ضحاک چاہتا تو ابھی اس کو فصیل سے نیچے پھینک دیتا۔ مگر اس کی تو غرض ہی کچھ اور تھی اور ابراہیم بہادر بھی ہوتا تو اس وقت ضحاک کا کچھ نہیں بنا سکتا تھا۔ وہ غل کرتا تو ابھی

اپنی رسوائی کا خوف تھا جس کی وجہ بھی بتا دینا ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ابراہیم کا باپ یہودی تھا۔ پھر وہ روپیہ کمانے کے لئے مسلمان ہو گیا۔ ابراہیم "تخم تاثیر" کی بنا پر اپنے باپ سے بھی بڑھ کر لالچی اور زر دوست واقع ہوا تھا۔ خوشامد و چاپلوسی سے کام نکالنا اس کی عادت تھی۔ اتفاق وقت وہ کسی طرح عباسی نقیبوں سے مل گیا۔ اور ابومسلم نے یہ سمجھ کر کہ حساب میں ابراہیم نہایت ہوشیار ہے اسے اپنا خزانچی بنا لیا۔ اس مد میں ابراہیم خوب کما سکتا تھا چوری کر کے نہیں۔ بلکہ روپیہ کو بدل کے کیونکہ چوری کا تو اُسے شاذ و نادر ہی موقع ملتا تھا۔ مگر بقول مشہور "چور چوری سے گیا۔ تو کیا ہیرا پھیری سے بھی گیا" ان دنوں میں اُس کی خوب چاندی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ بنی اُمیہ کے عہد میں کئی طرح کے سنہری سکے مضروب ہوئے ان میں بعض بہت کھرے تھے۔ اور چند کھوٹے اور کم وزن۔ سب سے پہلے حجاج بن یوسف گورنر عراق نے جو سکے مضروب کئے۔ وہ وزن میں معمول سے کم تھے۔ ابن ہبیرہ حاکم عراق مقرر ہوا۔ تو اس نے کچھ عمدہ سکے مضروب کرائے۔ بعد ازاں خالد قسری کی امارت میں اور بھی اچھے سکے بنائے گئے۔ اور سب سے آخر میں یوسف بن عمر نے جو سکے مضروب کرائے۔ وہ بہت کھرے اور کامل الوزن تھے۔ اس طرح عہد بنی امیہ کے سکوں میں خالدیہ ہبیریہ اور یوسفیہ سکے بہت اچھے مانے جاتے تھے۔ اور حجاج کے بنوائے سکے کھوٹے کہلاتے۔ ابراہیم آمدنی کی رقمیں حساب میں پوری درج کیا کرتا۔ مگر وہ دیناروں کی قسم نہیں لکھتا تھا۔ اور عمدہ اشرفیاں خراب اشرفیوں سے بدل کر خوب مال مارا کرتا تھا۔ خزانہ کے ضمن میں اس کے خاص صندوق بھی ہوتے۔ اور اُن میں گھٹیا سکے بھرے رہتے۔ اور موقع پا کر وہ ہیرا پھیری کر لیتا تھا۔ ضحاک اس کی حالت سے کسی قدر واقف تھا۔ مگر ابراہیم ضحاک کی نسبت بجز اس کے کہ وہ اُسے ایک دیوانہ اور مسخرہ تصور کرے کچھ زیادہ علم نہ تھا۔

اسی وقت ضحاک نے تھیلی زمین پر گرانے کے قبل کن سوئیاں لیکر ابراہیم کی کارروائی پوری طرح معلوم کر لی تھی۔ ابراہیم روپیوں کی تبدیلی میں مصروف تھا۔ اور

Marfat.com

اس حالت میں اُسے سانس لینے سے بھی خلجان ہونے لگتا تھا ضحاک ریزیوں کی جھنکار اسے نہ سُناتا تو وہ کبھی کمرے سے باہر نہ نکلتا۔

بہرحال اب ضحاک اُس کے ساتھ کمرہ کے اندر گُھس آیا۔ تو ابراہیم کی جان نکل چلی۔ اُس نے سکوت کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا۔ شور وغل ہوتا۔ تو ابی مسلم اور خالد کے بیدار ہو جانے۔ اور اپنی خیانت کے کھل جانے کا اندیشہ تھا۔ مگر کچھ توقف کے بعد اس نے مذاق کے طور پر ضحاک سے کہا "لو یہ تمہاری تھیلی آسمان سے میرے پاس آگئی اسے لیجاؤ"

ضحاک نے ابراہیم کو چھوڑ کر تھیلی کو انگلیوں کے سرے سے ٹٹولا۔ اور پھر زمین پر پھینک دیا جس سے دوبارہ جھنکار پیدا ہوئی۔ اور ابراہیم نے بار دیگر اُسے اٹھا کر کہا "کیا یہ تمہاری تھیلی نہیں ؟"

ضحاک ۔ (ہنستے ہوئے) "میں نہیں پہچانتا۔ ارے خدا کے لئے روشنی تو کردے"

ابراہیم ۔ "چلو چاندنی میں چل کر دیکھ لو" اور ضحاک کا ہاتھ تھام کر اُسے باہر کھینچ لیجانے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن وہ زمین میں پیر جمائے اس طرح سے کھڑا تھا۔ کہ جنبش بھی نہ کھا سکا۔ اور ابراہیم نے پریشان ہو کر کہا "بھائی اگر یہ روپے سمجھتے ہو۔ تو میں انہیں اور بڑھا دوں گا"

ضحاک ۔ (ابراہیم کی طرف دیکھنے کے لئے اس قدر جھک کر گویا سجدہ کرتا ہے) "مگر میں صرف یوسفی اشرفیاں لوں گا"

یہ سُنکر ابراہیم کی جان فنا ہو چلی۔ اس کا ضمیر اُسے ملامت کر رہا تھا۔ کمرہ میں کھلے ہوئے توڑے اور اشرفیاں بکھری پڑی تھیں۔ کیونکہ عین کارروائی کی حالت میں ضحاک آگیا تھا۔ ابراہیم مجرم تھا۔ اور مجرم کی جو حالت ہوتی ہے۔ وہی اس پر بھی طاری تھی۔ وہ دل میں اس خیال سے کانپا جاتا تھا۔ کہ کہیں اس دیوانہ کو میری سیاہ کاری نہ معلوم ہو جائے سچ ہے مجرم کا ضمیر اُسے خود پریشان رکھتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز

خطاکار کو اپنی کارروائی کی نگران معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ ضرب المثل بالکل ٹھیک ہی کہ "چور کے پاؤں نہیں ہوتے" تاہم ابراہیم نے پھر سوچا کہ اس دیوانہ کو میری حالت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے۔ اس لئے اس نے کہا۔ "ہاں۔ ہاں۔ تو یہ یوسفی ہی اشرفیاں ہیں"

ضحاک "کیا اب تک تم نے ان کو بدلا نہیں ہے" اور ہنس پڑا۔

اب ابراہیم کو یقین آگیا۔ کہ اس دیوانہ کو میری حالت کا پورا علم ہے۔ اور شاید یہ بھید لینے ہی کے لئے آیا ہے۔ اس کا بند بند کانپ اُٹھا۔ اور وہ سخت مضطرب ہوا۔ تاہم اس نے چاہا کہ مغالطہ دیکر ضحاک کو کمرہ سے باہر کردے۔ اور جب اس ارادہ میں بھی کامیاب نہ ہوا تو لاچار ہوکر بولا "اچھا کرم کیجئے۔ اور بیٹھ جائیے" ابراہیم کا مدعا تھا۔ کہ یہ میرے کہنے کے خلاف عمل کرے گا۔ اور یہاں سے دفع ہوجائے گا لیکن ضحاک اس کا ہاتھ تھام کر بیٹھ گیا۔ اور ابراہیم کو بھی اپنے پاس بٹھا لیا۔ ابراہیم کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ وہ کیا کرے۔ اس دیوانہ نے اُسے پاگل بنا دیا تھا۔ اور وہ خوف کے مارے اُس کی اطاعت کرتا جاتا تھا۔ تاکہ دیکھے وہ کرتا کیا ہے۔

کمرہ میں بالکل تاریکی تو تھی نہیں۔ دروازہ کھلا تھا۔ اور چاندنی اندر آرہی تھی۔ اشرفیوں کے توڑے ذرا سے تامل میں دکھائی دیتے تھے۔ اور سارا راز افشا کر رہے تھے۔ ضحاک نے توڑوں کی طرف دیکھ کر کہا "میں آپ کو اُن کے جمع کرنے میں مدد دے سکتا ہوں۔ کہو تو "یوسفیہ" کا لفظ ان کے اوپر سے مٹا کر" حجاجیہ" لکھدوں یہ کارروائی بد دیانتی ظاہر ہونے سے بہتر ہوگی"

ابراہیم کی اس صاف بیانی سے ہوش پران ہو گئے۔ تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو چلے۔ اور وہ بےچین ہو کر کہنے لگا "خدا کے لئے بتا بھی تو کون ہے؟ اور کیوں آیا ہے؟ بظاہر پاگل ہو یا مسخرہ لیکن دراصل تو بڑی گہری طبیعت کا شخص ہے مصاحت بتا تیرا کیا مدعا ہے؟"

ضحاک "میں ضحاک ہوں تو مجھے نہیں جانتا۔ دیکھ یہ میرا عمامہ ہے جو

Marfat.com

یہ جُبّہ اور یہ جوتیاں۔ بتا لو کیا چاہتا ہے؟"

ابراہیم (خوشامد کر کے) "یار زندان کو توڑ دینے دیجے۔ اور کھل کر بتا تو کون ہے؟ اور تو کیا چاہتا ہے؟"

ضحاک ۔ "میں ضحاک ہوں۔ مگر یاد رکھ کہ ہنساتے ہنساتے لوگوں کو رُلا بھی دیا کرتا ہوں۔ تاہم تو اہل بیت کا خزانچی ہے۔ اور تجھے نہ رُلاؤں گا"

ابراہیم ۔ (پریشان ہوکر) "بھائی میں کہتا تو ہوں۔ کہ کھل کے کہو کیا کہتے ہو۔ میں تمہارے حکم کی تعمیل کرنے کو تیار ہوں"

ضحاک ۔ (کسی قدر متین بنکر) "میری اصلی حالت سے تمہیں کوئی غرض نہ ہونی چاہئے۔ میں تمہاری خطا پر پردہ ڈالوں گا۔ مگر تم میرا ایک کام کر دو"

اس سوال نے ابراہیم کے دل سے کسی قدر تردد کا بوجھ اتار دیا۔ اور وہ خوش ہوکر بولا۔ "کہو کیا کہتے ہو؟ میں تمہاری خدمت بسر و چشم بجا لاؤں گا"

ضحاک ۔ "تم ابی مسلم کے مزاج میں کچھ دخل رکھتے ہو؟"

ابراہیم ۔ (پریشانی سے سر جھکا کر) "ابی مسلم اُن لوگوں ہی میں نہیں جن پر کسی کا کہنا سننا اثر کر سکے۔ وہ بڑا جھلا اور سخت مزاج ہے۔ غصہ اس کی ناک پر دھرا رہتا ہے اور ہنسی کا تو وہ نام بھی نہیں جانتا۔ باتیں اس قدر کم کرتا ہے۔ کہ اُس کے ساتھیوں کو اُس کے حضور میں کچھ عرض کرتے خوف آتا ہے۔ اور سب اُس سے دل میں ڈرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ ذرا سا شبہہ پیدا ہوتے ہی سر اور تن کا فیصلہ کر دیتا ہے۔ کیا تم نے امام کا ہدایت نامہ نہیں سُنا جو اس نے دہقان کو پڑھ کر سنایا تھا۔ اور جس میں صاف اجازت ہے۔ کہ جس کی نسبت شک کرے اُسے قتل کر دے۔ بھلا تمہیں بتاؤ کہ ایسے شخص کے منہ پر کون زبان کھول سکتا ہے؟ تاہم تمہارا اُس سے کوئی کام ہو تو حتی الامکان خود اُس کے انجام دہی کی سعی کروں گا"

ضحاک ۔ "تم سچ کہتے ہو اس کے سوا اور کوئی بات کہتے تو میں تم سے مشکوک ہو جاتا اور تمہیں امام کے حسب ہدایت واجب القتل سمجھتا۔ مگر لیکن میں

تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ بتاؤ کیا تم رازدار بن سکتے ہو؟"

ابراہیم۔ "بے خوف و خطر کہئے۔ کیا مجال کہ کبھی صندوق سینہ سے نکل کر لبوں تک بھی آجاتے؟"

ضحاک: "تم سے تو میں ڈرتا نہیں۔ تمہاری جان میری مٹھی میں ہے معمولی بات سمجھتا ہوں۔ کہ ابی مسلم کو تمہاری طرف سے مشکوک بنادوں۔ اتنا ہی کافی ہے کہ دو سو اشرفیوں کا مسئلہ اُسے سنادوں۔" پھر یکایک اُٹھکر اور جوتیاں پہن کے سیدھا ہوگیا۔ ابراہیم کی جان غضب میں آگئی۔ وہ ڈر کے مارے کانپ گیا۔ کہ مبادا اس پاگل کا جنون زور کرے۔ اور یہ ابھی امیر سے جاکر میری شکائت کر بیٹھے اس لئے وہ بھی ضحاک کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ اور اُس کی دلجوئی کرتا ہوا کہنے لگا۔ "بھائی صاحب! خیر تو ہے؟ تمہیں کیا تردد ہے؟ وہ راز تو بیان کرو!"

ضحاک۔ "اُسے گھر میں بھول آیا ہوں۔ جاکر تلاش کرلاؤں۔" ہنستا ہے۔

ابراہیم (ضحاک کی خاطر سے زہر خند کرکے اور اُس کے جنون سے ڈرکر) "بھائی! تمہیں خدا کی قسم اب مذاق کو تو بند کرو۔ اور صاف کہڈالو میری جان تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں تمہاری خدمت میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرسکتا۔"

یہ سُنکر ضحاک باہر چلا۔ اور ابراہیم اس کے ساتھ ہوگیا۔ دونوں کمرہ سے نکل کر چاند کی روشنی میں پہنچ گئے۔ تو ضحاک نے پلٹ کے ابراہیم سے دریافت کیا۔ "کیا ابومسلم سفر میں اپنے بی بی بچوں کو ساتھ رکھتا ہے؟"

ابراہیم۔ "کیا تمہارا یہ مُدعا ہے۔ کہ وہ اپنی بیوی کو بھی سفر میں ساتھ لاتا؟ نہیں۔ وہ بیوی کو گھر میں رہنے دیتا ہے۔ اور اس قدر نگرانی میں کہ وہ ذرہ بھر گھر سے نکل جائے۔ تو کیا مجال ہے۔ نہ اس کے محل میں کوئی غیر شخص جانے پاتا ہے۔ محل میں ایک روشندان باہر کی طرف بنا ہے۔ اس کی راہ سے تمام ضروری چیزیں اسکی بیگمات کے لئے بھیجدی جاتی ہیں۔ اور میں نے سنا ہے۔ کہ جس دن اُس نے شادی کی وہ جس خچر پر اس کی بیوی سوار ہوکر اُس کے محل تک آئی تھی۔ اُسے مرزا اُترا اور

اس کا تمام ساز جلوا دیا۔ تاکہ اب اس پر کوئی دوسرا شخص سوار نہ ہو سکے۔"

ضحاک ۔ (قطع کلام کرکے) "تم کہتے ہو کہ اُسے اپنی بیویوں کا بڑا خیال ہے جیسے اُس نے متعدد شادیاں کی ہیں؟

ابراہیم ۔ "نہیں یہ بات نہیں۔ اس نے ایک ساتھ دو بیویاں کبھی گھر میں رکھی ہی نہیں۔ وہ تو شادی کرنے سے نفرت رکھتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ شادی کرنا ایک قسم کا جنون ہے۔ اس لئے انسان کو ساری عمر میں ایک دفعہ پاگل بننا کافی ہے۔"(۱) بھلا جس شخص کے یہ خیالات ہوں۔ وہ عورتوں کی کیا قدر کرے گا۔ مگر میں نے جمع کے لفظ کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا تو اس سے اس کے محل کی لونڈیاں اور حرمیں مراد ہیں۔ جو امیروں کے لوازم میں داخل ہیں۔"

ضحاک نے یہ بات سنی تو جیسے اس کی عقل ٹھکانے آگئی۔ اور وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا اور ابراہیم نے معلوم کر لیا کہ ضحاک کا یہ سوال بیکار نہ تھا چنانچہ اس نے ضحاک کے سکون طبع کو غنیمت سمجھ کر کہنا شروع کیا۔ "اس شخص کے عجیب و غریب حالات میں نے ایسا آدمی دیکھنا تو در کنار سُنا بھی نہیں۔ ممکن ہے کہ اس کی یہی عادتیں اس کی کامیابی کا باعث ہوں۔ کیونکہ نہ وہ کبھی ہنستا ہے۔ نہ زیادہ باتیں کرتا ہے۔ اور نہ تفریح خاطر سے اُسے کوئی مس ہے۔ بس ہر وقت اپنے کام کی فکروں میں غرق رہتا اور اپنی کامیابی کی تدابیر سوچا کرتا ہے۔"

ضحاک ۔ "خیر اب ہم اصل راز پر پہنچ گئے۔ لو سنو۔ میں نے معلوم کیا ہے۔ کہ آج جس وقت ابو مسلم نے میری بانو دہقان کی بیٹی کو دیکھا تو اس پر فریفتہ ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ اُس سے شادی کرنے کا خواہشمند ہے لیکن وہ لڑکی دوسرے میر کے ساتھ مانگی ہوئی ہے۔ اس لئے اگر ابو مسلم فی الواقع اس سے شادی کرنا چاہے تو بس یہ کام بخوبی انجام کو پہنچا دوں گا۔ اور ادھر سے چھڑا کر ادھر شادی کرا دونگا میرے اور تمہارے مابین یہی راز کی بات رہی۔ اور دیکھو آیا تم شریف ہو؟"

(۱) ابن خلکان جلد ا۔

Marfat.com

ابراہیم۔ (مسکرا کر) "توبہ توبہ۔ تم نے میری جان آدھی کر ڈالی۔ اتنی سی بات کے لئے مجھے ڈرا کر بیدم بنا دیا۔ عجب آدمی ہو۔ ہاں تمہاری یہ بات میں نہیں مان سکتا کہ وہ دہقان کی بیٹی کو دیکھکر اُس پہ لٹو ہو گیا ابو مسلم کبھی عورت کی شکل تک نہیں دیکھتا۔ وہ بڑا غیور شخص اور نہائت خود دار ہے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہو تو مہربانی کر کے صاف صاف کہ ڈالو"

ضحاک۔ (ابراہیم کے کندھے پر ہاتھ رکھکر اور چونکہ وہ پست قامت تھا۔ اس لئے جھک کے اس کو غور سے دیکھتے ہوئے) "تمہارا یہ خیال ہے۔ کہ دہقان زادی اس پر فریفتہ ہو گئی۔ اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ مانو کہ یہی ٹھیک ہے۔ تو اب کیا کیا جائے؟"

ابراہیم۔ (دراز قامت ضحاک کو سر اٹھا کر دیکھتے ہوئے) "ابی مسلم کو راضی بنانا لازمی ہے۔ اور یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ خاصکر ایسے معاملہ میں کیونکہ پھر تو تم اس کا شادی سے متنفر ہونا سن چکے ہو"

ضحاک۔ "تو یہ نہ کہو کہ تمہیں اس کی منظوری کی اُمید نہیں"

ابراہیم۔ "نہ اُمید ہے۔ اور نہ ناامیدی۔ مگر معاملہ کوشش اور احتیاط سے کام لینے کا ہے"۔ ضحاک کی پیٹھ پکڑ کے۔ "سنو۔ تم بنتے تو پاگل ہو لیکن ہو مجھ سے بھی بڑھ کے سیانے۔ میرے دل میں ایک تدبیر آئی ہے۔ شائد وہ چل جائے۔ یوں تو کوئی شخص اس سپہ سالار سے شادی کی بابت گفتگو کر نہیں سکتا۔ اور پھر اس وقت اور بھی یہ مشکل امر ہے۔ تاہم میری رائے میں اگر کسی ایسے طریقہ سے کام لیا جائے۔ جو اس کی توجہ کا باعث ہو تو امید ہے۔ کہ کچھ مفید پڑے مثلاً ہم اُس سے کہیں کہ دہقان کی بیٹی اہل بیت کی بڑی دوستدار۔ اور ان کی محبت میں مٹی ہوئی ہے۔ وہ شیعوں کی مدد کے لئے جان و مال سے حاضر ہے۔ اور آپ کی خدمت و اعانت کے لئے تیار۔ تو اس طرح کے وعدوں سے ہم ابی مسلم کی توجہ دہقانہ کی طرف مائل کر سکیں گے۔ پھر وہ اس سے ملے۔ اور کئی مرتبہ ملے۔ بہ ملاقات

میں شیعوں کی اعانت کرنے کی رغبت ظاہر کرے۔ اگر ابو مسلم کے خیال میں اس کی بات جچ گئی تو ممکن ہے۔ کہ وہ اس سے خوش ہو کر شادی کرلے۔ ورنہ یہ میری رائے ہے۔ اور غلط بھی ہو سکتی ہے"! یہ کہکر اپنے کندھوں کو جنبش دی۔

ضحاک۔" رائے تو بہت پیاری دی ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ طرف ثانی سے اس پر عمل کرنے کا خیال ہو تو آیا تم وسیلہ بن سکتے ہو۔ اور اسے ابی مسلم سے ملا دو گے؟ گو دھوکا اس بات کے لئے شائد ہی تیار ہو۔ تاہم میں تمہیں پکا کرنا چاہتا ہوں"!

ابراہیم۔" میں جہاں تک ممکن ہے۔ تمہاری خدمت سے دریغ نہ کروں گا"!

یہاں تک جس قدر گفتگو ہوئی۔ اس کے اثنا میں ضحاک نے اپنی جون بدل رکھی تھی اور وہ پاگلوں کی سی حرکتوں کو چھوڑ کر متانت پر قائم رہا تھا۔ مگر ابراہیم کا آخری جملہ سنتے ہی اُس نے پھر کایا پلٹ ہو کر وہی اگلی تمسخر آمیز صورت بنالی۔ اور اپنے جبّہ کا دامن اُٹھا کے ابراہیم کو اس کے نیچے ڈھانپ لیا۔ جو اپنی پست قامتی کے باعث بالکل اُس کے اندر لپٹ کر چھپ گیا۔ ابراہیم اس حرکت سے گھبرا کر اور جھجک کے الگ ہٹ گیا۔ اس کا عمامہ جبّہ کی رگڑ سے اتر کر زمین پر آرہا تھا جسے ہنستے ہوئے اٹھانے لگا۔ اور ضحاک نے کہا۔" واللہ! تو بڑا اچھا۔ اور منکسر المزاج شخص ہے۔ کہ خود امیر کا خزانچی ہو کر مجھ ایسے باولے غلام کی بیجا حرکتوں کا خیال نہیں کرتا۔ پھر اس سے زیادہ نیک مزاجی اور کیا ہوگی"!

ابراہیم۔" بھائی میں تم کو باولا تو سمجھتا نہیں۔ تم بڑی گہری طبیعت کے آدمی ہو۔ اور کیا اب تم اپنی) پہیلی نہ لوگے جو یہ موجود ہے"!

ضحاک۔" نہیں یہ میری پہیلی نہیں۔ یہ تو چاند سے گری تھی اور تم نے پالی اسے اپنے پاس رکھو۔ اور جب اپنا وعدہ پورا کر دکھاؤ گے۔ تو ایسی ایسی بہت سی پہیلیاں تم کو اور ملیں گی۔ جن کے پانے سے تم چوری اور بددیانتی کے ساتھ تھیلوں کا تبادلہ کرنا چھوڑ دو گے۔ جس کی وجہ سے میرا جیسا باولہ غلام بھی تم کو ڈرا تا ہے۔ (زور دیکر) آیا تم شریف میں! السلام علیکم"! یہ کہہ کر جوتیاں

ہاتھ میں لے لیں۔ اور بھاگتا ہوا بہ جادہ جا۔ ابراہیم کی نظر سے چھپ گیا۔
ضحاک سیدھا ریحانہ کی طرف چلا۔ اس وقت یکایک ہوا کی حالت پلٹ گئی تھی تغیر موسم کے باعث ابر کا چھاؤ ہوتا جاتا تھا۔ اور گو یہ اوائل بہار کا زمانہ تھا لیکن جاڑوں کی سی سرد ہوا چل رہی تھی۔ ہم اس بات کو پہلے ہی بیان کر آئے ہیں کہ ممالک فارس میں بہار کے ایام بارش ہونے کے لئے مخصوص ہیں۔ اور دم کے دم میں مطلع کی حالت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے۔

پانچواں باب

سُراغ رسانی کا نتیجہ

کیسا حجاب مُنا قاصد ہی واں نہ پہنچا
دلدار دلربا تک کیسے گزر ہو اپنا

ریحانہ کے کمرہ میں گلنار بھی بیٹھی ہے۔ اور دونوں نہایت بے صبری کے ساتھ ضحاک کی واپسی کا انتظار کر رہی ہیں۔ ان کا خیال ہے۔ کہ ضحاک نہایت خاموشی کے ساتھ آتا ہوگا۔ اور وہ کوئی غل شور ہرگز نہ مچائے گا۔ کیونکہ یہ معاملہ ہی رازداری کا ہے۔ لیکن یکایک اُن کے کانوں میں ضحاک کے قہقہہ کی صدا ہوا کے شور پر غالب آتی ہوئی پڑی۔ اور گلنار نے سراپا حیرت بنکر ریحانہ کی طرف دیکھا۔ جو کمال متعجب بنی کھڑی تھی۔ اور اس نے چھوٹتے ہی کہا۔ "بانو! آپ نے صحیح فرمایا تھا۔ کہ کمبخت ...

گلنار اور ریحانہ کو امید تھی کہ ضحاک آتا ہی ہوگا۔ اس لئے وہ چشم براہ رہیں۔ لیکن اس مرتبہ قہقہہ کے بجائے ضحاک کو بآواز بلند یہ کہتے سنا۔ "میرے آقا! (دہقان) آپ بجا فرماتے ہیں۔ بیشک موسمی حالت بدل گئی ہے۔ اور اب پانی برسنا ہی چاہتا ہے۔ کیونکہ بہار کی بارش زیادہ تر اچانک ہی ہوا کرتی ہے۔ اور میں ایسی رات میں

ہرگز پلک نہیں جھپکا سکتا۔" اور پھر قہقہہ لگایا۔ گلنار اور ریحانہ اس بات کو سنکر خوف سے سہم گئیں۔ اور ریحانہ کو خیال ہوا۔ کہ واقعی دہقان جاگ رہا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ اُسے ہماری حالت معلوم ہو جائے۔ لہٰذا اس نے چراغ کو اس طرح ڈھک دیا۔ کہ اس کی روشنی دروازہ کی درزوں سے باہر جانا بند ہوگئی۔ ریحانہ کی اس کارروائی کے بعد ہی انہیں اگلی دفعات سے بھی بلند آواز میں ہنسنے کی صدا سنائی دی۔ اور کوئی یہ کہنے لگا۔ "میرے آقا! میں آپ سے کہتا ہی جو تھا۔ کہ جس روشنی کو آپنے کمروں سے نکلتے خیال کیا۔ وہ دراصل بجلی کی چمک تھی۔ دیکھئے نہ اب وہ گم ہوگئی۔ میں تو یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اس وقت سارے محل میں میرے اور حضور کے سوا کوئی آدمی جاگتا نہیں۔ ہاں آپ اسی طرح بیدار رہے۔ تو پھر سب لوگ نیند کو خیرباد کہکر جاگ اُٹھیں گے۔ میں حضور کی خدمت میں آپ کے آرام فرمانے تک حاضر ہوں۔ اور پھر مجھے بھی بستر پر جانا ہے۔ تنہائی میں آپ کی دلبستگی کا سامان کروں گا۔ بلکہ آپ کی مرضی ہوگی۔ تو باقی رات بھی جاگ ہی کر بسر کردوں گا۔"

گلنار یہ بات سنکر دل میں کانپ گئی۔ اُسے خیال گزرا۔ کہ اس کا باپ ریحانہ سے بدگمان ہو گیا ہے۔ اور اسی واسطے وہ اُس کے کمرہ سے نکلتی ہوئی روشنی کا سبب معلوم کرنا چاہتا تھا۔ تاہم گلنار کو ضحاک کی بات بنا دینے سے تسلی ہوئی۔ اور اب اُس نے پھر انتظار دیکھنا شروع کیا۔ بڑی دیر تک کچھ صدا نہ سنائی دی جس سے گلنار اور ریحانہ کو یقین ہو گیا۔ کہ دہقان سو گیا ہے۔ اور ضحاک اُن کا ہی ہو گا۔ گلنار کا دل فرط اشتیاق سے دھڑک رہا تھا۔ کبھی شہزادی آنے کے تصور سے اس کا چہرہ چمک اٹھتا۔ اور گاہے مایوسی بخش اطلاع نہ ملنے کے خیال سے وہ افسردہ خاطر ہو جاتی۔ آہ۔ یہ موقع اس کے لئے نہایت نازک تھا۔ اور وہ اپنے خیالات میں ایسی محو تھی۔ کہ ضحاک کے قدموں کی آہٹ ہوا کا شور درختوں کی کھڑکھڑاہٹ اور ابر کی گڑگڑاہٹ کوئی چیز اُسے سنائی نہیں دیتی تھی۔

Marfat.com

ریحانہ وگلنار سناٹے کے عالم میں بُت بنی بیٹھی تھیں۔ کہ یکایک کسی نے آہستہ آہستہ زنجیر در کھڑکائی، اور یہ چونک اُٹھیں۔ ریحانہ نے لپک کر دروازہ کھولدیا جس کے کھُلتے ہی ضحاک اپنی مسخر آمیز وضع کے ساتھ پا برہنہ کمرہ میں آپہنچا۔ اس وقت ضحاک کی صورت دیکھکر ہنسی کا ضبط کرسکنا محال تھا۔ مگر اس نے گلنار کو وہاں موجود دیکھا۔ تو جلد جلد اپنی داڑھی اور عمامہ کو سدھارنے لگا۔ اور مودّب بن کر استادہ ہوگیا۔ ضحاک اس قدر دراز قامت تھا۔ کہ وہ اس وقت بھوت معلوم ہوتا تھا۔ اور پھر اس کی ہنسی کا سلسلہ نہ ٹوٹتا۔ اور بھی لوگوں کے ہنسانے کا سبب بن رہا تھا۔ گلنار اس کی ہیئت وحرکات دیکھکر باوجود رنج وتردد کے ہنس ہی پڑی۔ اور ضحاک نے کہا۔ "بانو مجھے معاف فرمائے۔ میں آپ کے یہاں موجود ہونے سے بے خبر تھا۔ یہ سب خرابی اس کمبخت کی ہے۔" اور آخری فقرہ ادا کرتے ہوئے ایک ہاتھ سے اپنے عمامہ کی طرف اور دوسرے سے ریحانہ کی جانب اشارہ کرگیا۔ گلنار اس کے اس ظریفانہ انداز سے کہ اس نے ریحانہ کی خفگی سے بچنے کا کتنا موزون ڈھنگ نکالا ہے۔ بے اختیار ہنس پڑی۔ اور ریحانہ نے بات ٹال کر کہا۔ "ضحاک! تو مذاق کو نہ چھوڑے گا۔ کمبخت بانو کا لحاظ کر۔ اور جو کچھ کر آیا ہے پہلے اُسے سنا۔ بانو تیری کارگزاری سے بہت خوش ہے۔"

ضحاک۔ (آہستہ سے) "مجھے کیا؟ تو دلہن کی شہ بالی ہے۔ دولہا تیرا تو ہو نہیں سکتا۔"

ریحانہ۔ "پاگل! ارے مذاق کو جانے دے۔ اور بات کہہ جو کہنے کی ہے۔"

گلنار نے ضحاک کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور اس نے ادب سے بیٹھکر ساری سرگزشت سنادی۔ صرف ابی مسلم کے عورتوں سے نفرت کرنے کا حال نہیں کہا۔ کیونکہ اس کے سننے سے گلنار کو صدمہ ہوتا۔ تاہم یہ کہدیا کہ ابو مسلم اتنا پُررعب امیر ہے کہ اس کے مقربین خاص تک اس سے شادی کے بارہ میں کچھ تذکرہ کرتے خوف کھاتے ہیں۔ ہاں اگر بانو خود اس سے ملیں۔ اور اس کے دل میں گھر بنائیں تو ممکن ہے

کہ وہ ان کے ساتھ شادی کرنا منظور کرے۔ خاص کر جب اُس کی اصل غرض میں مدد دینے کا وعدہ کیا جائے گا۔ تو کامیابی کی قطعی توقع ہے۔ ورنہ ابی مسلم اندنوں بجز اپنے کام کی دُھن میں لگے رہنے کے اور کچھ بھی نہیں کرتا ہے۔"

گلنار اس گفتگو کو نہایت توجہ سے سُن رہی تھی۔ مگر جیسے ہی ضحاک اپنی تقریر ختم کر چکا۔ گلنار کی طبیعت پھر پژمردہ ہو گئی۔ آہ۔ اُسے امید تھی۔ کہ ضحاک ابو مسلم کے دل کا حال دریافت کر کے آئے گا۔ اور یہ پتا لگائے گا۔ کہ آیا وہ بھی گلنار کی محبت میں سرشار ہے یا نہیں۔ گلنار کی دلی کیفیت اس کے قیافہ سے بھی عیاں تھی۔ اور ریحانہ اس بات کو محسوس کر کے اپنی بانو کی اُمید بندھانے کے خیال سے کہنے لگی۔ "مرحبا ضحاک! واقعی تم نے وہ کام کیا جو کسی سے نہ ہو سکتا۔ اور نہ اس سے زیادہ کوئی کر سکتا ہے۔"

ضحاک:- "ریحانہ! اپنی تعریف کو تو رکھ چھوڑو۔ میں نے کون ایسا کام کیا ہے جس کی اتنی قدردانی کی جائے۔ ہاں میں نے آگے کام کر سکنے کے لئے راہ بنا لی ہے۔ اور گلنار بانو کو ایک رائے دیتا ہوں۔ اگر وہ اس پر عمل کرنا پسند کریں گے۔ تو پھر میری کوشش کا تخم برگ و بار لا سکے گا۔"

گلنار:- (امید پاکر) "تم اپنی رائے بیان کرو۔"

ضحاک:- "پہلے تو آپ ابی مسلم سے ملنے کا سامان کیجئے۔ اور اس سے آپ کی دو بدو گفتگو ہو۔"

یہ سُننا تھا۔ کہ گلنار شرم سے عرق عرق ہو گئی۔ آہ۔ اس کے دل میں یہ تصور بندھا۔ کہ وہ ابی مسلم کے ساتھ خلوت میں موجود ہو گی۔ حالانکہ اب تک اس نے کبھی غیر مردوں سے بات نہیں کی ہے۔ باپ یا محل کے ملازموں کی بات ہی اور تھی۔ پھر یہ دھیان آیا۔ کہ یہ کارروائی اُس کی شان کے خلاف ہے۔ اور علاوہ بریں اس کا باپ بھی اس خفیہ ملاقات کا حال سُنکر سخت ناخوش ہو گا۔ غرضیکہ خودداری کا خیال اس پر غالب آیا۔ اور پاس آبرو کو ہاتھ سے دینا گوارا نہ ہوا چنانچہ

Marfat.com

اُس نے نفی میں اپنا سر ہلایا گویا زبان حال سے کہا۔ "نہیں مجھ سے یہ کبھی نہ ہو گا"
ضحاک نے دوبارہ اس امر کا خیال دلانے سے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ "اگرچہ محبت انسان کو خلاف وضع کام کرنے پر بھی آمادہ بنا دیتی ہے۔ لیکن بانو کی نسبت میں اس طریقہ کو پسند کرتا ہوں۔ ابو مسلم کون ایسا عرش کا تارا ہے۔ جس کے واسطے بانو اپنی بات پر تیار ہو"

ریحانہ۔ (اس خوف سے بات کاٹ کر کہ ضحاک کہیں ابی مسلم کے نسبت کا حال نہ کہدے) "خیر۔ اب یہ بات تو آن ہونی ہے۔ کچھ اور تدبیر سوچو"

ضحاک۔ (باہر کان لگا۔ جہاں اس وقت رم جھم بارش ہو رہی تھی۔ اور بادل گرج کر قلب دہلائے دیتا تھا۔) "اے لیجے باران رحمت کبھی خوب وقت سے نازل ہوا۔ راستوں کا طے کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور مہانوں کو خواہ مخواہ دو تین دن یہیں رہنا پڑے گا۔ اس عرصہ میں یہ کارروائی ہو سکتی ہے۔ کہ بانو ابو مسلم کو کوئی ہدیہ بھیجکر اس سے شناسائی پیدا کریں"

گلنار۔ (اس رائے کو پسند کر کے) "ہاں تحفہ کی نوعیت کیا ہو۔ اور کس تقریب سے اُسے پیش کیا جائے؟ خوب سوچکر جواب دینا"

ضحاک۔ "خوب سوچ لیا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہ اندنوں ابی مسلم کی تمام تر توجہ عباسی امام کی دعوت منتشر کرنے۔ اور اس کی حکومت کی بنیاد قائم کرنے میں منحصر ہے۔ لہذا اسی سلسلہ میں بطور اعانت کوئی تحفہ پیش کر کے اس پر ظاہر کیا جائے کہ مجھکو شیعوں سے ولی الفت اور اہل بیت کے ساتھ بیحد محبت ہے"

گلنار۔ "تحفہ کیا ہو؟ روپیہ؟"

ضحاک۔ "روپیہ یا کوئی اور چیز بھی پھر ہم دیکھیں گے۔ اس کا کیا ذکر ہوتا ہے۔ آگے جیسا راستہ ملے گا۔ اس پر چلیں گے"

گلنار یہ سُنکر ریحانہ سے مشورہ کرنے کے لئے ادھر ملتفت ہوئی۔ اور ضحاک اس کا رخ دیکھ کر سمجھ گیا کہ بانو تخلیہ چاہتی ہے۔ لہذا وہ یہ کہتا ہوا چلا گیا۔ "اب رات

Marfat.com

زیادہ آچکی۔ اور آپ نیند سے بے چین ہیں۔ مجھے ہر طرح بندہ حکم سمجھئے۔ خدا حافظ !! ضحاک چلا گیا۔ تو گلنار ریحانہ کے کمرہ سے نکل کر اپنے خوابگاہ میں آئی۔ اور ریحانہ بھی اُس کے ساتھ تھی۔ یہاں کچھ عرصہ تک دونوں میں سرگوشیاں ہوتی رہیں۔ اور آخر میں گلنار کے چہرہ سے مسرت کی علامت نمایاں ہوئی جس کے بعد ریحانہ اپنی جگہ واپس گئی۔ اور گلنار بستر پر پڑی بہت دیر تک دلی بیقراری کے ہاتھوں کباب سیخ بنی رہی۔ اور صبح کے قریب بیداری، الجھن، اور کوفت کے باعث تھک کر وہ سو رہی۔

چھٹا باب

تحفہ

اپنے قاتل کا بڑھانا حوصلہ منظور ہے
تحفہ اس کے واسطے شمشیرِ بُرّاں چاہیئے

تڑکا تڑکا ہوا۔ مرغِ سحر نے بانگ دی۔ رات جو ہجراں نصیبوں کے حق میں کالی بلا تھی۔ اپنا دامن سمیٹتی ہوئی افقِ مغرب کی طرف بھاگی۔ تڑپ تڑپ کے یا وصلِ محبوب کے مزے لوٹ کر رات بسر کرنے والوں پر اس وقت نیند کا غلبہ بڑھ گیا تھا۔ اور وہ پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ مگر بلند حوصلہ مدبروں کو اس سہانے وقت میں طبیعت کے سکون اور حواس کی درستی کے باعث اپنے عظیم الشان کاموں کی انجام دہی کے لئے تدبیریں سوچنے کا اچھا موقع مل گیا تھا۔ اور ہمارا عالی دماغ ہیرو الی مسلم بسترِ استراحت سے اٹھکر اپنی راہ راہی جانے سے متفکر بن رہا تھا۔ شب کو اس نے پوری طرح استراحت کا لطف بھی نہیں اٹھایا تھا۔ کہ مینہ کے شور اور بادل کی گرج نے پریشان بنا کر اس کی نیند اڑا دی۔ اور وہ بستر ہی پر پڑا ہوا غور و فکر کے سمندر میں غوطے

Marfat.com

لگاتار رہا تاکہ شاید مقصود کے ہاتھ آنے کی کوئی تدبیر ذہن میں آجائے۔ اُسے صاف نظر آتا تھا۔ کہ جس سخت منزل کو وہ طے کرنا چاہتا ہے۔ اس میں دوری راہ کے سوا صدہا آفتوں۔ اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ابومسلم بڑا بیدار مغز (دور اندیش) اور آئندہ نتائج کی نسبت بدگمانی رکھنے والا شخص تھا۔ اس کا دل حوادث ایام کی افتاد سے کبھی غافل اور بے خطر نہیں ہوتا تھا۔ ممکنات کو فرض کرنے۔ اور ناکامیابی سے بچنے کے طریقوں پر غور کرتے رہنے سے دل اکتا گیا۔ تو بستر سے اٹھا۔ اور کمرہ کی چھوٹی کھڑکی کھول کر باہر نظر دوڑائی۔ اس وقت بدلی بند ہو چکی تھی۔ اور صبح کا سفید دودھ افق مشرق سے نمایاں ہو رہا تھا۔ تمام خام اور ناہموار راستے اور تال تالاب حد نظر تک پانی اور کیچڑ سے بھرے دکھائی دیتے تھے۔ اس نظارہ نے ابومسلم کے دل پر سخت تردد کا بوجھ ڈال دیا۔ وہ خیال کرنے لگا۔ کہ دو تین دن فضول دیر لگے گی۔ اور راستوں کے قابل گزر ہونے تک یوں ہی بیکار پڑا رہنا پڑے گا۔ اس کے دل میں آئی کہ چل کر خالد کو جگائے اور اس سے اپنی پریشانی بیان کرے۔ وہ چلا۔ اور ہنوز خالد کے کمرہ میں گیا بھی نہ تھا۔ کہ خالد خود ہی گرم کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ اس کے اندر سے نکلا۔ وہ ابومسلم ہی سے ملنے آرہا تھا۔ ابومسلم اس کی صورت دیکھتے ہی بولا۔ "خالد!" "ارشاد جناب!" خالد نے ادب سے کہا۔

ابومسلم۔ "کل ہم نے جس مخبر کو روانہ کیا ہے۔ کیا تمہارے خیال میں وہ سیدانوں کا پتا لگا سکے گا؟"

خالد۔ "وہ بڑا باہمت شخص ہے۔ غالباً اس نے تمام باتیں معلوم کر لی ہوں گی اور اس کے آنے میں کچھ دیر ہوئی۔ تو یہ پانی برس جانے کی وجہ سے کیونکہ ایسی حالت میں راستہ طے کرنا دشوار ہوتا ہے۔"

ابومسلم۔ "میں اس کے انتظار میں پریشان ہوں۔ مرو کے دشمنوں کا حال معلوم ہو جاتا۔ تو پھر ہم اس سے بچنے کی کچھ تدبیر کرتے۔"

خالد۔ "ہم ... [illegible] ... نے دی۔ تاہم جناب ..."

Marfat.com

کی بابت مجھکو اعتماد ہے۔ وہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اور نصر بلا
سیار سے تو اس کو دلی عداوت ہے۔

ابو مسلم: "خیر ہمارے کیمپ میں نصر کا تو ایک بھی دوست نہ نکلے گا۔ لیکن مجھے جس بات کا اندیشہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کرمانی بڑا چلتا پرزہ اور دانا شخص ہے مبادا وہ ہماری جماعت کو توڑ دے۔ میں نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ وہ شہر مرو پر قابض ہو گیا۔ اور نصر کو وہاں سے نکال چکا ہے۔"

ان میں یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ کمرہ کے اندر چند غلام آگ کی دہکتی ہوئی انگیٹھی لئے آ پہنچے۔ اور اُسے ایک گوشہ میں رکھ کر اس پر کچھ خوشبو دینے والی چیزیں ڈال دیں۔ بخور سے تمام کمرہ مہک اُٹھا۔ اور کچھ دیر میں آگ کی وجہ سے ایک طرح کی گرمی سی بھی محسوس ہوئی۔ ابو مسلم کو گرمی اور بخور سے مسرت حاصل ہوئی۔ وہ ایک صاف ستھری مسند پر بیٹھ گیا۔ سیاہ ریشمی کپڑے کی روئی دار دُگلی اوڑھ لی۔ اور چار خانہ اُون کی بے قرینہ عمامہ سر پر لپیٹ لیا۔ پھر خالد کو اپنے پاس بیٹھ جانے کو [illegible] کہا۔ مگر اُسے یاد آ گیا۔ کہ ابھی تک نماز فجر نہیں ہوا [illegible] دونوں نے ایکساتھ صبح پڑھی۔ اور اُن سے فارغ ہو کر جاسوس کے آنے کا انتظار اور آپس میں باتیں پھر غور کرنے لگے۔ انہوں نے جاسوس کو اسی گاؤں [illegible] آفتاب طلوع ہو چلا۔ اور خادم ناشتہ کا کھانا۔ اور چاے [illegible] حاضر [illegible] ابو مسلم اور خالد نے کھانے سے فراغت کی۔ ہاتھ دھوئے۔ اور بیٹھ گئے۔ ابو مسلم کی عادت خاموشی ان میں بہت کم باتیں ہونے کا موقع دیتی تھی۔ ہاں جب انتظار کی بیتابی سے دل گھبرا اُٹھتا تو دو ایک باتیں کرکے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے۔ اسی طرح دوپہر کا وقت قریب آگیا۔ اور جاسوس اب تک واپس نہ آیا۔ ابو مسلم کا تردد بڑھتا جاتا تھا۔ کہ یکایک اس کا ایک غلام کمرہ میں آیا اور [illegible] سے [illegible] عرض کرنے لگا [illegible] ابو مسلم نے [illegible]

[illegible] تمہارا انتظار [illegible] ہے۔

ابومسلم ۔ "ہمارے ساتھیوں میں سے"

خادم ۔ "نہیں حضور! وہ دہقان کا خادم ہے"

ابومسلم ۔ "آنے دو"

اجازت ملتے ہی ضحاک ایک بھاری خریطہ کندھوں پر رکھے ہوئے اندر آیا تھیلا تو اس نے انگیٹھی کے پاس رکھ دیا۔ اور خود ادب کے ساتھ ابومسلم کے سامنے آکھڑا ہوا۔ ابومسلم نے دریافت کیا "تو کون ہے۔ اور کیوں آیا ہے؟"

ضحاک ۔ "میں دہقان کا غلام ہوں۔ اور امیر سے مجھے کچھ عرض کرنا ہے لیکن خلوت میں۔ اگر اتنی عنائت ہو تو عرض کروں" ضحاک اس گفتگو کے اثناء میں اپنی مسخر آمیز حرکتوں سے بالکل بلند رہا تھا۔ اور بڑا ثقہ بنا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی خالد اٹھکر کمرہ سے نکل گیا۔ اور ابومسلم نے ضحاک سے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

ضحاک ۔ ابومسلم کے ہاتھ چومتے ہوئے "میں امیر کی خدمت میں ایک رازداری کی خدمت انجام دینے آیا ہوں۔ اُمید ہے کہ امیر خدا کے لئے اُسے مخفی رکھیں گے۔ اور میں تو قاصد ہوں میرا فرض صرف پیام پہنچا دینا ہے۔ نہ اس سے کچھ زیادہ"

ابومسلم ۔ "کہو! تم کسی طرح کا اندیشہ نہ کرو"

یہ سُنتے ہی ضحاک نے اپنی عبا کے تلے سے ایک مرصع تلوار نکال کر ابی مسلم کے سامنے رکھدی۔ اور ابومسلم سرسری نظر میں تلوار کو دیکھتے ہی اُس خوف سے کہ مبادا یہ معاملہ کسی سازش سے تعلق رکھتا ہو چونک پڑا۔ اُس نے تیوری پر بل ڈال کر غضبناک نگاہوں سے ضحاک کی طرف دیکھا۔ ضحاک اُس کی تیز نگاہوں سے متاثر ہو کر اور حماقت آمیز ہنسی ہنسکر کہنے لگا کیا خوب اسپہ سالار افواج۔ اور مجھ ایسے بگلے غلام سے خائف ہو جو اس کے لئے کسی کی طرف سے ایک تحفہ لیکر آیا ہے!! جناب عالی آپ کے روبرو کس کی مجال ہے کہ زبان

Marfat.com

پذیری کے سوا کوئی اور خیال دل میں لیکر آسکے "آپ کی جنبش لب پیام موت اور آپ کی نگاہ غضب قضائے بسرم ہے۔ براہ کرم اور خدا کے لئے شگفتہ رو ہوجئے ورنہ میں تو خوف ہی سے مرجاؤں گا" اور یہ کہکر تھرانے لگا۔ ضحاک کی یہ حرکت بناوٹ پر مبنی رہی ہو۔ یا واقعی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابو مسلم تھا ہی اتنا رعب دار کہ کسی شخص کو اس کے روبرو تاب سخن نہیں ہوتی تھی۔ بہرحال ابو مسلم نے بتکلف اپنا چہرہ بشاش بنا لیا۔ مگر ہنوز غصہ فرو ہوجانے کی یا مطمئن ہونے کی کوئی علامت اس کے تیا فہ سے عیاں نہیں ہوئی تھی۔ ابو مسلم نے تلوار کو لیکر ہاتھ سے اسے اچھی طرح دیکھا۔ اور ضحاک جواب تک کھڑا تھا۔ اس سے کہا "بیٹھ جاؤ" ضحاک ادب کے ساتھ بیٹھ گیا۔ لیکن اس کی نظر داہنے بائیں گردش کر رہی تھی۔ اور ابو مسلم نے سوال کیا "تو کون ہے؟ مجھے تو عربی معلوم ہوتا ہے؟"

ضحاک (دوبارہ کانپ کر) "تو کیا امام کی وصیت سے مجھکو حصہ ملیگا؟"

اگرچہ ابو مسلم کا ہنسنا ایک شاذ و نادر امر تھا لیکن ضحاک کی حرکتوں اور اس کی ہیئت دیکھکر وہ بھی ہنسی کو روک نہیں سکا۔ اور اس نے کہا "امام کی ہدایت ہر ایک عربی پر جاری نہیں ہوتی کیونکہ امام خود عربی ہیں۔ اس لئے تم مطمئن رہو۔ اور اپنی غرض بیان کردو"

ضحاک ـ (دروازہ کی جانب خوف سے نظر دوڑا کر) "میں حضور سے التجا کرتا ہوں کہ جو باتیں اس وقت کہوں وہ میرے اور آپ کے سوا کسی پر ظاہر نہ ہوں۔ میں آپ سے ایک فائدہ کی بات کہنا چاہتا ہوں۔ مگر اس کا پردہ فاش ہوگیا۔ تو میرے لئے خرابی ہے"

ابو مسلم ـ "تم بے فکر رہو ہم تمہاری رازداری کریں گے"

ضحاک ـ "تو سنئے! میری بات نگلنار۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

ابو مسلم ـ "ذرا خاموش رکھئے۔ ہاں اس مکان کے مالک دہقان کی لڑکی تو نہیں ہے؟"

ضحاک ”وہی۔ وہی۔ میرا خیال ہے۔ کہ آپ اسے پہچانتے ہیں گزشتہ رات جس وقت آپ اس کے باپ سے ملے ہیں۔ تو وہ بھی وہاں موجود تھی۔ آپکی ہمیت اور وطن دوستی پر اُس کا دل لوٹ ہو گیا۔ اور جس کام کا آپ نے ارادہ کیا ہے۔ وہ اس کی بہت مداح ہے۔ اُسے معلوم ہوا کہ اُس کے باپ نے آپ کی مالی اعانت کی ہے۔ تو اُس نے خود بھی اپنی گرہ سے کچھ رقم نذر کرنی چاہی۔ اور اس خریطہ میں اس کا نذرانہ موجود ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ کسی کو اس کا علم نہ ہو یہاں تک کہ اس کے باپ کو بھی۔ اور وہ اس کارروائی سے صرف امیر ابی مسلم کی رضامندی چاہتی ہے۔ پھر یہ مرصع تلوار بھی اس نے یادگار تحفہ کے طور پر پیش کی ہے۔ یہ تلوار بڑی پرانی اور نہایت مبارک ہے۔ اور اس کو اپنے پاس رکھنے والا دشمن پر ضرور فتحیاب ہوتا ہے۔“

ابو مسلم نے دوبارہ تلوار کو دیکھا۔ اور اُسے اٹھا کر غلاف سے نکال لیا۔ تلوار کا پھل بہت صاف و مجلیٰ تھا۔ اور اس کے جوہر نہایت خوشنما تھے۔ تلوار کی آب و تاب دیکھکر ابو مسلم نے کہا ”یہ تو زہر میں بجھی معلوم ہوتی ہے۔“

ضحاک ”ہاں ایسی ہی ہوگی۔ بانو بھی مجھ سے کہتی تھی کہ اس کا زخم جسکے لگ جاتا ہے۔ وہ کتنا ہی اوچھا زخم کیوں نہ آئے فوراً مر جاتا ہے۔“

ابو مسلم ”تو پھر یہ بڑا قیمتی تحفہ ہے آگے کہو؟“

ضحاک ”اب ایک بات مجھے اور کہنی ہے جس کو میں اپنی بانو سے بھی مخفی رکھنا پسند کرتا ہوں۔ امیر مجھ سے اس بات کا وعدہ کریں تو عرض کروں ورنہ چاہے آپ مجھکو اسی تلوار سے ابھی قتل کر ڈالئے۔ اور میری زندگی کا خاتمہ کر دیجئے تو بھی میں کچھ پرواہ نہ کروں گا۔“

ابو مسلم۔ (ضحاک کی گفتگو اور اُس کے مطلب ادا کرنے کے طریقہ سے متحیر اور اس کی خوش طبعی سے مسرور ہو کر) ”کہو جو دل میں آئے کہو۔ تمہارے لئے کسی قسم کا خوف نہیں۔“

ضحاک "تو کیا آپ وعدہ فرماتے ہیں۔ کہ میری گستاخی سے ناخفا نہ ہوں گے؟"

ابومسلم "کہہ تو دیا کہ مت ڈرو"

ضحاک "میری بانو بے مثل روزگار حسینہ ہے۔ خراسان کا کوئی امیر اور دہقان ایسا نہیں۔ جو اس کی ایک نظر لطف کا آرزومند نہ رہتا ہو۔ مگر وہ کسی کی طرف توجہ نہیں کرتی۔ کرمانی امیر عرب جس کی فوج شہر مرو کا محاصرہ کئے ہے اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ شادی کرنے کا پیام بھیجا۔ اور دہقان راضی بھی ہو گیا لیکن بانو کا دل اس سے نفرت کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ باپ کی اطاعت کر کے وہ کرمانی کے گھر چلی جائے گی۔ لیکن اس کا جسم وہاں جائے گا۔ اور دل کہیں اور۔ کیونکہ اس کا دل ایسے شخص پر آیا ہے۔ جو کرمانی کے فرزند۔ اور خراسان کے تمام معززین سے بھی کہیں زیادہ باوقعت ہے۔ کیا حضور مجھے اجازت دیتے ہیں۔ کہ میں اس شخص کا نام بھی لے لوں؟"

ابومسلم سمجھ گیا۔ کہ ضحاک گلنار کے اس پر فریفتہ ہونے کا ذکر کر رہا ہے اور وہ خود بھی اس معاملہ سے بیخبر نہ تھا۔ لیکن اُس نے کہا "ہاں اُس کا نام لیلے مگر اس شرط سے کہ وہ اسی کمرہ میں نہ ہو"

ضحاک۔ "تو گویا آپ مجھکو منع فرماتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو اسی کمرہ میں ہے۔ لیکن میں نہیں ہوں" یہ کہکر ہنسنے لگا۔ اور ابومسلم بھی بے اختیار ہنسکر بولا "خدا نے تیرے انداز بیان نے مجھے بیحد خوش بنایا ہے۔ تو بڑا خوش طبع ہے"

ضحاک۔ "جناب عالی! آپ کی خوشی سے مجھے کیا ملا۔ میں تو آپ کا نام لیتے بھی ڈرتا ہوں؟"

ابومسلم "میں تو تجھ سے کہہ چکا ہوں کہ بیخطر رہ مجھے تیری گستاخیوں پر غصہ نہیں آ سکتا۔ جو کچھ تھا بہرحال تو میرے حالات سے بہت کم واقف ہے"

ضحاک۔ "جناب والا! آپ کا جو خیال ہے۔ وہ بجا ہے لیکن میں بہت زیاد

آپ کے مزاج اور حالات کا واقف کار ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں اپنے اس پیام کا یہ مدعا نہیں قرار دیتا۔ کہ آپ پر ایسا بار ڈالوں جس کا برداشت کرنا ناگوار خاطر ہو۔ مگر چونکہ میں پیام بھیجنے والی سے یہ وعدہ کر چکا ہوں۔ کہ امیر ابومسلم کو اس کی طرف ملتفت بنا دوں گا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ اس سے صرف التفات کا اظہار کریں۔ گو اوپری ہی دل سے سہی۔ پھر میں امام کے علم بردار سے یہ بھی عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کی ایک نظر توجہ دلدادہ نوجوان لڑکی کو اس کے ہاتھوں میں بیجان آلہ کی طرح دیدے گی۔ اور وہ اس سے بڑے بڑے کام لے سکے گا۔ خواہ اس عورت کا مقام کرمانی کا کیمپ بنے یا امیر نصر بن سیار کا ایوان کیونکہ ان مقامات میں پہنچ کر وہ اور بھی خوبی سے آپ کی خدمت کر سکے گی۔ اگرچہ آپ سے ابومسلم سے جس امر کی توقع ہے۔ وہ ایک سودائے خام اور تصور ناتمام ہے۔ آپ آگے امیر خود زیرک و دانا ہیں۔ میں کیا عرض کروں۔"

ابومسلم نے یہ گفتگو سنکر سر جھکا لیا۔ وہ دل میں ضحاک کی باتوں کو ہر پہلو سے جانچتا رہا۔ اور جب خوب غور کر چکا۔ تو اسے معلوم ہو گیا۔ کہ اس شخص کی بات تدبیر سے بھی اور معاملہ فہمی سے خالی نہیں۔ مگر اس نے اس بارہ میں ضحاک سے زیادہ گفتگو کرنا پسند نہ کیا۔ اور تلوار کو مسند کے نیچے رکھ کر دروازہ کی جانب دیکھنے لگا۔ ضحاک سمجھ گیا۔ کہ وہ اسے رخصت کرنا چاہتا ہے۔ لہذا اس نے استادہ ہو کر کہا۔ "جناب اپنے خزانچی کو حکم دیں کہ وہ ان توڑوں کو لیکر جمع کر لے۔" اور خریطہ کی طرف چلا جو اس نے ان کے نزدیک رکھا تھا۔

ابومسلم نے دستک دی۔ اور حاجب (دربان) حاضر ہوا۔ اس کو حکم دیا کہ خزانچی کو بلا لائے۔ دربان چند منٹوں میں ابراہیم کو ساتھ لیکر آ گیا۔ اور ابراہیم نے ضحاک کو ابومسلم کے پاس موجود دیکھا۔ تو اس کا خون خشک ہونے لگا۔ لیکن اسی حالت میں ابومسلم کا یہ حکم اسے ملا کہ "گن کر جمع کرو۔ اس شخص سے جو رقم ملتی ہے۔ پہلے اسے روزنامچہ میں درج کر لے۔"

Marfat.com

ابراہیم ضحاک کی طرف ملتفت ہوا جس نے خریطہ کھول کر اس کے اندر سے دس بھر لور تھے نکالے۔ اور ابراہیم سے کہا "یہ دس توڑے ہیں اور ہر ایک توڑہ میں ایک ہزار دینار یوسفی ہیں یہ یوسفی کا نقد زر دیکر اور بڑا کر ادا کیا۔

ابراہیم ضحاک کا مدعا سمجھ گیا۔ اور اس کو مذاق کرتے خیال کرکے توڑوں کو اٹھا لیا۔ اور دریافت کیا "یہ کس کی جانب سے ہیں؟"

ابو مسلم (ضحاک سے) "کہدے کہ میری جانب سے بس"

یہ سنتے ہی ابراہیم توڑے اٹھا کر چلتا بنا۔ اور وہ اپنے دل میں ضحاک کے پھندے سے صاف نکل آنے کا یقین مشکل کر سکا۔ اور ابراہیم کے جانے کے بعد ضحاک بھی ابو مسلم سے رخصت ہوکر واپس گیا۔

ساتواں باب

تدبیر کار

خوف کیا کثرت دشمن کا کہ تہ بیر ہنر
ایک ہتھیار ہی سو تیغ و تبر پر ہے فائق

ضحاک چلا گیا۔ تو کچھ عرصہ تک ابو مسلم اس کی باتوں کو سوچتا رہا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ یہ شخص بالکل دیوانہ نہیں ہے۔ اس کی یہ حالت مصنوعی ہے اور درحقیقت یہ کوئی بہت ہی ہوشیار آدمی ہے جو اہم کام انجام دینے کے درپے ہے۔ پھر اسے گلنار اور اس کے اپنے اوپر مفتون ہونے کا خیال آیا۔ ابو مسلم پہلے بھی اس کے میلان خاطر کو تاڑ رہا تھا۔ مگر اس نے حسب عادت اس کی کچھ التفات نہیں کیا تھا۔ تاہم اس وقت ضحاک کا یہ سمجھانا کہ وہ گلنار کے عشق کو غنیمت سمجھ کر اسے اپنے مقاصد کے کام میں صرف لے۔ ابو مسلم کے دل میں اثر کر گیا تھا۔ اور وہ ایسی خدمات میں غلطی نہ دیکھتا تھا

کہ یکایک کوئی غلام آگ پر تنچوڑ ڈالنے کے لئے کمرہ میں آیا۔ اور ابو مسلم کو خالد کا دھیان آگیا۔ چنانچہ اس نے غلام سے دریافت کیا۔ امیر خالد کہاں ہیں؟"

جناب! وہ باغیچہ میں ایک آدمی سے کچھ باتیں کرتے ہیں جو ابھی باہر سے آیا ہے۔"

ابو مسلم ۔"دونوں کو جلد بلا لے۔" اُسے یقین ہو گیا تھا کہ جاسوس آگیا ہے۔ جس کے انتظار میں ہم کل سے بے چین تھے۔

بہت ہی کم وقفہ میں جس کو دو منٹ سے زائد نہ کہنا چاہئے۔ امیر خالد اور اس کے ساتھ ہی قاصد کمرہ میں آگئے۔ قاصد ہنوز لباس سفری میں ملبوس تھا۔ بارش کی وجہ سے راہ میں اُس کے کپڑے بھیگ کر خراب ہو رہے تھے۔ اور جا بجا عبا کے دامنوں پر کیچڑ کی چھینٹیں پڑی تھیں۔ اس نے ابو مسلم کا سامنا ہوتے ہی ادب کے ساتھ سلام کیا۔ اور کھڑا ہو گیا۔ ابو مسلم نے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ تم دیر سے یہاں آگئے تھے؟"۔

"جی ہاں کوئی ایک گھنٹہ ہوا ہے۔" قاصد نے کہا۔

ابو مسلم ۔"پھر اتنی دیر تک کیوں ٹھہرے رہے؟ اور فوراً کیوں نہ ہمارے پاس آئے؟"

"انتظار اجازت کر رہا تھا۔"

ابو مسلم ۔(خالد کی طرف دیکھ کر) "مخبر کو اجازت لینے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تو جس وقت چاہے آسکتا ہے؟" خالد نے اس خیال کی تائید کی اور فوراً دربان کو باہر جانے کا اشارہ ہوا جس کے بعد کمرہ کا دروازہ بند کر لیا گیا۔ اور ابو مسلم نے مخبر سے سوال کیا "کہو مرد کی کیا خبر لائے ہو؟"

"میں نے اسے سخت محاصرہ کی حالت میں چھوڑا ہے۔ دشمن چاروں طرف سے شہر کا محاصرہ کئے ہیں۔"

ابو مسلم ۔"ہاں۔ ہاں۔ کرمانی اس کا محاصرہ کئے ہے۔"

جاسوس ۔"ایک کرمانی ہی شیبان خارجی بھی نصر بن سیار کے مقابلہ پر تلا ہے۔ اور کرمانی کا دست و بازو بنا ہے۔ مگر یہ دونوں باہم ایک دوسرے سے،

Marfat.com

صاف نہیں خود غرضی سروں پر سوار ہے اور سارا کھیل بگاڑتی جاتی ہے۔

خالد - (حیرت سے) "ایں! یہ کیا؟ میں نے تو سنا تھا۔ کہ کرمانی شہر پر قابض ہو گیا اور اس نے نصر کو وہاں سے نکال دیا"

جاسوس - "آپ سچ فرماتے ہیں۔ ایسا ہی معاملہ تھا۔ مگر وہ زیادہ عرصہ تک شہر میں نہیں رہ سکا۔ لیکن آپ ان باتوں کو یوں نہ سمجھ سکیں گے میں کسی قدر تفصیلی حالات عرض کرتا ہوں۔

ابومسلم - "کہو مگر بہت اختصار سے کام نہ لینا۔ بلکہ اچھی طرح مفصل بات کہنا"

جاسوس - "جناب والا آپ اس امر سے ناواقف نہیں۔ کہ کئی سال سے بنی امیہ کی حکومت سخت کمزور ہو رہی ہے۔ حضرت خلافت کی وہ دھاک اور وہ عزت اُن کی سلطنت کو کسی قدر تھامے ہوئے تھی اب ان میں کچھ نہیں رہا ہے۔ مروان بن محمد کے خلیفہ ہوتے ہی اس کے گھرانے میں باہمی نفاق کا دور آ گیا کہ بہت سے لوگوں نے ان کی بیعت توڑ دی۔ اور اس سے سرکشی پر آمادہ ہو گئے۔ اس بات کو دیکھ کر اور بھی خلیفہ سے منحرف ہونے کی جرأت ہوئی اور گروہ بندیوں کی بات جو کچھ دنوں سے بند ہو گئی تھی پھر نمایاں ہو چلی۔ یکایک چاروں طرف سے باغیوں نے خلافت کے بوسیدہ ایوان پر دست درازی شروع کر کے اس کی بنیادیں متزلزل کر ڈالیں۔ اور خارجی یا دیگر جماعتوں کے لوگ جن کو اپنے لئے حکومت حاصل کرنے کی طمع و منگیر تھی سب اپنی اپنی جگہ جنبش میں آ گئے۔ انہیں میں ایک باغی یہ کرمانی بھی ہے۔ جناب والا اس کرمانی اور نصر بن سیار حاکم مرو کا قصہ قابل ذکر ہے۔ اجازت ہو تو عرض کروں؟"

ابومسلم - "ضرور۔ کیونکہ تفصیلی حالات کا علم ہی تو ہم کو اپنی کارروائی کا راستہ سجھا سکتا ہے"

جاسوس - "اب سے دس سال قبل جس وقت اسد بن عبداللہ حاکم خراسان فوت ہوا تھا۔ تو اس وقت ہشام بن عبدالملک خلیفہ نے اپنے مشیروں سے رائے

لی تھی کہ اب کسے اس ملک کا گورنر متعین کرے۔ کچھ لوگوں نے ہشام کو رائے دی کہ کرمانی بڑا دانا اور مدبر ہے۔ اُسے حکومت خراسان پر مقرر کرنا مناسب ہوگا۔ مگر ہشام کو اس مشورہ سے موافقت کرنا خوش نہ آیا۔ اور اس نے دریافت کیا "کرمانی کا اصلی نام کیا ہے؟" مشیر نے کہا "حدیع بن علی" ہشام نے جواب دیا "نہیں میں اُسے نہیں چاہتا" کیونکہ ہشام اُس کے نام ہی سے بدشگونی کے آثار عیاں پاتا تھا۔ پھر مشیروں نے یکے بعد دیگرے کئی نامور امیروں کے نام پیش کئے۔ اور آخر نصر بن سیار موجودہ حاکم خراسان اس خدمت کے لئے چنا گیا۔ کرمانی کے دل میں یہیں سے نصر کی عداوت کا بیج بویا گیا۔ اور جب خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک کے فوت ہونے پر مسند خلافت کے حصول میں خاندانِ مروان کے لوگ باہم جھگڑ پڑے۔ اور ہر ایک صاحب طاقت اپنے لئے حصول سلطنت کی سعی میں منہمک ہوا تو کرمانی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نصر بن سیار کی مخالفت میں سرگرم بنا۔ حضور اس بات سے ناواقف نہ ہوں گے۔ کہ سلطنت اور حکومت کے طلبگاروں کو سب سے پہلے طرفداروں کی زبردست جماعت بہم کرنی لازم ہوتی ہے۔ اس لئے کرمانی جس کا ظاہری نام بتاتا ہی کہ وہ ملک فارس کے شہروں کرمان کا باشندہ ہے۔ مگر درحقیقت وہ کرمان میں پیدا ہونے کے باعث اس لقب سے ملقب اور عربی الاصل یمن کے قبیلہ آزد کا شخص تھا اپنے ملکی بھائیوں یعنی یمن کے عربوں سے طلبگار اعانت ہوا۔ اہل یمن اُس کے پشت و پناہ بن گئے۔ اور نصر بن سیار کے مقابلہ میں آنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ نصر بن سیار اور اُس کے تمام جنبہ دار خاندان مُضر کے عربی لوگ تھے جو ملک حجاز میں سکونت رکھتے اور یمنی اور مُضری عربوں کی چشمک قدیم زمانہ سے اب تک زوروں پر چلی آتی ہے افسوس ہے کہ یہی نااتفاقی۔ اور خودپسندی عنقریب عام طور پر اہل عرب کی شوکت و قوت کو میٹ کر رہے گی۔ خاص ملک خراسان کے عرب باشندے بھی کچھ یمنی اور بعض مُضری نسل سے ہونے کی وجہ سے باہم نااتفاق رکھتے تھے۔ اور اُن کے گروہ بنے ہوئے زوروں پر پہنچیں۔ اسی اثنا میں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک فوت ہوا جس کا حال

ہیں۔ اوپر ذکر کر چکا ہوں۔ اور مذکورہ بالا دونوں گروہوں میں سے ایک کسی مروانی شاہزادہ کے لیے مروان بن محمد کے علاوہ خلافت حاصل کرنے کو اٹھا۔ تو خراسان کے یمنی اور مضری عربوں میں بھی اس کارروائی کا اثر پہنچا۔ اور وہ بھی اوپر بیان کیے ہوئے سبب سے باہم اختلاف رکھنے لگے۔ نصر بن سیار نے ان کے آپس میں موافقت کرانے کی بڑی کوششیں کیں لیکن اس کی کوئی تدبیر نہ چلی تو آخر کار اس نے مجبور ہو کر ان کے وظائف بند کر دیئے۔ کچھ دنوں بعد جبکہ ایک دن نصر بن سیار مسجد میں خطبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے اٹھ کر اس سے اپنے وظائف کا مطالبہ کیا۔ اور نصر نے انہیں ڈانٹ کر کہا خبردار! جو تم نے سرکشی کی۔ دیکھو طاعت اور اتفاق کو ہاتھ سے نہ دو ورنہ برباد ہو گے نصر کی یہ بات لوگوں میں برانگیختگی پیدا ہونے کی باعث ہوئی۔ اور شورش کے آثار نمایاں ہو رہے تھے۔ اس پر نصر کو اور غصہ آیا۔ اور اس نے اہل عرب کو جمع کر کے ان کو سامنے ایسی پُر مغز تقریر کی جو سب لوگوں کے دلوں پر نقش ہو گئی۔ اور آج تک وہ اس کے الفاظ یاد کر کے انہیں دہراتے رہتے ہیں۔ نصر نے کہا "میں تم کو ہرگز وظائف نہیں دے سکتا مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم ایسے سیل بلا کی زد میں کھڑے ہو جو تم کو بربادی کے گڑھے میں جا ڈالے گی۔ اور تمہاری طبیعتیں فتنہ و شرارت کے جوش سے بھری ہیں۔ تم بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہو کر گلی کوچوں میں پڑے نظر آؤ گے۔ تمہاری عجیب حالت ہے۔ تمہاں کسی حاکم کو حکومت کرتے زیادہ دن گزرے۔ اور تم نے انقلاب کے لیے شور و شر مچایا۔ خراسان والو! یاد رکھو کہ تم جب تک متفق ہو اسی وقت تک دشمنوں کے گلے میں خاردار طوق بنے ہو۔ خبردار جو تم میں اختلاف ہوا۔ دو شخصوں کی مخالفت بھی تمہارے حق میں زہر ہو گی۔ نہ کہ دو حاکموں کی۔ تم فساد کا تخم بوتے ہو۔ خدا جانتا ہے کہ میں تم سے سخت عاجز ہوں۔ بیچارا زندگی کے دن پورے کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ورنہ تمہاری حالت کبھی قابل اطمینان نہیں دیکھی گئی۔ خدا سے ڈرو! ہوش کی دوا کرو! اور اپنی قوت نہ توڑو۔ ورنہ تم جانو اور تمہارا کام۔

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو اب آگے چاہے تم مانو نہ مانو

Marfat.com

کرمانی کو بھی یہ خبر ملی جس کو نصر نے پہلے کسی عہدہ سے معزول کر دیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ والوں سے مشورہ کر کے نصر کی مخالفت پر تل بیٹھا اور شہر مرو کے یمنی عربوں سے اپنے ساتھ مل جانے کی تحریک کرنے لگا۔ نصر بن سیّار کے ایک مقرب خاص نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ مضری قبائل کے عرب نصر پر ہمیشہ زور ڈالتے تھے۔ کہ وہ کرمانی کو گرفتار کر لے یا قتل کر ڈالے۔ مگر نصر اسباب کو مانتا نہ تھا۔ بارہا کہنے سننے سے اس نے یہی جواب دیا۔ کہ میں اس سے ناطہ داری کروں گا۔ اپنی لڑکیاں اس کے بیٹوں سے اور اس کی بیٹیاں اپنے لڑکوں سے بیاہ لوں گا۔ پھر بھی اس کے ہم قوم اصرار کرتے رہے تو اس نے کہا۔ اچھا میں کرمانی کو ایک لاکھ درم دوں گا۔ اور چونکہ وہ سخت کنجوس ہے۔ اپنے ساتھیوں کو اس میں سے کچھ نہ دیگا۔ لہذا وہ اُسے چھوڑ کر الگ ہو جائینگے۔ نصر کے ہم قوموں نے اسبات کو بھی پسند نہیں کیا۔ اور کہا "اس طرح وہ اور صاحب قوت ہو جائے گا۔ غرضیکہ بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد آخر میں لوگوں نے نصر سے کہا "سنئے صاحب! کرمانی وہ شخص ہے۔ کہ اگر حصول حکومت کے لئے عیسائی یا یہودی بننے کو کہا جائے۔ تو وہ اس میں بھی تامل نہ کرے گا" پھر تو نصر نے اپنے ساتھیوں کے اصرار سے تنگ آ کر کرمانی کو بلو بھیجا۔ قبیلہ ازد کے لوگ اُسے نصر کے پاس جانے سے روکنے لگے۔ مگر کرمانی چلا آیا۔ اور اُسے کسی طرح کا خوف و خطرہ نہ تھا۔ کرمانی نصر کے دربار میں آگیا۔ تو نصر نے اس سے سوال کیا "کیوں کرمانی؟ یوسف بن عمر کا خط تمہارے قتل کر دینے کے بارہ میں آیا تو میں نے یہ کہکر کہ صاحب! کیا کرتے ہو وہ خراسان کا فرزند اور یکتا شہسوار ہے" تمہاری جان نہیں بچائی؟"

کرمانی۔ "بیشک آپ سچ کہتے ہیں"

نصر۔ "اور کیا میں نے تمہارے ذمہ کا ندہ جرمانہ اور تاوان کی رقم خود ادا کر کے پھر سے لوگوں کے وظائف میں سے منہا نہیں لیا؟"

کرمانی۔ "یہ بھی بجا ہے"

نصر۔ "پھر میں نے تیرے فرزند علی کو تیری قوم کی ناراضی سے نہیں بچایا؟"

Marfat.com

کرمانی: "اس میں بھی آپ حق بجانب ہیں"

نصر: "پھر کیا وجہ ہے۔ کہ تم میرے ان سلوکوں کے معاوضہ میں فساد برپا کرنا اور میری حکومت کو برباد کرنا چاہتے ہو؟"

کرمانی: "امیر نے جتنی باتیں فرمائیں سب بجا اور درست ہیں مجھے معلوم ہے کہ آپ نے اس سے بھی بڑھکر میرے ساتھ سلوک کئے ہیں۔ اور میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں۔ اور اسد بن عبداللہ کے زمانہ میں جو کام میں نے کئے ہیں، وہ بھی آپکو ذہن سے اترے نہ ہوں گے۔ امیر! آپ خود غور فرمائیں۔ اور میری نسبت ایسا خیال دل میں نہ لائیں، میں ہرگز مفسد نہیں بننا چاہتا"

اس گفتگو کے بعد نصر نے کرمانی کو پکڑوا کر مرو کے مشہور قلعہ کہنہ دژ میں قید کر دیا۔ قبیلہ ازد کے لوگوں نے کرمانی کے بارہ میں نصر سے سفارش بھی کی لیکن اس نے صرف یہ کہکر ٹال دیا۔ "میں قسم کھا چکا ہوں۔ کہ اسے رہا نہ کروں گا۔ مگر میرا خیال اس سے برائی کرنے کا نہیں۔ ہاں تم کو اس بات کا خوف ہو تو اس کے ساتھ رہنے کے لئے کوئی آدمی منتخب کرو میں اسے کرمانی کے پاس رہنے کی اجازت دوں گا" ازد والوں نے یزید نحوی کو پیش کیا۔ اور وہ کرمانی کی رفاقت میں نظر بند کر دیا گیا۔ مگر کرمانی کی گرفتاری کا زمانہ دراز نہ ہو سکا۔ کیونکہ قبیلہ نسف کے کسی آدمی نے اس کے کنبہ والوں سے کرمانی کو رہائی دلانے کی ایسی تدبیر بتائی۔ کہ وہ بڑی آسانی کے ساتھ اسے قید سے نکال لائے۔ تدبیر یہ تھی کہ قلعہ میں جو نہر پانی کی جاتی تھی۔ اس کا دہانہ کشادہ کر دیا اور کرمانی کو دیوار کے بدر رو سے نکال لایا۔ کرمانی اس طرح بیڑیاں پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ نکلا۔ اور اب وہ نصر کا جانی دشمن بن گیا۔ نصر کو کرمانی کے زندہ رہنے دینے پر پشیمانی ہوئی لیکن بے وقت۔ اس کے بعد لوگوں نے بیچ بچاؤ کر کے دونوں کی مصالحت کرا دی۔ اور نصر نے اسے امان دلوا دی۔ دل تو نصر اس سے صاف نہ تھا لیکن ظاہر داری کے لئے اس سے اچھی طرح پیش آتا رہا۔ مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے آتا تو ہزار ڈیڑھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ اور مقصورہ ۔۔۔

Marfat.com

باہر نماز ادا کر کے پھر نصر کے سلام کو جاتا مگر بیٹھتا نہ تھا۔ کھڑے کھڑے صاحب سلامت کی۔ اور چلدیا۔ رفتہ رفتہ اُس نے نصر کے پاس جانا بھی بند کر دیا۔ اور علانیہ دشمنی پر تیار ہو گیا۔ یہ کیفیت دیکھکر نصر نے اُسے اپنے پاس بلوا بھیجا۔ اور سابقہ بدسلوکی کی معذرت کھائی لیکن کرمانی سیدھا نہ ہوا بلکہ وہ نصر کے لئے بلائے جان بن گیا۔"

ابو مسلم دوران گفتگو میں جاسوس کی جانب نہائت غور سے نگران تھا۔ وہ اس کے حرکات و سکنات کو تاڑ رہا تھا۔ گویا اُس کے دل کا حال دریافت کر رہا ہے۔ نصر کے کرمانی کو ڈھیل دیتے رہنے کا تذکرہ سنکر وہ دل ہی دل میں سخت پیچ و تاب کھاتا تھا۔ آخر جس وقت جاسوس نے یہ کہا کہ "اب کرمانی نصر کے لئے بلائے جان بن گیا ہے" تو ابو مسلم سے صبر نہ ہو سکا۔ اور اس نے اپنے آپ کو نصر کی جگہ تصور کر کے باواز بلند کہا "یہ کمبخت نصر کی کمزوری اور تذبذب کا نتیجہ ہے۔ کیوں نہ احمق نے اُسے قتل کر کے اپنی آفت ٹال دی۔ تاکہ اس بلا میں نہ پھنستا۔ خدا امام کی عمر دراز کرے۔ اور اُن کا اقبال بڑھائے۔ ان کی ہدائت نہائت قابل قدر ہے۔ ہم اس طرح کے ڈھیل ڈالنے سے بالکل بے پروا ہیں۔ "جس پر شک کرو اسے فوراً قتل کر دو" بس فرصت" یہ کہکر ہی دانت پیسنے لگا۔ اور خالد پر ابو مسلم کے جوش کا گہرا اثر پڑا۔ پھر ابو مسلم نے ... سے کہا "آگے کیا ہوا؟"

جاسوس "انجام یہ ہوا۔ کہ کرمانی کی مخالفت اور جماعت زور پکڑ گئی اور سال گزشتہ یا پیوستہ میں اُس نے نصر بن سیار سے جنگ آور ہو کر اُسے مرو سے نکال باہر کیا۔ پھر خود حاکم بن گیا۔ مگر اسی کے ساتھ کرمانی نے نصر کو حرث بن سریج کے پنجوں میں پھنسنے سے بچا دیا۔"

خالد۔ (قطع کلام کر کے) "ہاں۔ میں حرث بن سریج کو بخوبی جانتا ہوں۔ اس نے ممالک ترکستان میں خوب خوب کام کئے تھے۔ بڑا بہادر اور جری شخص تھا۔ نصر کے اور اس کے مابین کچھ مخالفت ضرور تھی چنانچہ نصر مخالفت کو بڑھتے دیکھکر راضی ہو گیا تھا۔ کہ کچھ معزز لوگ اُن کے مابین ثالثی فیصلہ کر دیں۔" (ابو مسلم کی طرف متوجہ ہو کر)

Marfat.com

"جناب! اسی حرث کا خیال تھا۔ کہ وہ سیاہ نشانوں والا ہے"۔ یہ کہہ کر ابو مسلم نے خالد کی طرف حیرت آمیز نظر ڈالی۔ اور جاسوس نے کہنا شروع کیا۔ "مگر نصر کو اس کی بات کا اعتبار نہیں آیا تھا چنانچہ نصر نے حرث بن سریح سے کہلا بھیجا۔ کہ اگر تو دمشق کی شہر پناہ میں بڈھا سکنے کا خیال رکھتا ہے۔ تو پانچسو آدمی ایکسو اونٹ اور حسب ضرورت روپیہ اور سامان جنگ لیکر بنی امیہ کی سلطنت پر حملہ آور ہو۔ اگر تو فی الواقع سیاہ نشانوں والا ہوگا۔ تو میں تیرا فرمانبردار ہوں۔ ورنہ تو خود بھی مرے گا۔ اور اپنے ساتھ اپنے سارے کنبہ کو لے ڈالے گا۔" حرث نے نصر کے اس پیام کا جواب یہ کہلا بھیجا "بیشک تمہارا کہنا درست ہے۔ مگر میرے ساتھی اسبات پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اور نہ انہوں نے اس کا معاہدہ کیا ہے"۔ نصر نے یہ سنکر پیام دیا "پھر جب وہ لوگ تیرے ہم خیال نہیں۔ تو خدا کے لئے بتیس ہزار ربیعہ اور یمنی کے قبائل کے آدمیوں کو ہلاکت میں نہ ڈال اور چپکا بیٹھ رہ"۔

ابو مسلم۔ (جاسوس کی بات کاٹ کر سر ہلاتے ہوئے) "ہاں! وہ سیاہ نشانوں کے مالکوں سے ڈرتے ہیں تو بہتر ہے۔ اب عنقریب انہیں ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑے گا کیونکہ سیاہ نشانوں کے مالک کسی حکم میں درنگ و تذبذب نہیں رکھتے اور مصائب سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ شک ہوتے ہی مشکوک شخص کو راہ فنا دکھا دیتے ہیں" اور خاموش رہا۔

جاسوس۔ (سلسلۂ کلام جاری رکھکر) "نصر کی باتیں حرث بن سریح کو اسکے ارادہ سے باز نہ رکھ سکیں۔ تو نصر نے چاہا کہ اُسے کرمانی سے لڑوا دے۔ اور یہ سوچکر اُسے پیام بھیجا "اچھا اگر تو اپنے قول میں صادق ہے۔ تو پہلے کرمانی سے نبٹ لے اور اگر تو اس کو قتل کر ڈالے گا۔ تو مجھے اپنا مطیع سمجھ"۔ حرث نے یہ بھی نہیں کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ حرث نے نصر کو اس قدر دبا لیا۔ کہ اس کی تعریف کے گیت شہر مرو کے بازاروں میں گائے جانے لگے۔ مسجدوں میں اس کا چرچا ہوا۔ اور خود نصر کے قصر حکومت کے دروازہ پر اس کی توصیف بیان ہونے لگی۔ حرث کے مداح لوگوں کو اس سے بیعت

Marfat.com

کرنے کی ترغیب دلا رہے تھے۔ لیکن جب اس بات کا زور حد سے بڑھ گیا۔ تو لوگ بگڑ چلے۔ اور فریقین میں جنگ ہو پڑی۔ نصر نے ضرورت کے لحاظ سے کرمانی کو اپنی مدد کا پیام دیا۔ کرمانی ایسا کب تھا جو اس کی بات مانتا۔ اب معرکہ کی صورت معجون مرکب کی ہو گئی۔ نصر، حرث، اور کرمانی تینوں میں سے ہر ایک دو باقی فریقوں سے لڑتا تھا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ نصر شہر مرو کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور کرمانی شہر پر قابض بن گیا۔ حرث نے کرمانی کو بازی لیجاتے دیکھا۔ تو پیام بھیجا کہ ہم دونوں باہمی مشورہ سے ملک پر حکومت کریں گے۔ اور مل کر رہیں گے۔ کرمانی اس بات پر راضی نہ ہوا۔ اور اب اس کی حرث سے معرکہ آرائی ہو پڑی حرث کو شکست ملی۔ وہ میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ اور اس کی قوت پراگندہ ہو گئی یمن کے قبائل سب کرمانی کے ساتھ مل گئے۔ اور نصر کے طرفدار مضری قبائل کو زیر بنا کر اس پر بیحد سختیاں کیں۔ اُن کے گھر کھود ڈالے۔ اور بکثرت لوگوں کو انتقام لینے کے طور پر قتل کر دیا حرث خود بھی مضری خاندان سے تھا۔

ابومسلم۔ "خیر۔ معلوم ہوا۔ کہ اس وقت کرمانی شہر پر قابض ہے۔ مگر نصر کہاں گیا؟"

جاسوس۔ "جی نہیں۔ کرمانی کبھی زیادہ دنوں تک شہر پر تسلط نہ رہ سکا۔ حرث کے قتل ہوتے ہی مضری قبائل کو پھر غیرت آئی۔ اور انہوں نے متفق ہو کر نصر کو اپنا سرغنا بنا لیا۔ خود نصر کے ساتھی اور حرث کے ہمراہی مضری عربوں کے ملجانے سے نصر کی جمعیت پھر زبردست ہو گئی۔ اور اس نے شہر کو کرمانی کے ہاتھوں سے واگزار کرا لیا۔ اور اب کرمانی شہر سے باہر کیمپ ڈالے پڑا ہے۔"

ابومسلم۔ "تو گویا کرمانی شہر کو محاصرہ میں لئے ہے؟"

جاسوس۔ "اور نہ اکیلا کرمانی۔"

ابومسلم۔ "پھر اس کے ساتھ اور کون ہے؟ شاید تو "شیبان" "خارجی" کا ذکر کرنا چاہتا ہے؟"

جاسوس۔ "ہاں جناب! اس کو آپ منحوس نہ تصور فرمائیے۔ وہ تنہا بھی

لوگوں کا سا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس لئے نصر جو مروان کا عامل ہے۔ اس کے حق میں وہ بھی سخت دشمن ہے۔ اور کرمانی کے ساتھ مل گیا ہے۔ کیونکہ خارجی لوگوں کے مروان کی خلافت کو صحیح نہ ماننے کے علاوہ شیبان یمنی عربوں سے نسبت رکھتا ہے۔ اور اس لئے وہ نصر کا مخالف اور کرمانی کا دست و بازو ہے"

خالد۔ (جاسوس کا قطع کلام کر کے ابو مسلم سے فارسی زبان میں) "امیر ذیجاہ! بخیال من اینہا از دعوت ما مخالفت نخواہند کرد، بایان چہ می خواہم؟ ہمیں کہ مروان را از خلافت دور بکنیم؟"

ابو مسلم۔ "ہرچہ باشد من اُنہا را از لذت تدبیر و کارروائی واقف می سازم و می نمائم کہ بچہ طور دشمناں را برہم زنمز" پھر جاسوس کی طرف متوجہ ہو کر "ہاں جی! تو اس وقت مرو کا شہر کرمانی اور شیبان خارجی دو شخصوں کے محاصرہ میں ہے؟"

جاسوس۔ "ہاں جناب! اور اُن میں بظاہر خوب دوستی ہے"

ابو مسلم۔ "تم نے دونوں کی فوجوں کی تعداد بھی معلوم کی؟"

جاسوس۔ "پوری طرح تو نہیں۔ لیکن یہ کہہ سکتا ہوں۔ کہ سات آٹھ ہزار سے زیادہ آدمی دونوں کے ساتھ نہ ہوں گے۔"

اس بات کو سُنکر ابو مسلم نے اس طرح پہلو بدلا۔ گویا وہ اٹھنا چاہتا ہے۔ اور جاسوس اس کی مراد سمجھکر کمرہ سے باہر نکل گیا۔ اور خلوت ہو جانے پر ابو مسلم نے خالد کو مخاطب بنا کے کہا "اب ہم کو تین دشمنوں سے مقابلہ کا سامان کرنا لازم ہے۔ کرمانی، شیبان، اور نصر۔"

خالد نے کچھ جواب نہیں دیا۔ اور ابو مسلم اُس کے قیافہ سے اس کی دلی حالت کا اندازہ کر کے بولا "معلوم ہوتا ہے۔ تم اپنی بے سرو سامانی کے لحاظ سے ان تین زبردست دشمنوں کا مقابلہ کرنا محال تصور کرتے ہو؟ خیر ٹھہرو تم دیکھ لوگے۔ کہ کس طرح دم زدن میں سینکڑوں اور ہزاروں آدمی تمہارے زیرِ نشان آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ ... کیا حالت ہے؟ دیکھنا تو" یہ کہکر اٹھا۔ اور خالد کو ساتھ لئے کھڑکی کے

نزدیک جا ٹھہرا صحنِ گلشن اور گرد و پیش کے منظر پر نگاہ ڈالنے سے ابو مسلم کو معلوم ہوگیا کہ آفتاب خوب تیزی کے ساتھ چمک رہا ہے۔ دھوپ نکھر کر نکلی ہے مطلع صاف ہے۔ اور پانی جلد جلد سوکھتا جاتا ہے۔ یہ حالت مشاہدہ کرکے ابو مسلم بہت مسرور ہوا۔ اور خالد سے کہنے لگا "اب تو ہم چاہیں آج ہی رات کو سفر شروع کردیں"

خالد "اگر امیر مناسب سمجھیں۔ تو آج کی رات یہیں بسر کرکے کل صبح کو روانہ ہوں۔ یہ بہتر ہوگا"

ابو مسلم "کیا مضائقہ ہے۔ یوں ہی سہی۔ مگر میری رائے میں یہ کام ابھی کر ڈالنا انسب ہے کہ بڑے نقیبوں کو بلوا کر انہیں اپنے ارادہ کی اطلاع دے دیں اور اُن سے مشورہ بھی کریں۔ تاکہ طریقہ عمل ابھی سے قرار پا جائے۔ اور مرو کے سامنے پہنچنے سے پہلے ہم اپنی کارروائی کا بڑا حصہ مکمل کرچکے ہوں کیونکہ اس وقت روپے اور آدمیوں دونوں کی سخت ضرورت ہے۔ گو مجھکو اس کا یقین ہے۔ کہ خراسان کے تمام دہقان دل سے ہماری مدد کریں گے۔ اور وہ اہلِ عرب کی طرح باہم پھوٹ نہیں رکھتے جس سے کام خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔ بلکہ وہ باتفاق تمام جملہ عرب والوں سے ان کی بدسلوکیوں کا انتقام لینے کو تیار ہیں"

خالد "آپ کی رائے سراسر بجا ہے۔ اس کے ساتھ میرا خیال ہے۔ کہ ہم یہیں سے دہقانوں کے ساتھ خط و کتابت آغاز کردیں۔ اُن سے کمک طلب کریں۔ اور اپنے یہاں سے اُٹھنے کے قبل داعیوں کو ملک میں پھیلا دیں۔ تاکہ ہم مرو کی طرف روانہ ہوں۔ تو راستہ ہی سے ہمارے پاس کمک آنے کا سلسلہ آغاز ہو جائے اور وہاں پہنچکر ہماری جمعیت انشاء اللہ مکمل ہو چکے"

ابو مسلم "نہیں اس جگہ سے کوئی کارروائی شروع کرنا ٹھیک نہیں۔ ہاں اگلی منزل پر قیام کرکے یہ سب تدبیریں عمل میں لاوں گا۔ یہاں سے چل کر ہمارا قیام سب قریب کے گاؤں میں ہوگا۔ اور اسی غرض سے وہاں بہت کم عرصہ ٹھہر کر پھر تم ٹھیک کو جائیں گے۔ اور اپنے مہربان سلیمان بن کثیر کے مہمان ہوں گے۔ کیونکہ ان کا قریہ بالکل

Marfat.com

شہر مرو کے سامنے واقع ہے۔"

خالد کو سلیمان بن کثیر کا نام سنتے ہی یاد آ گیا۔ کہ ابی مسلم کا دل اس شخص کی طرف سے صاف نہیں۔ کیونکہ اس نے ابی مسلم کی افسری ماننے سے انکار کیا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ وہ ہنوز ناتجربہ کار نوجوان ہے۔ اور میں عمر آزمودہ کار۔ لیکن دوسرے داعی نے جس کا نام ابوداؤد تھا۔ باقی لوگوں کو ابومسلم کے افسران لینے پر آمادہ کر لیا۔ اور سلیمان بن کثیر کو خاموش ہو رہنا پڑا۔ اسی وقت سے ابومسلم دل میں سلیمان کی طرف سے کھٹکتا اور ابوداؤد کی بہت کچھ قدر کرتا رہتا تھا۔ تاہم ابومسلم نے بظاہر سلیمان کی عزت و حرمت میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ کیونکہ سلیمان اہل بیت کی خیر خواہی میں اپنی عمر کا بڑا حصہ صرف کر چکا تھا۔ اور جب ابومسلم کا وجود بھی نہ تھا۔ اس وقت ابتدائے دعوت اسی کی تھی۔ اور بڑی بڑی آفتیں اس راستہ میں جھیل چکا تھا۔ بہر حال خالد کو بھی یہ واقعات یاد آ گئے۔ اور اس نے اس خوف سے کہ مبادا ابومسلم اس کے دل کا راز معلوم کر لے اوپر سے انجان بن کر جلد تر جواب دیدیا۔ "امیر والا جاہ! آپ کا خیال بہت مناسب ہے۔ اب ہم چلنے کی تیاریاں کریں۔ اور کل صبح یہاں سے نزدیک تر قریہ میں جا ٹھہرینگے جو میرے یاد میں "فنین" ہے۔"

ابومسلم "ہاں یہی یہی۔ اچھا اب نقیبوں سے کہلا بھیجو کہ صبح کو چلنے کے لئے تیار رہیں۔ اور ہاں! چلنے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ہم اپنے میزبان دہقان سے رخصت ہو لیں۔ اور اس سے کہدیں کہ وہ اپنے دوستوں یعنی مضافات مرو کے دہقانوں سے خط کتابت کر کے انہیں مال اور آدمیوں سے ہماری اعانت کا خیال دلائے۔"

خالد اس رائے کو پسند کرنے کا اشارہ کر کے چلا گیا۔ اور ابومسلم پھر تنہائی میں اپنے اہم کام کی تدبیریں سوچنے میں مصروف ہوا۔

Marfat.com

آٹھواں باب

رخصت اور نظارہ بازی

ہم اپنے جذبۂ دل کے اثر کو دیکھتے ہیں۔
لیکن وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدہر کو دیکھتی ہیں

گلنار ضحاک اور ریحانہ کے جانے کے بعد اپنے کمرہ میں تنہا رہ گئی تھی۔ دلی الجھنوں نے اس کی نیند اڑا دی۔ اور وہ اس تصور میں ڈوبی رہی۔ کہ ضحاک اس کا تحفہ لیکر ابی مسلم کے پاس گیا ہے۔ اور اپنی شیریں کلامی سے اس کا دل اس کی طرف پھیر دیا ہے جس وقت یہ دل خوش کن خیال آتا۔ اس وقت گلنار کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھتا۔ اور دل فرط مسرت سے اچھلنے لگتا۔ مگر آہ عاشقوں کی طبیعت میں جہاں امید کا حاسہ بڑھ جاتا ہے وہیں یاس و حرمان کا پہلو بھی غالب آجایا کرتا ہے۔ چنانچہ جب اسے ضحاک کی تدبیروں کی ناکامی کا خیال آتا تو اس کا دل ڈوب جاتا۔ اور ہاتھ پاؤں سنسنانے لگتے۔ غرضیکہ انہی متضاد خیالات کی رو میں باقی رات اس نے تڑپ تڑپ کر ختم کر دی۔ اور صبح کے قریب تھوڑی دیر کے لئے پلک جھپک بھی گئی۔ تو اس سے اور طبیعت میں گرانی پیدا ہو گئی۔ کیونکہ نیند پوری نہ ہونے پائی تھی۔ کہ دلی کاوش نے پھر اسے بیدار کر دیا۔ اور سر میں چکر ہاتھ پیروں میں ہڑکل۔ اور دل میں عجب طرح کی سوزش محسوس ہو چلی۔ وہ بستر ہی پر پڑی ہی کبھی سردی سے بچنے کے لئے لحاف میں منہ چھپا لیتی۔ اور گاہے اس طرح پڑے پڑے دم گھٹنے لگتا۔ تو لحاف کو سینہ تک نیچے کھسکا دیتی۔ تردداتت کا دل پر ہجوم تھا اور چہرہ مغموم لیٹے لیٹے ایک کروٹ دکھ گئی۔ تو دوسری بدلی۔ لیکن فائدہ کیا۔ بیتابی دل کو تو کم ہونے کو نہ آئی۔ "آہ۔ نہ تو ابا آتے ہیں۔ کہ علی بن کرمانی ہی کا دل دکھانے والا ذکر چھیڑیں۔ نہ ریحانہ ارسال مخالف کی خبر لائی ہے۔ اور نہ ضحاک تحفہ کی رسید اور

Marfat.com

یا کسی خبر لاتا ہے۔ ایک دل اور اس پر اتنی انتظار کی آفتوں کا ہجوم۔ اُف۔ کوئی آتا ہی نہیں۔ آج بات کیا ہے؟ کیا سب لوگ مجھے بھول ہی گئے؟ ہائے اللہ! میں کیا کروں۔ ہماری مہ جمال جان ناول "گلنار" اپنے دل سے یہ باتیں کر ہی رہی تھی۔ کہ یکایک کمرہ کا دروازہ کھلا۔ اور ریحانہ اندر آ کر اس کے بستر سے متصل فرش پر بیٹھ گئی۔ گلنار ریحانہ کو دیکھتے ہی مضطربانہ بستر پر سیدھی ہو بیٹھی۔ اور یہ دیکھ کے کہ ریحانہ کا چہرہ بشاش ہے۔ مسرور ہو کر بولی۔ "کیوں ریحانہ! کہو کیا کر آئیں؟"

بانو! وہ تحفہ بھیج دیا گیا ہے۔ اور کیا کہوں۔ کتنا خوشنما اور نادر ہے۔ بس دیکھ کر پھڑک ہی تو جائے گا۔" ریحانہ نے کہا۔

گلنار۔ "تو کیا ضحاک واپس بھی آ گیا؟"

ریحانہ۔ "نہیں حضور وہ ابھی وہیں ہے۔ کیا آپ کھانا نہ نوش فرمائینگی؟"

گلنار۔ "نہیں کچھ جی نہیں چاہتا۔ اور کھانے کا ذکر کیوں چھیڑ دیا۔ پہلے اپنی کارگزاری کا تو مفصل حال سنایا ہوتا۔"

ریحانہ۔ "بیوی! سب اچھا ہوگا۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ مگر۔"

گلنار۔ (پریشان ہو کر) "یہ تم چبا چبا کر کیوں باتیں کرتی ہو؟ مگر کیا؟"

ریحانہ۔ "مگر یہ کہ اس وقت میں آپ کے والد کا ایک حکم پا کر یہاں حاضر ہوئی ہوں۔" یہ سننا تھا۔ کہ گلنار کا خون جگر کھا گیا۔ خوف و تردد سے چہرے کا رنگ متغیر ہو چلا۔ دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اور اس نے بے چین ہو کر دریافت کیا۔ "کیا حکم؟"

ریحانہ۔ (تسلی دیتے ہوئے) "بانو! گھبراتی کیوں ہو۔ میں اپنے امکان تک آپ کی خلاف مرضی کوئی کام نہیں کرنا چاہتی۔ جناب کے قبلہ گاہی نے اس وقت مجھے بلوایا تھا۔ میں گئی تو انگلی دکھا کر جس میں بیش قیمت فیروزہ کی انگشتری تھی مجھے ہدایا کی۔ اور فرمایا کہ "میں جانتا ہوں۔ تو گلنار کی نہایت منہ لگی سہیلی ہے۔" اور پھر ایک رازکی بات کہی جو یہ تھی۔ کہ پہلے آپ سے محبت رکھئے اور آپ کی بہتری چاہنے

کا یقین دلا کر آپ کے علی بن کرمانی کے نکاح میں آنے سے ناخوش ہونے پر حیرت ظاہر کی اور مجھ سے کہا کہ تو گلنار کو سمجھا کر کہدے کہ کرمانی بڑا معزز امیر ہے۔ اور ایسا ہی ویسا ہے۔"

گلنار۔ (بات کاٹ کر) "مگر تو نے کیا جواب دیا؟"

ریحانہ۔ "اے لو بی بی! میں کیا کہتی پہلے تو میں نے ان کی رائے کی بڑی تعریف کی۔ اور اس کے سوا چارہ کیا تھا۔ پھر جب ان کو اپنی طرف متوجہ پایا تو عرض کیا۔ مگر آپ بانو کو کرمانی کے گھر بھیجنے کی جلدی کیوں فرماتے ہیں۔ اگر وہ آج ناخوش ہیں۔ اور اس بات کو نہیں مانتیں تو کل ممکن ہے۔ کہ خود بخود مان جائیں۔ لہذا آپ چندروز صبر کریں۔ ان کو اس عرصہ میں سمجھا کے راہ راست پر لے آؤں گی" بانو! میں نے ان سے یہ مہلت اس لئے مانگی ہے۔ کہ ہم اپنے مہمان کا رنگ ڈھنگ بھی دیکھ لیں" اور ہنسنے لگی۔ تاکہ گلنار بھی مسرور ہو کر مسکرائے۔ اور اس کا بار الم ہلکا ہو جائے۔ گلنار کے لبوں پر تبسم نمایاں ہوا۔ لیکن رنج وغم نے اسے بہت جلد ناپدید کر دیا۔ تاہم اس نے ریحانہ کی رائے پر اظہار پسندیدگی کیا۔ اور ریحانہ سلسلۂ کلام کو جاری رکھکر کہنے لگی "میں نے آقائے نعمت سے ہمخیال بننے میں یہ نفع تصور کیا ہے۔ کہ شائد اس طرح میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں۔ ورنہ وہ مختار ہیں۔ اگر اسی وقت آپ کو کرمانی کے گھر جانے کا حکم دیں تو آپ کیا کر سکتی ہیں؟"

گلنار۔ (سخت رقت انگیز لہجہ میں) "آہ۔ جاؤں گی لیکن"

ریحانہ۔ "ہاں۔ ہاں۔ میں جانتی ہوں۔ آپ دل سے نہ جائیں گی۔ مگر یہ بھی تو نہ ہو سکے گا۔ کہ باپ کی عدول حکمی کریں۔ اور مانا کہ آپ اتنی شوخ دیدہ بن جائیں۔ تو کیا وہ زبردستی نہیں کر سکتے؟"

گلنار چپ رہ گئی۔ اور اس نے دوبارہ ضحاک کی نسبت کچھ دریافت کرنا چاہا تو اس امر میں بھی شرم نے اس کی زبان پکڑ لی۔ اور ریحانہ سے اس کی یہ حالت مخفی نہ رہ سکی چنانچہ اس نے ہنسکر کہا۔ "اچھا اب دسترخوان پر چل کے کچھ تناول کر لیجے

Marfat.com

تو پھر جو کچھ کرنا ہے وہ کر میں گُزرؓ"

گلنار طوعاً و کرہاً اُٹھی۔ ریحانہ نے منہ ہاتھ دھُلا کر لباس تبدیل کرایا۔ خوشبو سے اُس کے کپڑے بسائے۔ پھر بالوں کو آراستہ کر کے گوندھا۔ گلنار اس اثنا میں بالکل بُت بنی بیٹھی رہی۔ وہ نہیں معلوم کن خیالات کے دریا میں غوطے کھا رہی تھی۔ اور ریحانہ اس کو بنا سنوار کے فارغ ہو گئی۔ تو آئینہ اس کے سامنے لا رکھا۔ اور کہا۔ "ذرا اپنا مکھڑا تو دیکھیے اور لونڈی کی آنکھوں میں خاک فرمائیے۔"

گلنار۔ (آئینہ کی طرف سے منہ پھیر کر) "جا بھی! مجھکو کیوں دھوکا دیتی ہے۔ ریحانہ! اگر میں خوبصورت ہوتی تو یہ روز بد دیکھنا کیوں نصیب ہوتا؟" یہ کہکر رنج والم سے گلوگرفتہ ہو کر رہ گئی۔"

ریحانہ۔ بانو! آپ ایسی ناامید کیوں ہوئی جاتی ہیں۔ ذرا دل کو ڈھارس دیجئے۔ اور چلئے کھانے کے کمرہ میں تشریف لے چلئے۔" یہ کہکر گلنار کا بازو تھام لیا اور اُسے لیکر روانہ ہوئی۔ راستہ میں گلنار کی نگاہیں ضحاک کو تلاش کرنے میں مصروف تھیں۔ کہ پھر ریحانہ کی یہ بات گوش زد ہوئی۔ "دیکھیے آقائے نعمت آپکی روبرو کرمانی کا کچھ ذکر فرمائیں تو آپ انکار نہ کیجئے گا۔ آیا خیال شریف میں؟"

گلنار نے ہاں کہنے کے طور پر ہلا دیا۔ اور اب یہ دونوں برآمدہ سے گزر کے کھانے کے کمرہ میں پہنچ گئیں۔ کمرہ میں دسترخوان پر نعمت ہائے گوناگون چنی ہوئی تھیں مگر آدمی کوئی نہ تھا۔ گلنار ایک گوشہ پر جا بیٹھی۔ وہ اس وقت بالکل ساکت اور کسی کی آمد کے لیئے گوش برآواز تھی۔ ریحانہ گلنار کے حرکات وسکنات کو بغور تاڑتی جاتی۔ اور اس کا دھیان بات نبٹنے کی فکر کر رہی تھی۔ یکایک اُس نے ایک خوشنما سیب اٹھا کر گلنار کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھایا۔ "واہ۔ اس کا رنگ بانو کے رخسار نازک سے کتنا مشابہ ہے۔" گلنار کو سیب کی تلاش تھی اور لا پرواہی کے ساتھ اس کا کچھ حصہ دانتوں سے کاٹ کر چبانا چاہتی ہی تھی، کہ دروازہ کھٹکانے کی صدا کانوں میں پڑی۔ اور وہ جوں کی توں ساکت سیب لیے ہی بیٹھی رہ گئی۔ ریحانہ نے جھٹ پٹ دروازہ کھول دیا۔ اور ضحاک کی ہنسی کی

صدا سنائی دی۔ جس نے گلنار کے رخساروں کو فرطِ مسرت سے آتشیں رنگ بنا دیا۔ قریب تھا۔ کہ جوشِ طرب سے اس کی رال ٹپک نکلے لیکن اس نے خودداری سے کام لیا۔ اور سیب کا ٹکڑا چبانے میں مشغول ہوگئی۔ اس نے دیکھا کہ ضحاک معتوب نا کردہ میں آرہا ہے۔ اور ریحانہ پہلے ہی یہ سوال کر بیٹھی "ارے کیا خبر لایا ہے؟"

ضحاک جواب دینے کی جگہ ہنسنے اور احمقانہ حرکتیں کرنے میں مصروف رہا اور ریحانہ نے ڈانٹ کر کہا "ہش۔ یہ تو پاگل کیوں ہوا جاتا ہے۔ ہوش درست کر اور جلد بتا کیا کر آیا ہے؟"

ضحاک۔ (قہقہہ لگا کر) "قہ۔ قہ۔ قہ۔ ارے ہنس تو لینے دے میں اس وقت خوشی سے مست ہوں۔"

گلنار کا چہرہ چمکنے لگا۔ اور آنکھوں سے بشاشت کی شعاعیں پھوٹ نکلیں۔ اس نے ضحاک پر اس انداز سے نظر ڈالی۔ گویا وہ اس سے اس کی کارگزاری کا سوال کر رہی ہے اور ضحاک نے گلنار کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "بانو! مبارک ہمارے خراسانی یار کے دل میں آپ کی سنت سو گئی۔ اُہنہ اُہنہ کھنکار کر چپ ہو گیا۔

گلنار بے اختیار ہنس پڑی۔ مگر پھر وہ چونک کے سنبھل بیٹھی اور کسی قدر خفیف ہو کر کہنے لگی۔ "ہم نے تجھے تکلیف دی۔ مگر یاد رکھ کہ اس کا معقول معاوضہ ملے گا۔ اچھا اپنا ماجرا بیان کر۔"

ضحاک۔ (دا ہنے بائیں دیکھ کر جیسے کسی کے سن لینے کا خوف ہے) "میں حضور کا تحفہ لیکر امیر ابی مسلم کے پاس گیا۔ انہوں نے اُسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔ اور جیسے وہ میری ملاقات کے منتظر ہی تھے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے یار خالد بن برمک کو بھی ہٹا کر بالکل خلوت کر لی۔ اور پھر مجھ سے آپ کے حالات بشوق تمام دریافت کرنے لگے۔ میں خوشی سے باغ باغ ہو رہا تھا۔"

ضحاک کی اُمید افزا تقریر سن کر گلنار کا دل جوشِ انبساط سے جلد جلد دھڑکنے لگا۔ اور قریب تھا کہ وہ خودداری کو ہاتھ سے دیکر بالکل بے تکلف ناچنے لگتی۔ لیکن اس خیال

Marfat.com

تھے کہ ایک خادم اس کے روبرو ہے اسے سنبھال لیا۔ اور اس نے ریحانہ کی طرف ایسی نگاہ سے دیکھا جس میں ضحاک سے بوضاحت دریافت حالات کی ہدایت پائی جاتی تھی۔

ریحانہ۔ (ضحاک سے) "ہاں تو اس نے تم سے کیا کہا؟ کیا تم نے اُسے بانو کی جانب مائل بھی پایا؟"

ضحاک۔ (ریحانہ سے) "میں نے عرض تو کیا کہ بانو سے کئی حصہ بڑھکر وہ ان کا ولدادہ ہے۔ میں تو اس کی خوش مذاقی پر حیرت سے مبہوت ہو گیا ہوں۔ اللہ۔ اللہ!! ابو مسلم نے اس حسن بےمثال کی کتنی معقول قدر کی ہے؟" یہ کہکر زمین کی طرف سر جھکا کے دیکھنے لگا۔ گویا وہ شرما گیا ہے۔ اور گلنار پر بھی حیا غالب آگئی۔ تاہم ضحاک کی خدمتگزاری کا لحاظ کر کے اس نے اس کی یہ جسارت معاف کر دی۔ اور خاموش بیٹھی رہی

ریحانہ۔ "ارے! اب اشارے کنائے تو بند کر اور صاف صاف حال کہہ۔ ہاں! ابو مسلم نے تجھ سے کیا کہا؟"

ضحاک۔ (چبا چبا کر باتیں کرتے ہوئے) "مجھ سے کہا۔ مجھ سے کہا۔ میں اس کی باتیں جوں کی توں تو کہنا نہیں چاہتا۔ مگر اتنا ضرور سمجھ گیا ہوں کہ اُسے بانو کی شراب الفت نے سرشار بنا دیا ہے۔ اور گل کی محبت میں اس نے بخوف افشائے راز اپنی حالت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ وہ آقائے نعمت دہقان پر اس بات کو ظاہر کرنے سے ڈرتا ہے۔ اور اس میں ایک ایسا راز ہے جس نے میری جان بلا میں ڈال دی۔"

ریحانہ۔ "آخر وہ راز ہم بھی تو سنیں؟"

ضحاک خاموش رہ گیا۔ اور تیوری چڑھا کر دروازہ کی طرف پھرا گویا۔ وہ اپنی ہمدبازی پر نادم ہے۔ اور اس بات کو غلطی سے کہ گیا ہے۔ اور ریحانہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر یہ کہنے لگی۔ "یہ کیا؟ تو چلا کہاں؟ کیا تجھ سے اپنی خدمتگزاری پر ندامت ہونے لگی۔ یہ بات کیا ہے؟"

ضحاک یہ سنکر اپنا عمامہ سنبھالنے لگا۔ اس نے اپنا منہ گلنار کی طرف کر لیا۔ اور

کہ اس کا بازو اس کے اور ریحانہ کے چہرہ کے مابین حائل ہو گیا۔ اور اس نے گلنار سے پلک مار کر اور اپنے نچلے ہونٹ کو دبا کر اشارہ کیا۔ گلنار سمجھ گئی۔ کہ ضحاک یہ راز ریحانہ کے روبرو کہنا نہیں چاہتا۔ اس لئے وہ بول پڑی "ریحانہ باخبر جانے بھی دو میں اس سے یہ راز الگ ہو کر دریافت کر لوں گی"

ریحانہ اپنی جگہ جا بیٹھی اور کچھ عرصہ تک سب پر سکوت طاری رہا جس سے ریحانہ سمجھ گئی۔ کہ میرا یہاں سے نکل جانا بہتر ہوگا۔ اس لئے وہ اٹھ کر کمرہ سے باہر چلی گئی۔ اور گلنار نے تنہائی میں ضحاک سے باشارہ چشم کہا۔ "ہاں اب کہو کیا کہنے تھے؟"

ضحاک۔ (دروازہ کی طرف غور سے دیکھ کر اور ریحانہ کے چلے جانے کا اطمینان کر کے) "بانو! میں وہ راز عرض تو کروں مگر پہلے آپ اس بات کا قول دیں۔ کہ اس کا اظہار کسی پر نہ فرمائیں گی۔ کہیئے آپ وعدہ کرتی ہیں؟"

گلنار۔ (اشتیاق سے متوجہ ہو کر) "ہاں میں وعدہ کرتی ہوں بیان کرو"

ضحاک۔ "بانو وہ آپ سے بہت محبت رکھتا ہے۔ لیکن اس نے اپنے دل میں یہ عہد بھی کر لیا ہے۔ کہ جب تک اپنی مہم سے کامیاب ہو کر اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کر کے فراغت نہ پا جائے۔ اس وقت تک عورتوں کے پاس جانا بلکہ کسی نکاح کرنا اپنے اوپر حرام سمجھیگا۔ آیا آپ کی سمجھ میں آیا؟"

گلنار۔ (اس بات کے گول مول ہونے کے باعث پوری طرح نہ سمجھ سکنے سے سر جھکا کر) "اے شخص! صاف صاف بات کہہ۔ ورنہ کوئی اس طرح کیونکر سمجھ سکتا ہے"

ضحاک۔ "بانو! آپ کو معلوم ہے۔ کہ ابومسلم جس دعوت کو لے کر اٹھا ہے وہ ایک نئی چیز ہے۔ اور اس کے دشمنوں کا جتھا زبردست ہے۔ جن میں سب سے بڑے دشمن کرمانی۔ اور نصر بن سیار ہیں۔ اس لئے جب تک وہ ان دونوں کو قتل کر لے گا اس وقت تک اسے کامیابی کی شکل نظر آنا محال ہے۔ اور میں نے اس کو یہ خبر دی کہ کرمانی نے آپ کی اپنے فرزند کے لئے طلبگاری کی ہے۔ تو وہ بہت ہی خوش ہوا۔ یہ کہہ کر اپنی ٹھوڑی کھجانے لگا۔ اور ہنس پڑا۔

گلنار سر جھکا کر غور کرنے کے بعد دل میں اس تناقض سے سخت حیرت زدہ بن گئی کہ ابومسلم مجھ سے محبت بھی رکھتا ہے۔ اور میری دوسری جگہ شادی ہونے کا ذکر سن کر خوش بھی ہوتا ہے۔ ضحاک کی طرف ایسی نظروں سے دیکھنے لگی۔ کہ اُسے گلنار کے اضطراب اور ناسمجھی کے سوال کا ادراک ہو گیا۔ اور اس نے پھر کہا۔ "اُسے کچھ اس بات کی خوشی نہیں۔ کہ آپ کرمانی کے گھر بیاہی جاتی ہیں۔ توبہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ بلکہ اُن کی مسرت کا باعث یہ ہے۔ کہ آپ ابومسلم کی محبت دل میں لیکر اس کے یہاں جا رہی ہیں۔ اور چاہتی ہیں۔ کہ ابومسلم کو مدد پہنچا کر اس کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیں۔"

اب گلنار کے سمجھ میں آ گیا۔ کہ ابومسلم اس سے کیا چاہتا ہے۔ ہاں وہ خواہشمند ہے کہ گلنار کرمانی کے گھر میں رہکر ابومسلم کی مدد کرے۔ کیا مدد؟ یہی کہ کرمانی۔ اور اس کے بیٹے کو قتل کر دے۔ اور نصر بن سیار کو بھی اسی زمرہ میں لے لے۔ اُف۔ یہ بڑی سخت بات ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ گلنار کا پاک دل اپنے جائز شوہر اور خسر کو قتل کرنے پر راضی ہو۔ وہ قتل کے نام سے بھی کانپ اٹھتی ہے۔ کجا یہ کہ خود قاتل بنے نہیں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ ان اسباب سے حیرت و تردد نے گلنار کی زبان بند کر دی۔ اس کا دل بار علم سے دب گیا۔ اور وہ ضحاک سے اپنی سمجھی ہوئی بات کا اظہار نہ کر سکی مصیبت یہ تھی۔ کہ اس کا دل دو باتوں کی کشمکش میں پڑ گیا تھا۔ یا یہ کہ ابومسلم کو ہاتھ میں لانے کیواسطے اپنے شرعی خاوند کو قتل کرے۔ اور ایسی قبیح حرکت کی مرتکب بننے میں تامل نہ کرے اور یا ابومسلم سے ہاتھ دھوئے اور اپنے خاوند ہی کو خواہ وہ اچھا ہے۔ یا بُرا اپنا سرتاج بنائے۔ اور خواہ مخواہ دل کو اس کی اطاعت پر مائل رکھے۔ دیر تک گلنار کا دل اسی فکر میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کی عقل بیکار ہو چلی سر چکرانے لگا۔ اور دم خفا ہو چلا اور وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ ضحاک اس کی ہر ایک حرکت پر نظر کر رہا تھا۔ اور تمام اس کے رازوں کو معلوم کرتا جاتا تھا۔ اسے توقع تھی۔ کہ گلنار کوئی جواب دیگی لیکن اس نے اُسے اٹھتے دیکھا۔ تو وہ سمجھ گیا۔ کہ اس کی عقل ٹھکانے نہیں۔ اور اس وقت یہ کوئی جواب نہیں دے سکتی۔ چنانچہ اس نے کہا۔ "بانو! اس میں گھبرانے اور جلدی کرنے سے کچھ کام

نہ بنے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ اور سوچ سمجھ کر قابل تسلی اور قطعی جواب دیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ابو مسلم کی خواہش پورے کے پورے ہیں۔ مگر یہ بھی مد نظر رہے۔ کہ اس کے ملنے کی کوئی راہ ہے تو یہی۔ کیونکہ وہ اپنی رائے کا بڑا پکا اور اپنی ہٹ کا پورا شخص ہے"

گلنار۔ (ابو مسلم کی خواہش صاف لفظوں میں سننے کے خیال سے) "میں ابتک تیرا مطلب بخوبی نہیں سمجھی۔ تو اس کی گفتگو مجھے حرف بحرف کیوں نہیں سُناتا؟"

ضحاک۔ "بانو! وقت کم ہے۔ اور بیان طویل۔ مگر سننے میں اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔ (ٹھوڑی کھُجلاتے ہوئے) ابو مسلم نے اپنے دل میں طے کر لیا ہے کہ جب تک اس جنگ سے فراغت نہ کرے گا۔ وہ کوئی شادی نہ کرے گا۔ آپ سے اس کو محبت ضرور ہے۔ اور جنگ کی کامیابی کے دو پہلو ہیں۔ ہر صورت میں اُسے کرمانی اور نصر بن سیار کو مغلوب بنانا لازم ہے۔ اور ان پر غالب آنے کیواسطے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ اُس کے قبضہ میں آجائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ انہیں قتل کرا دینے کی ضرورت پڑے۔ آخری صورت میں جبکہ آپ ان میں سے کسی ایک کے گھر میں ہونگی تو آپ کو اس کے قتل میں ابو مسلم کی مدد کرنی چاہیئے۔ ورنہ آپ جانیں۔ اور آپ کا کام اب آپ اچھی طرح سوچ کر اس کا جواب دیں۔" گلنار یہ سنتے ہی بالکل کھو گئی۔ فوراً کیا کچھ دیر میں بھی بلا کسی رازدار کی مشورت کے اُس نے اس بات کا جواب بن آنا مشکل تھا۔ اس لئے وہ خیال کرنے لگی۔ کہ گو رازداری کا وعدہ کر لیا ہے تاہم ریحانہ کی صلاح بغیر اس کا جواب نہ دے۔ اور اس لئے اُسنے ضحاک کو رخصت کر دیا۔ اور خود اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ تاکہ تنہائی میں خیالات کو مجتمع کر کے پھر آکر مسئلہ پر غور کرے لیکن چونکہ بغیر کسی مشیر کار کے وہ تنہا اس امر کا کچھ فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے کمرہ میں جاکر اس کا دروازہ صرف بند کر لیا۔ کنڈی نہیں لگائی۔ اور بستر پر لیٹ کر ریحانہ کی راہ دیکھنے لگی۔ تاکہ وہ آجائے تو اس سے کوئی صلاح دریافت کرے۔ گلنار انہی خیالات کی اُدھیڑ بُن میں دیر تک تنہا پڑی رہی۔ تو راتند کی بیخوابی نے اُسے سُلا دیا۔ ریحانہ آئی بھی۔ اور اُسے آرام میں پا کر پھر واپس گئی۔ ریحانہ کے دل میں

Marfat.com

دریافت راز کی الجھن ہو رہی تھی۔ اور وہ جانتی تھی۔ کہ گلنار ہا تو اُس سے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھتی۔ اس لئے وہ ضرور اپنا بھید مجھ سے کہدیگی۔

گلنار غروب آفتاب تک پڑی سوتی رہی۔ اور شام ہوتے وقت خادموں کا غل و شور سن کر اس کی آنکھ کھلی تو اُس نے دیکھا۔ کہ ریحانہ اس کے پلنگ کے پاس استادہ ہے۔ گلنار نے آنکھیں مل کر چاروں طرف نگاہ کی۔ اور یہ دیکھکر کہ شام ہو رہی ہے ریحانہ کو بولی "تو کہاں چلی گئی تھی؟ تو نے اس قدر دیر لگائی کہ میں انتظار کرتے کرتے سو گئی"۔

"میں نے اس خیال سے کہ آپ راز کی باتیں سننا چاہتی ہیں۔ چلا جانا مناسب سمجھا۔ اور پھر جو آکے دیکھا تو آپ استراحت فرما رہی تھیں" ریحانہ نے جواب دیا۔ اور گلنار اس اثنا میں باہر سے کچھ غل و شور کی آوازیں [illegible] دریافت کرنے لگی "یہ کیا شور سنائی دیتا ہے؟"

ریحانہ "[illegible] لوگ آقائے نعمت سے ملنے آئے ہیں۔ اور سب دیوان خانہ میں بیٹھے ہیں۔ انہیں کی وجہ سے یہ [illegible] خادموں کی [illegible] سنائی دیتی ہیں"

گلنار "کیوں آئے ہیں؟ اور کیا کرتے ہیں؟"

ریحانہ "کل صبح اُن کی تیاری سفر ہے۔ اس لئے شاید رخصت ہونے آئے ہونگے"

یہ سننا تھا۔ کہ گلنار تیزی سے اٹھکر آئینہ کے روبرو جا پہنچی۔ اور بناؤ سنگار میں مصروف ہوئی اُس نے ریحانہ کی مدد کا بھی انتظار نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ ریحانہ خود ہی بڑھی۔ اور جلد جلد اس کے بالوں میں کنگھی کر کے انہیں سنوارا پھر عطردان اٹھا لائی۔ اور سرا جوڑا آسمانی رنگ کے ریشمی [illegible] کا نکال کر اسے پہنایا۔ اور عطر و تیل سے اُسے سر تا پا بسا دیا۔ گلنار نے کپڑوں پر ایک شالی چادر اوڑھلی جس پر ریشم کا کام بنا تھا۔ وہ محبت کے اثر سے کانپی جاتی تھی۔ اور [illegible] ظاہر کر رہی تھی۔ ریحانہ نے بیش قیمت ریشمی کپڑے کی فرد [illegible] جس سے گلنار کے لباس کا [illegible] ساحت۔ ڈھانپ لیا۔ اور پھر دونوں اپنے [illegible] سے چل کر ریشت کی [illegible] سے زنان خانہ میں داخل ہوئیں۔ ریحانہ دیوان خانہ [illegible] جاتے [illegible] تک گئی۔ اور گلنار آگے بڑھ کر اس طرح استادہ ہوئی۔ کہ وہ سب کو [illegible] پر [illegible] نگاہ [illegible] اس نے دیکھا کہ اس کا باپ مسعود [illegible]

ایک زرکار مسند پر بیٹھا ہے۔ اور اس کے سامنے چاندی کا چنگیر دان رکھا ہے جس میں مُشک کی گولیاں پڑی ہیں۔ اور وہ انگلیوں سے ان گولیوں کو مل کر شغل کر رہا ہے۔ تمام دیوان خانہ مُشک کی خوشبو سے معطر ہو رہا تھا۔ اور دہقان کے بالمقابل ہی دوسری مسند پر ابومسلم کی نشست تھی۔ اس وقت ابومسلم نے لباس سفر اتار ڈالا تھا۔ اور بجائے اس کے سر پر سیاہ ریشمی کپڑے کی بلند ٹوپی تھی۔ اور دیگر کپڑوں پر سیاہ ریشم کی قبا اوڑھے تھا۔ گلنار کو ابومسلم کا لباس دیکھکر یاد آگیا۔ کہ گزشتہ شب میں اس نے ابومسلم کی بانی اس دعوت کے حامیوں کا سیاہ لباس پہننا ان کی خاص علامت معلوم کی ہے۔ ابومسلم کے برابر ہی دوسری مسند پر خالد بن برمک بیٹھا تھا۔ اور دیگر ہمراہی کچھ بیٹھے تھے۔ اور کچھ موقف استادہ۔ گلنار کچھ دیر تک اسی اوٹ میں کھڑی رہی لیکن اس کی مضطربانہ حالت اور اس کے لمبے لمبے سانس اُسے چھپا نہ سکے۔ آخر اس کے باپ کو معلوم ہوگیا۔ کہ گلنار آگئی ہے۔ اور اس نے اشارہ سے گلنار کو ایک ستون کے بغل میں بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ وہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئی لیکن اس وقت اس کی نگاہیں بالکل ابی مسلم کے چہرہ پر گڑی پڑی تھیں۔ اور وہ بیتابی کے ساتھ ابومسلم کی ہر ایک جنبش کو تاڑ رہی تھی۔ تاکہ ضحاک کی زبانی اس کا پیام محبت سننے کے بعد اب بچشم خود بھی اس کی حالت کا اندازہ کرے۔

گلنار ہمہ تن چشم بنی بیٹھی ہی تھی۔ کہ یکایک ابومسلم نے اس کی جانب نگاہ ڈالی اور گلنار کا غنچہ خاطر اسی ایک نظر کے فیض سے شگفتہ ہوگیا۔ اسی اثناء میں وہاں باتیں شروع ہوگئیں۔ اور گلنار کے باپ نے ابومسلم سے کہا۔ "آپ لوگ بہت جلد روانگی پر آمادہ ہوگئے۔ شائد ہماری مہمانداری پسند خاطر نہیں آئی۔"

ابومسلم "نہیں جناب! آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ ہم تو آپ کی مہمان نوازی کو فراموش نہیں کر سکتے۔ اور ہماری آرزو رہتی ہے۔ کہ دیگر دہقان لوگ بھی آپ ہی کی طرح ہم پر مہربان ہوں"

دہقان "یہ کہنے میں کچھ بھی تامل نہیں کرتا۔ کہ ہمارے تمام مذہب کے

دہقان بھائی آپ کے ساتھ ہر طرح اچھا سلوک کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ کیونکہ آپ لوگ ایسی حکومت قائم کرنے کے درپے ہیں، جو اہل خراسان کے رسوخ و اقتدار کو ترقی دے گی۔ اور ہمارے دل سے اہل عرب کی مخالمانہ حکومت کا اثر دور کر سکے گی۔ آہ عربوں کے اس ملک کو فتح کرنے سے قبل اور ان کی حکومت کے ابتدائی دور میں تمام صفوف حکومت ہمارے ہی ہاتھوں میں تھی۔ مگر بعد میں رفتہ رفتہ اہل عرب یہ باتیں ہم سے چھینتے گئے یہاں تک کہ اب وہ ہم پر ہر طرح دباؤ ڈالتے ہیں۔ اور آئے دن ہم سے نئے نئے ٹیکس وصول کرتے رہتے ہیں۔"

ابومسلم ۔"میں سمجھتا ہوں۔ کہ اسی سبب سے دہقانوں کا بیشتر حصہ اپنے قدیم مذہب آتش پرستی کا پابند چلا آتا ہے؟"

دہقان ۔"اور نہیں تو کیا؟ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اموی حکومت کا ظالمانہ برتاؤ نہ ہوتا۔ تو ایک کثیر گروہ مشرف باسلام ہونے کو تیار تھا۔ مگر اس جور و ظلم نے ان کو قبول اسلام سے باز رکھا۔ تاہم اگر اب بھی حکام ان سے مہربانی پیش آئیں تو شاذ ہی کوئی دہقان ایسا نکلے جو بصدق دل اسلام نہ لائے۔ ورنہ سب مسلمان ہو جائیں گے۔ اور آپ چاہیں تو میں اس کی ذمہ داری کر سکتا ہوں۔"

خالد ۔"جناب! اس وقت تو آپ کی اتنی ہی عنایت بہت ہے۔ کہ اپنے قرب و جوار کے اور دوست دہقانوں کو ہماری دعوت کا ہم خیال بنانے میں کوشش فرمائیے۔ اور انہیں ہم سے نیک سلوک کرنے کی ہدایت کیجئے۔ اس کام پر آپ اپنے ہی معتمد آدمیوں کو مامور کر دیں۔ تو زیادہ مناسب ہے۔"

جس وقت خالد دہقان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس وقت ابومسلم کن انکھیوں سے گلنار کی طرف دیکھتا جاتا تھا۔ اور وہ بھی لوگوں کی نگاہ بچا کر ابومسلم کی طرف نظر رکھتی تھی۔ آہ گلنار ابومسلم کی اسی نظر التفات پر مٹی جاتی تھی۔ اور اسے حیرت تھی۔ کہ ایسے صاحب محبت محبوب کا حکم ماننے کے لیئے دن کے وقت اس کا دل کیوں متردد ہوا تھا۔ اسی وقت گلنار کو ان تمام مصائب کی مطلق خبر تک نہ تھی۔ جو اس کے ...

ابومسلم کے باہم مل سکنے کے مابین حائل ہونے والی تھیں۔ اور یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں تھا کیونکہ جس وقت انسان کے دل میں کوئی جوش آ جاتا ہے۔ تو اس کی حالت پاگلوں سے کم نہیں ہوتی۔ اور وہ اندیشہ انجام سے بے پروا بنجاتا۔ اور اپنے آپ کو تمام خطروں سے محفوظ پاتا ہے خصوصاً عشق وہ بدبلا ہے۔ کہ اگر عقل کا قدم درمیان ہو تو عاشق جو کچھ نہ کر گزرے وہ کم ہے۔ اور باوجود اس کے کہ عقل جوش الفت کو اعتدال کے پہلو پر چلاتی ہے۔ پھر بھی بہت سے دانا اور خوش فکر لوگوں کو حالت جوش میں خلاف ننگ و ناموس کاموں کے مرتکب ہونے والے پایا جاتا ہے جس سے وہ ابد الآباد تک بدنام و انگشت نما رہتے ہیں۔ حالانکہ اگر ایک ساعت کے لئے وہ اپنے بیجا جوش کو دبا سکتے تو ہرگز ایسی رسوائی میں مبتلا نہ ہوتے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانوں سے جس قدر جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ اور انجام کار وہ انہیں طرح طرح کی دقتوں میں ڈال دیتے ہیں ان سبھوں کا منشا یہی غفلت اور ہیجان طبع ہے۔ اس لئے گلنار کا اپنے محبوب کی خوشنودی مزاج کے لئے ایسا سخت اور سفاکانہ کام کرنے پر تیار ہو جانا جیسا کہ قتل ہے۔ کچھ بعید اور دشوار امر نہ تھا۔ اور اس بارہ میں اُسے مستعد بنانے کے لئے محض ابومسلم کی ایک نظر لطف کافی تھی جس نے مہ جمال گلنار کے دل و جگر کو برباد کر رکھدیا۔ اور اس کے ہوش و خرد کو چھین لیا تھا۔ گلنار کے قلب کی جو حالت رہی ہو ہم اس کا مفصل حال بیان نہیں کر سکتے۔ لیکن بظاہر اس نے اپنے آپ کو بہت سنبھال رکھا تھا۔ اور کسی طرح حاضرین پر اپنی وارفتگی طبع کا حال کھلنے نہیں دیا۔

ابومسلم نے خالد کی گفتگو سن کر کہا "ہاں۔ ہمارے واسطے ابھی یہ بہتر ہے کہ مملکت خراسان کے دہقان لوگ ہم سے گمان نیک رکھیں ان کی رضامندی ہمارا حوصلہ بڑھا دے گی۔ اور ہم عربی سپاہ کی کثرت سے ہرگز خائف نہ رہیں گے کیونکہ ان دنوں اس کا ستارۂ اقبال ڈوب رہا ہے۔"

دہقان۔ (دل میں) ارے یہ تعمیم تو سارے عربوں کو ایک ہی لکڑی ہانکنے کے لئے ہے۔ حالانکہ کرمانی کا جو یمنی عربوں کا سرگروہ ہے۔ امام کی ہدایت کے بموجب

Marfat.com

اس سے بری ہونا ضروری ہے۔ اور صرف مضری عرب یعنی نصر بن سیار کی فوج اس حکم میں داخل رہ سکتی ہے۔ (ابومسلم سے) "میرے خیال میں اہل عرب سے آپ کی مراد نسل مضر کے عرب ہیں۔ ورنہ یمن کے عرب تو خود ہی بنی امیہ کے دشمن ہیں۔"

ابومسلم۔ (یہ سمجھکر کہ دہقان کرمانی کو بچانا چاہتا ہے۔ اور ضحاک کا بیان یاد کرکے کہ کرمانی نے گلنار کو اپنے بیٹے کے لئے طلب کیا ہے) "اگر اہل یمن ہماری دعوت کے ممد و معاون۔ اور امام ابراہیم کے مطیع رہے۔ تو فبہا ہم ان کے اور وہ ہمارے شریک رنج و راحت ہیں۔ اور اگر انہوں نے مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اپنے یا کسی اور شخص کے لئے حکومت حاصل کرنے کے درپے ہوئے۔ تو وہ بھی ہمارے دشمن ہوں گے۔ اور ہمارا اور ان کا فیصلہ تلوار کرے گی۔"

گلنار کا دل اس تقریر سے دھڑکنے لگا۔ اور جب اسے اس بارہ میں اپنی حالت کا خیال آیا تو اس کا رنگ شدت الم سے متغیر ہو چلا۔ اس نے ٹالنے کے واسطے جلد جلد شال کو سنبھال کر جسم سے لپیٹنا شروع کیا۔ اور فرد کو کندھوں پر درست کرکے ڈالنے لگی پھر اس نے اس طرح کھنکارا جیسے اچانک کھانسی آگئی ہے۔ اور ابومسلم اس کا مدعا سمجھکر مسکراتے ہوئے اپنی داڑھی کریدنے لگا۔ پھر وہ دہقان سے گویا ہوا "مسنئے صاحب! اگر مرو کا شہر ہمارے اور کرمانی یا شیبان میں سے کسی ایک کے مابین باعث نزاع بنیگا۔ تو یاد رکھئے کہ اس کی ملکیت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو بعد از جنگ سب سے آخر میں اُسے قابو میں لا سکے۔"

دہقان ابومسلم کی پہلی ہی بات یعنی عربوں کی نسبت سنکر اپنی بیٹی کے انجام کی بابت غور میں پڑ گیا تھا۔ اس نے جہاں تک خیال کیا۔ اُسے کرمانی کے پاس فوج و سپاہ ساز و سامان سب کچھ معلوم ہوا۔ اور ابومسلم کے پاس ابتک کچھ نہ تھا۔ اس لئے اس کا یہی کہنا رہا کہ کرمانی نہایت زبردست ہے۔ اور وہ کسی سے مغلوب نہ ہوسکیگا تاہم اس نے یہ بھی ارادہ کر لیا کہ بیٹی کو دونوں سروں سے جوڑے تو اچھا ہے۔ کرمانی سے ناطہ کرکے اور ابومسلم کی مالی اعانت اور زبانی وعدوں سے رضامندی حاصل

Marfat.com

کرکے دونوں طرف سرخروئی رہے۔ تاکہ انہیں میں سے جو غالب آئے۔ اسی کے ساتھ مل کر اپنا کام نکالے۔ وہ دل سے ابومسلم کی طرفداری کرنے پر ہرگز آمادہ نہ تھا۔ اور یہ کام جو کچھ کیا یہ سب فریب کی کارروائی تھی چنانچہ اس نے پھر ابومسلم سے کہا۔ "ہاں صاحب! کرمانی بنی اُمیّہ کے مقابلہ میں برسرِ بغاوت آنے کی حیثیت سے تو بالکل ہمارے جرگہ میں داخل ہے۔ اس کے سپاہی سب یمنی عرب ہیں جن کو طبعاً مضری عربوں سے عداوت ہے۔ اور مضر والے عرب ہی بنی اُمیّہ کے دست و بازو ہیں۔ پھر بھی کرمانی کا نام ہمیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ وہ دراصل عرب ہے۔ اور ہمیں اس سے یہ خوف ضرور ہے۔ کہ بحالتِ کامیابی وہ اپنی حکومت میں ہماری بہتری کی کوئی شکل نہ نکلنے دے۔ مگر آپ تو ہمارے بھائی ہیں اور ہم آپ کے بھائی۔ اس لئے آپ کی حکومت خود ہماری حکومت ہوگی۔ اس کا کوئی مضائقہ نہیں۔ کہ دعوت عربی خلیفہ کے نام سے ہی۔ کیونکہ ہماری ماتحتی کا خیال کرکے وہ ہمارا سرپرست رہے گا۔ اور پھر طرّہ بریں اس کا یہ حکم کہ خراسان سے عربوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ نہایت قابل قدر ہے۔ اور اس کو میں اس زبان سے سن چکا ہوں جو آپ کے پاس موجود ہے۔"

گلنار اپنے باپ کی یہ گفتگو سنکر دل میں خوش ہو رہی تھی۔ اُسے تصور بندھ گیا تھا کہ اُس کے باپ نے کرمانی سے قرابت قائم کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اور اس کے چہرہ پر بشاشت برس رہی تھی۔ اگر کہیں وہ بھی شریک گفتگو ہوتی تو ضرور تھا کہ اس کا راز مخفی نہ رہ سکتا۔ لیکن وہ تو اس کی خاموشی پردہ داری کر گئی۔ اور کام بگڑنے نہ پایا۔

ابومسلم بڈھے دہقان کی باتوں میں نہ آیا۔ وہ غضب کا آدمی تھا۔ اور اس قدر زیرک اور پُرفن کہ گرگ باراں دیدہ دہقان کا افسون اس پر کارگر ہونا محال تھا۔ ابومسلم کا گمان کسی شخص کی نسبت نیک ہونا ہی نہ تھا۔ اس لئے اس نے کسی کو اپنا معتمد اور رازدار نہیں بنایا تھا۔ بلکہ وہ ہر شخص سے کھٹکتا رہتا۔ اور جو آدمی اس کے حق میں کارآمد اور مفید نہ ہوتا۔ اُسے وہ کبھی قابل قدر نہیں تصور کرتا تھا۔ ابومسلم نے تمام آدمیوں کو اپنے خیال کے مطابق سمجھ رکھا تھا۔ کیونکہ انسانوں کی فطرت [illegible]

خود غرضی داخل ہے۔ اور ان کا کوئی کام اپنے کسی فائدہ سے ہرگز خالی نہیں ہوتا۔ گو بظاہر وہ اس بات کو عیاں نہ کریں۔ تاہم دل میں اپنا نفع دیکھے بغیر وہ کوئی کام نہیں کرتے۔ خیر خواہی ملک سلطنت جمہوری کی طرفداری۔ اور اسی طرح کے دوسرے مفید خلائق کاموں کا بھی اصلی باعث اپنا ہی کوئی فائدہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ انسان کا ہر ایک چھوٹا یا بڑا کام بامید منفعت ہوتا ہے۔ خواہ وہ نفع جلد حاصل ہو۔ یا بدیر یہاں تک کہ عبادت الٰہی بھی اپنے ہی فائدہ کی غرض سے کی جاتی ہے۔ یہی حالت انسان کے ہر ایک اخلاقی یا مادی کام کی ہے۔ اگر کسی کو اس بات سے انکار ہو تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ دھوکے میں پڑا ہے یا ان معمولی فہم و ادراک والوں میں سے ہے جن کا کوئی خاص خیال یا ذاتی رائے نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک بھیڑ چال ہے۔ جس پر سب مل کر چلے جاتے ہیں۔ لیکن خاص خاص سرگروہ اور لیڈروں کے اعمال و افعال کبھی فوائد سے خالی نہ ہوں گے۔ ہاں یہ فرق ضرور ہے۔ کہ ان میں سے بعض لوگ محض ذاتی فوائد پر نظر کرنے والے ہوں گے۔ خواہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ کر سکیں۔ اور ایسے لوگ برے ہوتے ہیں۔ مگر بعض ایسے عالی ظرف ہوتے ہیں۔ کہ اپنے فائدہ کی کوشش میں دوسرے کا نقصان نہیں چاہتے۔ بلکہ اوروں کو بھی اپنے ساتھ فائدہ دلانے کی سعی کرتے ہیں۔ یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ پہلی قسم کے بالکل خود غرض انسانوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو اپنا بھلا ہونے کی صورت میں اپنے قریب رشتہ دار یا دوست کی گردن کٹوا دینا بھی گراں نہیں گزرتا۔ اور ایسے ہی لوگوں کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے۔ نیز انہی لوگوں میں سے زیادہ تعداد کے اشخاص بڑے بڑے نامور اور عالی حوصلہ انسان ہو گزرے ہیں۔ اور ابو مسلم کا بھی اسی زمرہ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑا منچلا سخت بیباک اور محض اپنے حصول مدعا کا طلبگار تھا۔ اس کی غرض کیا تھی؟ یہ کہ وہ اپنی دعوت میں کامیاب ہو۔ اور ہمارے سر اسے اپنے شفیق ہادی کی خلل اندازی کا خیال آتا۔ تو وہ اسے بھی بے تامل قتل کر دیتا پھر اور کسی کی کیا ہستی تھی۔ اور امام کی ہدایت کہ جس پر شک ہو اسے فوراً قتل کر دو۔

Marfat.com

سونے پر سہاگہ بن رہی تھی۔ غرضیکہ ابومسلم کسی شخص کی نسبت نیک گمان رکھتا جاتا نہ تھا۔ دہقان کے وعدوں کو سن کر اُس نے اوپرے دل سے اُن کی تصدیق کر دی۔ تاکہ دہقان کا حوصلہ نہ پست ہو۔ اور وہ دیگر دہقین کو اس کی اعانت پر آمادہ بنانے سے غافل نہ ہو۔ ورنہ دل میں اُسے ہرگز یقین نہ تھا۔ کہ دہقان سچا ہے۔ خاص کر گلنار کی شادی کرمانی کے فرزند سے کر دینا۔ اس بات کی بڑی زبردست دلیل تھی۔ کہ اگر دہقان کو اہل عرب کی بربادی کا زمانہ نزدیک ہونے کا شوق ہوتا۔ تو وہ اپنی جگر پارہ اُن کے امیرزادہ کے ساتھ کیوں منسوب کرتا۔ پھر ابومسلم کو اپنی موجودہ ظاہری حالت سے دوسروں کو جو خیال پیدا ہوتا تھا۔ اس کا بھی پوری طرح علم تھا۔ غرضیکہ اپنی تصورات میں الجھکر وہ یکایک چونک اُٹھا۔ اور جیسے کوئی بھولی بات یاد کرکے اُٹھ کھڑا ہوا۔ سب لوگوں کو ساتھ دینا پڑا۔ اور ابومسلم دہقان سے مخاطب ہوکر بولا۔ "جناب! خدا حافظ۔ ہم آج رات تک اور آپ کے مہمان ہیں۔ اور صبح نور کے تڑکے یہاں سے چلے جائیں گے۔ اس وقت آپ اور آپ کے ملازم سب سوتے ہوں گے۔ ان کو تکلیف دینا عبث ہے۔ اب آپ مہربانی کرکے اپنے وعدوں کو فراموش نہ کیجئے گا۔ کیونکہ ہم لوگ اپنے خراسانی بھائیوں اور اہل فارس ہی کے واسطے جانبازی پر آمادہ ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے ہماری مدد نہ کی۔ تو پھر کام کس طرح چلے گا"

دہقان۔ "صاحب! آپ بے فکر رہیں۔ میں اپنی پوری قوت دہقانان خراسان کو آپ کا مددگار بنانے میں صرف کر دوں گا"

خالد۔ "اگر آپ یہ کریں گے۔ تو اپنے ہی ملک و قوم کی بھلائی چاہیں گے"

ابومسلم نے پشت پھیر کر چلنے سے قبل ایک آخری نگاہ غلط انداز گلنار پر ڈالی جو ہمہ تن چشم بنی اسی کی ہر ایک حرکت کو دیکھنے میں محو تھی۔ اس مرتبہ گلنار نے ابومسلم سے آنکھیں چار ہوتے ہی یہ خیال کیا۔ کہ ابومسلم اس سے نہایت بشاشت کے ساتھ نظروں ہی نظروں میں جلد ملنے کا وعدہ کر گیا ہے۔ آہ۔ دلدادہ گلنار اور بھی مرمٹی اور اسے یہ معلوم ہوا کہ ابومسلم خود تو جا رہا ہے۔ مگر اس کا دل بھی اسی کے ساتھ جا رہا ہے۔ اگر گلنار

Marfat.com

کو اس وقت اپنے والد کی باتیں سن کر یہ وہم نہ پیدا ہوگیا ہوتا کہ اس کے باپ نے کرمانی کی مذمت اور ابومسلم کی تعریف محض اس لئے کی ہے۔ کہ اب وہ اس کو کرمانی کے فرزند سے منسوب نہ کرے گا۔ تو ممکن تھا۔ کہ وہ ابومسلم کی واپسی سے کسی اچانک صدمہ کے باعث بیتاب ہوجاتی۔ لیکن اب یہ خیال اس کی روح پر وری کرتا رہا۔ کہ چلو کرمانی کے یہاں جانے سے تو نجات مل گئی۔ مگر افسوس وہ زیادہ دیر تک اس خیال سے بھی مسرور نہ ہوسکی کیونکہ چند لمحوں کے بعد اس کا باپ مہمانوں کی رخصت سے فارغ ہوکر آگیا۔ اور گلنار جو خلوت میں باپ کی زبان سے کوئی مطمئن کرنے والی بات سننے کی منتظر کھڑی تھی۔ اس کے پاس آکر اور اس کے داہنے کندھے پر ہاتھ رکھ کے واپسی میں ابومسلم کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم نے سیکڑوں بار ایسی ہی حوصلہ دلانے والی باتیں کہی ہوں گی مگر کرکے ایک دفعہ بھی نہ دکھایا۔"

گلنار۔ (یہ سمجھ کر کہ اس کا باپ ابی مسلم کی باتوں پر یقین نہیں کرتا۔ مگر بظاہر انجان بن کے) "بابا جان! یہ کون لوگ ہیں؟"

دہقان۔ "یہی اہل بیت نبی صلعم جب سے بنی اُمیّہ کی حکومت قائم ہوئی ہے۔ اس وقت سے روز اہل بیت کے نئے نئے داعی ان ممالک میں آیا کرتے ہیں۔ اور ہم اسی طرح اس ابومسلم کی مدد کی اسی طرح ہمیشہ ان کی مالی اور جسمانی مدد کرتے رہتے ہیں۔ مگر جب سُنا تو یہی کہ بنی اُمیّہ نے اس امام کو قتل کر دیا۔ اور اب دوسرا امام ہوا ہے۔ اور کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس دفعہ دعوت کا رخ اولاد بنت رسول صلعم سے پھیر کر ان کے چچیرے بھائیوں بنی عباس کی طرف کر دیا گیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ اس دعوت کا سرسبز ہونا مشکل ہے پوچھو کیوں؟ اس لئے کہ آل ابی طالب سے دعوت کو آل عباسؓ میں منتقل کرانا تو ابی طالب کی ناراضی کا موجب ہوگا۔ جو اس کام کے بانی مبانی تھے۔ اور خراسان والے انکو سواکسی اور کو کبھی مان نہیں سکتے۔ اور اس کے علاوہ ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ اس مغرور لونڈے (ابومسلم) کے خیال میں سلطنت بنی اُمیہ ایسی بودی اور کمزور ہوگئی ہے۔ کہ ستر بہتر آدمیوں کی جمعیت سے یہ اس کی بنیادیں کھود پھینکے گا۔"

Marfat.com

گلنار کی اس وقت عجیب حالت تھی۔ باپ کی گفتگو کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر کی طرح اس کی دلخراشی کرتا جاتا تھا۔ اور اس کے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ڈری کہ مبادا اس کے باپ پر یہ حالت کھل جائے۔ اس لئے جلد جلد اپنے بالوں کو درست کرتی ہوئی اس سے الگ ہو گئی۔ اور اپنا دل سنبھال کر بولی۔ " واہ میں نے آپ کو اس کی تعریف کرتے اور اُسے مدد کا وعدہ دیتے سنا ہے "

دہقان۔ (ہنستے ہوئے) " تو اس میں میرا کیا بگڑ گیا۔ عداوت اور مخالفت کرنے کی جگہ اگر ایسے کج رائے اور سفاک شخص سے ہم اچھا برتاؤ نہ کریں تو ضرور ہے کہ موقع پا کر وہ ہمیں خوب ستائے۔ اور مزید برین میں قطعی طور پر ان کی ناکامی کا خیال بھی نہیں کر سکتا کیونکہ ممکن ہے۔ کہ معاملہ میرے خیال کے بالکل برعکس ہو جائے۔ اس وقت یہی خوش سلوکی ہمارے کام آئے گی اور ابومسلم ہم کو اپنا طرفدار مان کر ہمیں اذیت نہ دے گا۔ لیکن کرمانی کا پہلو غالب رہا تو اُس کے محل میں تیرا موجود ہونا مجھے کامیاب بنا سکے گا۔" کھانسی آجانے سے کچھ دیر کے لئے چپ ہو کر پھر بات پوری کرتے ہوئے۔ " رہا نصر بن سیار اس کا کھل بیڑا کہیں نہیں لگ سکتا۔ غرضیکہ سلطنت امویہ ضرور برباد ہو کر رہے گی۔ اور ویسی ہی طوائف الملوکی میں بٹ جائے گی جس طرح سکندر اعظم کی باعظمت مملکت کے حصے ہو گئے تھے جن میں سے بگمان غالب خراسان کا ملک کرمانی کے زیر اثر آئے گا۔ اور یہی سوچ کر میں نے اُسے راضی رکھنے کی پیش بندی کر لی ہے کیونکہ مقتضائے عقل یہی ہے۔ کہ آدمی اپنا انجام آگے ہی سے سوچ رکھے۔" پھر جیسے وہ ریحانہ کی بات یاد کر کے کہ گلنار سے زیادہ تر کرمانی کا ذکر نہ چھیڑے اس بات کو ٹال گیا۔ اور بولا " اچھا اب اور کچھ کھانا کھانے کا وقت آ گیا ہے۔" یہ کہہ کر آگے آگے خود اور اس کے پیچھے گلنار دونوں کھانے کے کمرہ میں گئے جہاں انواع و اقسام کے پرتکلف کھانے دستر خوان پر چنے تھے۔ اور میووں کی طشتریاں جابجا قرینے سے لگی تھیں۔ دہقان لوگ یونہی بڑی شان و شوکت سے رہنے کے عادی تھے۔ اور پھر ان میں جس کی مالی حالت سب سے بہتر ہو اس کا کیا کہنا۔ اور دہقان مرو ملک خراسان میں

Marfat.com

سب سے بڑا علاقہ دار نہایت متمول اور با اثر شخص تھا۔ گلنار مجبوراً دستر خوان پر بیٹھ گئی اور برائے نام کھانے میں مصروف تھی۔ ورنہ اس کے دماغ میں تو ابی مسلم کی وہ تصویر پھر رہی تھی جو سیاہ لباس پہنے ہوئے دیوان خانہ سے جاتے وقت اس پر آخری نگاہ کرنے کی حالت میں منعکس ہوئی تھی۔ آہ یہ تصور کہ صبح کو ابو مسلم بغیر ملے ہوئے چلا جائے گا گلنار کا کلیجہ مسل رہا تھا۔ اُسے خیال آیا۔ کہ اب اپنے محبوب سے ملاقات حاصل ہونا خدا جانے کب نصیب ہو۔ اور وفور الم سے اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ لقمہ حلق میں پھنس گیا۔ اور یہ بھی اچھا ہوا۔ ورنہ اُس کے بے وقت اور بلا وجہ اشکبار ہونے سے کام بگڑ جاتا۔ گلنار نے جلدی ہی خادم سے پانی کا گلاس لیکر دو تین گھونٹ پی لیے۔ اور پھندا لگ جانے کی وجہ سے طبیعت خراب ہو جانے کا بہانہ بنا کر اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ تاکہ ریحانہ سے تنہائی میں اپنا درد دل کہہ سکے۔ اور ریحانہ وہاں اس کی منتظر ملی۔ اب ہم انکو یہاں مشورہ کرتا چھوڑ کر ابو مسلم کی خبر لینے چلتے ہیں تاکہ دیکھیں وہ آئندہ کیا کرتا ہے۔

نواں باب

اظہار دعوت اور کامیابی

لاکھ سمجھائیں اُسے غیر تو کیا ہوتا ہے
بگڑی بنجاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

ابو مسلم دہقان سے مل کر اور رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر آیا تو اس نے خالد بن برمک سے کہا۔ اب تمام بڑے بڑے نقیبوں کو بلوا کر ان سے کہدینا چاہیئے۔ کہ سفر کے لئے تیار ہو جائیں پچھلی شب ہی سے کوچ ہونا چاہیئے۔ تاکہ دوپہر ڈھلنے سے پہلے ہم لوگ منزل پر جا پہنچیں۔ خالد نے فوراً خادموں کو بھیجکر ان نقیبوں کو طلب کر لیا۔ یونتو ابی مسلم کے ماتحت چالیس سے زائد نقیب اور داعی تھے لیکن بارہ شخص ان میں سے

اور خاص عزت رکھتے تھے۔ کیونکہ محمد بن علی امام ابراہیم کے والد نے سنہ ۱ھ میں دعوت کا سلسلہ آغاز کرنے وقت پہلے انہی لوگوں کو اپنا معتمد بنایا۔ اور ان سے یہ اہم رازداری کا کام لیا تھا۔ اس زمانہ میں ابو مسلم کا وجود بھی نہ تھا۔ اور اس کی امارت تو کجا۔ ان معزز لوگوں میں زیادہ ترمیمی عرب بہت اور بڑے دلیر سپہ سالار تھے سلیمان بن کثیر جو اس وقت سفیدنج میں مقیم تھا۔ اور جس کے پاس ابو مسلم مع اپنی جماعت کے جانا چاہتا تھا۔ اور ابوالحکم عیسیٰ بن اعین جو فنین میں رہتا تھا۔ اور پہلے ابو مسلم کی جماعت اسی کی مہمان بننے والی تھی۔ یہ دونوں سب سے اگلے حامیان تحریک عباسیہ میں شمار ہوتے تھے۔ اور اس وقت ابو مسلم کے پاس حسب ذیل نقبا ہر شریک دسترخوان تھے قحطبہ بن شبیب طائی لاہز بن قریظ تمیمی ابو داؤد جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے نصر بن صبیح تمیمی شریک بن عقبی التیمی اور عبدالرحمن بن سلیم۔(۱) یہ سب عربی الاصل تھے۔ اور فارس کے لوگوں میں سے خالد بن برمک اور ابو عون خراسانی صرف دو شخص شریک جلسہ تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر یہ سب بآرام بیٹھ گئے۔ تو ابو مسلم نے ان کو مخاطب کر کے کہا یہ صاحبو! ہم صبح کو "فنین" کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہیں۔ وہاں ہم اپنے عزیز بھائی ابی الحکم عیسیٰ ابن اعین نقیب کے مہمان بنیں گے۔ اور اس بات پر باہمی مشورہ سے غور کریں گے۔ کہ آیا اپنے افسروں کو اطراف ملک میں شیعہ جماعت کے پاس روانہ کریں یا نہیں؟ آپ لوگ بہت سویرے کوچ کے لئے تیار ہو جائیے۔ اپنے ہمراہی خادموں کو اسی وقت سے اسباب وغیرہ تیار رکھنے کی تاکید کر دیجئے۔ فجر کی نماز اول وقت ادا کر کے ہمارا سفر آغاز ہو جائے گا۔ اور توقع ہے۔ کہ دوپہر ہونے سے قبل فنین پہنچ جائیں گے "

کچھ دیر تک اس بارہ میں باہم اور گفتگو ہوئی جس کے بعد سب اپنے اپنے خیموں کو چلے گئے۔ اور سفر کی تیاریاں مکمل کر کے تڑکے ہی کوچ کر دیا مطلع صاف ہو چکا تھا۔ اور راستے خشک ہو چلے تھے۔ اس لئے سفر میں کسی وقت کا مقابلہ نہیں کرنا پڑا۔ اور دوپہر

(۱) ابن اثیر جلد ۵۔

Marfat.com

سے پہلے جبکہ دھوپ تیزی کے ساتھ چمک کر اجسام کو گرمی پہنچا رہی تھی۔ یہ قافلہ موضع فنین میں جا پہنچا۔ ابومسلم اور اس کے وہ خاص لوگ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے عیسیٰ بن اعین کے گھر گئے۔ اور باقی لوگ بستی کے باہر خیمے لگا کر اتر پڑے۔ ابومسلم شعبان ۱۲۹ھ کے آغاز میں فنین پہنچا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک جلسہ نقبا کے اطراف ملک میں پہنچ اور اظہار دعوت کر کے جنگ آزماؤں کی جماعتیں بہم پہنچانے کا مشورہ کرنے کی غرض سے منعقد ہوا۔ جلسہ میں بڑے بڑے دراز و سفید ریش صاحب وجاہت اور معمر لوگ جمع تھے۔ اور ابومسلم انہیں بالکل بچہ معلوم ہوتا تھا۔ تاہم امام کی صداقت کا اعتقاد انہیں اس نوجوان کی فرمان پذیری سے کسی قسم کا عار نہیں آنے دیتا تھا۔ اور وہ نہایت سچائی کے ساتھ ابومسلم کے احکام کی تعمیل پر آمادہ تھے۔ بہت کچھ بحث و مباحثہ کے بعد رائے قرار پا گئی کہ اظہار دعوت کا کام آغاز کر دیا جائے ابومسلم نے نقیبوں کو حسب ذیل علاقوں میں اس تفصیل کے ساتھ تقسیم کیا۔ طخارستان سے بلخ کے پرے تک جتنا ملک تھا۔ جس میں ابو داؤد اور عیسیٰ ابن اعین کو۔ مرو رود (مشہور شہر مرو کے علاوہ تھا) کے صوبہ میں نصر بن صبیح اور شریک بن غضبی کو، علاقہ کوہستان طالقان میں عبدالرحمن بن سلیم کو۔ اور خوارزم کے ملک میں جہم بن عطیہ کو اس کے علاوہ دوسرے نقیبوں کو اور اور سمتوں میں ارسال کر دیا۔ اور سب کو یہ بات بخوبی سمجھا دی کہ چھبیسویں رمضان المبارک کو اپنے اپنے مقام پر دعوت کا اظہار کرنا لیکن اگر قبل از وقت دشمن تم کو کسی طرح ستانے یا تکلیف دینے کی عجلت کرے تو تمہارے لئے بھی حفاظت خود اختیاری کرنا۔ اور دشمنان خدا سے شمشیر لیکر مقابلہ کرنا مباح ہے۔ اور جس کو دشمن کے مقابلہ میں مشغول رہنے کے باعث وقت مقررہ پر اظہار دعوت کا موقع نہ مل سکے۔ اس کے لئے وقت کے بعد اپنا کام شروع کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہوسکتا۔ پھر انہیں استقلال اور ثابت قدمی کی ہدایت کر کے جلسہ برخاست کیا۔

ابومسلم یکم رمضان تک فنین ہی میں مقیم رہا۔ پھر دوسری رمضان کو یہاں سے چل کر سفیذنج پہنچ گیا جس جگہ سلیمان بن کثیر خزاعی کا قیام رہتا تھا۔ اور اس قریہ سے شہر مرو کا سواد صاف

نظر آتا تھا کیونکہ یہ قریہ پہاڑوں سے گھرے ہوئے ایک وسیع اور ہموار میدان میں واقع تھا میدان کے اندر قریہ اور شہر کے مابین بلکہ اس کی سرحدوں تک میں کہیں پہاڑ کا نشان نہ تھا اور اس قطعہ ارضی کی زمین نرم اور ریتلی تھی۔ (۱)

ابو مسلم سفید نج میں پہنچا تو سلیمان بن کثیر نے بڑے تپاک کے ساتھ اس کا استقبال کیا۔ اور اسے اپنے گھر میں لاکر رکھا۔ خالد اور ابو مسلم سلیمان کے مکان پر رہے۔ اور باقی جماعت خیموں میں ٹھہر کر اظہار دعوت کے لئے مقررہ دن یعنی رمضان کی چھبیسویں تاریخ کا انتظار دیکھنے میں مصروف ہوئی۔ ابو مسلم نے سفید نج میں آنے کے دوسرے ہی دن ایک بلند ٹیلہ پر جہاں سے شہر مرو اور اس کے گردوپیش کے میدان کا منظر نہایت صاف دکھائی دیتا تھا۔ استادہ ہو کر موقع کو تاڑنا شروع کیا۔ اس نے دیکھا۔ کہ شہر کے گرد خام فصیل تعمیر ہے۔ اور وسط شہر میں ایک عظیم الشان عمارت دکھائی دیتی ہے جس کو کُہندز کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یہ اس شہر کا مشہور اور قلب قلعہ ہے جو بجائے خود ایک بڑا شہر تصور کیا جا سکتا ہے۔ ابو مسلم نے قلعہ کو دیکھ کر کہا۔ "اُف۔ اتنا بڑا اور عالیشان قلعہ! میں تو اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا ہوں"۔

سلیمان بن کثیر: "اور یہ معلوم کر کے غالباً آپ کی حیرت دوچند ہو جائے گی کہ اس قلعہ میں جس نہر کے ذریعہ سے پانی لایا گیا ہے۔ وہ بہت اونچے پلوں کے ایسے درون پر بنا کرائی گئی ہے پھر اس کے کناروں پر خربوزوں کی فالزیں اور سبزیوں کی باڑیاں بنی ہیں۔ وہاں ایک مرتبہ میں سیر کے لئے گیا۔ تو یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ پہاڑ کی چوٹی پر کسی باغ میں چل رہا ہوں"۔

ابو مسلم: "شہر پناہ سے باہر کے میدان میں مختلف نشانوں کے خیمے دیکھ کر) کیا کرمانی اور شیبان کی فوجیں یہی ہیں؟"

سلیمان: "جی ہاں یہی ہیں۔ اور دونوں نصر بن سیار کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اُن کی فوجی قوت بہت زبردست ہے"۔

(۱) اصطخری۔

Marfat.com

ابومسلم ۔ "تم نے تو کچھ اس لہجہ سے یہ بات کہی ہے۔ کہ گویا دشمن کی زیادتی اور اپنی کمی سے ڈرتے ہو بلکہ کرو۔ خدا نے چاہا تو تمہیں اپنی کثرت کا حال جلد تر معلوم ہو جائے گا۔ کیوں تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو؟ آیا ہم اپنے داعیوں کو شہر مرو کے آس پاس والے قریوں میں پھیلا دیں۔ اور اس میں ہمیں اُمید کامیابی ہو سکتی ہے؟"

سلیمان ۔ "امیر! یہ بڑی اچھی بات ہے۔ آپ ابھی اس کا انتظام کیجئے۔ دیہات کے رہنے والے عرب سپاہیوں کی دست درازیوں سے تنگ آ گئے ہیں۔ ان کو یمنی یا مضری عربوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اور سب کو عرب ہی تصور کرتے اور ان کے ظلم سے نالاں ہیں۔ دیہات والے تہ دل سے اس بات کو مانتے ہیں۔ کہ اہل عرب سے ان کے فارسی بھائی ہزار درجہ بہتر ہیں۔ اس لئے ضرور ہے۔ کہ ہمارے داعیوں کو کامیابی ہو۔ اور اور گاؤں کے لوگ ہماری بات مان لیں۔"

ابومسلم نے فوراً داعیوں کی ایک جماعت قرب جوار کے قریوں میں پھیلا دی۔ اور انہیں ہدایت کر دی کہ لوگوں کو ابومسلم خراسانی کے زیر نشان ابراہیم امام کی پیروی کیلئے بلائیں۔ اس کارروائی کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اور ایک ہی رات میں ساٹھ قریوں کے رہنے والے ابی مسلم کے پاس حاضر ہو گئے۔(۱) پھر تو یہ سلسلہ اظہار دعوت کی ایک دن تک برابر جاری رہا کہ جوق درجوق آدمی آتے اور امام ابراہیم کی امداد کا خیال ظاہر کرتے ابومسلم خفیہ طور پر ان سے مل کر انہیں واپس بھیج دیتا۔ اور اظہار والے دن جمع آنے کی ہدایت کیا کرتا جس کی علامت یہ مقرر کی گئی تھی۔ کہ آگ روشن ہوتے ہی کہ سب تیار ہو کے آ جائیں آخر ۲۹ ۱۲۹ھ رمضان کی چھبیسویں شب بھی آ گئی۔ اور ابومسلم نے قریہ سفیدنج کے میدان میں ایک باضابطہ جلسہ کیا۔ تمام بڑے بڑے داعی اور نقیب شریک بزم تھے۔ اظہار دعوت کی پہلی علامت یہ تھی۔ کہ ابی مسلم کے پاس جو امام کا عطا کردہ نشان "ظل" اور "جھنڈی" "سحاب" تھی۔ اُن کو چھڑوں پر لٹکا کر استادہ کر دیا۔ نشان کی چھڑ جو دہ گز اور جھنڈی کی لکڑی تیرہ گز لمبی تھی۔ یہ کارروائی نقیبوں اور دیگر ہم خیال لوگوں کے بھرے جلسہ میں

(۱) طبری ج ۲

کی گئی تھی۔ اور ابومسلم نشانوں کی درستی کے وقت یہ آیت کریمہ پڑھتا جاتا تھا۔ (۱)
اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ
کی تلاوت ختم کر کے وہ نقیبوں کی طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا۔ "مولانا امام نے اس نشان کا نام "سحاب" کیوں رکھا۔ کیا تم لوگ اس کی وجہ جانتے ہو؟"۔ سب لوگوں نے جواب دیا "نہیں"۔

ابومسلم۔ "جس طرح ابر کا ایک ٹکڑا نمایاں ہو کر چشم زدن میں تمام روئے زمین پر چھا جاتا ہے، اسی طرح اس نشان کا پرچم تمام دنیا میں اپنی آب و تاب دکھا کر رہے گا۔ سمجھے! اور دوسرے بڑے نشان کا نام "ظل" کیوں رکھا گیا؟ اس کی بھی وجہ معلوم ہے؟" سب لوگ۔ "نہیں"

ابومسلم۔ "چونکہ زمین سایہ سے خالی نہیں رہتی۔ اس لئے وہ تا بقائے عالم عباسی خلیفہ سے بھی خالی نہ ہوگی۔ اس نام میں یہ رمز ہے۔"

اتنی گفتگو کے بعد سیاہ لباس لائے گئے۔ جن کو "سواد" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور سب سے پہلے ابومسلم سلیمان بن کثیر اور اس کے بھائیوں۔ اور اہل سفیدنج کے ہم خیال لوگوں اور جملہ نقیبوں نے وہ لباس پہنے پھر جیسا کہ شیعوں سے قرار دے دیا گیا تھا، گو [illegible]عب کی علامت کے لئے آگ روشن کر دی گئی۔ آگ کی روشنی دور تک پہنچی جس کے باعث صبح ہی سے اہل تقادم کی آمد شروع ہو گئی۔ تقادم والوں کا پہلا گروہ نو سو پیدل، اور چار سواروں کا ابی الوضاح نقیب کے ساتھ آیا۔ ان کے ہمراہ قریہ ہرمز [illegible] کی بھی ایک جماعت تھی۔ دوسرا گروہ ابی القاسم محرز بن قاسم جوبانی کے ہمراہ آیا جس میں تیرہ سو پیدل اور سولہ سوار تھے۔ اس جماعت کے ساتھ داعیوں میں سے ابو العباس مروزی تھا۔ نئے آنیوالے گروہ نے غلغلۂ تکبیر بلند کیا جس کا جواب ویسے ہی جوش و خروش کے ساتھ پہلے کے آئے ہوئے اہل تقادم نے دیا۔ ابن ابی مسلم کی فوج [illegible] یار

---

(۱) جو لوگ مظلوم ہونے کی وجہ سے لڑنے پر مجبور ہوئے ہیں انہیں [illegible] اور بے شک خدا ان کی مدد پر قادر ہے۔

Marfat.com

ہو گئی۔ اور جماعت پر جماعت شیعوں کی آ کر شریک ہونے لگی سفیدنج کے قلعہ دو ہی دن کے عرصہ میں نہایت مستحکم جنگی کی تیاریوں سے آراستہ کر لیا گیا۔ اور آبادی کے گرد مورچے وغیرہ بنا کر بخوبی اس کی ناکہ بندیاں کر دیں عیدالفطر کے دن ابومسلم نے سلیمان بن کثیر کو امام جماعت بنایا۔ اور خود مع تمام شیعوں کے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ وسط کمپ میں ممبر نصب کر دیا گیا۔ اور ابومسلم کی ہدائت سے امام نے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ خوانی کی۔ بنوامیہ کا دستور یہ تھا۔ کہ وہ نماز سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ زاں بعد اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے۔ سلیمان ابن کثیر نے ابومسلم کے ایما سے پہلی رکعت میں چھ پے در پے تکبیریں کہیں اس کے بعد قرأت کی اور ساتویں تکبیر رکوع کی تھی۔ دوسری رکعت میں پانچ متواتر تکبیروں کے بعد قرأت کی۔ اور چھٹی تکبیر رکوع کیا۔ اور خطبہ کو تکبیر سے آغاز کر کے قرآن کی تلاوت پر تمام کیا۔ حالانکہ بنوامیہ نماز عید کی پہلی رکعت میں چار اور دوسری میں تین تکبیریں کہا کرتے تھے سلیمان نماز پڑھا چکا تو ابومسلم اور شیعہ لوگ سب کے سب دسترخوان پر جا بیٹھے جو ان کے لئے پہلے سے تیار رکھا۔ (۱)

سلیمان نے دسترخوان ایک وسیع خیمہ کے اندر کمپ کے زیب پہلو میں بچھوایا تھا۔ تمام لوگ ہشاش بشاش بیٹھکر کھانا کھانے میں مصروف ہوئے۔ لیکن ابومسلم صدر مقام میں حسب عادت ساکت اور متفکر بنا بیٹھا تھا۔ اور آہستہ آہستہ نوالے اٹھاتے ہوئے دروازہ کے باہر حد نظر تک وسیع ہونے والے میدان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جس میں کوئی چیز نگاہ کو روکنے والی نہ تھی۔ اور جس کے دور ترین کنارہ پر آسمان سرپوش کی طرح جھکا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ امیروں اور نقیبوں کی جماعت اس کے دائیں بائیں بیٹھی تھی۔ اور سب ابومسلم کے رعب سے دم بخود تھے۔ البتہ ان میں سے چند شخص آئندہ عظیم الشان لڑائی کی بابت کچھ غور بھی کرتے جاتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہوتے ہوتے دوپہر دن ڈھل گیا تھا۔ اور سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو چلے تھے۔

(۱) طبری ج ۳

Marfat.com

ابو مسلم کو اپنی جمعیت کی فکر دل کے سوا اس وقت کوئی اور کام نہ تھا۔ کیونکہ گو ظہور دعوت کی اس قدر قلیل مدت میں اس کے پاس بہت کچھ آدمی فراہم ہو گئے تھے پھر بھی نصر بن سیار کی محصور اور کرمانی اور شیبان خارجی کی محاصر فوجوں کے مجموعہ کو دیکھتے اُسکی جماعت بہت کم تھی۔ خالد بن برمک ابو مسلم کا نفس ناطقہ تھا۔ اور ہر وقت سایہ کیطرح اس کے ساتھ رہتا چنانچہ کھانے کے خیمہ سے بھی یہ دونوں ساتھ ہی نکلے اور کیمپ کے گوشہ کی طرف ایک اونچی سی جگہ کو چلے۔ بلندی سے ابو مسلم نے اپنی فوج اور پھریرے نور کی سیاہ پر نظر ڈالی جس کے بعد وہ اپنے مشیر اور مخلص دوست خالد کی طرف متوجہ ہوا۔ اور عمامہ کو پشت سر کیجانب کھسکاتے ہوئے مسکرانے لگا۔

ابو مسلم کا تبسّم ہونا ایک غیر معمولی امر تھا۔ اور شاذ و نادر ہی اس کے چہرہ پر کبھی شگفتگی کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔ خالد نے اس وقت اُسے بشاش دیکھا۔ تو وہ ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو گیا تاکہ سنے کیا حکم ملتا ہے۔ اور ابو مسلم نے کہا "کیا تمکو ہماری کمی اور بے سروسامانی اور دشمن کی زیادتی اور آراستگی سے خوف نہیں آتا؟"

خالد نے (شگفتہ ہو کر) "جبکہ آپ ہمارے امیر ہیں۔ تو ہمیں کسی بات کا خوف نہیں ہو سکتا۔ میں تو آج اس قدر کثیر اپنے شیعوں کی جمعیت دیکھکر مسرت سے باغ باغ ہو رہا ہوں۔ کیونکہ ابھی تو ہمیں اپنا نشان بلند کئے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں؟"

ابو مسلم ۔ (قطع کلام کر کے) "تم سچ کہتے ہو۔ مگر یہ بھی یاد رکھو کہ غلبہ صرف تعداد کی زیادتی پر موقوف نہیں۔ بلکہ حقیقت میں اس کا دارومدار تدبیر اور اتحاد پر ہی۔ میں مانتا ہوں کہ ہمارے دشمن شمار اور سامان میں ہم سے بدرجہا بڑھ کر ہیں۔ لیکن اُن کی پھوٹ اور باہمی عداوت اُنہیں اس سے پہلے ہی غارت کر کے رکھدے گی کہ ہم اُن پر حملہ آور ہوں۔ اور اس طرح ہم کو کچھ زحمت نہ اُٹھانی پڑے گی کیا تم نہیں دیکھتے کہ اہل یمن کرمانی نے ساتھ ہیں۔ اور بنی مضر نصر بن سیار کے طرفدار پھر ان دونوں کی بربادی کے لئے شیبان کے زیر نشان خارجی لوگوں کا گروہ الگ موجود ہے۔

میں بہت جلد ان کا انجام تمہیں دکھا دوں گا۔" ابومسلم یہ باتیں کر ہی رہا تھا۔ کہ دور سے افق پر ایک غبار سا اٹھتا نظر آیا۔ اور ابومسلم اس کی جانب مسرت کی نگاہوں سے بغور دیکھنے لگا۔ اتنے میں خالد نے کہا۔ "شائد یہ بھی ہمارے غنیموں کی کوئی جماعت آتی ہے؟"

ابومسلم۔ (کچھ دیر جواب میں تامل اور تنق گرد پر غور کر کے) "سیاہ نشان تو نظر نہیں آتے نہیں یہ ہمارے ہم خیال لوگ نہیں ہیں" ابومسلم اور خالد کو زیادہ عرصہ تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اور غبار کا ساعت بساعت قریب آتے جانا۔ اور ہوا کا دامن گرد چاک کر دینا۔ ان کے سامنے یہ عجیب منظر نمایاں کر گیا۔ کہ عظیم الجثہ سفید ہاتھی پر ایک مکلف عماری کسی ہوئی ہے جس کے زرکار ریشمی پردے لٹک رہے ہیں اور اس کے اندر بیٹھنے والے کو نگاہوں سے چھپا رہے ہیں۔ ہاتھی کئی ایک مسلح سواروں کے حلقہ میں ہے جو حفاظت اور جلوسی کی غرض سے ساتھ ہیں۔ اور اُن کے پیچھے سیکڑوں اونٹوں اور خچروں پر خیمہ و خرگاہ۔ فرش و فروش برتنوں اور کپڑوں وغیرہ کے صندوق بار ہیں۔ جو سامان جہیز معلوم دیتے ہیں۔ ہاتھی کا ساز گنگا جمنی جڑاؤ بنا ہے جس پر آفتاب کی چمک پڑنے سے نگاہ نہیں ٹھہر سکتی۔ ہاتھی کے آگے آگے ایک دراز قامت شخص عمامہ باندھے اور غبار اوڑھے آرہا ہے۔ اس شخص کو ابومسلم ایک ہی نگاہ میں پہچان گیا۔ کہ یہی ایہ نوشناک ہے۔ اور پھر اُسے گلنار کا سارا قصہ یاد آیا جس کی نسبت کرمانی کے فرزند سے ہوئی تھی۔ اور اب اُسے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اس خیال سے حیرت میں آگیا۔ کہ ارے! یہ تو میرے یہاں رخصت کر کے بھیجدی گئی۔ یہ کیا بات ہے؟۔ ابومسلم یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ ضحاک لپک کر اُس کے سامنے آپہنچا۔ اور ادب کے ساتھ سلام کر کے اس سے دست بوس ہونے کے لئے جھکا۔ لیکن ابومسلم اُسے روکتے ہوئے کہنے لگا۔ "تو کیا چاہتا ہے؟"

ضحاک۔ (ہنس کر نہایت پست آواز میں) "ڈرئیے نہیں وہ آپ کی بیوی نہیں بنے گی۔" دیکھ بلند آواز سے "کیا یہ کمپ ابی علی کرمانی کا نہیں؟"

خالد۔ (ڈانٹ کر) "احمق۔ کیا تجھے یہ سیاہ نشان بھی نہیں سوجھتے؟"

Marfat.com

ضحاک۔ (حیرت ظاہر کر کے) "تو پھر تو یہ ہم راستہ بھول گئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کیمپ کوئی کا ہے" ہاتھ سے اس جانب اشارہ کر کے سر جھکائے۔ اور گدی کھجلاتا خاموش کھڑا رہ گیا۔

خالد۔ "ہاں وہی ہے"۔

ابو مسلم کو معلوم ہو گیا کہ ضحاک کا آنا خالی از علت نہیں۔ لہذا وہ خالد سے الگ ہو کر تنہائی میں چلا۔ اور ضحاک اس کے ساتھ ہو گیا۔ کچھ دور جا کر ضحاک نے کہا "جناب! وہ بیچاری کرمانی کے بیٹے کے گھر مجبوراً روانہ کر دی گئی ہے۔ رستے میں اس نے مجھے کہا کہ کسی بہانہ سے اُسے آپ کی شکل دکھا دوں۔ لہذا میں ادھر ہو کر نکل آیا اس کا دل ... دکھنکار کر "آپ عماری کی طرف دیکھیں گے۔ تو وہ پردہ کی اوٹ سے آپ کو دیکھ رہی ہوگی۔ لہذا آپ بھی اُس کی جانب ایک نظر ڈال دیں" ہنسنے لگا۔

ابو مسلم نے عماری کی طرف نگاہ اٹھائی جو اب اس سے پچاس قدم کے فاصلہ پر تھی۔ اور اُسے ایک چہرہ پردہ سے نکلا ہوا نظر آیا۔ جسے ہم چاند سے مشابہ کہیں تو یہ اُس کے حق میں ظلم ہوگا۔ کیونکہ چاند ایک بے رونق اور بے جان سطح ہے۔ اور اس چہرہ میں روح پدری کا اثر ہے۔ آہ۔ اگر ابو مسلم چوٹ کھایا ہوا دل رکھتا ہوتا۔ تو وہ بھی اس ماہوش دلدادہ عورت کے ولی جوش کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھتا۔ لیکن یہاں تو یہ سنگدل عقل اور چالبازی کے سوا جس سے عزت و ناموری حاصل کر سکے۔ اور کسی بات کی پرواہ ہی نہیں کرتا تھا۔ اور عورتوں کی محبت اس کے خمیر تک میں داخل نہ تھی۔ ہمارا خیال ہے۔ کہ شاعروں نے معشوقوں کو بت اور سنگدل باندھا ہے تو یہ مجاز نہیں۔ بلکہ حقیقت ہے۔ اور گو دیگر موقعوں پر اس کی عمدہ مثال نہ مل سکے لیکن اس جگہ تو صاف صاف ہمارے خیال کی صداقت ہو رہی ہے۔

اللہ میرے بت یہ کس چیز کے بنے ہیں
پتھر پسیج جائے اُن کو ترس نہ آئے

Marfat.com

مگر بخلاف ابی مسلم کے وہ دلدادہ عورت گو خلقتاً بڑی حوصلہ مند اور صاحب دل تھی۔ تاہم ابومسلم کی صورت نے اس کا دل چھین لیا۔ اور عاشق سرتاپا بے عقل کا پتلا ہوتا ہے۔ اس لئے اُسے اپنے محبوب کی ایک نظر لطف ہی بسا غنیمت معلوم ہوتی تھی۔ بخصوصاً ضحاک نے ابی مسلم کی محبت کا مصنوعی تذکرہ سنا کر اُسے اور بھی مے اُلفت سے سرشار کر دیا تھا۔ اس وقت ابومسلم نے اس کی جانب نظر ڈالی تو وہ اور کٹ گئی۔ اور اس تصور سے کہ اُس کے معشوق نے بھی اُسے بنگاہ شوق دیکھا ہے چشم پرنم کر کے اُس نے عماری کا پردہ ڈال لیا۔ اور اندر چھُپ گئی۔ ریحانہ اس کے ساتھ موجود تھی۔ اور وہ سب امور سے اُسے واقفیت بھی تھی۔ لہذا وہ اپنی بانو کو چھیڑنے سے باز رہی تاکہ مبادا یہ کچھ زیادہ بیقرار نہ ہو جائے۔ اور معاملہ افشا ہو کر رہے۔

وہاں ضحاک ابی مسلم کے سامنے سر تسلیم خم کر کے یہ کہتا ہوا رخصت ہوا کہ "آپ اس خادم پر اعتماد فرمائیں۔ اور یقین رکھیں۔ کہ یہ کوئی عمدہ خدمت انجام دیگا"۔ پھر وہ باآواز بلند کہتا ہوا چلا "لاحول ولاقوۃ۔ ہم رستہ بھول گئے۔ بھائیو! کرمانی کا کیمپ وہ سامنے ہے۔ دیکھو یہی نشانات ہمیں بتلائے ہیں" اور جا کر اپنے ساتھیوں میں مل گیا۔ جس کے بعد فوراً ایک خادم امیر کرمانی کے پاس دلہن کے آجانے کی خوشخبری لیکر ارسال کیا۔ تاکہ اُدھر سے شاندار استقبال کیا جائے۔ کرمانی نے اس رخصتی سے ایکدن پہلے ہی دہقان کے گھر پر نکاح نامہ لکھوا دیا تھا۔ اور مہر وغیرہ کیا تمام باتیں طے کر لی تھیں۔

جس وقت ابومسلم ضحاک سے باتوں میں مصروف تھا۔ اس وقت خالد اپنے فوجی کیمپ کی طرف واپس چلا جا رہا تھا۔ مگر راستہ ہی میں ایک آدمی اُسے دوڑتا ہوا اس طرف آتا ملا۔ اور اُس نے خالد سے سوال کیا۔ "امیر کہاں ہیں؟"

خالد۔ (حیرت سے) "کیوں؟ بات کیا ہے؟"

شخص۔ (شہر مرو کی طرف اشارہ کر کے) "دیکھئے کرمانی۔ اور نصر بن سیار سے لڑائی ہو رہی ہے۔"

خالد نے مڑ کر دیکھا۔ واقعی شہر سے بکثرت سواروں کے دستے۔ بستے بنی امیہ کے نشان اٹھاتے ہوئے نکل کر پہاجا رہے تھے۔ اور دوسری جانب سے کرمانی کی سپاہ اپنے پھریرے اُڑاتی بڑھ رہی تھی۔ آناً فاناً طرفین کا جوش وخروش بڑھتا گیا۔ اور پہلے تیر باری کے ذریعہ سے دور کی جنگ شروع ہوگئی۔ اب ابومسلم بھی خالد کی طرف آرہا تھا۔ اور اُس نے بھی میدان جنگ کا تماشا دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ خالد سے نگاہ چار ہوتے ہی وہ مسرور ہو کر کہنے لگا "ہاں اب کام کا موقع آگیا"

خالد۔ "جناب عالی! کیا ہم بھی حملہ کی تیاری کریں؟"

ابومسلم۔ "خبردار۔ ایسا کبھی نہ کرنا۔ آج تو ہم چپکے بیٹھے رہیں گے۔ اور اس لڑائی کا انجام معاینہ کرینگے۔

خالد۔ "کیا وجہ ہے۔ کہ ہم نصر بن سیار کا کرمانی سے معرکہ آرا ہونا غنیمت سمجھ کر شہر پر حملہ نہ کردیں۔ شہر اس وقت محافظ سپاہ سے خالی ہے۔ اور ہم اس پر بخوبی قبضہ کر لینگے۔"

ابومسلم۔ (حقارت سے) "کہیں ہوا نہ ہو۔ صاحب ہم شہر پر یلغار کرینگے تو خوف ہے۔ کہ وہ دونوں دشمن باہم مل کر ہماری خبر لینے کو تیار ہو جائیں گے۔ بہرحال ہمارا کل تک صبر کرنا ضروری ہے۔" اس قدر گفتگو کے بعد یہ دونوں سلیمان بن کثیر کے مکان پر پہنچے۔ جہاں تمام بڑے بڑے نقیب جمع تھے۔ اور خالد ہی کی طرح حملہ کر دینے کا خیال رکھتے تھے۔ ابومسلم سے انہوں نے [illegible] کی تو اس نے جنگ کی مخالفت اور صبر کی ہدایت کی۔ اس پر وہ لوگ ناخوش ہو کر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ تاہم ان کے دلوں میں جنگ کی گدگدی اٹھتی تھی۔ اور وہ جلد حملہ کرنے کے لئے بیقرار تھے۔ شام ہوئی اور دونوں جنگ آزما لشکر اپنی اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔ مگر ابومسلم کے ماتحت نقیبوں کا یہی خیال رہا۔ کہ ابومسلم اس وقت لڑائی سے باز رہ کر سخت غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ اور ابومسلم بالکل خاموش تھا۔ رات کی تاریکی غالب ہونے پر ابومسلم نے تمام نقیبوں کو جو کسی کے [illegible]

Marfat.com

بستر کرنے کا حکم دیا۔ اور سلیمان بن کثیر اور خالد کو تنہائی میں مشورہ کی غرض سے بلایا۔ ابھی وہ ان لوگوں سے کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ اور جب اسے اندر بلایا گیا۔ تو ایک سوار کسی شخص کو گرفتار کئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ جس نے کہا "یہ آدمی ہمارے لشکر میں آگیا تھا۔ اور بوجہ اجنبی ہونے کے ہم نے اس کو گرفتار کر لیا ہے۔" ابومسلم شمع کی روشنی میں گرفتار شخص کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ تو ضحاک ہے۔ اور اس نے حیرت سے کہا "ضحاک!"

ضحاک۔ "جناب عالی! غلام حاضر ہے۔"

ابومسلم نے اس کی رہائی کا حکم دیا۔ اور جب ضحاک کی مشکیں کھول دی گئیں تو اس سے آنے کی وجہ دریافت کی جس کے جواب میں ضحاک نے کہا "یہیں کہوں یا تنہائی میں سنئے گا؟"

ابومسلم نے اسے تنہائی کا طالب سمجھ کر خالد اور سلیمان سے دوسرے کمرہ میں چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اور خلوت ہو گئی۔ تو ابومسلم نے ضحاک سے اشارہ کیا۔ "کہو کیا کہتے ہو؟"

(دو زانو اور مؤدب بیٹھ کر) "جناب عالی! آپ مجھے اس بات کی اجازت عطا فرمائیں۔ کہ میں آج کے دن آپ کے صبر و سکون کرنے کی تعریف کروں۔ مجھے سخت خوف تھا کہ مبادا آپ دشمن کو مصروف جنگ دیکھ کر خود بھی میدان میں نکل آئیں۔"

ابومسلم۔ "تم بے خوف و خطر رہو۔ ہاں اور کیا؟"

ضحاک۔ "کیا میں کسی رائے دینے کی جرأت کر سکتا ہوں؟"

ابومسلم۔ "نہایت شوق سے۔ تو نے تو میرے دل کا راز اس قدر جلد معلوم کر لیا۔ جیسے غیب داں ہے۔"

ضحاک۔ (ہنس کر) "جناب میں نے ایک ایسی بات بھی جس دستے میں ... تھا۔ اور آپ کے ساتھیوں کی نسبت مجھے خوف پیدا ہو گیا۔"

ابومسلم - "وہ کیا ؟"

ضحاک - "میں دلہن کو لیکر کرمانی کے خیمہ گاہ میں پہنچا۔ تو وہ جنگ کیلئے میدان میں جاچکا تھا۔ اور نصربن سیار کے مقابلہ پر آمادہ تھا۔ مبارک دولہا یعنی علی بن کرمانی بھی میدان جنگ ہی میں تھا۔ دلہن کو خیمہ میں ٹھہرا کر میں نے کرمانی کی تمام حالت کو بغور جانچنا شروع کیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ بہت بھاری فوج کا مالک ہے جس میں یمن کے مشہور اور جنگجو لوگ اس کثرت سے ہیں۔ کہ آپ کے سپاہیوں سے کم از کم پانچ حصے زائد ہوں گے۔ نصربن سیار کی فوج اہل یمن کے مقابلہ میں آئی۔ تو اس کی تعداد بھی ان سے کم نہ تھی اور وہ ہر طرح سامان جنگ سے آراستہ تھے۔ میں ڈرا کہ کہیں آپ دھوکا کھا کے ان جماعتوں پر حملہ نہ کر بیٹھیں جو آپ کی ناکامی کا باعث ہو کیونکہ عرب یمن کے ہوں یا مضر والے ہیں۔ تو ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے جہاں ان کو یہ نظر آیا۔ کہ خراسان والے ان کے مقابلہ پر آئے ہیں۔ تو وہ ضرور آپس میں متحد ہو جائیں گے۔ اور غیروں کے سامنے اپنی باہمی دشمنی تہ کر رکھیں گے۔"

ابومسلم - (حیرت اور پسندیدگی کے لہجہ میں) "سچ ہے۔ ہاں۔ کہو۔"

ضحاک - "بس میری سمجھ میں یہ آیا کہ آپ کے واسطے ان دونوں جماعتوں میں باہمی عداوت کا بھڑکانا ہی بیحد مفید ہوگا۔"

ابومسلم - (ضحاک کی قابل قدر رائے۔ اور دور اندیشی سے سخت متحیر ہو کر کیونکہ اس نے بھی یہی تدبیر سوچی تھی) "ہاں اے شخص یہی رائے ٹھیک اور مفید ہے اور میں بھی اسی کو سوچ رہا تھا۔ مگر کیا تدبیر ہے جس سے آج ہی رات میں ہم یہ فتنہ ڈال دیں۔ اور کل صبح کو اُسے مفید نتیجہ کا معائنہ کر کے خوش ہوں ؟"

ضحاک - "تو کیا حضور مجھ سے رائے لیتے ہیں ؟"

ابومسلم - "رائے لینے میں کیا مضائقہ۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر میرے خیال میں موزون نہ ہوئی۔ تو پھر اپنی تدبیر پر عمل کرونگا۔ ورنہ تیری ہی تجویز

عمل میں لاؤں گا۔"

ضحاک ۔ (ایک ہاتھ سے سر جھکائے ۔ اور دوسرے ہاتھ سے عمامہ کو تھامے ہوئے تاکہ وہ گر نہ پڑے ہنسکر) "واہ ضحاک! تیرے کیا کہنے ہیں؟ اب تو امیر تجھ سے رائے لیتا ہے۔" (پھر متین بن کے) "میری رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ دو خط لکھوائیں۔ اور دونوں امیر شیبان خارجی کے سردار کے نام ہوں۔ ایک خط میں یہ مضمون ہو کہ یمن کے قبائل بے وفا ہوتے ہیں۔ تو ان کے کہنے میں نہ آئیے ۔ اور میرے ساتھ مل جائیے تاکہ ہم کامیاب ہوں۔ اور پھر دیکھ لے گا۔ کہ یمن والوں کو کیسا برباد کرتا ہوں اسی طرح کرمانی اور اس کے ساتھیوں کی بہت کچھ مذمت کیجئے۔ یہ خط جس قاصد کو دیا جائے وہ نصر بن سیار کے خیمہ گاہ کے قریب ہو کر گزرے جس کو مضری عرب ضرور پکڑ کر اس کی تلاشی لیں گے۔ اور خط پڑھ کے خوش ہوں گے۔ کہ آپ کرمانی کے دشمن اور مضری عربوں کے طرفدار ہیں۔ اس طرح نصر بن سیار آپ کا دوست بن جائے گا۔ اور آپ سے میل کرنا چاہے گا۔ دوسرے خط کا مضمون اسی طرح مضری عربوں کی مذمت اور نصر بن سیار کی ہجو سے پُر ہو۔ اور اُسے جس قاصد کے ہاتھوں ارسال کیا جائے۔ اس کو ہدایت کی جائے۔ کہ وہ کرمانی کے کیمپ کے پاس ہو کر گزرے ضرور یمن والے اس کو گرفتار کر لیں گے ۔ اور خط برآمد ہوگا۔ تو اسے پڑھ کر خوش ہوں گے۔ کہ آپ یمن والوں کے طرفدار اور اُن کے حامی ہیں۔ اس طرح وہ بھی آپ سے مل جانے کے لئے تیار ہو رہیں گے۔ اس کارروائی کے بعد کل صبح آپ کے میدان میں آتے ہی یمن اور مضر دونوں قوموں کے عرب آپ سے لڑ لیں گے۔ بلکہ اس اُمید میں کہ آپ اُن میں سے کس کا ساتھ دیتے ہیں تماشہ کھڑے رہ جائیں گے ۔ " یہ کہکر زور سے ہنسنے لگا۔ ابو مسلم بھی باوجود [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] اس کے ساتھ کسی قدر ہنس ہی پڑا۔ اور یہ تجویز سن کر خوشی

[illegible]

[illegible] تو کوئی بڑا آدمی [illegible]

Marfat.com

کے لئے دھوکے کی ٹٹی ہے۔ میں ابھی تیرے مشورہ پر کاربند ہوں گا" یہ کہکر ابومسلم اُٹھا تا کہ منشی کو بلا کر خطوط لکھوائے لیکن ضحاک نے اس کا دامن تھام لیا اور کہا "اور میں اب کیا کروں؟"

ابومسلم :- "اپنی معقول خدمت کے بابت انعام لے لے"

ضحاک :- "انعام؟ نہیں مجھکو انعام کی ضرورت نہیں میں اپنی خدمتگزاری کا معاوضہ نہ لوں گا۔ اور پھر میں نے ابھی کیا کیا ہے؟ ہاں شائد آئندہ کوئی نمایاں کام کر سکوں۔ بہرحال اب تو میں اپنی بانو گلنار کے پاس جاؤں گا اس سے آپ کا سلام وشکرگزاری کا پیغام کہوں گا۔ نہ اس وجہ سے کہ آپ اس سے محبت رکھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ غریب اتنی ہی بات سنکر خوش ہو جائے گی۔ اور اپنے کانے شوہر کی صورت دیکھنے کا غم بھول جائے گی"

ابومسلم ۔ (حیرت سے) "وہ کون؟"

ضحاک :- "وہی علی بن کرمانی جو بدصورتی کے علاوہ اندھوں میں کانا راجہ بھی ہے لیکن کیا کیا جائے کہ گلنار بانو سے اُس نے حسب شریعت نکاح کیا ہے اور ہم دیکھیں گے کہ یہ نکاح اُس کے کس کام آتا ہے۔ اچھا میرا سلام لیجئے۔ میں تو اب چلا۔ ضرورت کے وقت پھر کوئی خبر لیکر حاضر ہوں گا" اور جلد جلد کمرہ سے نکل کر ایک طرف چل دیا۔

ابومسلم نے فوراً دستک دیکر خالد اور سلیمان کو بلوا لیا۔ اور خطوط لکھوا کے دو ہوشیار شخصوں کے حوالہ کئے گئے۔ انہیں ہدایت کر دی گئی تھی۔ کہ نصر اور کرمانی کے لشکروں میں یہ خطوط پڑھ لئے جائیں تو اُلٹے پیروں واپس چلے آنا۔ اور شیبان کے پاس نہ جانا۔ دونوں خطوں نے حسب مراد اثر دکھایا۔ کرمانی اور نصر دونوں کی پشت اس خیال سے قوی ہو گئی۔ کہ ابو مسلم ہمارے ساتھ اور ہمارے مخالف کا تشنۂ خون ہے۔ اس کے علاوہ اسی رات میں ابومسلم کے پاس مقامات نسا،ط ابیورد اور مرورود وغیرہ سے بہت کثیر جماعت شیعوں کی بھی آگئی۔ اور

وہ بھی کرمانی کی طرف سے بھی کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

دوسری صبح کو مضر اور یمن کے عرب ایک دوسرے کی دشمنی پر تلے ہوئے میدان میں آئے۔ تو ان میں سے ایک فرقہ ابی مسلم کی مدد کا منتظر تھا۔ ابومسلم بھی میدان میں گیا۔ جس سے پہلے اپنی تدبیر کو مزید کارگر بنانے کے لئے دو خاص تحریریں نصر بن سیار اور کرمانی کے نام اس مضمون کی ارسال کر دی تھیں کہ ابراہیم امام نے مجھے تمہارے اور تمہاری ہمراہی لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور میں ان کی رائے کے خلاف ہرگز نہیں کر سکتا۔ اس طرح اور بھی دونوں فریق اس کے محب بن گئے تھے۔ اور باہمی عداوت کی آگ ان میں خوب بھڑک اٹھی تھی۔ جنگ آغاز ہوتے ہی ابومسلم اپنی سپاہ کے ساتھ جنگ آور فریقوں کے مابین حد فاصل کی جگہ میں آ کھڑا ہوا۔ اب کرمانی اور نصر، دونوں اس توقع میں تھے۔ کہ یہ ہم سے آ کر مل جائے گا۔ اس لئے وہ اس کی طرف دست درازی نہیں کرتے تھے۔ ابومسلم کو نئی چال یہ سوجھ گئی۔ کہ کرمانی کو نصر سے مقابلہ کرنے کی جرأت دلائے۔ اور یہ سوچ کر وہ کرمانی کی خندق میں اتر گیا۔ اور اسے پیام بھیجا۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ کرمانی مسرت کے ساتھ اس کے خیر مقدم کو بڑھا۔ اور دونوں فریق یعنی ابومسلم اور اہل یمن علانیہ آپس میں مل گئے۔ نصر بن سیار اس تماشہ کو دیکھ کر ابومسلم کا مکر سمجھ گیا۔ اور اس نے کرمانی سے کہلا بھیجا۔ تم دھوکا نہ کھاؤ۔ خدا کی قسم میں اس شخص کے ہاتھوں تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی گت بننے سے سخت ڈرتا ہوں۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم شہر مرو میں آ جاؤ۔ اور ہم باہمی طور پر معاہدہ صلح تحریر کریں۔ نصر کی غرض بھی اس پیام سے یہ تھی کہ ابومسلم اور کرمانی کے مابین تفرقہ ڈال دے۔

کرمانی کو نصر کا پیام پہنچا۔ تو اس کے ہوش ٹھکانے آ گئے۔ اسے خیال گزرا کہ اگر نصر سچ ہی کہتا ہو۔ اور یہ خراسانی ہمیں دھوکا دے کر کہیں کا نہ رکھے۔ اس لئے وہ اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ اور ابومسلم اس کے کیمپ کے قریب مع اپنی جماعت [illegible] رہا۔ [illegible] ایک سو سواروں کے ساتھ اپنے خیمہ سے [illegible]

لکھیوں کے مابین دائے میدان میں افتادہ ہو کر نصر بن سیار کے پاس پیام بھیجا "تم بھی
اسی طرح آجاؤ۔ تاکہ ہم معاہدہ لکھ ڈالیں۔" اس وقت کرمانی کے جسم پر صرف ایک ہلکی
قبا تھی۔ جیسے فرطق پہنتے ہیں۔ ابو مسلم یہ حالت دیکھکر اپنی کوششوں کی ناکامی کے
خیال سے پریشان ہو چلا۔ وہ اپنے گھوڑے کی پشت پر پوری فولادی زرہ پہنے
اور خود و چار آئینہ لگائے اونچی بنا ہوا کھڑا تھا۔ زرہ کے دامن اس قدر وسیع تھے۔ کہ
ابو مسلم کا سارا جسم چھپا رکھنے کے علاوہ گھوڑے کے بدن کا بڑا حصہ بھی اپنے سایہ
میں لئے تھے۔ اس لئے تیروں کے مینہ برسنے کا اُسے کوئی خوف نہ تھا۔ اُسے اپنے
معاملہ میں تردد ہو رہا تھا۔ کہ اسی اثناء میں اُس نے کرمانی کے کیمپ سے ایک دراز
قامت نقاب پوش شخص کو نکلتے دیکھا جو اپنے ہاتھوں پہ تیروں کی بارش روکتا
اور ہرن کی طرح بھلانگیں بھرتا۔ دوڑ کر نصر بن سیار کی فوج میں جا گھسا۔ ابو مسلم اس کے
چال ڈھال سے تاڑ گیا۔ کہ یہ ضحاک تھا۔ اب اُسے دوسری حیرت پیدا ہوئی۔ کہ اس نے
کیوں ایسی حرکت کی ہے۔ ضحاک کو نصر کی فوج میں گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری
تھی۔ کہ نصر بن سیار کی سپاہ میں سے ایک سواروں کا دستہ سُرعت کے ساتھ گھوڑے
بڑھاتا کرمانی۔ اور اُس کے ساتھیوں کی طرف آتا نظر آیا۔ اُن میں جو سوار سب سے
آگے تھا۔ وہ باواز بلند کہتا آتا تھا "او خبیث کرمانی! ٹھہر تو جا۔ اب تو میرے ہاتھوں
سے بچ کر کہاں جائے گا۔ میں بہادر حرث بن سریج کا فرزند ہوں۔ تو نے میرے باپ
کو قتل کیا تھا۔ اور اب میں تیری زندگی کا خاتمہ کر کے خون پدر کا بدلہ لوں گا۔" بس
بجلی کی ایسی تیزی کے ساتھ مضری عربوں کا وہ مختصر گروہ کرمانی کی چھوٹی سی جماعت
پر آ پڑا۔ اور دونوں باہم گتھ گئے۔ ان میں تلوار چلتی ہی تھی۔ کہ شہر مرو سے دوسرا سواروں
کا دستہ بھی برآمد ہوا۔ اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈالے ہوئے اگلے دستہ کے ساتھ آ ملا
اس نئی جماعت میں ایک شہسوار معمر اور سفید داڑھی والا نہائت وجیہ و تنومند سب کو
ترغیب جنگ دلاتا۔ اور ان کے دل بڑھاتا تھا۔ ہوا کے جھونکوں سے اس کی سفید
اور گروہ داڑھی جو تمام سینہ پر چھائی تھی۔ اڑتی جاتی تھی۔ ابو مسلم پہچان گیا کہ یہی

نصر بن سیّار ہے۔ اور دل میں کہا کاش یہ شخص بنی اُمیّہ کے عہدِ عروج میں ہوتا۔ تو اُن پر تباہی کیوں آتی۔ لیکن اب تو رنگ بگڑ چکا ہے۔ اور اس کے کئے کیا ہو سکتا ہے کرمانی کے لوگوں سے جو اگلا دستہ مقابلہ کر رہا تھا۔ اپنی کمک آنے سے اس کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور نصر کے حملہ کرتے ہی اُن میں سے کسی بہادر نے بڑھکر کرمانی پر نیزہ کا وار کیا۔ جو زخم کاری کھا کے گھوڑے سے گر گیا۔ اور نصر بن سیار نے اس کی لاش اٹھوا کر شہر مرو میں بھیج دی۔ جہاں وہ ایک بلند جگہ پر بر سرِ دار کھینچ دی گئی۔

ابومسلم نے کرمانی کو قتل ہوتے دیکھا۔ تو وہ افسوس ظاہر کرنے لگا۔ اور اُسے اُمید ہوگئی۔ کہ اب یمن والوں کو ضرور زک ملے گی۔ لیکن علی بن کرمانی جس کی آنکھوں میں باپ کی لاش دیکھکر خون اُتر آیا تھا۔ انتقام کشی کے لئے آمادہ ہو کر نصر اور اس کی سپاہ پر حملہ آور ہوا۔ فریقین میں جنگ مغلوبہ ہونے لگی۔ اور ابومسلم نے بھی علی بن کرمانی کا ساتھ دیا۔ ان دو قوموں کے اجتماع سے نصر کی سپاہ پسپا ہونے پر مجبور ہوگئی۔ دشمنوں کو بھگا کر علی اور ابومسلم کی فوجیں سرخرو بنی ہوئی معرکہ کارزار سے واپس آئیں۔ بوقت واپسی ابومسلم نے علی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔ اور گو دل میں اس کے قتل کے منصوبے گانٹھ رہا تھا۔ مگر دکھانے کے لئے اس کا حامی بن گیا۔ تاکہ اُس کی مدد سے نصر بن سیار کی خبر پہلے لیلے تو بعد میں خود اس کی فکر کرے گا۔ اور کیمپ میں آکر ابومسلم نے اپنے ہمراہیوں سے فخر کے لہجہ میں کہا۔ "کیوں! ہماری رائے کس قدر ٹھیک تھی۔ بغیر اس کے کہ اپنے آدمیوں کا ایک قطرۂ خون بھی ضائع کریں۔ کرمانی کو کتنی آسانی کے ساتھ ہم نے مار لیا؟ ـــــ تدبیر کے سامنے بہادری دھری ہی رہتی ہے"۔

نقیباء جو پہلے ابومسلم کے جنگ میں دیر لگانے پر بددل ہوگئے تھے۔ اس وقت اسکی چال کامیاب ہوتے دیکھکر وہ بھی اس کا لوہا مان گئے۔ اور کہنے لگے۔ "آپ کا جو دل چاہے حکم دیجئے۔ آپ ہم سے کبھی سرتابی ملاحظہ نہ کریں گے"۔

Marfat.com

دسواں باب

آہ یہ سسرال ہے یا مقتل؟

آئی بہار باغ میں بلبل قفس میں ہے
صیاد بھی چھری لئے اپنی ہوس میں ہے

ابی علی کرمانی کا کیمپ ہے۔ اور اس کا وہ حصہ جو سب سے آخر میں عورتوں اور بچوں کی سکونت کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ ابھی ابھی ایک سفید ہاتھی جس پر شاندار عماری کسی ہے۔ مع بہت سی سواروں کے اس حصہ میں لایا گیا ہے۔ اور زمین کے ہموار تختہ میں عالیشان خیمہ استادہ کیا جا رہا ہے۔ قناتیں دور دور تک گھیر کے پردہ کا کافی اہتمام کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا دشوار نہیں ہوتا کہ شاید یہاں امیر عرب کی زنانی سواری ٹھہریں گی۔ خیمہ وغیرہ نصب کرنے میں کرمانی ہی کے لوگ مصروف ہیں لیکن عماری کے ساتھ جو لوگ ہیں۔ ان میں بعض تو اسی لشکر کے ہیں۔ اور کچھ اپنی شکل و شباہت یا وضع قطع سب میں ان لوگوں سے الگ اور خاص فارسی نسل کے ہیں۔ آخر یہ کون ہو سکتے ہیں؟ آہا خوب یاد آیا۔ یہ سواری ہماری مہ جمال جان نادل گلنار بانو دہقان مرو کی بیٹی کی ہے۔ دیکھو نہ ضحاک اسباب اتروا کر رکھوا رہا ہے۔ اور عماری اتار کے پردہ کے اندر لائی گئی ہے جس میں سے ریحانہ کے ساتھ گلنار بانو لباس عروسی پہنے سرتاپا زیورات میں غرق اتر رہی ہے۔ دلہن کے عماری سے برآمد ہوتے ہی خوشرو کنیزوں کا غول دوڑ کر بڑھا۔ اور اسے ہاتھوں ہاتھ خیمہ میں لے گیا۔ خیمہ کیا اچھی خاصی حویلی ہے۔ جس میں متعدد کمرے نہایت خوبی کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔ چاروں طرف غلام گردش ہے۔ اور خیمہ کے پاس ملازموں اور دلہن کے ساتھ کی عورتوں کے لئے بہت سی چھولداریاں لگا دی گئی ہیں۔ گلنار اپنے گھر سے سسرال میں آ گئی

کیسی سسرال ہے؟ تو ساس نہ کہیں نظر آتی ہے۔ نہ نند بھاوجیں دکھائی دیتی ہیں۔ بس میں ہے۔ اور اس کی ہمراہی عورتیں یا کچھ کنیزیں ہیں جو سسرال کی طرف سے خدمت کو مامور کی گئی ہیں۔

ریحانہ گلنار کو اس کے کمرہ میں لے گئی۔ جہاں اس نے سفر کا لباس جلد جلد اُتارا اور نیا جوڑا بدلوایا۔ اس اثناء میں وہ بھی خاموش تھی۔ اور گلنار کا چپ رہنا تو ضروری تھا۔ لیکن اتفاق سے ریحانہ کی نظر گلنار بانو کے چہرہ پر جا پڑی۔ اور یہ دیکھکر اس کا دل ملنے لگا۔ کہ اس کی پیاری بانو فرط قلق سے اشکبار ہے۔ ریحانہ رنج سے بیتاب ہوکر بول اُٹھی "ایں! بانو۔ آپ روتی کیوں ہیں؟" کہنے کو تو وہ اتنی بات کہہ گئی۔ لیکن دلی بیچینی نے اس کی زبان آگے نہ چلنے دی۔ اور وہ بھی آنکھوں میں آنسو بھر لائی جس کے ساتھ گلے میں شدت غم سے پھندا سا پڑگیا۔ گلنار ریحانہ کی حالت دیکھکر بدستور چپکی رہ گئی۔ اور وہی اشکباری قائم رکھی۔ پھر ریحانہ نے بات ٹالنے کے لئے بال گوندھنے شروع کردئے۔ اور ذرا دیر میں اس کی طبیعت سنبھل گئی۔ تو باردیگر آواز میں پھندا پڑنے سے ڈرتے ڈرتے کہنے لگی "بانو! آخر یہ میری بات کا جواب کیوں نہیں ملتا؟"

گلنار نے پُرنم آنکھوں سے ریحانہ کی طرف دیکھکر "ریحانہ! کیا پوچھتی ہو؟ تمہیں مجھ سے زیادہ معلوم ہے۔ خیال تو کرو ہم اس وقت کہاں ہیں؟ آہ بابا جان کے گھر سے کیونکر نکلنا ہوا۔ اف وہ میرا قلعہ اب کہاں؟ میرے محبت کرنیوالے باپ کا دل کیسا ہوگیا؟ ہائے۔ اس نے گلنار کو کہاں بھیجدیا۔ ارے۔ یہ سسرال ہے یا مقتل؟ دیکھ تو خیمہ پر تیر آآکر پڑ رہے ہیں۔ ہائے مجھے یہ بھی تو نہیں معلوم کہ میرا شوہر کیسا ہوگا؟ یہ روتی ہے۔

ریحانہ نے تسلی دینے کے لئے "ہائیں بی بی! آپ کیا کہتی ہیں۔ ارے یہ اب آپ کا گھر ہے۔ آپ امیر ابی علی کرمانی کے یہاں آئی ہیں۔ اور اس کے فرزند کی بیگم بنکر یہ سارا لشکر آپ کے احکام کی تعمیل کو حاضر ہے۔"

Marfat.com

گلنار ۔(خفا ہو کر غمگین آواز میں) "وہ علی کہاں ہے؟ میں نے تو اس کی تصویر بھی نہ دیکھی۔ اور دیکھوں بھی تو کیسے پہچانوں؟ ہائے ابا جان! آپ نے مجھے جہنم میں ڈال دیا۔ میں جس کے گھر آؤں۔ اُس کی شکل ہی نہ دیکھنے میں آئے؟ آہ "

ریحانہ ۔(دلاسا دیتے ہوئے) "بانو! آپ گھبرائی کیوں ہیں۔ آپ کے دولہا آتے ہوں گے۔ اور اس شان سے کہ وہ خود اور اُن کا گھوڑا دونوں دشمنوں کے خون سے رنگین بنے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کے آتے ہی اُن کے بابا جان امیر کرمانی مرد والوں سے لڑنے کو میدان جنگ میں گئے تھے۔ اور یہ نامناسب تھا کہ وہ باپ کے ساتھ نہ جاتے۔ اب آئیں گے۔ تو فتحمند ہو کر جس کی مسرت سے اُن کا چہرہ دمک رہا ہوگا۔ ابھی آپ کو فتح و ظفر کا چسکا نہیں پڑا ہے۔ ایک مرتبہ اس کی چاٹ لگ گئی۔ تو پھر دیکھیے گا کہ دشمن کو زک دینے کی فرحت سے دل کس قدر باغ باغ ہوتا ہے۔"

گلنار ۔(لڑائی کا نام سننے سے کانپ کر) "وہ اور میدان جنگ میں ہے؟ مجھے تو یہ بتایا گیا تھا کہ شہر مرو کا مالک و حاکم ہے؟"

ریحانہ ۔ "ہاں معاملہ تو ایسا ہی تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ وہ کسی سبب سے وہاں رہ نہ سکا۔ اور باہر نکل آیا۔ تاہم اب کوئی دنوں کی بات ہے۔ کہ وہ پھر شہر مرو پر قابض ہو جائے گا۔ اور وہاں کا حاکم بنے گا۔"

گلنار ۔(غصہ سے سرخ ہو کر اور ریحانہ کو جھڑک کے) "میں نہیں جانتی۔ وہ شہر کو فتح کرے۔ یا نہ کرے۔ میں اُس کی صورت دیکھنے کی روادار نہیں۔ مجھے اسی وقت یہاں سے لے چل۔ ریحانہ! چاہے کہیں چل مگر میں اس جگہ نہیں رہتی "

ریحانہ نے گلنار کا غصہ کم کرنے کے لیے ہنس کر اس کے خوف کو نظر حقارت دیکھنے کا اظہار کیا۔ اور چپ رہ گئی۔ اُس نے گلنار کو کنگھی چوٹی سے خوب آراستہ کر کے نفیس عنابی رنگ کا لباس پہنا کر اور کمر میں ایک مرصع پٹکا باندھ کر اعلیٰ درجہ کا قیمتی زرکار شالی رومال اس کے کندھوں پر ڈالا تھا۔ اور بخوبی دلہن بنا دیا تھا۔ گلنار کا رنگ سفر کے تکان سے اس وقت اسم با مسمیٰ ہو گیا تھا۔ چہرہ پر ہلکی گلابی رنگت کے بجائے گہری

Marfat.com

سرخی جھلک دکھا رہی تھی۔ بکثرت گریہ سے آنکھیں جھک رہی تھیں نمگینی کی تاثیر سے اس کی کشادہ پیشانی پر شکنیں پڑنے کے باعث ایک طرح کی ہیبت نمایاں ہو رہی تھی اور خوف و تردد کی علامتوں نے اس کی شگفتہ روئی کو بالکل ماند کر دیا تھا۔ بالوں کی چوٹی مار سیاہ کی طرح پشت پر پڑی تھی۔ کانوں میں بے بہا آبدار موتیوں کے آویزے اپنی آب و تاب دکھا کر اس کے چاند سے مکھڑے کے گرد و درخشدار ستاروں کا لطف دے رہے تھے اور تاریکی میں اُن کی نور بیز شعاعیں ان کے گوہر شبچراغ ہونے کا پتا دیتی تھیں۔ گلنار اس لباس اور بیش قیمت جڑاؤ زیورات میں حور جنت نظر آتی تھی۔ اور ریحانہ کا دل بانو کی دلفریب صورت دیکھنے سے کسی طرح بھرتا ہی نہ تھا۔ بہر حال جب وہ بیٹھن کر آرام بیٹھ گئی۔ تو ریحانہ سے کہنے لگی۔ "ذرا دیکھنا تو ضحاک کہاں گیا؟"

ریحانہ۔ "اسباب وغیرہ کے بااحتیاط رکھنے میں مصروف ہوگا۔ جا کہاں سکتا ہے۔ دیکھنے میں دریافت کرتی ہوں"۔ یہ کہکر دستک دی اور ایک خادم آیا۔ اس سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ضحاک دیر ہوئی کہیں گیا ہے۔ اور پتا نہیں کہاں گیا۔

گلنار۔ (ضحاک کے یوں چلے جانے سے متردد ہو کر) "ریحانہ! یہ کیا بات ہے؟ ضحاک یوں کہاں چلا گیا!!"

ریحانہ۔ "آیئے خیمہ کے دروازہ سے کیمپ کی سیر کریں۔ ممکن ہے کہ ضحاک بھی کہیں نظر آ جائے"۔ اور مطلب یہ تھا کہ کسی طرح بانو کا دل بہلائے۔

گلنار اٹھکر ریحانہ کے ساتھ خیمہ کے دروازہ تک گئی ہی تھی۔ کہ ناگاہ ایک تیر عین اس کے سامنے دو قدموں کے فاصلہ پر آ کے گرا اور زمین میں دھنس گیا۔ یہ منظر دیکھتے ہی وہ خوف سے پیچھے ہٹ گئی۔ اور گھبرا کر بولی۔ "ارے۔ یہ کیا ہے؟"

ریحانہ۔ بانو کا خوف دور کرنے کے لئے ہنسکر "کچھ نہیں۔ آپ گھبرائی کیوں ہیں؟"

گلنار۔ سہمی ہوئی آواز سے "کیا خوف انگیز تیر چلا ہے؟ یا مبیرے اللہ! میں کہاں آ پھنسی ہوں تو میدان جنگ ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ کہیں پاس ہی لڑائی ہو رہی ہے۔ مجھے [illegible] ۔ آ دیکھو مسلم سے [illegible] نامہ [illegible]

زبان پر آگیا۔ لیکن ساتھ ہی وہ چونک کر شرماسی گئی۔ اور فوراً رومال سے آنسو پونچھنے کا بہانہ کرکے منہ چھپا لیا۔

ریحانہ دل میں سخت نادم تھی۔ کہ اس نے بانو کو یہاں لانے میں کیوں جلدی کی لیکن جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا تھا۔ اور اب بجز اس کے کہ وہ گلنار کو تسکین و دلاسا دے کیا کر سکتی تھی چنانچہ اس نے ہنسکر کہا۔ "بی بی! لڑائی ہم سے بہت دور پر ہو رہی ہے۔ یہ بھی اتفاق کی بات تھی۔ کہ ایک تیر شامت کا مارا کسی طرح یہاں آگرا یقین نہ ہو تو خود دیکھ لیجئے" اور زبردستی بانو کا شانہ تھامے اُسے دروازہ کے باہر لے گئی صحن قناتوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور اس میں تھوڑی دور پر ایک بلند ٹیکرا تھا۔ اس پر چڑھ کے ریحانہ نے گلنار کو میدان جنگ کی سیر دکھائی۔ جہاں اس وقت نہائت زور شور سے ہنگامہ دار وگیر برپا تھا۔ تلواروں کا چمک کر بجلی کی طرح گرنا۔ نیزوں کا گردش میں آآ کر جسموں کو چھیدنا۔ تیروں کا سنسناتی ہوئی لوگوں کو بسا جانا۔ اور سواروں کا پشت زین سے زخمی اور بیجان ہو کر زمین پر آرہنا۔ یہ خونی منظر دیکھ کے گلنار برگ بید کی طرح کانپنے لگی۔ اور بھاگ کر خیمہ کے اندر جا چھپی ریحانہ بھی اس کے ساتھ آگئی۔ اور دونوں پر ایک سناٹے کا عالم اس وقت طاری تھا۔ شام کا وقت نزدیک آتا جاتا تھا۔ اور گلنار کا تردد ضحاک کے اس طرح بے اطلاع و اجازت غائب ہونے پر بڑھ رہا تھا۔ اس کے علاوہ نادیدہ خاوند کی آمد آمد کا خیال اور بھی اس کے دل پر ستم توڑتا تھا۔ کیونکہ اس سے محبت نہ رکھنے کے ماسوا اس کا دل تو کسی اور ہی تیر مژگاں کا نشانہ بن چکا ہے۔ اور اب اس دل میں غیر کی الفت کیونکر گھر کر سکتی ہے۔

گلنار نے اسی تردد سے پریشان ہو کر ریحانہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اور ریحانہ کو محسوس ہوا کہ وہ اس وقت سرتاپا کانپ رہی ہے۔ وہ گھبرا کر کہنے لگی۔ "ایں! بی بی آپ کا نپتی کیوں ہیں ؟"

گلنار ۔ "آہ۔ ریحانہ! کیا پوچھتی ہے جس سے نفرت ہو۔ اس کے ملنے کا وقت قریب آرہا ہے۔ ہائے میں اس کا سامنا کس طرح کروں گی؟ کیا سچ وہ میرا شوہر ہے؟ نہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں اس کے پاس جانے سے مر جاؤں ... پھر ریحانہ کا ہاتھ

Marfat.com

اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے" بس تو ہی مجھے اس آفت سے نجات دلا سکتی ہے"

ریحانہ ۔ گلنار کی گفتگو اور حالت سے متاثر ہو کر" بانو آپ خدا پر نظر رکھیں لونڈی اپنی طرف سے کوئی کسر نہ رکھے گی۔ اور آگے خدا کا مرضی جو ہو۔ لیکن آپ میرے سامنے اپنی نفرت کا اظہار ہر گز نہ کیجیے گا۔ دل کڑا کرکے اس سے ملیے تو ابھی دیکھ نہ سنا خدا معلوم کس وقت سے اُسے بُرا خیال کر لیا ہو"

یہ سنکر گلنار نے کچھ ایسی نظر سے ریحانہ کی طرف دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ وہ بزبان حال کہتی ہے۔ "کیا تجھے معلوم نہیں۔ کہ اس دل میں ابو مسلم کی محبت گھر بنائے ہے ہوئے" اور ریحانہ اس رمز کو سمجھکر مسکرا کے بولی "صبر اور عقل سے کام لیجیے۔ ان شاء اللہ آپ کی وہ مراد بھی حاصل ہوگی"

ان میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی۔ کہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی صدا۔ اور آدمیوں کا ملا ہوا شور وغل خیمہ کے قریب سنائی دیا۔ ریحانہ سمجھ گئی۔ کہ فوج میدان جنگ سے واپس آگئی ہے۔ اور دولہا عنقریب آنا ہی چاہتا ہے۔ وہ گلنار کو خیمہ کے اندر چھوڑ کے خود باہر گئی۔ اور دیکھا کہ اس کا گمان بجا تھا۔ اس نے لوٹ کے پھر اندر یہ کہتی ہوئی چلی آئی "لیجیے امیر خراسان میں شہرابور آگیا ہے۔ اور اب وہ آپ سے ملنے آتے ہیں۔ خبردار گھبراہٹ ظاہر نہ کیجیے گا"

گلنار ۔ "خاک۔ بدبخت کہاں مر رہا"

ریحانہ ۔ "بیوی! ابھی اُسے کیوں کوستی ہیں۔ آلے تو پوچھیے آپ ہی بتائے کہ کہاں اور کیوں گیا تھا۔" ریحانہ کی گفتگو چند خادمہ عورتوں کے آجانے سے ناتمام رہی۔ دو کنیزیں روشنی کے لیے چراغ۔ اور شعلیں لائیں جنکو انہوں نے در والے صحن میں لگا دیئے۔ اور کچھ ہی وقفہ کے بعد قناتوں کے اس طرف کسی کو باآواز بلند یہ کہتے سُنا "میری دلہن دہقانہ کا خیمہ کون سا ہے؟"

گلنار نے یہ آواز سنتے ہی اس بات کا یقین کرکے کہ دولہا آرہا ہے۔ سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ اور ریحانہ دولہا کی استقبال کرنے کے لئے لپک کر دروازہ پر پہنچی ہی تھی

Marfat.com

کہا " امیر والا جاہ! خوش آمدی۔ زندہ باشش میرے خداوند نعمت دہقان نے فرمایا ہے۔ کہ امیر سے عرض کرنا کہ اپنی جگر پارہ امیر کی کنیزی کے لئے پیش کرتا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ امیر اس پر نظر لطف رکھیں گے۔"

علی بن کرمانی۔ "ہاں باپ کی محبت کا تقاضا بھی یہی ہونا چاہیئے۔ کہ بیٹی کو ایسی جگہ بیاہے۔ جو اس کے رتبہ سے بڑھ کر ہو۔ اچھا میری دلہن کہاں ہے؟" یہ کہکر خیمہ کے اندر آیا۔ اور دلہن کے کمرہ کی طرف چلا۔

ریحانہ۔ "اسی کمرہ میں ہیں۔ اور سفر نے بانو کو آج بالکل چور چور کر دیا ہے۔"

علی۔ (ریحانہ کا مدعا سمجھکر) "ہاں۔ ہاں۔ میں خود ان کی راحت کا طلبگار ہوں۔ مگر اس وقت صرف ملنا اور خوش آمدید کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی کہتی ہوں گی۔ کہ اچھے گھر آئی۔ جہاں کسی نے ابتک خبر بھی نہ لی۔" یہ کہکر گلنار کے حجلۂ عروسی میں داخل ہوا جہاں قدم رکھتے ہی عطر عروسی کی بھینی خوشبو نے اُسے مست بنا دیا۔

گلنار آراستہ و پیراستہ بیٹھی تھی۔ علی کی گفتگو سنکر اس کا دلی اضطراب قدرے کم ہو گیا تھا۔ اور اس کا ملک فریب حسن اس وقت پورے جوبن پر تو نہیں تھا۔ تاہم جو حالت تھی۔ وہ علی کے دل کو پامال کرنے کے لئے کافی تھی۔ چنانچہ علی ایک ہی نظر میں صد ہزار جان سے گلنار پر فدا ہو گیا۔ اور رعب حسن کے آگے اس کی جنگجوئی اور مردانگی سب خاک میں مل گئی۔ وہ نہایت اشتیاق کے لہجہ میں کہنے لگا۔

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

جان من! میں اُمید رکھتا ہوں۔ کہ تم میرے مشکوے دولت کی شمع شب فروز ہو گی اور انشاءاللہ مجھے اپنا دلدادہ شوہر پاؤ گی۔ یہاں تک کہ باپ کی جدائی کا غم تمہارے دل سے بھول جائے۔ اور غنچہ خاطر شگفتہ بنے۔"

گلنار نے شرماتے ہوئے علی کی جانب دیکھا جو ایک سی سالہ مضبوط گٹھے ہوئے جسم کا پستہ قامت جوان تھا۔ گول کتابی چہرہ۔ نامی رنگت داڑھی بھری ہوئی۔ جھبی سی ملکی

Marfat.com

۔ ابز وگنجان چوڑا سینہ اور ایک آنکھ سے کانا تھا۔ اور اب وہ گلنار کے پاس ہی زانو پر تلوار رکھ کے بیٹھکر کہنے لگا۔ "گلنار بانو! تم گھبراؤ مت امید ہے۔ کہ آج کی رات آرام پانے سے تمہارا تکان دور ہو جائے گا۔ تمہارے قدم عین معرکۂ کارزار میں آئے اور میں مصروف جنگ ہونے کے باعث پیشوائی نہ کر سکا۔ معاف کرنا۔ اور مجھے خیال ہے۔ کہ ان قدموں کی برکت سے میں فتحیاب بھی ہوں گا۔ کیونکہ آج لڑائی میں ہمارا پہلو قوی رہچکا ہے۔"

گلنار کی زبان شرم اور خجالت کے باعث بند تھی۔ لیکن ریحانہ کو ایک برمحل تجویز سوجھ گئی۔ اور وہ کہنے لگی "امیر کے دوست شاد دشمن پامال! ہمارا بھی یہی خیال ہے۔ جو حضور نے فرمایا۔ ہم گھر سے چلے تھے۔ تو سمجھتے تھے۔ کہ شہر مرد کے اندر جا کر ٹھہریں گی لیکن یہاں بات کچھ اور نکلی۔ تاہم امید ہے۔ کہ اب زیادہ عرصہ تک یوں میدان جنگ کے کیمپ میں ہمارا رہنا نہ ہوگا۔"

علی ۔ (اکڑکے اور جوش میں آکر) "تم کچھ ہی دنوں پہلے آتیں تو غالباً براہ راست شہر ہی میں ٹھہرتیں۔ کیونکہ اس پر ہمارا قبضہ تھا۔ لیکن چند روز ہوئے۔ کہ وہ ہم سے چھوٹ گیا۔ اور انشاء اللہ اب پھر اس کو لئے لیتا ہوں۔ بات یہی کیا ہے۔"

گلنار سمجھ گئی۔ کہ ریحانہ نے یہ بات کیوں چھیڑی ہے۔ اور دل میں خوش ہو کر شرم سے رکتے ہوئے کہنے لگی۔ "امیر! اس طرح تو میں سبز قدم آئی۔ آپ مبارک قدم بتاتے ہیں۔ اگر در اصل میں ایسی ہی ہوتی۔ تو شہر مرد کے دارالامارہ میں آکر رہتے۔"

علی ۔ (جوش میں آکر) "دہقانہ! معاف کرو۔ یہ تمہارا خیال غلط ہے مجھے تمہارے مبارک قدم ہونے کا یقین ہے۔ اور انشاء اللہ بہت جلد میرے قول کی صداقت تم پر آشکارا ہو جائے گی۔"

گلنار۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔ لیکن مجھے تو اپنے آنے کی نحوست ابھی سے ظاہر ہوئی۔ کہ جس وقت سے اس خیمہ میں اتری ہوں اس وقت چار دو

طرف تیر ہی برستے نظر آتے ہیں۔ اور کلیجہ ہلائے دیتے ہیں"

علی ۔ پہلے سے زیادہ جوش میں آکر اور شیخی میں ہر ایک دشواری کو آسان سمجھکر" اچھا خدا کو منظور ہے تو کل تمہاری شب باشی مرو کے قصر امارت میں ہوگی" علی نے یہ بات اپنی محبوبہ دلہن کا دل خوش کرنے کے واسطے کہدی۔ اور یہ نہ سمجھا کہ مرو میں داخل ہونا ٹیڑھی کھیر ہے۔ مگر ریحانہ اس کی اس غلطی سے فائدہ اٹھانے کو غنیمت سمجھکر بول پڑی (گلنار سے) "بانو! دیکھو امیر تم سے کہہ چکے۔ کہ کل تمہاری شب باشی مرو کے دارالامارۃ میں ہوگی۔ اور ان کی بات پتھر کی لکیر جانو"

علی ۔ (محبت اور غرور کی وجہ سے بیخود ہوکر) "بیشک تم کل رات کو دارالامارۃ ہی میں رہوگی" پھر سوچا۔ کہ میں نے جلد بازی میں یہ بات کہدی ہے۔ اس لئے میعاد بڑہانے کے خیال سے کہنے لگا" اور کم سے کم تمہارے سامنے یہ وعدہ تو ضرور کرتا ہوں۔ کہ اس ملائک فریب جمال سے اسی وقت لطف زندگی حاصل کروں گا جب تمہیں دارالامارۃ میں پہنچا دوں"

گلنار اس بات کو سنکر دل میں تو نہال ہوگئی لیکن بظاہر شرم سے سر جھکا لیا اور خاموش رہ گئی۔ ریحانہ اس کیفیت کو دیکھکر بولی۔" ماشاءاللہ سے بڑے جوانمرد ہیں اور جوانمرد قول کے پورے ہوتے ہیں" گویا معاہدہ پر تصدیق کے لئے مہر بھی لگا دی۔

علی ریحانہ کی بات سنکر یہ کہتا ہوا اٹھا" اچھا خدا حافظ۔ کل دیکھنا کہ میں کسطرح بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اب تم آرام کرو" اور خیمہ سے باہر نکل گیا۔ وہ جا چکا۔ تو ریحانہ نے مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہا" کیوں یہ قول قرار کیسا رہا؟"

گلنار ۔" بہت اچھا۔ مگر مجھے ڈر ہے۔ کہ مبادا وہ کل شہر میں داخل ہو جائے"

ریحانہ ۔" کیا ممکن ہے لیکن مان لیجیے کہ ایسا ہی ہوگا۔ تو پھر وہ آپ کے لئے قابل فخر ہے۔ اور ابو مسلم اس کے سامنے کچھ نہ رہ جائے گا"

گلنار ۔ (ریحانہ کی بات کاٹ کر) "چپ چپ! ابو مسلم کے مقابلہ میں

میرے نزدیک کسی کی کچھ حقیقت نہیں۔ اس کے ساتھ مجھے ٹوٹے ہوئے جھونپڑے میں رہنا پسند ہے۔ مگر دوسرے کے ساتھ راج رہنا گوارا نہیں۔"

ریحانہ پر گلنار کی ان باتوں کا نہایت گہرا اثر پڑا۔ وہ دل میں کہنے لگی "اللہ اللہ یہ ابومسلم پر کس قدر شیدا ہو رہی ہے۔" پھر گلنار سے کہا "خیر اس بات کو تو خدا کے حوالہ کیجئے کل کا دن کچھ دور نہیں۔ مگر اس وقت تو ضحاک کی عدم موجودگی نے میرا دل پریشان کر رکھا ہے۔ وہ آیا تو اس غرض سے تھا۔ کہ آپ کے پاس حاضر رہے۔ اچھا چل کر خاصہ تناول کر لیجئے۔ پھر جو کچھ ہوگا اسے ہم دیکھ لیں گے۔"

دل تو نہیں چاہتا تھا۔ مگر ریحانہ کے کہنے سننے سے گلنار اٹھی۔ اور ساتھ ہی کے کمرہ میں دسترخوان پر جا بیٹھی جسے خوش سلیقہ کنیزوں نے بڑی خوبی کے ساتھ آراستہ کر رکھا تھا۔ اور ہر ایک نعمت اس پر موجود تھی۔ گلنار ہنوز پوری طرح بیٹھی بھی نہ تھی۔ کہ باہر سے ایک خادم نے صدا دی "ضحاک موجود ہے۔"

گلنار خوش ہو کر چاہتی تھی۔ کہ پہلے ضحاک سے مل لے پھر کھانا کھائے لیکن ریحانہ نے اسے روک کر کہا "بیوی! تم خاصہ تناول کرو ضحاک بھی بھوکا پیاسا آیا ہوگا جب تک وہ کچھ کھا لے گا" پھر خادم سے کہا "ضحاک کو کھانا کھلا دے۔ اور غلام گردش میں ٹھہرنے کا حکم سنا دے۔ بانو خاصہ کھا کر ابھی آتی ہیں۔"

تھوڑی دیر کے بعد گلنار خوش خوش اپنے خوابگاہ کے کمرہ میں پہنچ گئی۔ جلدی میں کھانا بھی کچھ یونہی سا کھایا۔ اور ضحاک کو وہاں مؤدب استادہ دیکھ کر بولی "ارے تو کہاں گیا تھا؟"

ضحاک نے سر اٹھایا۔ اور اپنی ہنسا دینے والی شکل گلنار کو دکھائی۔ ضحاک کی داڑھی اور مونچھوں کے بال اس وقت اتنے پریشان اور گرد آلود تھے کہ وہ شناخت نہیں ہو سکتا تھا۔ عمامہ سر پر ذرا آگے کو جھکا ہوا دھرا تھا۔ اور اسی طرح ہر ایک چیز اودا اودا [illegible] ہو رہا تھا۔ گلنار اس کی ہیئت کذائی دیکھتے ہی ہنس پڑی جس کا جواب ضحاک نے بھی دیر تک لمبا چوڑا قہقہہ لگا کر دیا۔ پھر گلنار نے کہا "اب بیٹھ جا۔ تو کہاں تھا؟"

Marfat.com

کیا؛ اور خود بھی مع ریحانہ کے بیٹھ گئی۔ ضحاک مودب ہو دوزانو ہو کر سامنے فرش پر بیٹھ گیا تو اس نے کہا "حضور عالیہ! میرا بلا اجازت چلا جانا بےشبہ برا تھا لیکن حضور معاف کر دیں۔ تو آپ کے مراحم سے بعید نہ ہوگا"

ریحانہ۔ "واہ۔ تو خدا و ند نعمت دہقان کی فہمائش بھول گیا۔ انہوں نے کیا کہہ دیا تھا کہ کبھی ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ اور بانو کے احکام کی پوری طرح تعمیل کرتے رہنا؟"

ضحاک۔ (مذاقاً شرمندہ بن کر) "ہاں مجھ سے یہ غلطی تو ضرور ہوئی۔ کہ آقا کی ہدایت سے مخالفت کی لیکن کیا بانو کے کام میں کوشش کرنا۔ اس کا کفارہ نہ بن جائے گا؟"

ریحانہ۔ "مردک تجھے تو بس وہی مسخرہ پن سوجھتا ہے۔ ارے! اب مذاق کو تو جانے دے۔ اور صاف صاف بیان کر۔ تو گیا کہاں تھا؟"

ضحاک۔ "تو نے میری بات نہیں سمجھی تو کیا ہوا بانو تو سمجھ گئی ہیں" پھر گلنار کی طرف دیکھ کے اور سر ہلا کر کہا "یہ بات ہے ہاں" "کشش کے ساتھ

گلنار۔ (خوش ہو کے) "شاید تو ابومسلم کے پاس گیا تھا؟"

ضحاک۔ (زور سے قہقہہ لگاتے ہوئے یکایک رک کر اور ریحانہ سے مخاطب ہو کے) "دیکھا تو نے! سمجھ اروں اور نا سمجھوں میں کتنا فرق ہوتا ہے؟" پھر گلنار سے "ہاں بانو! میں وہیں گیا تھا"

گلنار۔ (مشتاق ہو کر) "وہاں کیا کیا؟"

ضحاک۔ "آپ کو یہ بات کل معلوم ہو جائے گی"

ریحانہ۔ "اسی وقت بیان کر۔ پھر ہم بھی بتائیں گے کہ ہم نے یہاں کیا کام کیا"

ضحاک۔ (مسکرا کر) "پوچھنے کیوں کرتی ہو؟ میں ہی نہ بتا دوں۔ کہ تم نے کیا کر رکھا ہے۔ ہاں تم نے دولہا سے یہ اقرار لے لیا کہ وہ دلہن سے خلوت ہی

وقت کرے گا جبکہ وہ اسلامی امارت میں آ جائے۔ ریحانہ نے

گلنار کو ضحاک کی اس بات کی آگاہی سے حیرت ہو گئی۔ اور اس نے مڑ کر ریحانہ سے کہا "کیا جو کام خود میں نے کیا ہے۔ اس کا علم رکھنا بھی تعجب انگیز بات ہے؟"

ریحانہ۔ "یہ کیونکر ہو ہم نے تو رفتہ رفتہ اس سے یہ وعدہ لے پایا تھا"

ضحاک۔ "اور خیال تو میں نے ڈالدی تھی۔ سنو! میں یہاں سے نکل کر سیدھا دولہا کی تلاش میں گیا۔ اور میدان جنگ کی واپسی میں امیر علی بن کرمانی سے مل کر اسے دلہن کے آ جانے کا مژدہ سنایا۔ اور اس سے ایسی باتیں کیں کہ اس کے اثر نے اسے اس طرح کا وعدہ کر لینے پر آمادہ بنا دیا"

گلنار اور ریحانہ دونوں کو ضحاک کی دوراندیشی پر کمال حیرت ہوئی اور ریحانہ نے سوال کیا۔ "پھر تم کہاں گئے تھے؟"

ضحاک۔ "دوسرے دولہا کے پاس" یہ کہکر خیمہ کی چھت میں بنی ہوئی تصویروں اور بیلوں کو دیکھنے لگا۔ اور ہنسی کو ضبط کر گیا۔

ریحانہ۔ "وہاں کیا کیا؟"

ضحاک۔ "یہ کل معلوم ہو گا"

مگر گلنار کے اشتیاق نے اسی وقت دریافت حال کر لینے کا اصرار کرایا۔ جس کے بعد ضحاک نے ابو مسلم سے ملنے اور وہاں کی گفتگو کا مناسب حال مختصر لفظوں میں کہدیا۔ لیکن جو باتیں راز کی تھیں ان سے پہلو بچا کر آخر میں کہنے لگا "سچ تو یہ ہے کہ ... خراسانی بڑا زیرک اور دانا ہے خصوصاً اس وجہ سے کہ اس نے مجھے ... ... لیا" پھر ہنسنے لگا۔

اور ریحانہ و گلنار بھی اس کی حرکتوں سے خوش ہو کر ہنس پڑیں جس کے بعد ضحاک ... اب رات زیادہ آ گئی۔ آپ دونوں آرام کریں۔ اور میں بھی جاتا ہوں ... کے وقت آپ مجھے تلاش کریں۔ اور میں نہ ملوں تو خیال

کر لیجئے گا۔ کہ کسی کام سے گیا ہے۔ بھاگا نہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ اور جو کارروائی اس نے کی۔ اس کے نتیجہ سے ناظرین کو قبل کے باب میں اطلاع مل چکی ہے۔ کیونکہ کرمانی کے میدان میں بغرض مصالحت جانے کے بعد جو شخص اس کے لشکر میں سے نکل کر بھاگتا ہوا نصر کی فوج میں گیا۔ اور حرث بن سریح کے بیٹے کو اس کے مقابلہ پر اشتعال دلا کر لایا تھا۔ وہ ضحاک ہی تھا۔

گیارہواں باب

یا اللہ نہیں مجھ سے یہ نہ ہو گا

حقیقت کی اگر پوچھو یہ بت رحم مجسم ہیں
مجازاً پر انہیں سفاک و قاتل لوگ کہتے ہیں

ابومسلم اپنے کیمپ میں تنہا خیمہ کے اندر ٹہل ٹہل کر کچھ سوچ رہا ہے۔ کیا سوچتا ہے یہی کہ کس تدبیر سے دشمنوں کی اس قدر کثیر اور متعدد جماعتوں کو شہر مرو کے گرد سے معدوم اور دور کر کے اپنا قبضہ مستحکم کرے۔ اور کیا صورت ایسی نکالے جس کے باعث دشمن آپس میں ہی کٹ مریں اور ایسے اُن کے مقابلہ اور مجادلہ کی زحمت بہت کم گوارا کرنا پڑے۔ کرمانی پر اس کا جادو جس قدر جلد چل گیا اور جس طرح اتنے زبردست و خطرناک دشمن کو اس نے دم کے دم میں غارت کر دیا اس بات کی مسرت ابومسلم کے دل کو باغ باغ بنائے دیتی تھی۔ اور اب اس کی لاثانی طبّاعی اور ذہانت سی ایسی الجھی ہوئی ایک پیچیدہ گتھی کو سلجھانا چاہتا تھا۔ جس کا سلجھنا قریب المحال معلوم ہوتا تھا۔ اس وقت ابومسلم کی وہ حالت تھی جو اس گرفتار قفس بھوکے شیر کی ہوتی ہے جس کا شکار قریب ہی موجود ہو۔ اور وہ اچھل کر اسے جا دبوچنے کے لئے بیقراری کے ساتھ پنجرہ کی سلاخوں سے زور آزمائی

کرے۔ تاکہ کسی طرح انہیں توڑ کر اپنا مرکار پکڑ لے کبھی وہ بیٹھ جاتا۔ اور گاہے بیٹھے سے اکتا کر ٹہلنا شروع کرتا۔ پتلی سی بید کی قمچی اس کے ہاتھ میں تھی۔ جسے وہ انگلیوں میں پھنسا کر کھیلتا بھی جاتا تھا۔ یہ گویا ایک قسم کا مشغلہ تھا۔ ابو مسلم کی صورت پر ترشروئی کے آثار اس حد تک ابھر آئے تھے۔ جس سے اس کا جوش غضب سے بھرا ہونا معلوم ہو رہا تھا۔ اور خیال کیا جاتا تھا۔ کہ اگر اس وقت وہ ہنسنا بھی چاہے۔ تو باوجود اس کے بمشکل اس کے بشرہ سے غصہ کی علامتیں مٹ سکیں گی۔ کوئی بڑا ماہر قیافہ شناس جو لوگوں کی صورت دیکھتے ہی ان کے دلی رازوں کو کھلی کتاب کی طرح پڑھ سکتا ہو اس وقت ابو مسلم کا قیافہ مطالعہ کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ خیالی دنیا کے ایسے خون کے دریا میں تیر رہا ہے جس میں انسانوں کے سر حباب کی طرح بہتے پھرتے ہیں کسی کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور کسی کو محبس میں بھجوا رہا ہے۔ اسے نہ کسی کی پرواہ ہے۔ اور نہ کسی طرح کا پاس ولحاظ بلکہ جو شخص اس کے راستہ میں رکاوٹ ڈالنا چاہتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ اس کا باپ وبھائی ہی کیوں نہ ہو۔ ابو مسلم اسے بلا تامل قتل کر ڈالتا ہے۔ انہی افکار اور تدبیر کے ضمن میں ضحاک کی خیالی تصویر بھی ابو مسلم کی نگاہوں تلے پھر گئی۔ اور اسے گمان ہوا کہ آج رات کو بھی وہ کوئی نیا حیلہ تراش کر اسے سنانے آئے گا۔ اور جس کو ضحاک تو سمجھیگا۔ کہ اس کی طبیعت کی نئی اپج ہے۔ لیکن ابو مسلم کے نزدیک وہ کبھی کی پرانی تجویز ہوگی۔ کیونکہ ابو مسلم ضحاک کی باتوں پر جس قدر پسندیدگی کا اظہار کرتا۔ اور انہیں سراہتا تھا۔ وہ سب اس غرض سے کہ ضحاک کا دل چھوٹا نہ ہو۔ اور آخر میں وہ اس سے کوئی بڑا اہم کام لے سکے۔ ضحاک کے تصور میں یہ بات جم رہی تھی۔ کہ ابو مسلم اس کی چالبازیوں سے بیخبر اور اس کے دام فریب میں گرفتار ہے اسے یہ خبر ہی نہ تھی۔ ابو مسلم اس کے دل کی بات سے پورا واقف اور اس کے رمز کو پائے ہوئے ہے۔ بلکہ ضحاک کے مشوروں اور انی ہوئی خبروں سے وہ اس کے آنے سے پہلے واقف ہو چکا تھا۔ پسندیدگی ظاہر کرتا اور تعریفیں سنانا ابو مسلم

Marfat.com

کا ایک فریب تھا جس کے جال میں ضحاک جکڑ لیا گیا تھا۔ ورنہ دل میں ابومسلم ضحاک کے خون کا پیاسا۔ اور اس کی جان کا خواہاں تھا۔ اس لئے کہ اسے پہلی ہی ملاقات میں ضحاک سے بدگمانی پیدا ہو گئی تھی۔ آہ ! ہر آدمی ایک دوسرے کا یوں ہی دشمن ہوتا ہے۔ اور اسی تاک میں رہتا ہے۔ کہ اس کا ساتھی ذرا بھی چوکے اور مال یار وزکا ہو جائے۔ خاص کر اس آپرآشوب زمانہ میں جبکہ اختلاف اور گروہ بندیوں نے خود غرضیوں کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ لوگوں کے باہمی معاملات میں صفائی معلوم پھر طرّہ بریں ابومسلم کے دہیر امام کی اس ہدایت کا گہرا نقش موجود تھا۔ کہ جس پر شک ہوا سے قتل کر دو۔

ابومسلم دریائے تفکر میں پڑا غوطے کھا ہی رہا تھا۔ کہ یکایک دربان نے کسی کے آنے کی اطلاع دی۔ اور ابومسلم سمجھ گیا۔ کہ ضحاک آیا ہے۔ اس لئے اس نے فوراً اجازت دیدی۔ اور ضحاک اس ہیبت سے داخل ہوا۔ سر پہ فارسیوں کے وضع کی ایک لمبی ٹوپی تھی۔ جس پر چھوٹا سا عمامہ لپیٹ لینے سے وہ بالکل پیر مغاں کی وضع میں آ گیا تھا۔ ابومسلم نے ضحاک کی صورت دیکھتے ہی اپنی شکل شگفتہ بنالی اور کہا۔ "واہ ضحاک ! کیا کہنا ہے۔ تم بڑے وقت سے آئے" تاہم ضحاک نے اس کی سرخ خونی آنکھوں اور پرشکن تیوروں سے تاڑ لیا۔ کہ ابومسلم اس وقت کسی بڑے تردد میں مبتلا ہے۔ اس لئے وہ مودّب ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور ابومسلم اس سے مخاطب ہو کر بولا۔ "یا ضحاک ! تم خوب آئے"

ضحاک۔ (ابومسلم کے اس قدر تواضع کو خلاف امید سمجھ کر اور زیادہ مؤدب بن کے) "عالی جناب ! میری یہ حیثیت ہرگز نہیں۔ میں تو حضور کا غلام اور آپ کی رضامندی کا بھوکا ہوں۔ دوست ہونا کجا۔ اور میں کجا"

ابومسلم۔ "کیا خوب ! بھلا کبھی کسی عربی شخص نے فارسی شخص کا غلام بن کر رہنا گوارا کیا ہے۔ جو تم ایسا کہتے ہو ؟"

ضحاک۔ (کچھ دیر سکوت کر کے) "اس میں شک نہیں۔ کہ مسلمان سب

ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ اور ان کی ایک دوسرے پر برتری محض خدا پرستی اور جہاد کی فضیلت پر منحصر ہے۔ مگر اب وہ حکومت تو فنا ہوگئی جس کے بل بوتے پر اہل عرب دوسری عجمی قوموں سے نفرت کرتے۔ اور انہیں حقیر تصور کرتے تھے۔ اور یہی عربوں کا بیجا تعصب اُن کی بربادی کا اصلی باعث ہوا۔ اس کے علاوہ خراسان کے بے مثل بہادر اور امام کے نائب دعوت بازو کا غلام ہونا میرے لئے باعث فخر و مباہات ہے۔"

ابو مسلم ۔ (بناوٹ کی ہنسی ہنسکر بیٹھتے ہوئے) "اچھا بیٹھ تو جاؤ۔" اور جب ضحاک ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ چکا تو پھر ابو مسلم نے کہا "کہو۔ کیا خبر لائے ہو"

ضحاک ۔ "جناب عالی! آپ کے اقبال سے سب باتیں بہتر ہیں الیوقت تو میں آپ کو آج کے معرکہ میں کامیاب رہنے کی مبارکباد دیتے۔ اور کوئی تازہ حکم لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں"

ابو مسلم ۔ "مگر اس کامیابی میں تمہاری تدبیر اور کوشش کا بڑا حصہ شریک ہے جس کا شکریہ ہم تکملۂ فتح کے بعد اس طرح ادا کریں گے۔ کہ تم کو کسی معقول منصب پر مامور کر دیں گے"

ضحاک ۔ "امیر والاجاہ! میں تو حکم کا بندہ اور آپ کی خوشنودی خاطر کا خواہاں ہوں۔ اب کوئی حکم دیجئے"

ابو مسلم ۔ "تمہارے نزدیک ہمیں اب کیا کرنا چاہئے؟ کل تو تم نے بڑی معقول اور پختہ مغزوں کی رائے دی تھی۔ بہئی واہ۔ کیا کہنے ہیں"

ضحاک ۔ (کچھ دیر سر جھکا کر جیسے کوئی بات سوچتا ہے) "کیا کرمانی کے مارے جانے کے بعد آپ اس کے بیٹے سے بھی نبٹنا نہیں چاہتے؟ اس کے بعد تو پھر میدان آپ کے ہی ہاتھ رہے گا"

ابو مسلم ۔ "اور شیبان؟"

ضحاک ۔ (قہقہہ لگاکر) "شیبان؟ اس خارجی کی آپ کے سامنے حقیقت کیا ہے؟"

وہ بھی کوئی چیز ہے ؟"

ابومسلم ۔ "خوب! چیز کیوں نہیں ، فوج اس کے پاس ، اور گروہ بندی میں کرمانی سے وہ کم نہیں "

ضحاک ۔ "اچھا آپ کرمانی کے بیٹے کا خاتمہ کر دیں پھر شیبان کی فکر میرے ذمہ رہی "

ابومسلم اثنائے گفتگو میں ضحاک کی ٹوپی کو غور سے دیکھ رہا تھا ، اور اس کے دل میں یہ شوق گدگدی ڈالے تھا کہ کسی طرح اس ٹوپی کے نیچے کا راز معلوم کرے ، کیونکہ ٹوپی کے کناروں سے اُسے ضحاک کا سر منڈا ہوا معلوم ہوتا تھا ۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے ضحاک کی ٹوپی کو ٹھوکا دیکر کہا ، "یہ ٹوپی تمہیں کس نے دی ؟" اور بظاہر ایسی صورت بنائی گویا اس نے غلطی سے ٹوپی کو ٹھوکا دیا ہے ۔ ضحاک کی ٹوپی چھڑی لگتے ہی جھٹ سے زمین پر آ رہی ، اور اس کے نیچے سے اس کا صفاچٹ سر چھلے ہوئے کسیرو کی طرح نکل آیا ۔

ضحاک ۔ (گھبراہٹ میں اچھلکر ٹوپی کو اُٹھا کے فوراً سر پہ رکھتے ہوئے اور مسخرے کے انداز سے ہنستے ہوئے) "جی ! چند روز سے میں آتش پرستوں کے پیروں کے حلقہ میں شامل ہو گیا ہوں "

ابومسلم ۔ (ضحاک کا سر منڈا معلوم کرنے سے انجان بن کر اور مصنوعی قہقہہ لگاکر) "پیر مغاں بننا تو اہل فارس ہی کے لئے موزوں ہے ۔ اہل عرب پر یہ بات کب پھبتی ہے ؟"

ضحاک ۔ (یہ یقین کر کے کہ ابومسلم نے اس کی ٹوپی کو سہواً ٹھکرایا تھا ، اُسے درست کرتے ہوئے جبکہ گھبراہٹ نے اس کا رنگ فق کر دیا تھا) "حضور ! بسا اوقات آدمی کو تبدیل وضع کر کے کام نکالنا پڑتا ہے ۔ میں اس ٹوپی کو نہ پہنتا تو آپ کے خیمہ تک رسائی غیر ممکن ہوتی "

ابومسلم ۔ (بظاہر ضحاک کی تصدیق کرتے ہوئے) "اے شخص تو اپنی جسارت

اور منیجہ دونوں باتوں سے مجھکو خوش کرتا ہے۔ اچھا اب تبیں بن کرنیا۔ کہ میں علی بن کرمانی سے کس طرح چھٹکارا حاصل کر دں ؟"

ضحاک :۔ "اس کا قتل کرنا آسان اور دشوار ہے۔"

ابومسلم :۔ "یہ کیا بات ہوئی ؟"

ضحاک :۔ "آپ میری بات مانیں تو تنہا علی کیا اس کے تمام فوجی سرداروں کا قتل کردینا بھی اتنی آسان بات ہے جتنا ایک کچے دھاگے کا توڑنا۔"

ابومسلم :۔ "یہ کیونکر؟" حیرت کے لہجہ میں کہا۔

ضحاک :۔ "کیا خوب! آپ کو میری پہلی مرتبہ حاضر خدمت ہونے کی باتیں یاد نہیں رہیں۔ خیال فرمائیے میں نے آپ سے عرض کیا تھا۔ کہ یہ دلدادہ عورت آپ کی ذرا سی نظر توجہ میں اس قدر کارآمد بن جائے گی۔ کہ آپ اس سے جو کام چاہیں لے سکیں۔"

ابومسلم :۔ (ضحاک کا مدعا بخوبی سمجھ کر لیکن بظاہر انجان بن کے) "ہاں ہاں۔ مجھے یہ بات تو یاد ہے۔ مگر میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا تھا۔"

ضحاک :۔ "حضور! میری مراد یہ تھی۔ کہ وہ عورت علی بن کرمانی کے بغل میں بھی بیٹھکر آپ کی پوری مددگار بن سکتی ہے۔"

ابومسلم :۔ "منیجہ بن کر تو کیا تم خیال کرتے ہو۔ کہ وہ علی کے قتل میں ہماری معاون ہوگی ؟"

ضحاک :۔ (شوق کے لہجہ میں) "بیشک جناب من! اور میں اسکی ذمہ داری کرتا ہوں۔ لیکن ایک شرط پر۔"

ابومسلم :۔ "کیا شرط ؟"

ضحاک :۔ "بہت ہی آسان۔ آپ اس کو اپنی کوئی نشانی بھیجیں جس سے وہ آپ کی التفات کا یقین کرلے۔ اور یہ سمجھ جائے۔ کہ علی بن کرمانی کو قتل کرنے سے وہ آپ کی پوری عنایت کی مستحق ہوسکتی ہے۔ آگے میں سب کام ٹھیک کروں گا۔"

Marfat.com

ابومسلم۔ "نشانی کونسی ہو؟"

ضحاک۔ "کوئی ایسی چیز جو آپ کی طرف سے ارسال کئے جانے کا بیّن ثبوت دے"

ابومسلم۔ (ضحاک کو ایسی غائر نگاہوں سے دیکھ کر جن کے ذریعہ سے اس کی دلی رازوں کو دریافت کرلے) "میرا گمان ہے۔ کہ میری انگشتری کے سوا کوئی اور چیز لیجا کر تم اُسے ایسا وثوق نہیں دلا سکتے"

ضحاک۔ "ہاں یہی علامت ہے۔ جو کاربراری کا آلہ بن سکتی ہے"

ابومسلم۔ (سر جھکا کر جیسے کسی تردد میں پڑگیا ہے۔ کچھ توقف کے بعد) "کیا تم کو اس بات کی اہمیت معلوم ہے؟ اپنی انگشتری تمہیں دیتا گویا تم کو اپنی جان سپرد کرنا ہے۔ کیا تم اسے نہیں جانتے؟"

ضحاک۔ "حضور عالی! کیوں نہیں جانتا ہوں۔ لیکن کوئی دوسرا طریقہ کار براری کا ہوتا۔ تو میں اسی پر عمل کرتا"

ابومسلم۔ (انگلی سے انگوٹھی نکال کر ضحاک کو دیتے ہوئے) "یہ۔ اسے جلد لیجاؤ۔ اور رات ہی کو واپس بھی لے آؤ۔ کیونکہ اس کے آنے تک مجھے آرام نہیں مل سکتا"

ضحاک۔ (انگشتری لینے کے لئے تعظیماً کھڑے ہوکر اور اُسے لینے کے بعد سر آنکھوں پر رکھ سکے) "ممکن ہے۔ کہ آج کی شب میں بانو سے ملاقات نہ ہوسکے تو پھر کل صبح کو یہ انگشتری حاضر خدمت کروں گا"

ابومسلم۔ "اچھا جاؤ۔ خدا حافظ" جیسے پھر کچھ یاد کرکے "کہاں رہو میرے یہاں آنے تک ٹھہر جاؤ" اور یہ کہکر ایک چور دروازہ کی راہ کمرہ سے نکل کے کسی جانب چلا گیا۔ اور ضحاک تنہا رہ گیا۔ ضحاک کا دل اس وقت مسرت سے مالا مال تھا۔ وہ اپنی لاثانی کامیابی پر خوش تھا۔ اور خیال کرتا تھا۔ کہ خوب کام بنے گا۔ ضحاک نے دم روک کر اچھی طرح آہٹ لینی شروع کی۔ تاکہ شاید کسی راز کی بُھنک کان اُسے کہیں سے

Marfat.com

اور معلوم ہو جائے لیکن اُسے کوئی صدا سُنائی نہیں دی۔ اور نہ کسی قسم کی حرکت محسوس ہوئی۔ چند منٹ بعد ابو مسلم کمرہ میں واپس آیا۔ اور اس نے آتے ہی کہا۔ "اچھا ضحاک اب تم جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ ہماری اچھی خدمت کرو گے۔ تو ہم بھی معقول معاوضہ دینگے۔ مگر (پست آواز میں) اس عورت کو اپنا ہم خیال بنا لو۔ تو اس سے کہنا کہ ابھی کام میں جلدی نہ کرے۔ بلکہ ہماری طرف سے کسی اور اشارہ ہونے کی منتظر رہے سمجھے؟"

ضحاک۔ "بجان و دل جو حکم ہو" پھر کمرہ سے باہر نکل کر چلا گیا۔ اب اس کو ہم جانے دیتے ہیں۔ اور چل کر یہ دیکھتے ہیں کہ گلنار کا دن آج کس طرح کٹا۔ کیونکہ اگلی رات میں تو علی بن کرمانی کو جوش دلا کر شہر مرد کے فتح تک اس سے الگ رہنے کا سامان کر لیا گیا تھا۔ لیکن آج اس پر کیا گزرتی ہے۔

دن بھر گلنار ریحانہ کے ساتھ میدان جنگ کی سیر قناتوں کے اوٹ سے دیکھتی رہی۔ اور قتل و خونریزی کی بھیانک کارروائی دیکھ کے اس کا نازک دل سخت ہراساں ہوتا گیا۔ کرمانی کا قتل ہونا۔ ابو مسلم کا علی بن کرمانی سے مل جانا یہ سب باتیں اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیں تو وہ گھبرا کر ریحانہ سے دریافت کرنے لگی۔

"ایں! ریحانہ! دیکھ یہ ابو مسلم کو کیا ہوا؟ یہ تو انہی لوگوں سے مل گیا ہے"

ریحانہ۔ "بانو! یہ بھی ایک چال ہوگی۔ اور ضحاک آئے گا۔ تو وہ اس کی علت ہمیں بتائے گا"

پھر گلنار اور ریحانہ دونوں خیمہ کے اندر چلی گئیں۔ اُن کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ جو تماشا انہوں نے آج دیکھا ہے۔ اس کا کیا رمز ہے۔ گلنار کی بیتابی ساعت بساعت بڑھتی ہی جاتی تھی۔ اور ریحانہ کا تسکین و تشفی دینا بیکار ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں دن گزر کر شام کا وقت آیا۔ اور یکایک علی بن کرمانی غم و غصہ سے بھرا ہوا۔ سر تا پا خون میں شرابور خیمہ کے اندر آ گیا۔ جسکی صورت دیکھتے ہی گلنار کے تو ہاتھ پیر پھول گئے اور وہ اس ضعطہ میں پڑ گئی۔ کہ کس سے کیونکر گفتگو کرے۔ کیونکہ باپ کے مارے

جانے کا پرسہ دینا تھا۔ گلنار اسی کشمکش و پیچ میں تھی۔ کہ ریحانہ نے بڑھ کر ادب سے علی کو مخاطب بنایا۔ اور کہا۔ "خداوند کریم امیر کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آپ کے والد کی وفات کا جتنا صدمہ ہو۔ وہ کم ہے لیکن یہ خیال کہ مرنے والا بہادروں کی طرح اور میدان جنگ میں مرا ہے۔ اور نیز آپ کا ایسا انتقام لینے والا فرزند ارجمند چھوڑ گیا ہے ہمارے غم کا بار ضرور ہلکا کر دیتا ہے "۔

علی۔ (ریحانہ کی مہذب گفتگو سے خوش ہو کر اور گلنار کو مخاطب بنا کے) "پیاری دہقانہ! تمہاری دلفریب صورت دیکھ کر میرا غم بہت کچھ کم ہو گیا ہے۔ اور ابا جان کا بدلہ تو اُن پاجیوں سے ایسا لوں گا۔ کہ وہ بھی کیا یاد کریں گے کل صبح کو آفتاب نکلتے ہی ہماری خونخوار سپاہ غنیم پر دھاوا کر دے گی۔ اور خدا کو منظور ہے تو شام کے وقت مرو کے دارالامارۃ میں ہمارا قیام ہوگا"۔ یہ کہکر اپنا خود سنبھالنے لگا۔ اور گلنار کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اگرچہ باپ کے قتل ہونے کا رنج اس وقت علی کو سخت ستا رہا تھا۔ لیکن چونکہ گلنار سے اس کو محبت ہو گئی تھی۔ اور الفت انسان کی مسرتوں کی سرچشمہ ہے۔ گویہی اس کی مصیبتوں کا بھی ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنی ملائمت فریب محبوبہ بیوی کی شکل دیکھتے ہی تمام رنج والم بھول گیا۔ آہ محبت! تو عجیب چیز ہے۔ تو ہی انسان کو اعلیٰ اخلاقی مدارج طے کرا کے ملائکہ کی صف میں جا بٹھاتی ہے۔ اور تو ہی آدمی کو بام انسانیت سے گرا کر حیوان مطلق کی قطار میں لا شریک کر دیتی ہے۔ اگر محبت کا پلہ دونوں عاشق و معشوق کی جانب یکساں ہے تو اس میں شک نہیں کہ اُن کے برابر خوش قسمت انسان کوئی نہیں مل سکتا لیکن جب کسی ایک طرف سے الفت ہو اور دوسری جانب سرد مہری تو پھر آدمی کی زندگی تلخ اور اس کا سامان نشاط مفقود ہو جانا معمولی بات ہے۔ یہی حالت علی بن کرمانی کی ہے۔ کہ وہ تو گلنار پر صد ہزار جان سے فریفتہ ہے۔ اور گلنار اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ یہ راز علی پر کھلا نہ تھا۔ اس لیے وہ مبتلائے آلام نہیں ہوا ورنہ مرگ پدر کا الم اُس کی کمر توڑ دیتا۔ اور کہیں کا نہ رہتا۔ بہر حال اس وقت گلنار کی

خاموشی علی کے خیال میں سکوت حیا سے تبدیل کی گئی۔ اور اس لئے صرف ریحانہ کی تعزیت ہی اس کو تسلی بخش معلوم ہوئی۔ اور اس نے گلنار کو مخاطب کر کے مذکورہ بالا جواب دیا۔

علی کا جواب سن کر گلنار کو بھی چپ رہتے نہ بن آیا۔ اور وہ کہنے لگی۔ "خدا امیر کے بڑے مرتبے کرے۔ اور ان کو اپنے مرحوم باپ کا انتقام لینے کی مبارک توفیق عطا فرمائے۔" گلنار کی یہ بات علی کے پژمردہ دل کے ساتھ عجیب تازگی بخش سلوک کر گئی۔ وہ اپنا تمام رنج وغم بھول گیا۔ اور مئے الفت سے متوالا بن کر اپنے ملازموں کو دلہن کی ہر طرح خاطر داری کا حکم دیتا ہوا فوراً آئندہ معرکہ کے لئے فوجی تیاریاں مکمل کرنے کے فکر میں مصروف ہونے چلا گیا۔

علی بن کرمانی جا چکا تو گلنار کو پچھلے دن کے واقعات اور ابو مسلم کی حرکتوں کا خیال آیا۔ وہ پہلے پہل یہ تصور کر کے چونک پڑی۔ کہ سفاک ابو مسلم علی بن کرمانی کا دشمن جان ہے۔ اور اس کو صدمہ پہنچانے پر تیار اس لئے گلنار کو علی پر ترس آ چلا تھا۔ لیکن یکایک اس کے خیالات نے پلٹا کھایا۔ اور ابو مسلم کی خیالی تصویر اس کی نظروں تلے پھر گئی جس کی وجہ سے علی کی خیر خواہی کا ناپایدار اثر زائل ہو گیا۔ اور وہ ابو مسلم کی یاد میں مستغرق ہو رہی۔

ریحانہ نے علی کے چلے جانے کے بعد گلنار سے دریافت کیا۔ "بی بی! آپ خاصہ نہ تناول کرینگی"

گلنار۔ "ہوگا بھی۔ کھا لوں گی۔ جلدی کیا ہے۔ ارے! یہ ضحاک کہاں چلا جاتا ہے کمبخت رات دن جب دیکھو غائب"

ریحانہ۔ "بانو! تردد کی بات کیا ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ اور آپ ہی کے کام سے جاتا ہے۔ اس لئے خفگی کا کیا محل ہے۔"

گلنار۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ مجھے تو اس عرب کے غلام بن کر ہمارے پاس رہنے کا بڑا اچنبھا ہے۔ بھلا عرب اور غلام بن کر رہیں!"

Marfat.com

ریحانہ:- "بانو! اب عربوں کا ستارۂ اقبال ڈوب گیا۔ اُن کی جمعیت ٹوٹ چکی ہے۔ اور نااتفاقی وخود غرضی، تباہی کا پیش خیمہ بن کر اُن کے دلوں کو مسخر کر رہی ہے۔ ایسی حالت میں جو نہ ہو وہی تھوڑا ہے۔ اچھا اب تو چلئے خاصہ تناول کیجئے۔"

گلنار:- (جبراً و قہراً اٹھکر) "کھانا کیا ہے۔ دل بہلانا ہے چل اسی طرح اس پاگل غلام کے آنے کا انتظار کروں گی۔ وقت بھی نہیں کٹتا۔"

ریحانہ:- (بڑبڑاتے ہوئے) "اُن۔ وہ پاگل ہے؟ نہیں ہزار میں ایک ہی کام کا ہے۔"

بہرحال گلنار اور ریحانہ نے دسترخوان پر جا کر کچھ نام کے لئے کھانا تناول کر لیا۔ اور پھر دیر تک ضحاک کی منتظر بیٹھی رہیں۔ اُن کا تردد ضحاک کے دیر لگانے سے بڑھتا جاتا تھا۔ اور ایک ایک گھڑی دنوں کے برابر معلوم ہوتی تھی۔ آخر جب دونوں تھک گئیں۔ تو گلنار تکان وقلق کے باعث تھک کر سو رہی۔ اور ریحانہ ذرا دیر اور بیٹھی پھر وہ بھی جا کر لیٹ رہی نیند کا غلبہ اُسے جھونکے دیکر سلا رہا تھا۔ مگر ریحانہ ہشیار نیند سوئی۔ کہ جہاں کوئی کھٹکا سنائی دیا۔ وہیں۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اور اسی حالت میں اُسے وہم پیدا ہوا۔ کہ وہ ضحاک کی ہنسی سنتی ہے۔ وہ چونک پڑی اور آنکھ کھول کر دیکھنے لگی۔ تو اُسے نظر آیا۔ کہ فی الواقع ضحاک ستونِ خیمہ سے لگا ہوا کھڑا ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ستون ایک جگہ دو ہو گئے ہیں۔ ریحانہ کا ارادہ ہوا تھا۔ کہ وہ ضحاک کو ڈانٹ بتائے۔ مگر اس خیال سے کہ بانو کی نیند اُچٹ جائے گی اُس نے خاموشی اختیار کی۔ اور اُٹھ کر ضحاک کے قریب جا کے کہنے لگی "تیرا بھلا ہو! تو ایسا غائب ہوتا ہے۔ کہ پتا بھی نہیں دیتا۔"

ضحاک:- ریحانہ سے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر کے دوسرے کمرہ میں جاتے ہوئے جہاں تاریکی تھی، "چلی آ" اور جب اندھیرے میں ریحانہ کی طبیعت پریشان ہونے لگی۔ تو ضحاک نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور کہا "ڈرو مت، سنبھل کر

چلی آؤ"۔

ریحانہ ۔ (گھبراکر) اٹھہر بھی جا میں چراغ لے آؤں تاکہ روشنی میں تیری صورت دیکھکر بات کر سکوں"۔

ضحاک ۔ (ریحانہ کے ہاتھ چھڑا لینے سے ہنسکر) "واہ تجھے اس صورت کے دیکھنے کا کتنا شوق ہے! بہتر۔ لا چراغ لے آ"۔

ریحانہ دبے پیروں جاکر گلنار کے کمرے سے شمع لے آئی۔ اور بیٹھکر ضحاک سے کہنے لگی "اس وقت تو نے اتنا سخت انتظار دکھایا۔ کہ بانو کی طبیعت برمزہ ہوگئی۔ ان کو اس بات کا بڑا تردد تھا۔ کہ ابومسلم کرمانی کا طرفدار کیوں بن گیا ہے"۔

ضحاک ۔ (بات کاٹکر ہنستے ہوئے) "کیا کرمانی قتل نہیں ہوگیا؟ اس کی طرفداری کا نتیجہ یہ تھا! اور اب بھی وہ اس گھرانے کی جس قدر زیادہ مدد کرے گا۔ اسی قدر کرمانی کے کنبہ والوں کو یکے بعد دیگرے اسی کے پاس ملک عدم میں ارسال کرتا جائے گا"۔

ریحانہ ۔ (دل میں "کمبخت یہ تو پہیلیاں بجھواتا ہے") (ضحاک سے) "خدا کے واسطے صاف بات بیان کر۔ چیستاں سنانے کی ضرورت کیا ہے؟"

ضحاک ۔ "تیرا بھلا ہو! کیسی موٹی سمجھ رکھتی ہے۔ تجھے کہاں تک سمجھاؤں میں تو تھک گیا۔ لیکن تیری فہم ہی میں کچھ نہیں آتا۔ خیر سن! یہ خراسانی جس جماعت کا یار بنے گا۔ اُسے اپنے فائدہ کے لئے بالکل برباد کر کے رہے گا۔ کرمانی کا ساتھ بظاہر اس غرض سے دیا تھا۔ کہ مرو کے حاکم کو اس کی مدد سے غارت کر سکے ابومسلم کا یہ خیال نہیں تھا۔ کہ کرمانی اس قدر جلد مار ڈالا جائے۔ مگر مرضی الٰہی کچھ ایسی ہوئی کہ وہ قتل ہوگیا"۔

ریحانہ ۔ "بانو تیری غیر حاضری سے بہت بیتاب تھی۔ میں اس کو جگادوں تو پھر سب باتیں بیان کرنا"۔

ضحاک ۔ "ٹھہرو۔ ان کو ابھی نہ اٹھاؤ۔ پہلے ایک راز تم خود سن لو تو پھر

اُن سے جو کچھ کہتا ہے کہوں گا۔"

ریحانہ۔ (شوق سے) "وہ کیا ہے؟"

ضحاک۔ "کرمانی کا قتل ہونا میری کوششوں کا کرشمہ تھا۔ اور اس طرح میں نے اس کے بیٹے علی کو بھی مار لینے کا راستہ بنا لیا ہے۔ تاکہ اس کارگزاری کے باعث ابو مسلم ہم سے خوش ہو جائے۔ اور بانو کی دلی آرزو بر آ سکے۔"

ریحانہ۔ (حیران ہو کر) "ایں! کرمانی کے قتل میں تو نے کوشش کی تھی؟ واللہ تو آفت کا پرکالہ ہے۔ مگر یہ تو بتا کہ اب اُس کے بیٹے کو تو کس طرح قتل کریگا؟"

ضحاک۔ "تیری مدد سے۔"

ریحانہ۔ (حیرت سے گھبرا کر) "یہ کس طرح؟ کیا ہم اہل سیف میں سے ہوں؟"

ضحاک۔ (ہنسکر) "ریحانہ! ہوش کی دوا کر۔ قتل کرنے کے واسطے تلوار باندھنے کی ضرورت کیا ہے۔ اس کے واسطے تو مکر اور صبر سے کام لینا پڑتا ہے۔ دیکھ۔ میں ابھی وقت ابو مسلم کے پاس سے آیا ہوں۔ اور اس سے وعدہ کر آیا ہوں کہ علی بن کرمانی کو قتل کرا دوں گا۔ ابو مسلم دہقان کے گھر پہ پہلی مرتبہ مجھسے ملا جب ہی وہ اس بات کو کہہ چکا تھا۔ کہ دہقانہ کرمانی کے محل میں رہ کر میری مدد کرے گی تو میں اُس سے خوش ہوں گا۔ اور اس کے معنے یہی ہیں۔ کہ بانو اپنی تدبیر لڑا کر علی اور اس کنبہ کے سب لوگوں کو ملک عدم کا راستہ دکھا دے۔ تاکہ ابو مسلم اکیلا اس میدان میں رہجائے۔ پھر تو وہ باقی ماندہ عربی فوجوں کو چشم زدن میں مغلوب بنا لے گا۔"

ریحانہ ضحاک کی گفتگو سنکر حیرت سے نقش بدیوار ہو کر رہ گئی۔ اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ اور ضحاک اُسے گم وصم دیکھ کر کہنے لگا۔ "اچھا تجھ سے کام نہیں بنے گا۔ اب تو بانو کے پاس چل وہ اس بات کو تجھ سے بہتر جانتی ہیں۔"

ریحانہ۔ (کانوں پر ہاتھ رکھتی ہوئی) "ناصاحب! میرے خیال میں بانو

Marfat.com

کبھی ایسے شخص کی جان لینے پر راضی نہ ہوگی۔ جو اس کی الفت میں مبتلا اور اس کا دلدادہ ہے۔ آہ علی نے بانو کا کچھ بگاڑا بھی تو نہیں۔ اور پھر وہ کون ایسی جاتا ہے۔ جو کسی کو قتل کرنے سے نہ ڈرے۔ اچھا تو ٹھہر جا۔ میں بانو کو بیدار کرنے کے بعد تجھ اس کے روبرو بلاؤں گی۔" یہ کہہ کر ریحانہ گلنار کے کمرہ میں شمع لئے ہوئے چلی گئی۔ اور اسے بیدار کرنے کے بعد ضحاک کو بلایا۔ ضحاک ادب کے ساتھ گلنار کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ گلنار نے بیٹھنے کا حکم دیا۔ اور ضحاک ایک مختصر سے اونی خوشنما قالین پر دوزانو ہو بیٹھا۔ جو اہل فارس کے مودب بیٹھنے کا طریقہ تھا۔ اور گلنار نے کہا "تیری غیر حاضری نے مجھے بہت پریشان کر دیا۔ والد نے تجھکو یہاں اس لیے بھیجا تھا کہ میری دلبستگی کا سامان کرتا رہے گا۔ کیونکہ میں ابھی یہاں غیر گھر میں ہوں۔ اور تو اتنی اتنی دیر تک خدا جانے کہاں گم رہتا ہے۔"

ضحاک سر جھکا کر خاموش رہا۔ اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تو گلنار نے پھر سلسلہ کلام جاری رکھکر کہا۔ "ہاں میں جانتی ہوں۔ کہ تو میرے ہی کام کیلئے جایا کرتا ہے۔ لیکن تیری خیر خواہی کا یقین ہونے کے باوجود اس قدر دیر تک تجھے نہ دیکھنے سے میرا دل سخت بیتاب ہو جاتا ہے۔ اور جان کڑھنے لگتی ہے۔"

ضحاک ۔ (عذر خواہی کے ڈھنگ سے ادب کے ساتھ) "بانو! مجھے افسوس ہے۔ کہ آپ کو میری وجہ سے قلق اور الم ہوتا ہے۔ مگر میں آقائے نعمت دہقان کے سر کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں۔ کہ میری غیر حاضری آپ ہی کی خدمت انجام دینے کے لئے ہوتی ہے۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہوگا۔ کہ میں اس وقت کہاں سے آرہا ہوں۔ تو آپ خود ہی میری خطا معاف کر دیں گی۔"

گلنار ۔ (قطع کلام کرکے) "تو کہاں سے آرہا ہے؟"

ضحاک ۔ (ریحانہ کی طرف دیکھکر گویا اپنا گواہ بنانا چاہتا ہے) "جبکہ آپ آرام فرما رہی تھیں۔ میں نے اس وقت ریحانہ سے کچھ اپنا حال بیان کیا ہے۔ اور اب اس کے اعادہ میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ میں اس وقت امیر ابی مسلم سے کچھ باتیں کرنے گیا تھا۔

اور انہی کے کہنے سے آرہا ہوں "۔

گلنار - ابو مسلم کا نام سننے سے شگفتہ ہوکر لیکن بوجہ شرم و لحاظ بات ٹال کے" ہاں کیا باتیں ہوئی تھیں؟"

ضحاک - (تاسف کے ساتھ) " نہ اب تک کوئی مناسب بات ہوئی - اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے - افسوس میری ساری محنت رائگاں جاتی معلوم ہوتی ہے"

گلنار - (ضحاک کے چبا چبا کر باتیں کرنے سے گھبرا کر) " یہ افسوس کیوں اور کس وجہ سے ہے؟"

ضحاک - (نہائت پست اور غمگین آواز میں) " افسوس یہ ہے - کہ ہماری کوششوں کا اثر الٹا ہونے والا ہے - میں نے حضور کو یہاں لانے کی محنت اسواسطے برداشت کی تھی - کہ آپ کی دلی آرزو پوری کرنے کا سامان کرسکوں - اور خراسانی افواج کے سپہ سالار کو آپ کا قدر دان بنا دوں لیکن اس وقت ریحانہ کی گفتگو سے مجھے معلوم ہوا - کہ جو بات میں چاہتا ہوں - اس کا پورا ہونا دشوار ہے"

گلنار - حیرت سے ریحانہ کی طرف دیکھنے لگی - اس کی نگاہوں میں سوال کی کیفیت پائی جاتی تھی - اور ریحانہ نے بھی تعجب آمیز نظر سے اُس کا جواب دیا - اور ضحاک آگے کہنے لگا ——— " بانو! آپ حیرت میں نہ مبتلا ہوں - میں اپنا مطلب مختصر لفظوں میں صاف صاف عرض کرتا ہوں سنئے! آپ نے آج یہ دیکھا ہی ہوگا کہ ابو مسلم علی بن کرمانی کی مدد کر رہا تھا - اور غالباً اس طرفداری کے معنے آپ نے سمجھ بھی لئے ہوں - ابو مسلم کی یہ کارروائی ازراہ فریب ہے - تاکہ وہ دو نہائت کارآمد چیزوں کو اس طرح بآسانی حاصل کر سکے پہلی چیز تو آپ ہیں - اور اسی کی اس کو زیادہ فکر ہے - اور دوسری چیز شہر مرو کا فتح کرنا ہے - علی بن کرمانی ابو مسلم کی مدد و اعانت کو چاہے جو کچھ تصور کرے - لیکن ابو مسلم کی غرض یہی ہے - کہ وہ اس طرح دہقانہ سے شادی کرنے اور شہر مرو کو فتح کر لینے کا مناسب ذریعہ ہاتھ میں لائے - اب مشکل یہ آپڑی ہے کہ علی بن کرمانی - اور ابو مسلم دونوں کو اپنا اپنا مقصد حاصل کر لینے کے لئے یہ فکر پڑی ہے -

Marfat.com

کہ اپنے ساتھی کو قتل کر کے تنہا ان دونوں چیزوں پر قبضہ کر لے۔ علی کو ابی مسلم کے قتل کی فکر ہے۔ اور ابی مسلم اس کے درپے قتل۔ اور ان دونوں مہموں میں کسی ایک کی کامیابی کو ترجیح دینا آپ کی رائے پر موقوف ہے "

گلنار ۔ (اس تفصیل سے حیران ہو کر اور ضحاک کا مطلب کچھ سمجھ کر اور کچھ نہ سمجھ کر) "اس بات سے میری رائے کا کیا تعلق ہے ؟"

ضحاک ۔ (اپنی آواز کو پست بناتے ہوئے) "علی بن کرمانی اس فکر میں ہے کہ ابی مسلم کی نظر چوکے اور یہ اس کا کام تمام کر دے۔ اور معلوم نہیں کب اس کو ایسا موقع مل جائے گا۔ لیکن ابو مسلم چاہتا ہے۔ کہ پہل وہی کر جائے۔ اور ریحانہ اس بات کو مانتی نہیں۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ بھی اس کی ہم خیال نہ ہیں۔"

گلنار ۔ (حیرت اور انکار کے لہجہ میں) "ریحانہ اور علی بن کرمانی کی کامیابی چاہے؟ یہ نہیں ہو سکتا "

ضحاک ۔ "اس نے صاف صاف تو یہ بات نہیں کہی۔ مگر میں نے جس وقت اس سے ایک ایسے طریقہ کا ذکر کیا۔ جو اس شخص کے قتل کرنے کے سب سے آسان تھا۔ تو یہ میری امیدوں کو توڑنے لگی "

ریحانہ ۔ (ضحاک کی بات کاٹ کر گلنار سے) "بانو! یہ بات نہیں۔ بات دراصل یہ تھی۔ کہ اس نے ایک ایسی رائے پیش کی جو میں آپ کے نزدیک درجہ قبول پانے والی نہیں۔ خیال کرتی ہوں "

ضحاک ۔ (ریحانہ کی بات کاٹتے ہوئے) "کیا بانو اس شخص کو قتل کر دینے اور تنہا ابو مسلم کے لئے میدان خالی بنا دینے کو پسند نہ کریں گی ؟"

ریحانہ ۔ "مگر تم تو یہ چاہتے ہو۔ کہ اس شخص کو بانو اپنے ہاتھوں قتل کر دیں"

گلنار نے یہ بات سنی تو وہ حیرت سے بت بن کر رہ گئی۔ اور گھبرائی ہوئی نگاہوں سے ضحاک کی طرف دیکھنے لگی۔ جو منہ بنا کر کندھوں کو جنبش دے رہا تھا۔ اور گویا زبان حال کہتا تھا۔ کہ "میرا یہ مطلب تو نہیں " پھر گلنار نے اس سے کہا "کیا تو درحقیقت

Marfat.com

بھی بات چاہتا ہے؟ میں اس شخص کو قتل کر دوں تیری یہ مراد ہے؟ اس نے میرا کیا بگاڑا ہے۔ جس کے باعث میں اُسے جان سے مار دوں؟"

ضحاک۔ (روکھے پن سے) "آپ کا جو دل چاہے۔ وہ کیجیے۔۔ معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو یہاں رہنا پسند آگیا۔ اور آپ نے وہ سب اپنے اگلے وعدے فراموش کر دیئے۔"

گلنار۔ "نہیں نہیں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ میں نہ اپنے وعدے بھولی ہوں۔ اور نہ میں نے اپنی رائے بدلی ہے۔ تم کو خود اس بات کا علم ہوگا۔"

ضحاک۔ (اپنی جیب سے ایک انگشتری نکال کر گلنار کو دیتے ہوئے) "کیا آپ اس انگشتری کے مالک کو پہچانتی ہیں؟"

گلنار۔ (انگشتری لیکر اور چراغ کی روشنی میں اس پر کھدا ہوا ابو مسلم کا نام پڑھنے سے جوش الفت میں سرشار ہو کر) "ہاں۔ یہ تو اسی کی انگشتری ہے۔ یہ تجھے کہاں ملی۔ اور پھر اسے یہاں کیوں لایا ہے؟"

ضحاک۔ "میں نے اس کو چرایا نہیں ہے۔ خود اس کے مالک نے یہ نشانی مجھے دی ہے۔ تاکہ آپ میری بات کو سچ مانیں۔ اور جو پیام آپ کو پہنچایا جائے اُسے اسی کا پیام سمجھیں۔"

گلنار۔ "اور کیا میں نے اس سے پہلے کبھی تجھکو جھٹلایا تھا جو اس تصدیق کی حاجت ہوئی؟"

ضحاک۔ "توبہ۔ توبہ۔ یہ میں کب کہتا ہوں۔"

گلنار۔ "پھر کس لئے یہ نشانی لایا۔ اور اس نے کیا پیام دیا ہے؟"

ضحاک۔ "اس کا مدعا تو میں آپ سے بیان کر چکا۔ اور پھر بھی مختصر کر کے کہتا ہوں۔ کہ اگر ہم نے اس خیمہ کے مالک (علی بن کرمانی) کو مار نہ لیا۔ تو وہ اس انگوٹھی کے مالک کو مارے گا۔ کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک ضرور اپنے مد مقابل کو فنا کر کے رہے گا۔ اور علی کے قتل کی بجز اس کے کوئی سبیل نہیں۔ کہ آپ ہمت کر جائیں۔ اور کام

بنالیں۔اب آگے آپ کی مرضی۔"

گلنار ضحاک کا مطلب صاف طور سے سمجھ چکی۔ تو وہ عجیب مخمصہ میں پڑ گئی جس قدر ابو مسلم کی یہ خواہش اس پر گراں گزر رہی تھی۔ اس سے بدرجہا زائد یہ خیال دل کو مسلے دیتا تھا۔ کہ آہ۔ اگر اس نے علی کا چراغ حیات گل کر دیا۔ تو اس کے ہاتھوں پیارے ابومسلم کو صدمہ پہنچے گا۔ اور خدانخواستہ ابومسلم پر آنچ آئی۔ تو اسی کے ساتھ میری تمام آرزوں کا بھی خون ہو جائیگا وہ دل میں اس تصور سے کانپ اٹھی۔ اور حیرت و پریشانی کے باعث دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتی رہ گئی۔ گلنار کے سکوت سے اس رازداری کے جلسہ پر بھی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ اور ہر شخص بجائے خود اپنی اپنی تدبیروں کے برباد ہونے پر غور کر رہا تھا۔ کہ یکایک گلنار نے سر اٹھا کر کہا۔ "ضحاک! تو نے مجھکو ایسی الجھن میں پھنسا دیا۔ کہ اب اس سے رہائی کی کوئی شکل نہیں معلوم ہوتی۔ قتل۔ آہ۔ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ نگر میں۔" پھر چپ ہو گئی۔

ضحاک ۔ (مسکرا کر) "مگر میں کیا؟ آپ ابو مسلم کو بچانے کی کوشش کریں گی؟ ہاں۔ یہ ضرور ہوگا! پہلے اپنی حالت کو دیکھئے کیا ہے۔ آپ تو خود اس خیمہ میں قید ہیں۔ دوسرے کو کیا بچائے گا؟ بہتر ہے۔ جو آپ کی مرضی ہو وہ کیجئے میں نہیں جانتا۔ اس کا انجام آپ ہی کو بھگتنا ہے۔ میرا کیا؟"

گلنار ۔ ضحاک کی دھمکی سے ڈر کر پھر دریائے حیرت میں غرق ہو گئی۔ اور سر جھکا کر چپ بن گئی۔ اور ضحاک نے دوبارہ کہا۔

—— "دیکھئے! میں پھر سمجھاتا ہوں۔ موقع غنیمت ہے۔ اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ تو پچھتانا بے سود ہوگا۔"

گلنار ۔ (بیتاب ہو کر) "آہ اپنے ہاتھوں اس کو قتل کروں۔ ضحاک: تو ہی غور کر یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ قتل۔ قتل۔ ہائے اللہ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔"

ضحاک ۔ "میں کیا سوچوں؟ آپ کی جگہ میں ہوتا۔ تو ایک گھونٹ پانی اور شربت یا ایک لقمہ میں کام تمام کر دیتا۔"

گلنار ۔ (پریشانی کی وجہ سے سر جھکا کر) "ہائے اللہ! نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا

Marfat.com

"... اس کے سوا ... مدد کروں گی۔" پھر چپ ہو گئی۔ اور ذرا دم لیکر بولی "اچھا ٹھہر جا مجھکو غور کرنے کی مہلت دے۔"

ضحاک نے دیکھا۔ کہ اس وقت کام نہ بنا تو دوسرے وقت بات بنجانے کی امید ہے اس لئے وہ خاموش ہو رہا۔ اور روئے سخن پھیر کر کہنے لگا۔ "بہتر مگر انگشتری تو واپس کیجیے۔ میں اسی وقت دے آؤں۔ اور اس سے کہہ آؤں۔ کہ آپ راضی ہو جائینگی۔"

گلنار۔ (انگوٹھی دینے سے گھبرا کر کیونکہ اس سے یاد دلبر تازہ ہو گئی تھی) "تو کیا رات ہی میں واپس کرنے جائے گا؟"

ضحاک۔ "جی ہاں۔ انہوں نے دی۔ اسی شرط پر ہے۔ میں کیا کروں۔"

گو دل نہیں چاہتا تھا۔ لیکن ضحاک کا تقاضا گلنار کو مجبور بناگیا۔ اور اس نے بادل ناخواستہ انگشتری اس کے حوالہ کی۔ پھر آنکھوں میں آنسو بھر آنے کے باعث سر جھکا کے بیٹھ گئی۔ تاکہ ضحاک اس کی حالت پر واقف نہ ہو۔ اور ضحاک کمرہ سے نکل کر گلنار و ریحانہ کو دریائے تردد میں غوطے کھاتا چھوڑ کے چلدیا۔

بارھواں باب

حل معمّا

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت فریب
اس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمان صبح

رات کا وہ وقت ہے جس کے بابت نازک خیال شاعر "حزیں" کے طباع خادم "رمضانی" نے اپنے آقا کے استفسار وقت کا جواب "زلفش بکمر رسیدہ باشد" دیا تھا۔ اور چاند افق مشرق سے رفتہ رفتہ سر نکال کر فضائے زمین کو اپنی ٹھنڈی اور شفاف شعاعوں سے منور بنا رہا ہے۔ اس وقت شہر مرو کے اطراف

Marfat.com

کے وسیع میدان کی سیر قابل دید ہے۔ کیونکہ شہر کے تینا پہلوؤں کو تین مختلف دشمنوں کی فوجوں نے گھیر رکھا ہے۔ ایک طرف علی بن کرمانی یمنی عربوں کی طاقتور جمعیت لیے خیمہ زن ہے۔ تو دوسری جانب "شیبان" خارجی اپنی سپاہ کے ساتھ شہر کو لینے کے واسطے تلا بیٹھا ہے۔ اور اب تیسری سمت ابومسلم خراسانی کی سپاہ سے آبا ہوئی ہے جس کو نہ صرف شہر مرو کے فتح کرنے کا خیال ہے۔ بلکہ کرمانی اور شیبان خارجی دونوں حریفوں کو بھی نیچا دکھانے کی ہوس دل میں رکھتا۔ اور اپنی بے نظیر قوت تدبیر سے اس کا سامان بھی کرتا جاتا ہے۔

اس وقت چاند کی سرد و شفاف روشنی شیبان خارجی کے فوجی کمپ پر پڑ رہی ہے۔ اور اس میں ایک غیر معمولی حس و حرکت نمایاں کرتی ہے۔ افسر اور سپاہی سب کسی جنگ کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ عربی دستور کے موافق خوش الحان گانے والے اور قصہ خوان زمانہ جاہلیت کے مشہور بہادروں عنترہ، زہیر، اور طرفہ، وغیرہ کے جوش جرأت بڑھانے والے اشعار دف وغیرہ کی سریلی گتوں پر گاتے۔ اور کمپ کے ہر حصہ میں گشت لگاتے پھرتے ہیں۔ تاکہ سپاہیوں کے حوصلے غنیم کے مقابلہ میں جانے کے لئے بڑھ جائیں۔ اور وہ میدان جنگ میں سرفروشی سے کام لیں۔ اور عربی عصبیت کا جوش ان میں "تازہ ہو جائے"۔

خود امیر شیبان مع دیگر بڑے بڑے امرائے لشکر اپنے خیمہ میں بیٹھا جاگ رہا ہے۔ اور گو یہ حالت بتاتی ہے۔ کہ مجلس مشورہ گرم ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ابھی معمولی سرگوشیوں کے سوا کوئی اہم بحث نہیں چھڑی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو کسی اور شخص کا انتظار ہے جس کے آنے پر جلسہ مکمل ہوگا۔ اور گفتگو شروع کی جائے گی۔ انتظار کی گھڑیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ رات نصف سے بھی زیادہ گزر چکی ہے۔ اور ہنوز جس کی راہ دیکھی جاتی ہے۔ وہ نہیں آیا۔ آخر نیند کا غلبہ لوگوں پر ہو چلا۔ اور امیر شیبان یہ کیفیت دیکھ کر ان کے دل بہلاؤ کا سامان کرنے پر آمادہ ہوا۔ اس نے ایک خادم کو یہ حکم دیا۔

Marfat.com

"دیکھو! کسی قصہ خوان کو بلا لو۔ وہ ہمیں کچھ اشعار سنائے۔ تاکہ کسی کا دل تو بہلے"
خادم چلا گیا۔ اور کچھ دیر میں واپس آیا۔ تو اپنے ساتھ ایک بوڑھے۔ دراز قامت سفید و دراز ریش اور مضبوط جسم کے شخص کو بھی لایا۔ جو اپنے ہاتھوں میں طنبور لئے ہوئے اُسے نہائت خوبی کے ساتھ بجا رہا تھا۔ اور اُس کے ہمراہ ایک دوسرا شخص پستہ قامت گداز بدن عجیب الخلقت بھی تھا جس نے اپنے عمامہ میں دو شملے چھوڑ رکھے۔ ایک بڑا شملہ پشت کی طرف لٹک رہا تھا۔ اور دوسرا چہرہ پر پیشانی اور آنکھوں کو چھپائے تھا۔ گویا آشوب چشم کی شکائت کے باعث آنکھوں پر کپڑا ڈال رکھا ہے۔ یہ پستہ قد شخص اپنے ہمراہی دراز قامت آدمی کے سہارے چلتا تھا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ اور اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا خوبصورت دف تھا۔ جسے وہ بہت پیاری طرح بجانا جانتا تھا۔

قصہ خوان اور اس کے ساتھی نے خیمہ میں آتے ہی دیکھا۔ کہ خیمہ بہت وسیع۔ اور کئی چوبوں کا ہے۔ اور اُس کے اندر کی تمام زمین عمدہ فرش سے ڈھکی ہے۔ صدر مقام میں زر کے مسند پر امیر شیبان بیٹھا ہوا ہے۔ اور گرد امرائے دربار کا حلقہ ہے۔ قصہ خوان سے شیبان نے "عنترہ" کے جرات دلانے والے اشعار سنانے کا حکم دیا اور اس نے مع اپنے ساتھی کے طنبور اور دف بجا کر ایسی دلکش آواز میں وہ اشعار سنائے کہ شیبان اور اس کے ساتھیوں پر وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ پھر تو فرمائشیں ہونے لگیں۔ کہ زہیر کا کلام سنا۔ طرفہ کے اشعار پڑھ، جنگ بسوس کا قصہ بیان کر، اور جنگ ذی قار کا حال سنا، اور قصہ خوان سبکی فرمائشیں بحسن و خوبی تمام پوری کرتا گیا۔ یہاں تک کہ شیبان۔ اور اس کے درباری امرا جوش مسرت سے اور قصہ خوان انعام و اکرام سے مالا مال ہو گیا۔ خیمہ کے اندر اور باہر فوج کے لوگوں کا جم غفیر اس بے مثل قصہ خوان کے اشعار سننے کے لئے جمع ہو گیا تھا۔ اور سب مسرور و خوش تھے۔ عین اسی حالت میں ایک غلام لوگوں کی بھیڑ چیرتا ہوا۔ امیر شیبان کے پاس پہنچا۔ اور اس کے کانوں میں کوئی ایسی بات کہی جس کے سنتے ہی امیر نے تمام لوگوں کو خیمہ سے باہر چلے جانے

کا حکم دیا۔ اور کہا کہ " اس قصہ خوان کو دوسرے خیمہ میں لیجا کر ٹھہراؤ میں اسے پھر بلاؤں گا"۔
قصہ خوان مع اپنے ساتھی کے امیر کے خیمہ سے نکل ہی رہا تھا۔ کہ اس نے دیکھا۔ ایک
طویل القامت شخص اس خیمہ میں داخل ہو رہا ہے۔ اور لوگ ادب احترام کے ساتھ
اٹھکر اُسے راستہ دیتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ امیر شیبان کے روبرو
پہنچ گیا۔ تو اس نے بھی اٹھکر اُسے تعظیم دی۔ اور " مرحبا امیر شبیب!" کہکر اپنے برابر
بٹھالیا۔ چند منٹوں میں تمام خیمہ خالی ہوگیا۔ صرف امیر شیبان۔ اور امیر شبیب اور انکے
سوا چند خاص خاص فوجی امراء رہ گئے۔ ورنہ باقی سپاہی، سردار، اور خدام سب
ہی کے ایک خیمہ میں جا بیٹھے۔ قصہ خوان اور اس کا ہمراہی واپس چلنے کو تیار تھے۔
لیکن بعض لوگوں نے انہیں روک کر کہا " آؤ۔ اس دوسرے خیمہ میں تمہارا گانا
سنا جائے گا"۔ پھر اس خیمہ کے اندر گانا بجانا شروع ہوگیا لیکن امیر شیبان نے
ان لوگوں سے منع کرا بھیجا کہ شور وغل نہ کریں۔ مگر قصہ خوان کو روکے رہیں۔ بعد
فراغت ہم بھی اس کا گانا سنیں گے "۔

امیر شیبان نے اپنا خیمہ کو لوگوں سے خالی کر کے بالکل تخلیہ کرلیا۔ اور صرف
انہی سرداروں کو رہنے دیا۔ جو اس اہم رازداری کے جلسہ میں شریک ہو سکتے
تھے۔ تو پھر وہ امیر شبیب کی طرف متوجہ ہو کر اور اُس سے قریب ہو کے بخندہ
پیشانی بولا۔ " بارک اللہ۔ امیر شبیب! تم اس وقت کیسے آئے؟ معلوم ہوتا
ہے کہ اب ہمارے ظہور کا وقت آگیا"۔

شبیب۔ " خدا کے حکم اور امیر شیبان کی برکت سے ہم کو یقیناً کامیابی
ہوگی" یہ کہکر اپنی جیب سے ایک انگشتری نکالی۔ اور شیبان کے ہاتھ میں دیدی۔

شیبان۔ حیرت کے ساتھ انگوٹھی کو بغور دیکھکر اور اُسے پہچان لینے کے
بعد متبسم ہوکے " ایں! یہ تو مسلم کی انگشتری ہے!" (اپنے پہلو کے دوسرے امیر
سے) " کیوں جی! بھلا جو شخص یہ انگشتری حاصل کر سکا۔ تم اسے کیسا خیال کرتے ہو؟"

ایک امیر۔ " جناب! ہمیں اس انگشتری سے کیا نفع ابو مسلم تو ہمارے مقابل

Marfat.com

میں آمادہ جنگ ہے۔ اس نے یمنی عربوں کے سپہ سالار کو گانٹھ کر ان کے سردار کرمانی کو قتل کرا دیا۔ اور اب شہر مرو بھی فتح کرنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ بھلا اس کے ہوتے ہوئے ہم یہاں کیا بنا سکیں گے؟"

امیر شبیب ۔ (متانت کی ہنسی ہنسکر شیبان سے)"میں نے اب تک بغیر خوب سوچے سمجھے ایک قدم بھی نہیں رکھا ہے۔ ہر بات کو سینکڑوں پہلوؤں سے دیکھ بھال کر لیا ہے۔ اور جہاں تک میری سمجھ میں آیا۔ میں نے اچھا ڈھنگ ڈالا۔ اب میں اپنا تمام حال سناتا ہوں۔ اُسے سن لینے کے بعد تم کو اس میں کوئی تغیر و تبدل کرنا منظور ہوا تو مجھے تمہاری مناسب صلاح ماننے سے انکار نہ ہوگا" پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گویا کسی غیر کے موجود ہونے کا ڈر ہے۔ اور شیبان نے اس سے کہا۔" تم بیان کرو! یہاں کوئی غیر شخص نہیں ہے۔ ہم نے ہر طرح پر رازداری کا انتظام کر رکھا ہے اس لیئے یہ خوف کہ ہمارا راز عیاں ہو جائے گا۔ بالکل بے محل ہے"۔

شبیب ۔ "اس انگشتری کا فائدہ اسی وقت حاصل ہوگا جبکہ ہم آج رات کو یا کل تک علی بن کرمانی کی جان لے سکیں۔ ورنہ یہ بیکار ہے"۔

شیبان ۔ (حیرت سے)"آج رات میں؟"

شبیب ۔ "ہاں امید تو یہی تھی۔ لیکن خیر آج نہ ہوا تو کل سہی ہر حال اس کا بچنا اب دشوار ہے"۔

ایک امیر ۔ (آپ کہتے کیا ہیں؟ جو شخص سینکڑوں محافظ سپاہیوں کے جھرمٹ میں رہتا ہے۔ اس کا قتل کرنا کیا آسان ہے؟"

شیبان ۔ (امیر سے)"صاحب! امیر شبیب کی فطرت سے ذرا اطلاع نہیں ہے۔ یہ آسمان و زمین کے قلابے ملانے والے شخص ہیں۔ اور جو کہتے ہیں۔ وہ کر کے دکھا دیں گے"۔ پھر شبیب کی طرف متوجہ ہوا گویا اس سے بات تمام کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے۔ اور شبیب نے کہا۔

"میں نے علی بن کرمانی کو قتل کر لیا۔ تو اس کے لوگ ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔

Marfat.com

کیونکہ وہ بھی ہماری طرح عرب ہیں۔ اور یمن کے باشندے خراسان کے عجمی لوگوں سے ان کو دلی نفرت ہے۔ اور مضر کے مضری عربوں سے بھی وہ خار کھاتے ہیں۔ اس وقت وہ ہمارے مخالف ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ان کا امیر موجود ہے۔ مگر جس وقت ہم نے اُسے مار لیا۔ تو سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ میرا ذمہ ہے۔ کہ تمام اہل یمن کو اپنا طرفدار بنا لوں گا۔ اور انہیں امیر شیبان کی فرماں پذیری پر آمادہ کر دوں گا جب یہ کارروائی مکمل ہو گی۔ تو ہمارا پہلا کام ابومسلم کی سرکوبی۔ اور اس کی فوج کا پراگندہ کرنا ہونا چاہئے نصر بن سیار حاکم مرو سو بسوے تو اس بارہ میں ہمارا ساتھ دے گا۔ اور یہ نہ ہوا تو کم از کم وہ بیچ میں پڑنے سے الگ ضرور رہے گا۔"

شیبان ۔ (قطع کلام کر کے) "اور وہ ضرور ہمارا ساتھ دے گا۔ آج ہی صبح کے وقت اس نے میرے پاس پیام بھیجا تھا۔ کہ آؤ ہم دونوں باہم مل جائیں۔"

شبیب ۔ (خیر یہ بھی نہ ہوتا۔ تو ہم اُسے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر سکتے تھے۔ مگر سب سے پہلے علی بن کرمانی کا جھگڑا طے کرنا ضروری ہے۔ اور یہ کام میرے سوا کسی سے نہ ہو سکے گا۔ کیوں امیر شیبان! کیا میں غلط کہتا ہوں؟"

شیبان ۔ (سر جھکا کر اقرار کا اشارہ کرتے ہوئے) "نہیں۔ آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں۔"

شبیب ۔ "کیا بتاؤں۔ کن کن دشواریوں سے میں نے اس دلدادہ عورت کو ابومسلم کے اس سے محبت رکھنے کا پکا یقین دلایا۔ اور اُسے سمجھایا ہے۔ کہ اگر وہ اپنے شوہر علی بن کرمانی کو قتل نہ کر دے گی۔ تو کبھی ممکن نہیں کہ ابومسلم اس کے پاس آئے علی بن کرمانی اس عورت پر مرتا ہے۔ اور وہ عورت ابومسلم کی محبت میں آپ سے گزر رہی یہ عجب تماشا ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اسی محبت کے انجام میں اُن سبھوں کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ میں نے جس طرح دہقان کی بیٹی کو چل دیا ہے۔ کہ وہ جب تک علی بن کرمانی کو زہر دینے یا کسی اور ذریعہ سے فنا نہ کر دے گی۔ اس وقت تک ابومسلم اُسے مل نہیں سکتا۔ ویسے ہی ابومسلم کو اس دام مکر میں پھنسا رکھا ہے۔ کہ میں اُس کے اغراض

Marfat.com

کا جانی۔ اور دلدادہ ہوں۔ ابومسلم جانتا ہے۔ کہ اس نے مجھے پھانس رکھا ہے۔ لیکن فی الواقع میں نے اس کو بُری طرح پھنسا لیا ہے جس کی خبر بچہ کو بہت جلد ہو جائیگی خیر میں اس سے یہ انگشتری اس لئے لایا ہوں۔ کہ اسے اس مفتون عورت کو بطور نشانی دکھا کر اُسے علی کے قتل پر اماوہ کرسکوں۔ اس وقت تو اس نے میری بات نہیں مانی مگر کل پھر میں اپنا پھندا لگاؤں گا۔ اور امید ہے۔ کہ کام بن جائے گا۔"

جس قدر لوگ اس جلسہ میں حاضر تھے شبیب کی باتیں سنکر سب حیرت سے دم بخود ہوگئے۔ اور خاموشی کے ساتھ اس کی طرف گردن بڑھا کر دیکھنے لگے۔ جیسے اب کسی اور اہم بات کو اس سے سننا چاہتے ہیں شبیب ان کی یہ حالت دیکھکر کھانستا ہوا خاموش ہوگیا۔ اور ذرا دیر کے لئے سر جھکا لیا۔ جیسے کسی اہم معاملہ کو سوچ رہا ہے جو دفعتہً اُسے یاد آگیا ہے۔ سب لوگ غائت اشتیاق سے اس کی طرف نظر لگائے کسی بات کے سننے کا انتظار کر رہے تھے۔ کہ یکایک شبیب نے حیرت زدہ شخص کی طرح ابرو علید کو اُتار چڑھا کر۔ اور سر ہلا کر شیبان سے کہا۔ "اب ایک بات اور رہ گئی ہے۔ اور اُسے تمہارے ذمہ چھوڑنا ضروری ہے۔"

سب لوگ حیرت سے شبیب کا منہ تکنے لگے۔ اور شیبان نے کہا۔ "وہ کیا؟"

شبیب ۔ "اس بات کی سخت ضرورت ہے۔ کہ ہم ان یمن والوں کو اپنے ساتھ ملا سکنے کا ڈھنگ ڈالدیں۔ تاکہ وہ اپنے امیر کے قتل ہوتے ہی فوراً ہم سے آملیں۔ اور ہمارا کام بن جائے۔"

شیبان ۔ "یہ کارروائی ہم کب کریں؟ علی کے قتل ہو جانے سے پہلے یا بعد؟"

شبیب ۔ "مناسب بلکہ واجب تو یہی ہے۔ کہ راستہ پہلے ہی سے تیار کر لیا جائے۔ تاکہ ناکامی کا خوف ہی نہ رہے۔ میری رائے میں اس کارروائی کا آغاز یوں کرنا چاہئے۔ کہ خفیہ طور پر یمن کے بڑے بڑے سرداروں سے پیام وسلام ہو رہا ہے۔ اگر میں ایک سے زیادہ ضروری کام میں مصروف نہ ہوتا تو میرے لئے بیحد آسان تھا۔ کہ دو ہی باتوں میں یمن والوں کی ابومسلم سے کھٹ پٹ کرادیتا۔ اور صرف اتنا

Marfat.com

یہی کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ اُس نے کس تدبیر سے یمنا اور مضر والوں کی ناچاقی بڑھائی ہے۔ اب تم خیال کر لو کہ ایسا اہم راز معلوم کرنے کے بعد وہ کیوں نہ ہمارے ساتھ متحد ہوں گے کیونکہ اہل فارس سے ان کو طبعاً عداوت ہے۔ کہو! اب کیا رائے ہے؟"

سب لوگ ۔ (بے اختیار ہمزبان ہوکر) "واہ۔ واہ بس یہی رائے سب سے بڑھ کر ہے۔"

شبیب ۔ (امیر شیبان کے کندھوں پہ ہاتھ ٹیک کر اُٹھتے ہوئے) "اچھا اب مجھے جانے کی اجازت ہو۔"

شیبان ۔ "ہیں! اب کہاں جاؤ گے؟"

شبیب ۔ "ابی مسلم کے پاس۔"

شیبان ۔ "ابی مسلم کے پاس!! کیوں؟"

شبیب ۔ "اس کی انگشتری پہنچانے۔ اسی وعدہ پر لایا تھا۔ اور اب ضروری ہے کہ وعدہ وفا کروں۔ تاکہ بات بگڑنے نہ پائے۔ اور میں کسی طرح اس معزور کو قتل کر سکوں۔ یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا۔ تمام امرا بھی اُس کے ساتھ تعظیماً اُٹھے۔ لیکن اس نے انہیں کچھ کہنے کی مہلت نہ دی۔ اور جھپٹ کر خیمہ سے نکل کر چلا گیا۔

ناظرین! آپ حیرت میں ہوں گے۔ کہ یہ شبیب کون بزرگ تھے؟ اور ان کے پاس ابو مسلم کی انگشتری کیونکر آئی؟ اُسے تو ضحاک لایا تھا؟ مگر ہم آپ کو مختصر اسب حال بتا کر آپ کی حیرت دور کئے دیتے ہیں۔ سنئے! نصر بن سیار۔ شہر مرو کا حاکم بڑا مدبر تجربہ کار اور بہادر شخص تھا۔ اس نے کرمانی اور شیبان خارجی دو زبردست دشمنوں کی چوٹیں مدت تک بجوش اسلوبی تمام بچائیں۔ اور کسی کو اپنے اوپر قابو نہ پانے دیا۔ وہ کرتا کیا تھا؟ یہ کہ کرمانی کی طرف سے خائف ہوا تو شیبان کو اپنا طرفدار بنا کے اُسے دبا دیا۔ اور شیبان کی جانب سے خطرہ میں پڑا۔ تو کرمانی کو گانٹھ کر اسے وہتا بنا دی۔ کرمانی بزور شمشیر ملک خراسان پر قابض ہونے کا خواہان تھا۔ اور شیبان خارجی فرقہ خوارج کا سردار تھا۔ جن کے عقیدہ میں کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان بھائیوں پر

حکومت کرنا جائز ہی نہ تھا۔ اور حکومت صرف خدا کا حق مانتے تھے۔ اسی واسطے وہ تمام مسلمان امیروں کو معزول کرنے کے درپے تھے۔ اگرچہ خوارج بظاہر موجودہ زمانہ کے فرقہ نہلسٹ کی طرح تاجداروں کے جانی دشمن تھے۔ لیکن در پردہ وہ اپنی سلطنت و حکومت قائم کرنے کا خیال رکھتے تھے۔ ضحاک اسی فرقہ کا ایک عالی رتبہ امیر تھا اور اس کا اصلی نام شبیب تھا۔ نصر بن سیار کی شاطرانہ چالیں کرمانی اور شیبان دونوں مخالفوں کو برابر مات دیتی رہیں۔ تو شبیب نے کرمانی کے خفیہ قتل کرنے کا تہیہ کیا اور کسی طرح یہ پتا لگا کر کہ دہقان مرو کی بیٹی کرمانی کے فرزند علی سے منسوب ہونے والی ہے۔ وہ دہقان کے یہاں غلاموں کی طرح اس کے ہاتھ فروخت ہو کر جا پہنچا پھر اپنے مصنوعی مسخرا پن۔ اور باولے پن سے پہلے ریحانہ کو اور اس کے بعد گلنار کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ضحاک کا مقصد یہ تھا۔ کہ کسی طرح دُلہن کے ساتھ کرمانی کے گھر جائے۔ اور وہاں بھی اپنی رسائی پیدا کر کے موقع ملتے ہی کرمانی۔ اور اس کے خاندان والوں کا قضیہ زندگی فیصل کر ڈالے۔ ضحاک اسی فکر میں تھا۔ کہ ابو مسلم دہقان مرو کے یہاں آگیا۔ اور اُسے گلنار کی ابو مسلم سے محبت کا حال کھلا۔ چنانچہ اب اُسے یہ سُوجھ گئی۔ کہ اس نئے دشمن کی بھی فکر کر رکھے۔ اور وہ خوش قسمتی سے اس کا ذریعہ بھی پا گیا یعنی گلنار نے ریحانہ کی معرفت اُسے اپنا رازدار اور پیام بر بنایا۔ اس نے ابو مسلم کے پاس جانے اور اُسے اپنا گرویدہ بنانے کی جو کوششیں کیں۔ اُن کا حال گزشتہ ابواب میں درج ہو چکا ہے۔ اب صرف اس قدر اور کہنا باقی ہے۔ کہ ضحاک نے کرمانی کا چراغ زندگی گل ہو جانے کے بعد مناسب سمجھا۔ کہ علی بن کرمانی کو بھی جہاں تک جلد ممکن ہو ملک عدم کے سفر پر ارسال کر دیا جائے۔ اور بے بھری یمنی عربوں کی فوج کو قومیت کے وسیلہ سے شیبان کا ساتھ دینے پر راضی کر لیا جائے اس طرح ابو مسلم کی قلیل تعداد کو شیبان بخوبی زیر کر لے گا۔ پھر خوارج شہر مرو کو فتح کر کے اپنی یہ دیرینہ مُراد حاصل کر سکیں گے۔ کہ خراسان کو بنی اُمیہ کے قبضہ سے نکال کر وہاں

Marfat.com

اپنی حکومت قائم کریں۔

یہی سبب تھا کہ ابومسلم کے معرکہ آرا ہوتے ہی خارجی لوگوں نے جنگ ملتوی کی تھی کیونکہ ضحاک نے انہیں منع کر دیا تھا، تاکہ اس عرصہ میں اور دشمن باہم لڑ کر کمزور ہو جائیں، تو اس وقت خوارج اُن سے اکٹھا سمجھ لیں گے پھر جس روز کرمانی مارا گیا اسی کی رات میں ضحاک نے امیر شیبان کو یہ بات سمجھا دی۔ کہ وہ تو ابومسلم کو علی بن کرمانی کے قتل پر اُکسانے جاتا ہے۔ اور شیبان علی کے قتل ہونے کی خبر پاتے ہی یمن والوں کو اپنے ساتھ ملانے کی تدبیر کرے۔ اسی لئے شیبان کا قصد تھا کہ وہ علی کے مارے جاتے ہی صبح کو شہر مرو پر حملہ کر دے گا۔ اور اس نے اپنی فوج کو تیار کرنا شروع کر دیا تھا۔

نقلی ضحاک اور اصلی شبیب۔ شیبان کے پاس سے جا چکا تو اُسے کچھ دیر تک اپنے سرداروں سے مختلف باتیں کرتے رہنے کے بعد وہ قصہ خوان یاد آیا جو شبیب کی آمد سے قبل حالت انتظار میں اس کا دل بہلا رہا تھا۔ اور شیبان نے اس کے حاضر کئے جانے کا حکم دیا۔ خادموں نے بہت کچھ جستجو کی۔ لیکن انہیں قصہ خوان کا کہیں پتا نہ ملا۔ اور انھوں نے واپس آکر امیر شیبان سے کہا "حضور! وہ تو خدا جانے کہاں چلا گیا۔ غلاموں نے بہت ڈھونڈا۔ مگر اس کا پتہ نہیں پایا۔"

شیبان۔ (حیرت سے) "ایں! یہ کیا بات!! اُسے انعام تک نہیں دیا گیا۔ اور وہ چلا گیا۔ دیکھو خیال رکھنا۔ کل اس کو دیکھنا تو مجھے یاد دلا کر انعام دلوا دینا ورنہ میری بدنامی ہو گی۔" پھر دل میں غور کرنے لگا۔ کہ آخر یہ قصہ خوان کون تھا اور کہاں چلا گیا۔ میرے لشکر کا آدمی ہوتا تو اُسے جانے کی ضرورت کیا تھی؟ اور غیر مقام سے آیا تھا۔ تو بجز اس کے کہ انعام کی طمع میں آیا ہو۔ اور کیا وجہ ہو سکتی تھی، مگر انعام لئے بغیر چلے جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ غرضکہ شیبان کو کچھ تردد سا پیدا ہو گیا۔ اور اُسے حذشہ ہوا۔ کہ مبادا وہ کوئی جاسوس رہا ہو۔ اس لئے اس نے بار دیگر اپنے سپاہیوں سے تاکید کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھو! اس قصہ خوان

کو ضرور تلاش کرو۔ ایسا نہ ہو وہ ہمیں بخیل مشہور کرے۔ کیونکہ اُسے انعام نہیں ملا ہے۔"

تیرہواں باب

ایک نیا راز

دنیا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولیں ہیں ہم اور زیادہ

ابومسلم اپنے کیمپ میں خیمہ کے اندر بیٹھا ہوا حسب معمول کسی تازہ فکر میں مستغرق ہے۔ کہ یکایک ضحاک اپنی اسی روتوں کو ہنسا دینے والی ہیئت کذائی کے ساتھ اس کے سامنے جا پہنچتا ہے۔ اور ابومسلم کشادہ پیشانی بن کر اس سے کہتا ہے:-"اخاہ ضحاک! خوب آئے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ تم نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے؟"

ضحاک۔ (ادب کے ساتھ انگشتری ابومسلم کے روبرو پیش کرتے ہوئے)"جناب عالی! یہ آپ کی امانت حاضر ہے۔۔۔ اس نے اپنا کام کر لیا۔ اس لئے اس کا اور اس کے مالک دونوں کا شکریہ ہے۔"

ابومسلم۔ (انگوٹھی لیکر)"نہیں نہیں۔ شکر کے قابل تو تمہارا حوصلہ عالی ہے۔ اس انگشتری سے کیا ہو سکتا تھا۔ یہ سب تمہاری کوششوں کا نتیجہ ہے۔ کیا تم نے اس آدمی کو خوارزم بھیجدیا؟" ابومسلم کی عادت تھی۔ کہ کسی شخص کے قتل کا حکم دیتا تو کہا کرتا"اس کو خوارزم بھیجدو" یعنی مار ڈالو۔ گویا خوارزم کے لفظ سے کنایتاً موت مراد لیا کرتا۔

ضحاک۔"نہیں جناب عالی! آج تو دہقانہ کے تردد نے کام نہیں بننے دیا۔ کیونکہ اسے اس قدر فوری احکام کے تعمیل کی عادت نہیں ہے۔ اور نہ ہی تھا

ابو مسلم - ہنسنے میں ضحاک کا ساتھ دیکر) خیر - انتظار میں بھی کچھ مضائقہ نہیں - مگر یہ تو بتاؤ کہ آیا تم نے اس عورت کے اس کام کو کل پرسوں تک ضرور کر دینے کا یقین کر لیا ہے ؟"

ضحاک - " انگوٹھی دیکھنے کے بعد تو اس کی حالت ہی کچھ اور ہو گئی تھی - اس وقت اگر اس سے آگ میں کود پڑنے کو کہا جاتا - تو وہ بلا تامل کود پڑتی - اور مالک انگشتری کی توجہ طلب کرنے کے لئے وہ کسی کام میں عذر نہ کرتی "

ابو مسلم نے یہ سن کر پسندیدگی کا اظہار کیا - اور ضحاک سے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا - " تم جو کہتے ہو اگر اُسے کر بھی دکھاؤ تو ہم شہر مرو فتح کرنے کے بعد تم کو کسی اچھے عہدہ پر مامور کریں گے "

ضحاک - " یہ جناب کی قدر افزائی ہے - ورنہ بندہ کس قابل ہے - میری بڑی سی بڑی آرزو یہ ہو سکتی ہے - کہ حضور مجھ سے خوش رہیں - - - اور اب اگر اجازت ہو تو میں واپس جا کر انصرام مہم کی تدبیر کروں "

ابو مسلم - " نہیں - جلدی نہ کرو - مبادا سب کھیل بگڑ جائے - میں خیال کرتا ہوں - کہ دہقانہ اس کارروائی کو اس وقت تک کبھی نہ منظور کرے گی جب تک تم دوسری ملاقات میں اُسے پھر بخوبی نہ سمجھاؤ - اس وقت تو وہ یقیناً سو رہی ہو گی - تم جا کر کیا بنا لو گے - لہذا باقی شب یہیں بسر کر و صبح کو چلے جانا "

ضحاک کے دل میں تو جانے کی آرزو تھی - کیونکہ اُس نے شیبان سے جو امر طے کیا تھا - اس کی فکر بھی ضروری تھی - لیکن ابو مسلم نے روکا تو وہ اظہار اطاعت کے لئے سر جھکا کے کھڑا ہو گیا - ابو مسلم بھی خاموش ہو کر چہل قدمی کرنے لگا جس سے ضحاک نے معلوم کر لیا - کہ ابو مسلم کسی اہم معاملہ پر غور کر رہا ہے - وہ اس خیال سے چپکا کھڑا تھا - کہ شاید ابو مسلم اُسے جانے کی اجازت دے دے - ابھی ضحاک کو اس طرح کھڑے ہوئے دس پندرہ منٹ ہی گزرے ہوں گے - کہ دفعتاً ابو مسلم ٹہلتے ٹہلتے اس کے قریب استادہ ہو گیا - اور ضحاک کے کندھے

Marfat.com

پر مہربانی سے ہاتھ رکھدیا۔ ضحاک اس عنایت و محبت سے خوش ہو کر ہمہ تن گوش بن گیا۔ تاکہ ابومسلم کی بات اچھی طرح سن سکے۔ لیکن ابومسلم نے کچھ کہنے سے پہلے ضحاک سے چار آنکھیں کر کے اُسے کچھ ایسی غور کی نگاہوں سے دیکھا۔ کہ گویا اس کی آنکھوں سے اس کے دل کا حال معلوم کر رہا ہے۔ اور پھر بڑی نرم و محبت آمیز صدا میں کہا۔ "ضحاک! کیا فی الحقیقت تم کو یہ بات معلوم ہے۔ کہ میں تم پر کس قدر اعتماد کرتا ہوں۔ اور تمہاری کتنی عزت اپنے دل میں رکھتا ہوں ؟"

ضحاک ابومسلم کی متجسس نگاہوں سے ڈر گیا تھا۔ کیونکہ وہ ابی مسلم کی قیافہ شناسی کا لوہا مانے ہوئے تھا۔ اور اس کی بدنیتی سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اس کے علاوہ چور کے پاؤں نہیں ہوتے، مشہور مثل ہے۔ اس لئے ضحاک بھی دل میں ابی مسلم کے اس طرح تاڑنے سے خائف ہوا تھا۔ اور جب اس نے یہ دلربی کی گفتگو سنی۔ تو مسرور ہو کر بولا۔ "کیوں نہیں جناب! آپ نے اپنی انگشتری دیکر اور اپنے اہم راز بیان فرما کر اس بات کا پختہ ثبوت دیدیا ہے۔ کہ آپ اس ناچیز خادم پر بھروسا کرتے ہیں۔"

ابومسلم ۔ "میرے دل میں ایک راز اور موجود ہے۔ کیا میں وہ بھی تم پر ظاہر کر دوں ؟"

ضحاک ۔ "یہ حضور کی مرضی۔ میں تو تابعدار ہوں جو حکم ہو گا۔ بلا عذر تعمیل کروں گا۔"

ابومسلم ۔ "تو پھر بیٹھ جاؤ۔ اور غور سے سنو!" یہ کہکر ضحاک کو بٹھا لیا۔ اور اپنا ہاتھ بدستور اس کے کندھے پر رکھے رہا۔ اور ضحاک اس خیال سے کہ شاید اس نئے راز میں اس کی غرض حاصل ہونے کا کوئی اور پہلو نکل آئے متوجہ ہو کر سننے لگا۔ اور ابومسلم نے بہت پست آواز سے کہا۔ "تم کو معلوم ہے۔ کہ میرے ساتھ خراسان کے بڑے بڑے لوگ بکثرت ہیں۔ اور وہ سب میرے اشاروں پر چلنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ مگر مجھے ان میں سے صرف چند شخصوں پر بھروسا ہے

Marfat.com

اور وہ بھی ایسا بھروسا نہیں۔ کہ اس کی وجہ سے میں اُن کو اپنا ہمراز بنالوں۔ اس وقت میرے دل میں ایک خیال آیا۔ اور چونکہ تمہاری وفاداری اور خدمتگزاری کے باعث میں تمہارا گرویدہ ہوگیا ہوں۔ اس لئے تم سے اس معاملہ میں مشورہ کرنا منظور ہے۔ کیونکہ گو تم بظاہر پاگل اور مسخرے بنتے ہو لیکن ہو بڑے سیانے۔ دیکھو! علی بن کرمانی کے قتل کی جو تدبیر میں نے مل کر کی ہے۔ اس کی اطلاع میرے لوگوں میں سے کسی کو یہاں تک کہ خالد بن برمک اور سلیمان بن کثیر کو بھی نہیں ہو پائی ہے۔ اس لئے کہ مجھے خوف تھا۔ مبادا راز ظاہر ہوجانے کی صورت میں بات بگڑ جائے اور اس وقت دفعتہً ایک اور بات بھی مجھکو سوجھ گئی۔ جس نے ناکامی کا خوف المضاعف کر دیا۔"

ضحاک۔ "جناب عالی! وہ کیا؟"

ابو مسلم۔ "وہ یہ کہ اچھا ہم نے علی بن کرمانی کو قتل کر دیا۔ تو اس بات کی کیا ضمانت ہے۔ کہ اس کے ساتھ والے ہماری اطاعت مان لیں گے۔ وہ عرب ہیں۔ اور ہم فارسی ہمارا اُن کا میل جول دشوار ہے۔ کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ وہ ہمارے سوا کسی اور طرف جھک پڑیں گے؟"

ضحاک۔ (انجان بن کر) "یعنی کس کی طرف؟ جناب عالی! آپ کی کیا مراد ہے؟ نصر بن سیار سے اُن کا مل جانا بالکل بعید از قیاس ہے۔ کیونکہ نصر نے اُن کے بڑے سپہ سالار کرمانی کو قتل کیا ہے۔"

ابو مسلم۔ (قطع کلام کر کے) "نہیں نہیں۔ یہ میں بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ نصر کے ساتھ ملنا گوارا نہ کریں گے۔ مگر یہ دوسرا فرقہ خوارج کا کیا موجود ہے اس کی طرف اُن کا میلان ہونا قرین عقل ہے کہ نہیں؟ دیکھو! سچائی کے ساتھ بات کہنا۔ تم عربی ہو اور اپنے ہمقوموں کے دلی منشار سے بخوبی واقف کیا تم یہ گمان نہیں کرتے کہ یمن کے امرا ان اہل عرب کا ساتھ دینا ہمارے ساتھ رہنے سے افضل تصور کریں گے؟"

Marfat.com

ضحاک یہ عجیب و غریب سوال سن کر حیرت کے گرداب میں پھنس گیا پہلو تو اس سے کوئی جواب ہی نہ بن آیا۔ مگر آخر اس نے دل مضبوط کرکے بے پروائی اور سادگی کے انداز سے کہا۔ "ہاں میرا تو گمان یہی ہے۔ کہ وہ تہ دل سے اہل عرب کو افضل سمجھتے ہیں۔"

ابومسلم۔ "تو اب ایک بات میرے دل میں گزری ہے۔ میں تم سے اس کے متعلق مخلصانہ رائے لیتا ہوں۔ اگر تم نے مجھ سے موافقت کی تو فبہا ورنہ اس بات کو یہیں دفن کریں گے۔ اور کسی کو اس کی سن گن نہ دیجائے گی۔"

ضحاک۔ "غلام کو کیا عذر جو حضور کا حکم ہو۔ اسی کی تعمیل کرے گا۔"

ابومسلم۔ "جس دن سے میں یہاں آیا ہوں میں نے برابر تمام لشکروں میں جاسوسوں کا تقرر کر دیا ہے۔ خوارج کے لشکر میں جو مخبر متعین تھے۔ انہوں نے مجھکو یہ اطلاع دی ہے۔ کہ وہ لوگ ہمارے۔ اور کرمانی کے مقابلہ میں نصر بن سیّار حاکم مرو سے ملجانے کی فکر کر رہے ہیں۔ لہذا میرے دل میں اس وقت یہ بات آئی کہ میں ہی کیوں نہ ان خارجیوں سے نصر اور علی بن کرمانی کا مقابلہ کرنے کے واسطے اتحاد پیدا کروں۔ اس شکل میں ہم علی بن کرمانی کو مار بھی ڈالیں تو غلبہ مُنی عربوں کی سرداری امیر شیبان کو دیدینگے۔ مگر اس شرط سے کہ وہ نصر کے مقابلہ میں ہمارا دست و بازو بنا رہے۔ کیونکہ جس اصلی غرض سے ہم نے امام کی دعوت پھیلانے کا درد سر اٹھایا ہے۔ وہ بنی امیہ کے گھرانے سے خلافت کا نکال دینا ہے۔ کچھ یہ غرض نہیں کہ ہم شہر مرو یا خراسان کے دوسرے شہر فتح کرتے پھریں دیکھو یہ بڑا گہرا راز ہے۔ اگر اس کی ذرا بھی بو پھوٹی۔ اور مجھے خبر مل گئی۔ تو یاد رکھو کہ تمہاری جان نہیں ہے۔ تمہیں امام کی امانت یاد رہے؟"

ضحاک نے دل میں سوچا کہ اس کی اصلی غرض میں اس راز نے تازہ روح پھونکدی ہے۔ پھر تو اس کی خوشی حد سے گذر چلی۔ اور اس نے بشاش ہوکر ابومسلم سے کہا۔ "مجھے بار بار اس قدر کیوں ڈرلاتے ہیں۔ اور کس لئے میری نسبت بدگمان قائم کرتے

ہیں۔ میری دانست میں آپ کی طاقت قیافہ شناسی ایک ایسی بے مثل چیز ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے صندوق سینہ کو چیر کر ان کے لوح دل کی تحریر پڑھ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ کو ایسا ہی شک ہے۔ تو یہ لیجیے (سر جھکا کے) گردن حاضر ہے۔ ابھی اس سر اور تن کا فیصلہ کر دیجیے۔"

ابومسلم۔ (تبسم کر کے) "ہاں۔ ہاں۔ مجھے تیرے دل کی باتیں بخوبی معلوم ہیں مگر یہ تو مزید آزمائش کے لئے میں نے ایسی باتیں کہی تھیں۔ خیر اب سنو! ہم مرو کو فتح کرینگے تو صرف اس ارادہ سے کہ بنی امیہ کی حکومت یہاں سے اٹھا دیں۔ پھر اس کے بعد کوئی بھی شہر پر قبضہ کرے ہمیں اس سے کیا مطلب۔ ضحاک! میں تم سے اقرار کرتا ہوں۔ کہ مجھے ان خوارج کی ذات سے یہ اندیشہ ہے۔ کہ کہیں علی بن کرمانی کے قتل ہوتے ہی یہ کمبخت یمنی امراء کو اپنے ساتھ گانٹھ نہ لیں۔ اس لئے وہ ہمارے مخالف ہو کر ہمیں سخت تکلیف پہنچائیں گے۔ اور خاص کر اس صورت میں جبکہ وہ نصر بن سیار حاکم مرو کے ساتھ بھی متفق ہو جائیں۔ تو پھر ہماری بڑی کمبختی آجائے گی۔ اب تو بتا کہ آیا خوارج کے امیر شیبان سے ملنے کی کوئی راہ نکل سکتی ہے۔ ۔۔ تو خود اس کو جانتا ہے؟ یا خود نہ جانتا ہو تو اس کا کوئی واقفکار ایسا بتا جو بیچ میں پڑ کر معاملہ طے کرا دے۔ اور ہم امیر شیبان کے ساتھ معاہدہ دوستی کر کے آئندہ خطرہ سے بچ سکیں۔"

ضحاک۔ (دل میں اپنی کامیابی کے خیال سے باغ باغ ہو کر) "میں امیر شیبان سے واقف اور اگر نہ بھی واقف ہوتا۔ تو میرے لئے اس کا ارام کر لینا کوئی مشکل نہ تھا۔"

ابومسلم۔ "سچ کہتے ہو۔ تمہارے جیسا عقلمند اور صاحب تدبیر جو نہ کر سکے وہ کم ہے۔ مگر میں نے تم سے صلاح کے طور پر یہ دریافت کیا۔ تاکہ مبادا مجھکو سمجھنے میں کوئی غلطی لاحق ہوئی ہو۔ تو تم اُسے رفع کر دو۔ اب بتاؤ تمہاری کیا صلاح ہے؟"

ضحاک۔ "اگر مجھ جیسے ناچیز بندہ کی یہ ہستی ہو کہ وہ امام ابراہیم کی دعوت پھیلانے والے سردار کے روبرو لب کشائی کر سکے۔ اور پھر صلاح دینے کیوا سطے تو میں آپ کی اس خوش فکری پر صاد کرتا ہوں۔ اور آپ کو ایسی دور کی کوڑی لانے

Marfat.com

پر مبارکباد دیتا ہوں۔ خوارج کی زیادہ سے زیادہ یہ آرزو ہے کہ وہ کسی طرح شہر مرو کو قبضہ میں لائیں۔ اس لئے آپ اپنی خوشی سے انہیں یہ شہر بخش دیں گے تو وہ آئندہ آپ کے درم ناخریدہ غلام اور تمام فتوحات میں دست و بازو رہیں گے۔ آپ اس بات کو بھی یقین کر رکھیں۔ کہ خوارج اہل فارس کی نسبت مضری عربوں سے زیادہ عداوت رکھتے ہیں۔ لہذا آپ نے ان سے میل جول کر لیا۔ تو وہ آپ کے بہت کام آئیں گے۔"

ابومسلم۔ (ضحاک کی خیر خواہانہ صلاح سے مسرت ظاہر کر کے) "تو اب ہم پر لازم ہے کہ بہت جلد امیر شیبان سے پیام و سلام شروع کر دیں۔ اور اس کام کے لئے میں تم پر بھروسا کر سکتا ہوں۔ کیوں۔ تم اس کو انجام دو گے؟"

ضحاک۔ "آپ کو میری باتوں کا اعتبار ہے۔ تو مجھ سے کبھی خدمت میں کبھی قصور نہ ہوگا۔"

ابومسلم۔ "بہر حال تمہارے سوا اور کسی کو میں اس کام کی انجام دہی کے قابل نہیں پاتا۔ تم اس وقت رات کو یہیں رہو صبح کو تمہیں ایک خط دیا جائے گا۔ اور اس کا امیر شیبان تک پہنچانا۔ اور اپنی غرض میں کامیابی حاصل کرنا یہ تمہاری فطانت پر چھوڑا جائے گا۔"

ضحاک۔ "آپ اس بات سے بالکل مطمئن رہیں۔ انشاء اللہ سب کام آپ کے حسب مراد ہوں گے۔"

ابومسلم۔ (ایک خیمہ کو جو اس کے خیمہ سے متصل تھا بتا کر) "اچھا اب اس خیمہ میں جا کر آرام کرو۔ صبح کو میں خط لکھ دوں گا۔"

ضحاک سر تسلیم خم کر کے آرام کرنے چلا گیا۔ اس کا دل جوش مسرت سے مالامال تھا۔ اور اسے اپنی خوش نصیبی پر ناز ہو رہا تھا۔ کہ کس طرح تمام باتیں اس کے حسب مراد بنی جاتی ہیں۔ اسی خوشی اور سرور کے باعث اس کی نیند بھی اچاٹ ہو گئی۔ اور صرف تھوڑی دیر کے لئے فجر سے پہلے اس کی پلک جھپک گئی جس کے بعد وہ طلوع آفتاب

Marfat.com

کے قبل ہی اٹھ بیٹھا۔ اور جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ ضحاک کا دل اس خوف سے دھڑک رہا تھا۔ کہ مبادا ابومسلم اپنا ارادہ فسخ کر دے۔ تو سب بنی بنائی بات بگڑ جائیگی کہ اسی اثنا میں ایک غلام اس کے پاس آیا۔ اور ابی مسلم کی طلبی کا پیام سنایا۔ ضحاک ہشاش بشاش اس کے روبرو پہنچا۔ اور ابومسلم نے ایک سربمہر لفافہ اسے دیکر کہا ——— "اس خط کو اپنے کپڑوں میں چھپا کر رکھلو۔ میں کسی کو اس کی خبر ہونا پسند نہیں کرتا۔ اور (ایک طرف جو معمولی راستہ نہ تھا اشارہ کرکے) اس طرف سے مقام مقصود کی طرف جانا ضحاک! اس بات کو خوب کان کھول کر سُن رکھو کہ میرے آدمیوں میں سے کسی کو بھی اس خط کا راز معلوم ہو گیا۔ تو پھر تمہاری شامت آ ئے گی"۔

اور ضحاک سر جھکا کر اشارہ سے "کیا مجال ہے جو حکم عدولی ہو" کہتا ہوا خط لیکر چلا گیا۔ اور اس وقت اس کی وضع قطع حسب معمول اسی باولے پن کی تھی۔ جس میں اسے اکثر دیکھا گیا ہے۔

چودھواں باب

فتح اور بیعت

تھا دام بھی لگا ہی قریب آشیانہ کے
اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے

ضحاک ابومسلم کے پاس سے روانہ ہو کر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ تو معمولی راستہ کو ترک کرکے خیمہ گاہ کے گرد چکر کاٹتا ہوا پشت لشکر کی طرف نکل گیا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ مقام مقصود کی طرف روانہ ہو کر کہ اتنے میں اس نے چند سوار جو ابی مسلم ہی کی فوج کے تھے۔ اپنی طرف آتے دیکھے۔ وہ بھاگا کہ کسی طرح ان سواروں سے دور اور اُن کی نظروں سے مخفی ہو جائے۔ لیکن وہ سوار اسی کو تاک کر آ رہے تھے۔

اس لئے اُسے بھاگتے دیکھکر انہوں نے بھی گھوڑوں کو ایڑ لگائی۔ اور دم زدن میں ضحاک کو اپنے حلقہ میں کرلیا۔ ضحاک یہ حالت دیکھکر ٹھہر گیا۔ اور ان سواروں سے کہا "بھائیو! تم کیا چاہتے ہو؟" اور ایک نقاب پوش سوار نے بڑھ کر اُسے جواب دیا۔ "تو کون ہے؟

ضحاک۔ "میں راہگیر ہوں۔ اور کون؟"

سوار۔ "یہ راستہ لوگوں کی آمدورفت کا نہیں۔ سچ بتا تو کون ہے۔ اور اس جانب کیوں آیا تھا؟"۔

ضحاک۔ (کسی قدر تحکم کے لہجہ میں) "تمہیں میرا حال دریافت کرنے سے واسطہ؟ میں ایک کام"۔ آگے کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور چپ ہو گیا۔

چند سوار ضحاک کی مشکیں کستے ہوئے۔ "یا تو تم اپنا صحیح حال بتاؤ ورنہ قید رہو"۔

ضحاک۔ (پریشان ہوکر) "اچھا مجھے امیر ابی مسلم کے روبرو لیچلو پھر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔ کہ میں کون ہوں"۔

ایک سوار۔ "جبتک تم اپنا حال نہ بتاؤ گے۔ اس وقت تک ہم تم کو وہاں نہ لیجائیں گے"۔

ضحاک۔ (سراسیمہ ہوکر اور ان سواروں کو ڈانٹ کے) "اگر تم مجھے جلد امیر کی خدمت میں نہ لیچلے۔ تو یاد رکھو کہ سخت ندامت اُٹھاؤ گے"۔

ایک سوار۔ "اچھا اگر تم قاصد ہو تو وہ خط دکھاؤ جسے لیجارہے ہو۔ ورنہ تمہارے دشمن ہونے میں کلام کیا ہے"۔

ضحاک نے صدہا حیلے حوالے کئے۔ اور بہت کچھ سر کھپایا۔ لیکن سواروں نے اُسے کسی طرح نہ چھوڑا۔ اور ضحاک کو اتنی جرأت بھی نہ تھی۔ کہ اپنے پاس کا خط دکھادے۔ تاہم وہ اُن کو ابی مسلم کی خفگی سے ڈراتا رہا جس کے جواب میں اس کا مخاطب سوار بولا۔ "بہتر ہم اپنا ایک سوار امیر کے حضور میں اطلاع کرنے کو بھیجتے ہیں۔ اگر وہ تمہاری رہائی کا حکم دیں گے۔ تو ہم اس کی تعمیل کریں گے"۔

Marfat.com

ضحاک اس بات پر راضی ہوگیا۔ اور ان سواروں میں سے ایک سوار ابی مسلم کے پاس اس امر کی خبر کرنے گیا۔ اور ایک شخص ضحاک کو پکڑے ہوئے وہیں ایک اونچے ٹیلے پر استادہ ہو رہا۔ اور باقی اشخاص بدستور اپنی ڈیوٹی پر گرو آوری کرنے چلے گئے۔ جس مقام پر ضحاک بندھا ہوا کھڑا تھا۔ وہ نہایت بلند جگہ تھی۔ اور وہاں سے ابی مسلم کا کیمپ شہر مرد کا میدان اور خاص شہر سب کچھ صاف دکھائی دیتا تھا۔ اب آفتاب کی سنہری کرنیں افق مشرق سے بڑھتی ہوئی اطراف زمین کو زرّیں بادلہ کی چادر اڑھاتی جاتی تھیں۔ اور ابی مسلم کی فوج کمربستہ ہو کر میدان کی طرف حس و حرکت کرتی بڑھ رہی تھی طبل و قرنا کا شور اور آدمیوں کی مخلوط صداؤں کا غلغلہ سن کر ضحاک نے کیمپ کی جانب نظر کی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ اہل خراسان سیاہ جھنڈوں کو اڑاتے میدان میں جا رہے ہیں۔ اور امام کے دونوں نشان ظل اور سحاب سب کے آگے آگے بلندی میں آسمان سے باتیں کرتے جاتے ہیں۔ یہ سب دیکھکر ضحاک پر ایسا تحیّر طاری ہوا کہ وہ بےحس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔۔۔ " یا اللہ! یہ میں کیا دیکھتا ہوں ؟ ارے یہ خراسانی شہر مرد پر دھاوا کرتے ہیں ؟ ہاں۔ ہاں۔ ابومسلم نے مجھے دھوکا دیا۔ اُف بڑی چال چل گیا!" دوسری جانب نگاہ جانے سے دفعتاً چونک کر " توبہ۔ توبہ۔ اے لو وہ علی بن کرمانی بھی شہر پر بڑھ رہا ہے۔ نہیں میری نگاہ دھوکا دیتی ہے۔ علی ان خراسانیوں سے مقابل ہونے کو آتا ہو گا۔ مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ اے لو وہ شہر کی طرف چلا" اس وقت میدان کا رزار خوب گرم تھا۔ شہر کی فصیلوں پر سے تیروں اور پتھروں کا مینہ برس رہا تھا اور شجاعان یمن سر فروشی کرتے ہوئے۔ اس طوفان تیر باری میں بڑھے چلے جا رہے تھے۔ شہر والوں نے ہزار کوششیں کیں۔ اور دشمنوں کو روکنا چاہا۔ ابلتے ہوئے تیل کے کڑاؤ پھینکے۔ آگ برسائی۔ پھونس جلا کر پھینکا۔ لیکن یمنی جانبازوں نے سب کڑاہاں جھیل کر خندق پاٹ دی۔ اور فصیل کے نیچے پہنچ کے زینے لگا کر اوپر چڑھنے لگے۔ دلیران مضری بڑی پامردی سے لڑ رہے تھے۔ سیکڑوں یمن والے اُن کی

Marfat.com

تلواروں کے گھاٹ اتر گئے۔ لیکن اہل یمن کا جوش حد جنون تک پہنچ گیا تھا۔ اور وہ اپنے بہادر سردار کرمانی کی لاش دروازہ شہر پر لٹکتی دیکھکر بیخودی کے ساتھ قدم بڑھاتے ہی آتے تھے۔ علی اور عثمان کرمانی کے دونوں بیٹے اپنے دلیروں کا دل بڑھا رہے تھے۔ آخری مضری لوگوں کے حوصلے پست ہو چلے۔ اور یمن کے بہت سے منچلے بہادر فصیل پر قابض ہو گئے۔ لڑائی کا رخ پلٹا۔ شہر کے بچانے والوں کا دل ٹوٹا۔ اور چشم زدن میں یمنی سپاہ ایک طرف سے داخل شہر ہو گئی۔ ضحاک اس تماشا سے مار دم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھا ہی رہا تھا۔ کہ اس نے دوسری سمت سے شہر پر خراسانیوں کو بھی حملہ آور ہوتے معاینہ کیا۔ اور ابی مسلم کے ساتھی بھی جان پر کھیلکر شہر میں گھس گئے۔ علاوہ بریں ضحاک کی حیرت اس بات سے اور بھی بڑھ گئی۔ کہ کچھ ہی دیر میں اس نے دارالامارت مرو کے بام پر ابی مسلم کے سیاہ نشان کا پھریرا ہوا میں لہراتے دیکھا۔ اور اسی کے ساتھ محافظین شہر کے غول کے غول سراسیمگی اور ابتری کے ساتھ بھاگتے نظر آئے۔ جن کے سفید نشان بتا رہے تھے۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کا قدم خراسان سے اکھڑ گیا ہے۔ ضحاک نے انہی بھاگنے والوں میں ایک وشستہ سواروں کا بھی دیکھا۔ جو اپنے قیافوں سے عمائد قوم معلوم ہوتے تھے۔ اور فوراً ضحاک کے پاس کھڑا ہوا خراسانی سوار مسرت کے لہجہ میں چیخ اٹھا۔ " اوہ! یہ دیکھو نصر بن سیار بھاگا جاتا ہے"۔ ضحاک نے مڑکر دیکھا کہ ایک وجیہ اور سن رسیدہ شخص جس کی پرُرعب صورت بڑے سے سفید عمامہ اور بھری ہوئی نقرئی ڈاڑھی سے اور زیادہ باہیبت ہو گئی ہے بھاگنے کے لئے گھوڑے کو ایڑ لگاتا جاتا ہے۔ اور اس کے گرد بھی چند ویسے ہی معزز سوار ہیں۔ ضحاک نصر بن سیار کو پہچانتا تھا۔ اور اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے ہمراہی اسی کے بیٹے اور رشتہ دار لوگ ہیں۔ نصر نے شہر کو مجبوراً چھوڑا تھا۔ کیونکہ اب اس کے پاس محفوظ رکھنے کا کوئی وسیلہ نہ رہا تھا۔ یہ تمام سیر دو گھنٹوں سے بھی کم عرصہ میں ضحاک نے دیکھ لی۔ اور اس سے اس کے دل پر ایسا گہرا اثر پڑا کہ وہ اپنے رسیوں میں جکڑے ہونے کی تکلیف کو بھول گیا۔ اس نے سوچنا شروع کیا۔

کہ یہ بات کیا ہوئی؟ اُف میں نے تو یہ سوچا تھا۔ کہ خوارج اور اہل یمن کو متحد بنا کر ابی مسلم کی خبر لے سکوں گا۔ لیکن ابی مسلم اس قدر عجلت کیونکر کر گیا؟ اس نے میرے ساتھ فتح مرو سے پہلے ہی علی بن کرمانی کو قتل کرا دینے کا اقرار کیا تھا۔ وہ امیر شیبان سے سازش کرنے کا متمنی تھا۔ ابھی صبح کو ہی اس سے یہی باتیں ہوئی تھیں۔ پھر یکایک ایسا عظیم الشان انقلاب کیونکر ہو گیا؟ خدایا! یہ کیا معاملہ ہے؟ اُف ان لوگوں نے تو کھڑی سواری شہر کو لے لیا۔ طلوع آفتاب کے بہت بعد حملہ کیا تھا۔ اور ابھی چاشت کا وقت بھی نہیں آیا ہے۔ کہ وہ شہر پر قابض ہو گئے۔ اور غنیم کو وہاں سے نکال بھی دیا۔" ضحاک بڑے غور سے شہر کی طرف نگراں تھا۔ اور ہنوز اس کی پہلی حیرت کم ہونے میں نہیں آئی تھی۔ کہ یہ بات دیکھ کر اور بھی اس کے حواس مختل ہو گئے۔ کہ کرمانی کی فوج مع اپنے سردار علی بن کرمانی کے شہر سے نکل کر اپنے کمپ میں آ رہی ہے۔ ضحاک نے فوج میں علی کا موجود ہونا۔ اس کے نشان کو دیکھ کر معلوم کیا تھا۔ اس کی سمجھ اس وقت کام نہیں دیتی تھی۔ وہ دل میں غور کر رہا تھا۔ "بہت خوب!! اے لیجیے میاں علی شہر کو فتح کر لینے کے بعد وہاں سے اس طرح چلے آ رہے ہیں۔ کہ گویا اس میں داخل ہی نہیں ہوئے تھے۔ اُف۔ اب گلنار کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔ علی نے اس سے خلوت کرنا اسی شرط پر ملتوی کیا تھا۔ کہ شہر مرو کی فتح کے بعد دار الامارت میں اُسے لیجائے گا۔ تب کام دل حاصل کرے گا۔ اب تو وہ شرط پوری کر سکتا ہے۔" پھر کچھ یاد کر کے "ہاں!! ابومسلم نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ یہ کہ علی بن کرمانی کو مار کر اس کے ہمراہیوں کو شیبان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ مگر وہ بات اب کہاں گئی؟ یار اس لونڈے نے مجھ کو دغا دی۔ مگر نہیں اس کے انداز سے تو اس طرح کی کوئی بات مترشح نہیں ہوتی تھی کہ وہ فریب کرتا ہے۔" غرضکہ وہاں میدان جنگ میں بازار کشت و خون گرم تھا۔ تو یہاں ضحاک کے دل و دماغ میں طرح طرح کے وساوس اور خدشوں نے اودھم مچا رکھی تھی۔ کہ اتنے ہی میں جو سوار ابومسلم کو ضحاک کی گرفتاری سے مطلع کرنے

Marfat.com

گیا تھا۔ واپس آگیا۔ اور اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ "صاحبو! جلد اِس عربی کی مشکیں کھولدو۔ اور اس سے معافی مانگ کر اسے امیر کے پاس لے چلو مجھے تو خدا نے بچا لیا۔ جو اس وقت زندہ یہاں تک آگیا۔ ورنہ امیر اس کی گرفتاری کا حال سُنتے ہی آگ بھبوکا ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسے خاص اور نہائت ضروری کام کے لئے بھیجا تھا۔ اس میں ہرج ہو گیا۔ ہم نے بڑی غلطی کی" یہ بات سن کر ضحاک کو ابی مسلم کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور اس نے سمجھ لیا۔ کہ اس کو غلطی میں پکڑ لیا گیا تھا۔ پھر ان سواروں نے اس سے بہت کچھ معذرت کر کے اس کے بند کھولدیئے۔ اور اُسے ایک گھوڑے پر سوار کرا کے اپنے ساتھ لیتے ہوئے شہر مرو میں لے گئے۔ اُن کا داخلہ شہر کے اس دروازہ سے ہوا تھا جس کو باب باکین کہتے تھے۔ ضحاک نے دیکھا۔ کہ شہر والوں کے چہرے مضری عربوں کی حکومت کے جاتے رہنے۔ اور شہر پر اہل خراسان کا قبضہ ہونے سے بوجہ مسرت چمک رہے ہیں۔ کیونکہ باشندگان شہر کی بڑی تعداد خالص فارسی النسل لوگ تھے جن کو اہل عرب کی بدسلوکیوں نے ان سے سخت بددل بنا دیا تھا۔ نصر بن سیار نے اپنے پیشرو حکام کی بے اعتدالیاں مٹانے میں کوشش تو بہت کی تھی۔ مگر برسوں کے کہنہ زخم چند مہینوں میں کیونکر مندمل ہوتے لوگ ان مظالم کو فراموش نہ کر سکے بنی اُمیہ کا دور حکومت اہل فارس اور دیگر غیر عربی قوموں کے حق میں قہر خداوندی کا نمونہ تھا۔

اموی حکام رعایا کا مال چھیننے کے سوا اور ان سے جا و بیجا بھاری ٹیکس وصول کرنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں کرتے تھے۔ مرو کے باشندے فتوحات اسلام سے قبل دین آتش پرستی کے پابند تھے۔ بعد فتح انپر جزیہ مقرر کر دیا گیا۔ جیسا کہ غیر مسلم اقوام کے ساتھ برتاؤ ہوتا تھا۔ پھر زمانہ مابعد میں اُن لوگوں نے کئی بار اسلام قبول کرنے کی طرف رغبت کی مگر بنی اُمیہ کے حکام نے ان کے اسلام لانے کو ادائی جزیہ سے جان بچانے کا بہانہ تصور کر کے ان کے ذمہ سے جزیہ موقوف نہیں کیا۔ اس لئے بہت سے لوگ مسلمان ہونے کے بعد پھر مرتد ہو گئے۔ کئی مرتبہ ایسی ہی صورت

Marfat.com

پیش آئی۔ یہاں تک کہ عمرؒ بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ جو ایک سچے مسلمان حکمران تھے۔ اور انہوں نے اپنے عاملوں کو حکم دیا۔ کہ جو لوگ مسلمان ہوگئے ہیں۔ انہیں ادائے جزیہ سے معاف رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے "جراح" کو جو ملک خراسان کا عامل اور مسلمانوں سے بھی جزیہ وصول کرنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔ لکھا کہ " دیکھو جو تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہو اُسے جزیہ سے بری کر دو" پھر تو فارسی لوگ قبول اسلام پر جھک پڑے۔ اور جزیہ کی آمدنی بالکل کٹ گئی۔ "جراح" نے خلیفہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ اور عمرؒ بن عبد العزیزؒ خلیفہ نے اس کی رپورٹ پر محض اس قدر جواب تحریر کر دیا کہ "خدا نے اپنے نبی محمد (صلعم) کو خلق کے راہ راست کی طرف بلانے کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ نہ کہ خراج وصول کرنے کے واسطے" مگر افسوس کہ عمرؒ بن عبد العزیزؒ کی خلافت کا زمانہ بہت تھوڑا تھا۔ اس لئے خراسان والوں کو ایسی بابرکت عہد کی نعمت سے بہت جلد محروم ہو جانا پڑا۔ بنی امیہ نے اس عادل اور حق پسند تاجدار کو خفیہ زہر دیکر مار ڈالا۔ اور اُس کے بعد جو خلیفہ ہوا۔ اس نے پھر بدستور سابق ظلم وستم پر کمر باندھی۔ بہر حال خراسان کے باشندے اور خاص کر شہر مرد کے فارسی رہنے والے تہ دل سے اس ظالم حکومت کی بربادی چاہتے تھے اس لئے وہ ابی مسلم کے مظفر و منصور ہونے کی سچے دل سے مسرت مناتے۔ اور اُسی مبارکباد دینے اور اُس سے بیعت کرنے کے واسطے ٹوٹے پڑتے تھے۔

ضحاک دار الامارۃ کے قریب پہنچا۔ تو اس نے دیکھا کہ دروازۂ ایوان سے دور دور تک چاروں طرف ہزاروں آدمیوں کا ٹھٹھ لگ رہا ہے۔ ہر شخص پہلے داخل ایوان ہونے کی کوشش میں ایک دوسرے پر گرا پڑتا ہے۔ امرا و عمائد کی طور پایک جانب استادہ ہیں۔ اور وہ سب دار الامارۃ کے اندر داخل ہوگئے ہیں۔ ابو مسلم کے خاص سواروں کو دیکھ کر لوگ خود بخود ہٹنے اور انہیں راستہ دینے لگے۔ اور ضحاک بہت جلد ایوان کے پھاٹک پر پہنچ گیا۔ پھر دربا نوں کے داروغہ نے اُسے بعجلت اندر بھی پہنچا دیا۔ ایوان میں داخل ہو کر ضحاک نے دیکھا۔ کہ ایک

Marfat.com

عظیم الشان وسیع درباری ہال کے صدر مقام میں ابو مسلم سیاہ پوش بنا بیٹھا ہے اس کے سر پر بھی ایک سیاہ نشان لہراتا۔ اور سایہ کر رہا ہے۔ ابی مسلم کے دست راست پر خالد بن برمک ویسا ہی لباس پہنے بیٹھا ہے۔ اور بارہ امیر ابی مسلم کے کھڑے ہیں۔ ان میں سے سلیمان بن کثیر، اور طلحہ بن رزیق کو ضحاک نے سامنے شناخت کیا۔ اور وہ سمجھ گیا۔ کہ یہ وہ بارہوں معزز نقیب ہیں جنہیں امام نے اپنے ستر نقیبوں میں سے پہلے پہل عباسی خلافت کی بنیو جمانے اور لوگوں کو عباسی امام کی اطاعت کی دعوت دینے کے واسطے چنا تھا۔ ابو مسلم کی نظر جیسے ہی ضحاک پر پڑی۔ اس نے تبسم کرکے اسے ایک سمت علیحدہ بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اور خود اپنے نقیبوں سے گفتگو کرنے لگا۔ اس مہلت میں ضحاک کو ایوان کی حالت پر غائر نگاہ ڈالنے کا موقع ملا۔ وہ در و بام کی سیر کر ہی رہا کہ ایک گوشہ میں اسے مختلف باجوں اور ظروف شراب کا ایک ڈھیر دکھائی دیا جسے بنی امیہ کے لوگ بوقت فرار یہاں چھوڑ گئے تھے۔ اور ضحاک نے اپنے دل میں کہا۔ "یہ عشرت پسندی کے آثار ہیں جس کا انجام تباہی و بربادی نکلتا ہے"

اسی اثناء میں ضحاک کی نظر پھر ابی مسلم کی طرف گئی۔ اور اسے بیعت لینے کا منظر دکھائی دیا۔ اب تمام نقیب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تھے۔ اور صرف طلحہ بن رزیق سیاہ قبا، اور عمامہ پہنے ہوئے ابو مسلم کے روبرو استادہ تھا۔ دربان کو حکم ملا کہ لوگوں کو اندر لائے۔ تاکہ ان سے بیعت لیجائے۔ سب سے پہلے فقیہ اور عالم لوگوں کی اور بعد میں سرداران فوج، اہل قلم، عمائد ملک، اور دہقانوں کی جماعتیں یکے بعد دیگرے آتی گئیں۔ ہر شخص ابی مسلم کے سامنے آکر، "السلام علیک ایہا الامیر، و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کہتا۔ اور پھر آواز بلند طلحہ بن رزیق کے ساتھ بیعت کا حسب ذیل اقرار زبان پر لاتا تھا۔

"ابایعکم علی کتاب اللہ وسنتہ رسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

والطاعة، "للرضا من اہل بیت رسول اللہ، وعلیکم بذلک عہد اللہ ومیثاقہ والطلاق" "والعتاق، والمشی الی بیت اللہ الحرام، وعلی ان لا تسألوا رزقاً ولا طعماً" "حتی یبتدیکم بہ ولاتکم" (۱)

نوبت بہ نوبت ہر ایک آدمی اسی شکل سے بیعت کرتا گیا۔ اور ان کے چہروں سے آثار مسرت عیاں ہوتے تھے۔ ضحاک دل میں شہر والوں کے خراسانیوں سے اس قدر راضی ہونے پر جلا جاتا تھا۔ لیکن بظاہر وہ مسرور بنا بیٹھا تھا۔ کیونکہ اب اسے اس بات کا یقین ہوگیا تھا۔ کہ اس کا بار امیر شیبان سردار خوارج بغیر ابی مسلم سے دوستی گانٹھے کسی طرح شہر مرو میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اور یہ بات علی بن کرمانی کے قتل پر موقوف ہے۔

بیعت کا سلسلہ دن کے بیشتر حصہ تک یونہی جاری رہا۔ اور آخر اس کی طوالت سے گھبرا کر ابومسلم نے طلحہ کو حکم دیا۔ "دیکھو خالد بن برمک میرے قائم مقام ہیں۔ اب تم ان کے سامنے لوگوں سے بیعت لیتے جاؤ۔ میں کچھ اور کام کروں گا۔" یہ کہکر ایک علیحدہ کمرہ میں چلا گیا۔ اور جاتے ہوئے اشارہ سے ضحاک کو بھی اپنے ساتھ آنے کا حکم دیا۔ جس وقت یہ دونوں خلوت میں پہنچ گئے۔ تو ابومسلم نے تاسف ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میرے ایک ماتحت کی حماقت نے تم کو رنج بھی پہنچایا۔ اور جس کام کے لئے تم جا رہے تھے۔ اس میں بھی تاخیر ڈالدی۔ کیا کہوں میں تو اسے تمہارے ہی ہاتھوں اس غلطی کی سزا دلواتا۔ لیکن آج کی غیر متوقع مسرت نے مجھے

(۱) ابن اثیر ج ۵ ۔ (ترجمہ) میں تم سے کتاب اللہ، سنت رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی۔ اور اہل بیت رسول اللہ صلعم کی خوشنودی کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں۔ تم پر ان باتوں کے ماننے کیلئے خدا کا عہد و پیمان ہے۔ اور ان کی خلاف ورزی کی حالت میں طلاق، غلام آزاد کرنے اور حج بیت اللہ ادا کرنے کی سزا مقرر کی ہے۔ اور میں ان بات کا تم سے بھی اقرار لیتا ہوں۔ کہ جب تک تمہارا حاکم اپنی طرف سے تمہیں کچھ وظیفہ یا خوراک نہ دیں۔ اسوقت تک تم ان سے کچھ طلبی کی ابتدا نہ کرو۔

Marfat.com

اس ارادہ سے باز رکھا۔ ضحاک! تم اپنے دل میں سخت متحیر ہو گے۔ کہ کہاں اس کو چند دنوں تک شہر پر حملہ کرنے کی تعویق مدنظر تھی اور کہاں اتنی جلد اسے فتح بھی کر لیا۔ مگر سنو! درحقیقت میرا قصد وہی تھا جو تم کو پہلے سے معلوم ہے اور میں پہلے امیر شیبان سے ملنے کا خواہاں تھا۔ جیسا کہ کل تمہاری ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ لیکن آج صبح ایک موقع ایسا ہاتھ لگا۔ کہ میں نے اس کو ضائع کرنا بُرا سمجھکر اس سے فائدہ اٹھانے میں عجلت کی اور خدا کا شکر ہے۔ کہ میں اس میں کامیاب ہو گیا۔" یہ کہکر ابومسلم کھانسنے لگا۔ اور اپنی ڈاڑھی کریدنے میں مصروف ہو گیا۔

ضحاک مودّب اور دوزانو بیٹھا ہوا ابومسلم کی گفتگو نہایت غور کے ساتھ سنتا جاتا تھا۔ اُسے اتنی جرأت تو ہوئی نہیں۔ کہ اثنائے کلام میں ابی مسلم سے آنکھیں چار کرے۔ کیونکہ ابومسلم کی تیز اور اثر انداز سحرکاری کی تاب لانا۔ ضحاک تو کیا بڑے بڑوں کی طاقت سے باہر تھا۔ اسی وجہ سے ضحاک محض ابومسلم کے لبوں کی حرکت دیکھتے رہنے پر کفایت کرتا رہا۔ اور ابومسلم نے سلسلہ گفتگو روکا تو ضحاک نے بات پوری کرنے کا شوق عیاں کیا۔ اور ابومسلم آگے کہنے لگا —— "ہاں۔ اس عجلت کا سبب بھی سنو! علی بن کرمانی نے سویرے ہی مجھ سے کہلا بھیجا۔ کہ" شہر مرو کے فتح کرنے کا موقع آ گیا ہے۔ اس لئے میں اپنی سپاہ کے ساتھ شہر کے ایک جانب حملہ کرتا ہوں۔ اور دوسری طرف تم اپنی فوج کو لیکر حملہ کر دو۔ اس طرح ہم دونوں بڑی آسانی سے شہر کو بھی فتح کر لینگے"۔ میں نے گمان کیا۔ کہ علی مجھے فریب دینا چاہتا ہے۔ اس لئے میں نے اس کے پیام کا جواب یہ بھیجا۔ کہ "مجھے یہ خطرہ تو ہرگز نہیں کہ تم مجھ سے جنگ کے لئے نصر بن سیّار کے ساتھ مل جاؤ گے۔ مگر مناسب یہ ہے۔ کہ پہلے جنگ کی ابتدا تم ہی کرو۔ اور پھر میں بھی حملہ کر دوں گا"۔ میں نے یہ جواب اس خیال سے دیا تھا۔ کہ اگر علی فریب کرتا ہوگا۔ تو ممکن نہیں۔ کہ میری بات مان لے۔ اور پہلے میدان جنگ میں آئے۔ ورنہ اس نے جنگ شروع کر دی۔ تو خود بھی اس کا مزہ

چکنے گا۔ علی نے جنگ آغاز کردی۔ اور میں نے بھی اس بات کو دیکھ کر فوراً اپنی جمعیت کا ایک حصہ شہر پر بڑھا دیا۔ جو دوسری سمت سے شہر میں گھس پڑا۔ اور ہم دونوں نے بڑی آسانی کے ساتھ فتح کر لیا۔ جس کے بعد میں اس ایوان حکومت میں چلا آیا۔ اور علی بن کرمانی کو اس کے ساتھیوں سمیت ان کے کیمپ میں واپس جانے کا حکم دیا تاکہ ہمارا وہ کام بخوبی بن سکے جس سے تم واقف ہو۔"

ضحاک ان باتوں کو سن کر سُن ہو گیا تھا۔ ابومسلم کی شاطرانہ چالوں اور اس کی بیباکی۔ اور پھرتی کے خیال نے ضحاک کا تمام مصنوعی نسخرا اور باولاپن رفو چکر کر دیا لیکن اس نے اس خوف سے کہ مبادا ابی مسلم کے دل میں اس کی طرف شک آجائے خواہ مخواہ زہرخند کر کے کہا۔ "جناب عالی! وہ کام تو بہت عظیم الشان۔ اور نہایت ضروری ہے۔ کیا آپ اب بھی اس کا خیال رکھتے ہیں؟"

ابومسلم۔ "وہ خط کہاں ہے۔ جو میں نے شیبان کے نام لکھا تھا؟"

ضحاک نے خط نکال کر ابومسلم کو دیدیا۔ اور ابومسلم نے کہا "میں اس ارادہ کو بدل نہیں سکتا۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ علی بن کرمانی اس فتح کا بڑا ذریعہ ہے اور ممکن ہے۔ کہ وہ اپنے دل میں مجھ سے دون کی لیتے کا خیال رکھتے ہو۔ اور مجھ دبانے پر کمر باندھے۔ غرضیکہ میں اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ اور اس کا قتل کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاکہ وہ میرے مقاصد کے راستہ میں رکاوٹ نہ ڈال سکے۔ علی کا قتل کرنا یہ تمہارا ہی کام ہے۔ اور تم اس بارہ میں اس دلدادہ عورت سے مدد لے سکتے ہو۔ جب تم راز داری کے ساتھ علی کا خاتمہ کر دو گے تو ہم اس بات کی سعی کریں گے کہ علی کے ساتھی امیر شیبان سے مل جائیں۔ اور میں شیبان کو اس شہر کا حاکم بنا کر میں دوسرے کام کے لئے جاؤں۔۔ مگر ہاں۔۔ تم کو اس خارجی پر اعتماد نہ ہو۔ تو مجھے صاف صاف بتا دو۔ تاکہ بعد میں ندامت نہ اٹھانی پڑے۔"

ضحاک۔ "نہیں وہ ایسا آدمی نہیں۔ اور پھر اس کا قدر ہی کیا ہے۔

لوگوں نے بیعت آپ سے کی ہے۔ اور مالک آپ بن چکے ہیں۔ ایسی حالت میں شیبان کی سرکشی کب چل سکے گی؟"

ابومسلم۔ (بات کاٹ کر) "کیا تم نے یہ امر دیکھا ہے۔ کہ بیعت عام طور پر اہل بیت نبوت کے لئے لی گئی ہے۔ پھر صرف بنی عباسؓ اس کے مستحق کب ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ لوگوں کو اب تک بنی عباسؓ کا حقدار خلافت ہونا بھی معلوم نہیں۔ وہ تو آل علی بن ابیطالبؓ ہی کے حق خلافت کو مسلم مانتے ہیں۔ یہی سبب تھا۔ کہ ہم نے بیعت کو مشترک رکھا ہے۔ تاکہ آل عباسؓ۔ اور آل علیؓ میں سے جس جماعت کو غلبہ وکامیابی نصیب ہو۔ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکے میرا خیال ہے۔ کہ یہ بات امیر شیبان کو میری دوستی قبول کرنے سے باز نہ رکھے گی۔"

ضحاک۔ "نہیں جناب وہ آپ کی دوستی بسروچشم منظور کرے گا۔"

ابومسلم۔ "تو پھر اب ہمیں پہلے اس کانٹے کی فکر کرنا ضروری ہے۔ اور اس کام کو تم سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا۔ ضحاک یاد رکھو کہ تم کو اس خدمت کا نہایت معقول معاوضہ ملے گا۔ اور مزید براں میں امام سے تمہاری سفارش کرونگا"

ضحاک۔ "جناب عالی! میں نے جو کچھ کیا۔ اور جو اب کروں گا۔ اُسے اپنا فرض منصبی سمجھکر کیا ہے۔ اور کروں گا۔ مجھے ستائش! ور صلہ کی مطلق خواہش نہیں۔ ہاں آپ کی خوشی درکار ہے۔"

ابومسلم۔ "تو کیا آج رات میں تم اس کا کام تمام کر دوگے؟"

ضحاک۔ "کوشش تو اسی کی کروں گا۔"

ابومسلم۔ "مگر یاد رکھو کہ یہ کام بالکل رازداری کے ساتھ ہو۔ تاکہ ہر شخص بجز اس کے کہ اس کی موت طبعی موت سمجھے کوئی اور خیال ہی نہ کر سکے۔"

ضحاک۔ "آپ مطمئن رہیں۔ سب کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوں گے۔"

یہ کہکر وہ جانا چاہتا تھا۔ کہ ابومسلم نے اُسے روک کر کہا۔ "ہاں! خوب یاد آیا دیکھو میرے خزانچی ابراہیم کو بھی اپنا شریک بنا لو ممکن ہے۔ کہ وہ تمہیں معقول

Marfat.com

مد دو دے" یہ سن کر ضحاک کو دہقان کے یہاں اپنا ابراہیم سے ملنا یاد آ گیا۔ اور وہ اس مکار شخص سے پھر ملنے کا خیال کرتا ہوا۔ ابو مسلم سے اس کی پتا دریافت کر کے اس کے پاس گیا۔ اب ہم ضحاک اور ابراہیم کی ملاقات اور گفتگو کا حال نہیں بیان کر سکتے۔ کیونکہ وہ ایک راز ہے۔ اور شاید آگے چل کر اس کا خود بخود انکشاف ہو جائے۔

۱۵
پندرھواں باب

ریچھ کا ناچ

ساقی قدح شراب دے دے
مہتاب میں آفتاب دیدے

اہل مین شہر مرو فتح کر لینے کی مسرت میں مست اور غرور کامیابی و فتحمندی کی پر کیف شراب کے نشہ میں چور اپنے کیمپ کے حدود میں جشن منا رہے ہیں یمنی سردار علی بن کرمانی شہر فتح کرنے کے بعد کیا دور آفت کے پتلے ابی مسلم کی باتوں میں کچھ ایسا آگیا کہ اس نے فوراً اپنے کیمپ کو واپس چلے جانے میں مطلقاً تامل نہ کیا۔ فتح وظفر کا ہمرکاب اور انتقام پدر میں کامیاب ہونا کوئی معمولی باتیں نہ تھیں علی جیسا کچھ اس وقت شادان وفرحان تھا۔ وہ حالت اس کے چہرہ سے مترشح ہو رہی تھی۔ خیمہ گاہ کا بڑا درباری خیمہ سرداران فوج اور اراکین دربار سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ آتش زبان شاعروں کی اس موقع پر خوب بن آئی تھی۔ مبارکباد وفتح کے قصائد پڑھے جاتے تھے۔ اور ہر ایک شعر بلکہ مصرعہ پر صدائے تحسین ومرحبا گونجتی ہوئی قبہ گردوں سے ٹکراتی تھی۔ میر علی بن کرمانی اپنی مدح اور اپنے بزرگوں کی ثنا وصفت سن کر جھوم جھوم جاتا تھا۔ انعام

Marfat.com

کے لئے اشرفیوں کے توڑے کھلے ہوئے تھے۔ اور جہاں شاعر نے اپنی نظم تمام کی۔ امیر کی طرف سے میر منشی کو انعام کی رقم بتا دی گئی۔ اور اس نے فوراً خزانچی سے شاعر کو دلوا دیں۔

عین اسی حالت میں امیر علی بن کرمانی کو خیمہ کے باہر ایک خاص وضع پر دف بجنے کی صدا سنائی دی۔ جو اس بات کو عیاں کرتی تھی کہ کسی عجیب قسم کا ناچ باہر ہو رہا ہے۔ اور اسی وقت ایک غلام امیر کے روبرو آیا جس نے ایک نوکھے کھلاڑی اور مداری کے لئے حاضر دربار ہونے کی اجازت طلب کی۔ مگر غلام کی حالت اس وقت کچھ عجیب تھی۔ امرا کے دربار اور ان کے حضور میں بڑے بڑے سردار کوئی خلاف ادب حرکت نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ایک غلام لیکن یہ غلام امیر سے باتیں کرتا ہوا بے اختیار ہنسی کے مارے لوٹ ہو جاتا تھا۔ اور ہرچند اپنے آپ کو سنبھالتا تھا۔ مگر سنبھل نہیں سکتا تھا۔ امیر علی بن کرمانی غلام کی اس شوخ چشمی سے ناراض نہیں ہوا۔ اور اس نے کہا۔ "ہاں۔ آنے دو" اجازت کے بعد ہی ایک دبلا پتلا دراز قامت اور ظریف الہیئت شخص اندر آیا جسے تمام درباری امیروں۔ اور علی نے فوراً شناخت کر لیا۔ کہ یہ تو ضحاک مسخرہ دہقانہ کا خادم ہے۔ اور ضحاک نے امیر سے نگاہ دوچار ہوتے ہی فرشی سلام کر کے کچھ اس انداز سے منہہ بنا لیا۔ کہ امیر بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ اور سارے دربار میں صدائے قہقہہ گونجنے لگی۔ پھر امیر نے ضحاک سے کہا "ارے یہ تو چھپنا کب سے بن گیا"

ضحاک۔ ناک پر انگلی رکھ کر ناچتے ہوئے "اے اللہ! جس وقت امیر نے شہر مرو ملک خراسان کے پایۂ تخت پر قبضہ کیا۔ اس وقت سے حضور! میں نے نذر مانی تھی کہ آپ کی فتحیابی کے دن اپنا ناچ دکھا کر حضور سے انعام لوں گا۔ اب وہ منت اتارنے آیا ہوں"

امیر جو نشۂ کامیابی میں مست تھا۔ اپنی محبوبہ بیوی کے خادم سے اپنی تعریف سنکر بھول گیا۔ اور اس کے دل جوش کے لئے اتنی ہی تحریک اس وقت بہت کچھ کام کر گئی

قریب تھا۔ کہ وہ ضحاک سے دہقانہ کی خیریت دریافت کر بیٹھے۔ مگر درباری امیروں کی موجودگی نے اُسے روک دیا۔ اور وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ "تو کیا فی الواقع تم ہی ناچو گے؟"

ضحاک - "خدا امیر کو سلامت رکھے۔ میں کیا ناچوں گا۔ ہاں امیر ایک ریچھ ہے۔ اور وہ بڑی خوبی کے ساتھ ناچتا ہے۔ اُسے آج حضور کے دربار میں نچاؤں گا"

امیر - (اشتیاق کے لہجہ میں) "پھر وہ کہاں ہے۔ اُسے لاؤ"

ضحاک - (امیر سے) حضور کے دولت پر" پھر بلند آواز سے "ارے مبارک! اندر آ۔ امیر یاد فرماتے ہیں"

تمام حاضرین کی نگاہیں دروازہ کی طرف اُٹھ گئیں جس کا پردہ ہٹا کر ایک غلام ریچھ کی نکیل تھامے اندر داخل ہوا۔ ریچھ کیا تھا؟ ایک آدمی نے اس صفائی کے ساتھ ریچھ کا بہروپ بھرا تھا۔ کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے۔ اور اُسے اصلی ریچھ تصور کرتے۔ منہ پر ریچھ کا چہرہ ویسا ہی اور سارے جسم پر اس کی کھال۔ اور وہی چال ڈھال گردن میں زنگولے اور گھنگھرو بندھے ہوئے چاروں ہاتھ پیروں میں پنجیاں پڑی ہوئی۔ چھم چھم کرتا وسط دربار میں آکر کھڑا ہوگیا۔ اور ضحاک نے اس کی باگ ڈور غلام کے ہاتھ سے لے لی۔ پھر ایک پتلی سی چھڑی لیکر عجیب و غریب تمسخر آمیز حرکتیں کرنے اور ریچھ کو نچانے لگا۔ نقلی ریچھ اُس وقت اصلی ریچھ کی حرکتوں کو مات کر رہا تھا۔ اور سارا دربار بازیگر کی حرکتوں پر ہنستے ہنستے لوٹا جاتا تھا۔ خود امیر اس قدر ہنسا کہ اس کے پیٹ میں بل پڑ پڑ گئے۔ اور اسی حالت میں ضحاک نے موقع سے امیر کے نزدیک جا کر آہستگی اس سے یہ بات کہدی کہ "یہ جلسہ بغیر دہقانہ کے محض بے لطف ہے"

آہ - انگلیئے کو ٹھیلنے کا بہانہ۔ اور دیوانہ کو ننگی دکھانا اسی کا نام ہے۔ ضحاک کے ان الفاظ میں نہیں معلوم کیا تاثیر بھری تھی۔ کہ آمیار گی امیر علی بن کرمانی نے اُسے حکم دیا۔ ضحاک! اس ریچھ کو زنانہ خیمہ کے دروازہ پر لیچلو۔ میں ابھی وقت حرم سرا میں اس کا رقص مشاہدہ کروں گا" اور یہ کہکر اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اس کے ساتھ تمام دربار کے اشخاص تعظیماً استادہ ہوگئے۔ اور علی کامیابی کی مسرت سے تمام خوشی بنا بدمجبوا

Marfat.com

دلنواز کی زیارت کے لئے حرم کے خیمہ کی طرف چلا۔ چونکہ اب آفتاب غروب ہو چکا تھا اور شام گزر کر رات کی تاریکی غالب آ رہی تھی۔ اس لئے کوئی اور شخص امیر کے ساتھ آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور تنہا علی خراماں خراماں گلنار کے خیمہ تک جا کے اس کے اندر یہ کہتا ہوا داخل ہوا۔ "ہماری دلہن دہقانہ کہاں ہے؟"

علی بن کرمانی کی آواز سنتے ہی ریحانہ گلنار کا ہاتھ تھامے پیشوائی کے لئے بڑھی گلنار اس وقت اعلیٰ درجہ کی زرکار گلابی ریشمی کپڑے کی پوشاک پہنے اور مرصع زیوروں سے ہر ہفت بنی ہوئی بیجاتی۔ اور بدن چرائی ریحانہ کے بازو سے لگی چل رہی تھی۔ شرم و حیا نے اس کی نظریں نیچی کر رکھی تھیں۔ دل اندر سے دھڑک رہا تھا۔ اور اس کے چہرے پر عرق شرم آ جانے سے اس وقت اس کا بے مثل جمال کچھ ایسا دوبالا ہو گیا تھا۔ کہ علی اُسے دیکھتے ہی ہزار دل و جان سے اس پر مر مٹا۔ اور جھک کر اس کی مزاج پرسی کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "پیاری دہقانہ! میں اس وقت تم پر اپنی اس مسرت کا اظہار کرنے آیا ہوں۔ غالباً تم بھی اس بات سے مسرور ہو گی۔ کہ تمہارے دلدادہ شوہر نے حاکم مرد کو شکست فاش دیکر اس سے شہر چھین لیا۔ اور اپنے مرحوم باپ کا انتقام بخوبی لیلیا۔ نامرد نصر بن سیار جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔ لیکن کہاں جائے گا۔ میری تلوار اس کا خون پیکر رہے گی۔"

ریحانہ ۔ (بشاشت کے ساتھ گلنار کی ترجمان بن کر) "بیشک۔ کیوں نہ ہوا۔ آخر آپ کس باپ کے بیٹے ہیں۔ ہمارا دل کہہ رہا تھا۔ کہ امیر دشمن کو زیر کر لیں گے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ آپ سرخرو ہو کر ہم سے ملے۔"

علی ۔ (خوشی سے باغ باغ ہو کر) "دہقانہ! آؤ بیٹھ جاؤ۔ اب صبح کو میرا وعدہ پورا ہو گا۔ اور تمہیں قصر حکومت میں لیچلوں گا۔"

گلنار خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئی۔ مگر اس کے اس سکوت ہی پر سینکڑوں گویائیاں صدقے ہو رہی تھیں۔ اور علی نے ریحانہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا جو الگ بیٹھنا چاہتی تھی۔ کہ علی نے اُسے روکا۔ اور گلنار کے پاس رہنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد علی نے دستک دی۔ اور ضحاک اپنے ریچھ کو لئے ہوئے آموجود ہوا۔ ریحانہ ریچھ والے۔ اور اس کے

ریچھ کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بیتاب ہو ہو جاتی تھی۔ اور گلنار بھی باوجود بار الم کے نیچے دبی ہونے کے ضحاک کی ایسی حرکت پر ہنس پڑی تھی۔ علی بن کرمانی نے ضحاک کو حکم دیا کہ اپنے ریچھ کا ناچ دکھائے۔ اور ضحاک نے ہزار اس کی نکیل کھینچی۔ اُسے قمچیاں ماریں دھکے دئیے۔ لیکن ریچھ اس طرح بےحس و حرکت بن کر جم گیا کہ ذرا ٹس سے مس نہ ہوا آخر ضحاک نے اُسے ڈانٹا۔ "ارے کمبخت ناچ بھی کیوں امیر کے سامنے شرمندہ کرتا ہے ؟"

اب بھی ریچھ نے کوئی جنبش نہ کی۔ پھر تو ضحاک نے ایک لمبا چوڑا قہقہہ لگایا۔ اور ہنسی سے فارغ ہو کر ریچھ کو مخاطب بنا کے بولا "اچھا! خیر سے آپ عورتوں کے روبرو ناچتے ہوئے شرماتے ہیں !!"

کون تھا کہ اس ستم ظریف کی یہ بات سن کر ہنسی کو ضبط کر جاتا۔ ریحانہ اور گلنار کا ہنسنا تو درکنار علی نے اس زور کا قہقہہ لگایا کہ تمام خیمہ گونج اٹھا۔ اور ضحاک نے بار بار ریچھ کو جھنجھوڑنا اور نچانے کے لئے زور لگانا شروع کیا۔ اس مرتبہ بھی وہ بالکل ناکام رہا۔ جھنجھلایا۔ دانت پیسے چھڑیاں ماریں جب کچھ نہ چلا تو آخر اس سے سرگوشی کرنے لگا۔ اور دیر تک اس کی تھوتھنی سے کان لگائے رہنے کے بعد یہ کہتا ہوا اور ہنستا الگ ہٹ آیا۔ "اور تماشا دیکھئے! میں کیا جانتا تھا کہ یہ ریچھ کو شراب سے بڑا ذوق ہو گا"

امیر علی بن کرمانی۔ (ہنسکر) "ہاں۔ ہاں۔ بنی امیہ کی صحبت میں اس کو مے نوشی کی چاٹ لگ گئی ہو تو تعجب نہیں۔ آج ہم نے شہر کو فتح کرنے کے بعد ان لوگوں کے مے خواری کے آلات اور ظروف اس کثرت سے تلف کئے کہ تو یہ بھلی۔ مگر ہم تو صرف نبیذ پیتے ہیں جو مباح ہے۔ اپنے ریچھ سے دریافت کرو کہ آیا ایسے نبیذ پینا منظور ہے ؟"

ضحاک نے پھر چند منٹ ریچھ کے ساتھ سرگوشی کرکے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا خوب! ہاں نبیذ ہی پر راضی ہو گیا۔ اور پھر لطف یہ کہ نبیذ پینے کی خواہش بھی آپ کو

کہاں پیدا ہوئی۔ یہ حرم سرا کے خیمہ اور امیر کی خلوتگاہ میں" اور یہ کہہ کر ایک قہقہہ لگایا۔

علی ۔ (ضحاک سے) "تم سے بڑھکر تو تمہارا ریچھ ہی نازک مزاج اور صاحب ذوق معلوم ہوتا ہے۔ نبیذ حرام نہیں۔ اور خصوصاً ایسی مجلس کا تو بغیر اس کے لطف بھی نہیں آسکتا۔ ارے چھوکرے! نبیذ لانا"

تھوڑی ہی دیر میں ایک خوشنما میز لا کر امیر کے روبرو رکھدی گئی جس پر منقش سنہری اور روپہلی کشتیوں میں بلوریں کنٹروں۔ اور گلاسوں کی قطار چنی تھی۔ اور کنٹروں میں اعلیٰ درجہ کی نبیذ بھری تھی۔ ساقی نے دور جام آغاز کیا۔ پہلا جام امیر کے روبرو پیش ہوا۔ اور علی نے اُسے اپنے ہاتھ میں لیکر گلنار کی طرف بڑھایا جس نے پہلے معذرت کی۔ مگر علی کے اصرار سے مجبوراً ایک گھونٹ پی لیا۔ اور جام واپس کردیا جسے علی پی گیا۔ پھر اُس نے ساقی کو حکم دیا کہ اب ضحاک اور اس کے ریچھ کو بلائے ضحاک نے ساقی سے جام لیکر پی لیا۔ مگر ریچھ کی نوبت آئی تو وہ چپ کھڑا رہ گیا۔

ضحاک اس حالت کو دیکھکر بول پڑا "آج تو ہمارے ریچھ کے نخرے قابل دید ہیں" پھر ساقی سے پیالہ لیکر اپنے ہاتھوں ریچھ کی طرف بڑھایا۔ اور ریچھ اسے لیکر پی گیا۔ تو اپنی دو ٹانگوں پر چلتا ہوا میز کے نزدیک جا کے پیالہ وہاں رکھ آیا۔ سب لوگ اس تماشے کو دیکھکر ہنس رہے تھے۔ اور اس کے بعد ریچھ نے عجیب عجیب طرز سے ناچنا شروع کیا جس کے ساتھ ہی ضحاک بھی رقص کرتا۔ اور اسی کی ایسی حرکتیں کرتا جاتا تھا۔ تمام مجلس ہنسی کی وجہ سے لوٹن کبوتر بن رہی تھی۔ کہ اسی اثنا میں ریچھ پھر یکایک رقص کرنے سے تھم اور ایک جگہ پر جم گیا۔ اور ضحاک اس بات کو دیکھکر فوراً بول پڑا۔ "وہاں! ہمارے یار کی مراد نا قابل فراموشی کے نہیں" اور یہ کہتے ہی ایک پیالہ نبیذ کا بھر کر اس کے روبرو کر دیا۔ ریچھ نے پیالہ کو دیکھتے ہی نیچے منہ شروع کیا۔ اور اُسے ہاتھ تک نہ لگایا۔ اور ضحاک جھنجھلا کر اس سے کہنے لگا "آخر تو چاہتا کیا ہے؟ آج تو تیرے نخروں نے ناکمیں دم کر دیا"

ریچھ لپک کر میز کے قریب پہنچ گیا۔ اور صراحی اٹھا کے پیالوں میں نبیذ بھرنے

Marfat.com

لگا۔ تمام حاضرین اس خوف سے گھبرا اُٹھے۔ کہ کمبخت ریچھ کہیں میز کو نہ اُلٹ دے جس سے تمام قیمتی ظروف برباد جائیں۔ لیکن ریچھ نے اس خوش اسلوبی کے ساتھ ہر ایک پیالہ کو پُر کیا۔ کہ ایک قطرہ نبید کا الگ نہیں گرا۔ اور پھر اس نے ساقی گری آغاز کر دی پہلا جام امیر کی نذر کیا۔ اور بعد اُس کے دہقانہ گلنار، ریحانہ، اور ضحاک کو جام دیئے زاں بعد خود ایک جام پیکر رقص کرنے اور اچھل کود مچانے لگا۔ ریچھ کی یہ حرکت امیر کو کچھ ایسی بھائی کہ اب اس مجلس نشاط کا وہی ساقی بنا دیا گیا۔ اور کئی دور اس نے حاضرین کو پلائے۔ گلنار نے دو چار پیالوں میں سے ایک ایک جرعہ پیکر پھر جام لینا بند کر دیا۔ اور اب صرف تین شخص پینے والے رہ گئے امیر، ضحاک، اور خود ساقی یعنی ریچھ۔ علی بن کرمانی یونہی دعوت پلینے والا تھا۔ اور پھر اس وقت مجلس کا رنگ اور سرور مستند سی اور بھی اُسے عشرت پسند بنا رہا تھا۔ وہ جام پر جام لنڈھاتا اور کہتا جاتا تھا ؎

ساقی قدح شراب دیدے　　مہتاب میں آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے　　باقی ساقی شراب دیدے

نشہ آور نہ سہی کیف اور سرور تو بہر حال لائی ہے۔ آخر کار علی کی آنکھوں میں سرسوں پھولی۔ اور وہ جوش میں آکر بار بار جام لینے لگا۔ سب رات بھی ایک پہر سے زیادہ گزر گئی تھی۔ اور اس مجلس عشرت پر خوب سرور چھا گیا تھا۔ کہ یکایک ریچھ نشہ میں جھوم کر ضحاک کے ہاتھ سے نکل چھڑا کے خیمہ سے باہر بھاگ گیا۔ جام صراحی اس کے ہاتھ میں تھی۔ مگر ضحاک فوراً اس کے پیچھے لپکا۔ اور اُسے دوبارہ پکڑ کر امیر کے روبرو لے آیا۔ ریچھ کے ہاتھوں میں لبریز جام موجود ہی تھا۔ اس نے فوراً اُسے امیر کی طرف بڑھا دیا۔ اور علی بے اندیشہ انجام یہ پیالہ بھی چڑھا گیا۔ پھر ریچھ نے ضحاک کو بھی ایک جام دیا۔ اور خود رقص میں مصروف ہو گیا۔ ضحاک نے حسب معمول اور پیالہ کی طرح اس جام کو بھی پی لیا۔ مگر پیتے ہی فوراً ریچھ کو ایک ڈانٹ بتا کے بولا ارے کمبخت! میں بہت پی گیا ہوں۔ اور اب مجھے اندیشہ ہے کہ تو پلا پلا کر کہیں میری

Marfat.com

جان نہ نکلے... توبہ - امیر کی عادت کا مجھے علم نہیں۔ ان کو زیادہ پینے سے کسی طرح کا نقصان پہنچے تو اور آفت آئے گی۔ دیکھ مجھ ایسا بہت پینے والا بھی سر میں چکر محسوس کر رہا ہے۔" یہ کہتے کہتے اکبارگی زمین پر گر پڑا جیسے اس کو در اصل چکر آگیا ہو۔ اور قے کرنے کے بہانہ سے خیمہ کے باہر نکل گیا۔ ضحاک کو درحقیقت قے ہو گئی۔ اور پھر اس نے زبردستی بھی حلق میں انگلی ڈال کر تمام پیٹ خالی کر ڈالا۔ علی بن کرمانی اس کی یہ حالت دیکھ کر ہنستا اور کہتا تھا۔ "واہ! بس اتنے ہی ہیں؟ مجھے نہ تو چکر ہے۔ اور نہ سرگرانی"

ضحاک نے خیمہ سے باہر جاتے ہوئے ریچھ کی باگ ڈور چھوڑ دی تھی۔ اور ریچھ اس کے نکلنے کے بعد ہی بھاگ کر کسی طرف چل دیا جس سے علی بن کرمانی اندھی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگا۔ اتنے میں ضحاک گھبرایا ہوا خیمہ کے اندر آگیا۔ اور باواز بلند بولا "ایں! وہ ملعون ریچھ کہاں گیا؟ معلوم ہوتا ہے۔ بھاگ گیا۔ خدا کی قسم میں اس شیطان کے بچے کو پکڑ کے خوب ہی سیدھا بناؤں گا" یہ کہکے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور ریحانہ سے کوئی خفیہ اشارہ کرتا ہوا خیمہ سے نکل کر چلتا بنا۔ ریحانہ سمجھ گئی۔ کہ ضحاک کا اس سے اشارہ کرنا بے وجہ نہ تھا۔ ضرور اس بزم عشرت کا بعد میں کوئی گل کھلنے لگا۔ اور اس نے اپنے سر میں چکر آنے کا اظہار کرتے ہوئے کہا —

— "یا تو بھی آج خلاف عادت کئی جام پیکر دردِ سر کی شکایت معلوم دی ہیں" (گلنار کا ہاتھ تھام کے) "بہتر ہوگا۔ کہ یا نواب چل کر آرام کریں۔ کیا امیران کو جانے کی اجازت دیتے ہیں؟"

علی جیسے خود بھی سرگرانی کی شکایت محسوس ہوتی تھی۔ ریحانہ کی بات سن کر سنبھل کے یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا "اب ہم سب رخصت ہوتے ہیں۔" پھر اس نے دستک دی۔ غلامانِ خاص حاضر ہوئے۔ اور اُسے سہارا دیتے ہوئے لے گئے

علی کے جاتے ہی غلاموں نے دم بھر میں میز اور ظروف بنید سب چیزیں ہٹا دیں۔ اور خیمہ میں گلنار اور ریحانہ تنہا رہ گئیں۔ تو ریحانہ پر سراسیمگی طاری ہو چکے

Marfat.com

آثار عیاں ہو چلے۔ اور وہ تھرّانے لگی۔ گلنار نے بھی اس کی یہ حالت دیکھی۔ اور اس نے حیرت میں آکر دریافت کیا۔ "ایں! ریحانہ! یہ تجھکو کیا ہوا ہے؟ تجھ اتنی گھبراہٹ کیوں ہے؟"

ریحانہ ۔ (نہایت آہستہ سے اور خاص اصطلاحی زبان میں از سرتاپا کانپتے ہوئے) "بانو! ہائے ان کمبختوں کو خدا غارت کرے۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ ظالم امیر کو زہر ــــ" آواز رک گئی۔ اور آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

گلنار ۔ (حیرت وسراسیمگی کے ساتھ بستر پر گر کے) "آہ۔۔۔ زہر۔۔۔ یہ کیا ہے۔۔۔ ہائے۔۔ اس کو مار گئے؟"

ریحانہ ۔ بیشک میرا یہ خیال کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ ریچھ کا خیمہ سے جام لئے باہر جانا۔ اور وہاں سے بھر پور جام لیکر آنے ہی امیر کو پلا دینا خالی از علت نہ تھا۔ کیا آپنے اس بات پر غور نہیں کیا؟"

گلنار ۔ (دہشت سے کانپ کر) "ہاں گیا تو تھا۔ لیکن ـ"

ریحانہ ۔ "لیکن یہ کہ باہر سے شراب میں زہر ملا لایا ــ"

یہ سننا تھا۔ کہ گلنار پر شدت اضطراب سے لرزہ طاری ہوگیا۔ وہ بیچین ہو کر بے دردی سے پچھاڑیں کھانے کو تھی۔ کہ ریحانہ نے اُسے تسکین و دلاسا دیتے ہوئے کہا ـــ "بس بانو! خبردار جو تم نے اضطراب عیاں کیا۔ یہ وقت بڑی دوراندیشی اور ہوشیاری سے کام لینے کا ہے۔ اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ پھر ہمارے گھبرانے اور بیقرار ہونے سے کیا نفع؟"

گلنار پر اگرچہ اس وقت سخت پریشانی چھائی تھی۔ تاہم اسی کے ساتھ اس کا دل اندر سے شگفتہ ہو رہا تھا۔ اور وہ ایک جانگزا آفت سے چھوٹ جانے پر مسرور ہو رہی تھی۔ اس لئے ریحانہ کا سمجھانا اس پر بہت جلد اثر کر گیا۔ اور وہ خاموش ہو کر منہ لپیٹ کے بستر پر لیٹ گئی۔ باقی رات اُس نے اسی حالت میں پڑے پڑے کاٹ دی۔ کہ دلی اضطراب نے اس کو دم بھر بھی سونے اور ایک پہلو پر ہرگز چین نہ لینے دیا۔

Marfat.com

سولھواں باب

ولے ناکامی

کیا پھیر دکھاتی ہے یہ تقدیر ہماری
بن بن کے بگڑ جاتی ہے تدبیر ہماری

ضحاک نے دیکھا کہ ابراہیم بھاگ کر نکل گیا ہے۔ تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے دوڑا گیا۔ وہ راستہ میں لمبے لمبے قدم رکھتا جا رہا تھا۔ کہ یکایک اُسے اپنے تمام جسم میں ایک طرح کی غیر معمولی گرمی محسوس ہوئی۔ اور پسینہ زور شور سے رواں ہو چلا۔ ضحاک نے پہلے تو یہ تصور کیا۔ کہ زیادہ تیز رفتاری کی وجہ سے یہ حالت ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ کمپ کی حد سے باہر نکل کر ایک خاص مقام میں خندق کے اندر اترا تو چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد بے ساختہ اس کے منہہ سے نکل گیا۔ "اوہ! ابراہیم یہاں نہیں ہے؟" اب تو ضحاک کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے سر جھکا کے کچھ غور کرنا چاہا لیکن اُسے اس وقت اپنے بدن میں کچھ سنسنی محسوس ہونے لگی۔ سر میں خفیف سا چکر۔ اور زبان و دہن کا عجیب تلخ مزہ معلوم کرکے وہ سوچنے لگا۔ کہ شائد زیادہ پی جانے کا یہ اثر ہے۔ تاہم منہ کا مزا اس قدر تلخ کیوں ہے؟ کہیں مجھے بھی تو غلطی سے اسی پیالہ میں نبیذ نہیں دیدی گئی جس میں زہر ہلاہل ملا دیا گیا تھا؟ نہیں نہیں یہ غلطی کیسی یہ فعل جان بوجھکر کیا گیا۔ ضرور مجھے زہر دیا گیا۔ ابراہیم کا یہاں نہ ہونا اس بات کا پختہ ثبوت ہے۔ ضحاک نے گزشتہ دو دنوں میں جس قدر واقعات گزرے تھے۔ سب کی یاد تازہ کر لی۔ اور ان کو ہر ایک پہلو سے جانچنا شروع کیا۔ اثنائے غور میں کبھی وہ سر ہلا دیتا۔ کبھی تھرتھری لیکر کانپ اٹھتا۔ اور کسی مرتبہ غصہ سے دانت کٹکٹانے لگتا۔

ضحاک اس وقت دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "ابراہیم نے مجھے زہر دیا تو کیوں؟ ابومسلم نے اس کو ایسی ہی ہدایت کی ہوگی۔ مگر آخر ابومسلم مجھ سے بدظن کیوں ہوا؟ اُسے کیا معلوم کہ میں خارجیوں کا امیر ہوں۔ اور اس کی بربادی کے درپے۔ ابومسلم تو کیا ہے۔ اس بات کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔ میری رازداری کچھ ایسی ویسی ہے۔ (کچھ سر ہلا کر) "اوہ! ابراہیم خود مجھ سے کھٹکتا تھا۔ اس لئے یہ فعل اس نے خود کیا ہوگا۔" (کچھ اور خیال آنے سے ایک جھرجھری لیکر) "نہیں۔ ابراہیم کا اتنا حوصلہ کب پڑ سکتا تھا۔ ضرور ہے کہ اس نے ابومسلم کی ہدایت سے میری جان لینی چاہی۔ آہ۔ ابومسلم مجھکو دھوکا دیتا تھا۔ وہ اپنی غرض حاصل کرنے کے بعد یعنی علی بن کرمانی کی جان لیکر مجھ پر بھی ہاتھ صاف کرنے کا خواہاں تھا۔ (جھنجھلا کر) "کمبخت بڑا جعلساز اور حد درجہ کا چلتا پرزا ہے۔ میں بھی انتقام۔ (پھر کچھ سوچکے کندھوں کو جنبش دیتے ہوئے) وہ میری جانب سے ہرگز بدگمان نہیں ہو سکتا۔ اُسے میرا راز کبھی معلوم نہیں ہوا ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ میری طرف سے اُس کے دل میں شک آئے۔ مگر خیر اس کی کامل تحقیقات ہی نہ کرلوں۔ اسی کے پاس جاکر دیکھوں بات کیا ہے؟" یہ سوچ کر بھاگتا ہوا شہر میں داخل ہو گیا۔ اور چند لمحوں کے بعد دارالامارت کے پھاٹک پر جا پہنچا۔ اس نے دربان سے دریافت کیا "امیر اس وقت کہاں ملیں گے؟"

دربان جس نے ضحاک کو امیر کا مشیر خاص بنتے دیکھا تھا اس کی خاطرداری۔ اور خوشامد کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "اجی! وہ اپنے کمرہ میں بیٹھے ہیں"

ضحاک کے دل میں آیا۔ کہ اپنی اطلاع فوراً کرا دے۔ لیکن پھر وہ جھجھک کر رک گیا۔ اور کچھ خیال کر کے دربان کو باتوں میں لگا لیا۔ باتوں ہی باتوں میں اس نے دربان سے یہ پتا لے لیا۔ کہ اس وقت ابومسلم کے پاس اس کا یہودی خزانچی ابراہیم گیا ہوا ہے۔ اور اس کے بعد ضحاک نے دربان سے دریافت کیا۔ "ابراہیم ہنوز یہودی ہے؟"

دربان۔ "جی ہاں! بظاہر وہ مسلمان بنتا ہے۔ مگر توبہ توبہ اسلام کجا۔ اور

وہ کیا۔ جناب ان یہودیوں نے شاہان ایران کے ظلم سے نجات پا کر اہل عرب سے ایسا نفع حاصل کیا ہے۔ جو شاید ہی کسی اور قوم کو حاصل ہوا ہو۔"

ضحاک۔ "تم سچ کہتے ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ وہ کتنی دیر سے امیر کے پاس ہے۔ اور کیا ابھی موجود ہوگا۔ یا وہاں سے نکل گیا؟"

دربان۔ "جی وہ ابھی تو گیا ہے۔ آپ کے آنے سے چند منٹ قبل اور خدا جانے امیر سے کیا باتیں ملاتا ہوگا۔ حد درجہ کا پاجی ہے خبیث۔"

ضحاک۔ "تو ایسی حالت میں میرا اندر جانا کیونکر ممکن ہے؟"

دربان۔ "کیا آپ امیر سے ملینگے؟"

ضحاک۔ "نہیں امیر سے ملنا تو منظور نہیں۔ مگر ایک اور ضروری کام ہے اگر وہ ہو جائے تو بہتر ہوگا۔"

دربان۔ (خوشامد سے) "کیا ہے کیا؟ ذرا سے میں اس کی تعمیل کر دوں۔"

ضحاک۔ "نہیں تم اس کام کے لئے کیوں تکلیف اٹھاؤ۔ اس کے ماسوا تم اس وقت ڈیوٹی پر ہو۔ تمہارا یہاں سے ٹلنا بُرا ہے۔ ہاں اگر مجھے اجازت دو تو میں چپکے سے وہ کام خود کر لاؤں۔ بات تو کوئی نہیں۔ مگر مجھے اس کے بغیر تکلیف ہوگی۔ صبح میں امیر کے پاس آیا۔ تو ایک ضروری وظیفہ کی کتاب درباری کمرہ میں بھول گیا۔ اور خیال ہے۔ کہ وہ اسی جگہ پڑی ہوگی بس اسی کو لینا ہے۔"

دربان۔ "تو اچھا۔ آپ جائیے۔ مگر بڑی احتیاط سے اپنا کام کر لائیے ایسا نہ ہو کوئی کھٹکا ہو۔ اور امیر کو خبر ہو جائے۔ اس وقت وہاں سخت اندھیرا ہوگا۔"

ضحاک۔ "تم مطمئن رہو میں اتنا نادان نہیں ہوں۔" اور یہ کہکر جوتیاں اتار کے بغل میں دبالیں۔ پھر پنجوں کے بل چلتا۔ اور دیوار ٹٹولتا ہوا۔ ابومسلم کے کمرہ سے بالکل پاس ہی کے دوسرے خالی کمرہ میں جا پہنچا۔ ضحاک نے اس وقت اپنا دم بند کر رکھا تھا۔ اور وہ ہمہ تن گوش بن کر ابومسلم کی باتیں سننے کو تیار تھا۔ کہ یکایک اس کے کانوں میں ابومسلم کی آواز آئی۔ جو کہہ رہا تھا۔ "کیا تجھکو یقین ہے کہ

Marfat.com

تو نے دونوں کو خوارزم روانہ کر دیا ہو" یہ سوال ابراہیم سے ہوا تھا جس نے جواب دیا۔

ابراہیم۔ "بھلا امیر کا حکم ٹل سکتا تھا۔ جناب! اب وہ دونو خواب مرگ کے مزے لے رہے ہوں گے"

ابو مسلم۔ "مجھے ڈر ہے۔ کہ تو نے غلطی کی ہو۔ اور وہ حرُوری۔ اس پر خدا کی مار لعنت سے بچ گیا ہو۔ مگر خیر۔ اب ایک کام اور بھی تجھ سے لوں گا۔ اور اُسے کرا لایا۔ تو انعام سے مالا مال کر دوں گا" ضحاک ابو مسلم کی یہ گفتگو سن کر سُن ہو گیا اور اُس پر اس قدر خوف طاری ہوا کہ قریب تھا۔ منہ سے چیخ نکل جائے۔ لیکن اُس نے ضبط سے کام لیا۔ اور دیوار پکڑ کے بیٹھ کر پھر ابو مسلم اور ابراہیم کی باتیں سننے لگا۔ اور ابراہیم کو یہ کہتے سنا۔ "جناب عالی! جو حکم ہو بندہ تعمیل کے لئے حاضر ہے"

ابو مسلم۔ "اب مجھے "شیبان" کی فکر ہے۔ یہ خارجیوں کا سردار مار لیا جائے۔ تو پھر عراقی سپاہ ہمارا کچھ نہیں کر سکتی۔ اور ہم بآرام حکومت کر سکتے ہیں"

ابراہیم۔ "حضور والا! یہ کتنی بڑی بات ہے جس طرح میں نے علی بن کرمانی۔ اور اس ملعون "شبیب" کو جہنم واصل کیا ہے۔ ویسے ہی "شیبان" کا بھی خاتمہ کر دوں گا"

ابو مسلم۔ "نہیں نہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تمہارا جال اُس پر پڑ سکے لیکن میں اُسے باہم معاہدہ اتحاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلواؤں گا۔ اور یہ تدبیر چل بھی جائے گی۔ پھر ——— "کچھ اس قدر آہستہ سے بولنے لگا۔ کہ ضحاک کو سننے کا موقع نہیں ملا۔ مگر وہ سمجھ گیا۔ کہ "شیبان" کے قتل کی فکر ہے۔ اور پھر ابراہیم کی آواز آئی۔

ابراہیم۔ "میں یہ خدمت بھی بخوبی انجام دے سکتا ہوں۔ حکم ہو تو اسی وقت جاؤں" اب بالکل سناٹا چھا گیا۔ اور ضحاک ڈرا۔ کہ مبادا ابراہیم یا ابو مسلم دونوں میں سے کوئی نکل آئے۔ اس لئے وہ بہت جلد دبے پیروں باہر نکل

گیا۔ اور دربان کا شکریہ ادا کرتا ہوا شہر سے باہر جا کے سیدھا خوارج کے کیمپ کی طرف چلا۔ وہ دل میں ابراہیم یہودی پر ہزار دل لعنیں بھیجتا۔ اور اپنی ناکامی پر تاسف کھاتا جاتا تھا۔ ابو مسلم کی عیاری اور اس کے یہودی خزانچی کی مکاری کا علم ضحاک کے دل میں جوش انتقام کو بڑھا رہا تھا۔ اور وہ سوچتا جاتا تھا۔ کہ کس طرح ابو مسلم کو نیچا دکھائے۔ یکایک اس کے دل میں ایک خیال ایسا آگیا۔ کہ فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ اور فوراً خوارج کے کیمپ کا راستہ چھوڑ کر سیدھا کرمانی کے لشکر گاہ میں چلا آیا۔ ضحاک اہل یمن کے لشکر میں داخل ہوتے ہی ایک معزز سردار کے خیمہ پہ گیا جس کو وہ بخوبی جانتا تھا۔ اور ابھی وہ خیمہ سے کسی قدر فاصلہ ہی پر تھا۔ کہ ایک محافظ سپاہی نے اُسے ٹوکا۔ "کون ہے؟"

ضحاک۔ "امیر کہاں ہیں؟"

سپاہی۔ "وہ تھوڑی دیر ہوئے شہر مرو میں گئے ہیں"

ضحاک۔ (حیرت سے) "اس وقت!! آخر اس کا سبب؟"

سپاہی۔ "امیر ابو مسلم نے تمام یمنی امیروں کو بلوایا تھا۔ اس لئے وہ گئے ہیں"

ضحاک۔ (حیرت سے سراسیمہ ہو کر) "تو کیا سب چلے گئے؟"

سپاہی۔ "بیشک"

ضحاک یہ سنکر دم بخود رہ گیا۔ اور اُسے معلوم ہونے لگا۔ کہ ابو مسلم نے اس خیال سے کہ صبح کو علی بن کرمانی کی موت کے باعث یمنی امیروں کو کسی سرکشی کا موقع ہی نہ ملنے دے۔ انہیں بلوا کر اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے۔ وہ دل میں کہنے لگا۔ "اُف۔ یہ ظالم تو آفت کا پتلا ہے!! کس قدر دور اندیش اور قابو چی شخص ہے۔ یہاں بھی مجھ سے بازی لے گیا۔ اور اب مشکل ہے۔ کہ اس خراسانی پر کسی کا قابو ہو سکے" ضحاک نے سوچنا شروع کیا۔ کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے؟ اور کچھ دیر کے غور میں وہ اس نتیجہ پہ پہنچ گیا۔ کہ ایسی حالت میں خارجی لوگوں کا شہر مرو کے محاصرہ پر ثابت قدم رہنا مشکل اور برا ہے۔ لہٰذا ان کو سردست یہاں سے

Marfat.com

واپسی کا مشورہ دینا بہتر ہوگا۔ ضحاک جلد جلد بھاگتا ہوا خوارج کے کیمپ میں جا داخل ہوا اور راستہ میں اس کا دل اس خوف سے کانپ رہا تھا۔ کہ مبادا ابومسلم نے "امیر شیبان" کو بھی پھانس لیا ہو۔ لیکن جب وہ "شیبان" سے مل لیا تو اسے اطمینان ہوا۔ اور اس نے شیبان کو تمام قصہ سنا کر کہا ——— میں نے ابراہیم خزانچی کے ساتھ مل کر علی بن کرمانی کو اس طریقہ سے زہر دینے کی تجویز نکالی تھی۔ مگر اب معلوم ہوا۔ کہ وہ یہودی بچہ میری جان لینے کا بھی عازم تھا۔ اور ابومسلم نے اس کو اس بات کی ہدایت کی تھی" (پھر کچھ یاد کر کے یکایک چونک کر) "اور ہاں۔ امیر شیبان مجھکو بڑی حیرت اس امر کی ہے۔ کہ ابومسلم اور اس بدمعاش یہودی کو میرا راز کیونکر معلوم ہوگیا؟"

شیبان ۔ (غور کے بعد) "ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے۔ اور غالباً وہ درست ہوگی۔ سنو! جس دن رات کو تم یہاں آئے تھے۔ اور میں نے فوج کو آمادہ جنگ بنانے کا سامان کر رکھا تھا۔ اس دن ایک عجیب اتفاق یہ پیش آیا کہ مجھے اور تمام امرائے لشکر کو ایک دراز قامت قصہ خواں نے بیحد مسرور بنایا تھا۔ اور اس کا دوسرا پیشہ فقر۔ (ضحاک نے اس مقام پر کان کھڑے کر لئے) ساتھی غضب کا دف نواز تھا۔"

ضحاک ۔ "پستہ قد اور فربہ اندام بھی ؟" بات کاٹ کر یہ سوال کیا۔

شیبان ۔ "ہاں۔ نہایت بھدا اور گول مٹول آدمی تھا۔ اور اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ جیسے آشوب چشم کی شکایت ہو۔ بہرحال تمہارے آنے کے وقت میں نے اُس قصہ خواں کو دوسرے خیمہ میں ٹھہرا رکھنے کا حکم دیکر اپنے خیمہ میں خلوت کر لی۔ اور جب تمہاری واپسی کے بعد اُسے بلوایا تو اس کا کہیں پتا بھی نہ ملا چونکہ وہ قصہ خواں بغیر انعام لینے کے چلا گیا تھا۔ اس واسطے مجھکو اب یہ کھٹکا پیدا ہوا ہے۔ کہ اس کے چلے جانے میں کچھ ذکھہ نی تھی۔"

ضحاک ۔ زانو پر ہاتھ مار کر اور حسرت کے لہجہ میں) "حیف۔ یہ یہودی

Marfat.com

بچہ بڑا مکار ہے۔ میری تمام محنتیں اسی نے برباد کر دیں۔ ضرور قصہ خوان کا ساتھی وہی تھا۔ میں نے اس کو خیمہ سے باہر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر ٹھیک پہچان نہ سکا کیونکہ اس نے اپنی آنکھیں چھپا رکھی تھیں۔ افسوس!"

شیبان ۔ "خیر جانے بھی دو۔ پھر سمجھیں گے۔ ابومسلم کون ایسا بڑا مال ہے جو ہمارے قابو میں نہ آئے گا"

ضحاک ۔ "امیر! یہ نہ کہو۔ اس ظالم کے نام نہ لو مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہیں کھڑا میری اور تمہاری باتیں سن رہا ہے۔ مگر اب میری رائے میں تمہارا یہاں ٹھہرنا عبث ہے۔ اس لئے فوراً کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ اور موقع پاکر ہم پھر دیکھ لینگے"

شیبان ۔ (کچھ دیر پس و پیش کرنے کے بعد ضحاک کی صلاح کو مناسب سمجھ کر) "بہتر ہے۔ میں چلا جاؤں گا۔ لیکن تم بھی اب یہاں نہ ٹھہرو"

ضحاک ۔ "نہیں نہیں۔ میری بابت تم کچھ فکر نہ کرو۔ میں جب تک اس موذی ابومسلم سے انتقام نہ لوں گا تب تک مجھے ہرگز چین نہ آئے گا"

اس قدر گفتگو کے بعد ضحاک شیبان سے رخصت ہو کر اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہوا۔ اور شیبان نے رات ہی کے وقت محاصرہ توڑ کر وہاں سے کوچ کر دیا۔

سترہواں باب

طمع را سہ حرف است و ہر سہ تہی۔

لالچ بڑی بلا ہے۔ اور دولت کا قاعدہ ہے۔ کہ جس وقت اس نے کسی انسان سے موافقت کی تو سب سے پہلا حاشیہ جو اس کے دل میں پیدا کرتی ہے۔ وہ طمع ہوتی ہے۔ پھر تو آدمی خود غرضی اور مطلب دوستی، مکر و فریب، حق تلفی، اور اسی طرح کے برے اخلاق اختیار کرتا جاتا۔ اور ہر طرح پر زیادہ طلبی کی ہوس میں گرفتار ہو کر، سلطنت ہفت اقلیم کے حصول پر بھی بس نہیں کرتا ہے۔ لیکن لالچی اور حریص کی آرزو

Marfat.com

بہت کم پوری ہوتی ہے۔ اور گو وہ ہر طرح اپنی کامیابی کے لئے جدوجہد کرتا ہے تاہم بقول اُستاد سعدی سے:

کاسۂ چشم حریصاں پُر نشد تا صدف قانع نشد پر در نشد

عزت وحشمت، دولت وثروت، اور جاہ وجلال سے حریص کا دل سیر نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر دم "ہل من مزید" کی صدا لگاتا۔ اور آخر کار اُسے ذلت ورسوائی کے غار میں جا دھکیلتا ہے۔

بجنسہ یہی حالت ہمارے ناول کی جان مہ پارہ گلنار کے باپ دہقان مرد کی تھی کہ وہ باوجود ملک خراسانی کا سب سے بڑا علاقہ دار اور بیحد مالدار ہونے کے مال وزر کے جمع کرنے سے سیر نہیں ہوتا تھا۔ اور خود کامی کا بھوت اس کے سر پر اس طرح سوار ہوا تھا۔ کہ اُس سے اپنے انجام کی صحیح فکر کسی وقت نہیں ہوتی تھی پہلے اُس نے آنکھ پھیلا کر دیکھا۔ تو نصر بن سیار کی کمزوری اور کرمانی کی چیرہ دستی پر نظر پڑی۔ اور وہ اس میدان سے کہ عنقریب کرمانی ملک خراسان کا حکمران بننے والا ہے۔ اس کا تقرب ڈہونڈہنے کے درپے ہوا۔ اس نے اپنی اکلوتی بیٹی گلنار کو اس کی مرضی کے خلاف خواہ مخواہ علی بن کرمانی کے ساتھ بیاہ دیا۔ اور گلنار جو ابومسلم پر ہزار جان سے مٹی تھی۔ اپنے باپ کی زبردستیوں سے تنگ آکر درپردہ ابی مسلم سے اظہار الفت اور خواہش مواصلت کی سلسلہ جنبانی کرنے لگی جس کا حال اگلے ابواب میں درج ہو چکا ہے۔ اور دہقان کی شامت کا پہلا باب یہیں سے آغاز ہوتا ہے کیونکہ گلنار کے پیام وسلام اور مجنونانہ حرکتوں نے ابومسلم پر اس کے حریص اور مکار باپ کا راز آئینہ کر دیا تھا۔ اور ابومسلم سمجھ گیا تھا۔ کہ دہقان مرد اس کے ساتھ بالکل جھوٹی مدارات کرتا۔ اور فریب کھیلتا ہے۔ اور کہ وہ ایک رکابی مذہب شخص ہے۔ جو اپنے کاربرآری کے واسطے عزیز بیٹی پر بھی جبر وستم روا رکھتا ہے۔ اور اُسے علی بن کرمانی کے ساتھ محض اس لئے منسوب کرنا چاہتا ہے۔ کہ کرمانی کے رسوخ سے نفع کما سکے۔ دہقان مرد کو یہ خبر ملی۔ کہ ابی مسلم شہر مرو پر قابض اور متصرف ہو گیا ہے اور علی بن کرمانی جو اس

Marfat.com

فتح کا باعث ہوا شہر سے باہر نکل آیا ہے۔ تو اُسے یقین ہو چلا۔ کہ خراسانی لوگ اب ضرور کامیاب ہوں گے۔ اور اس لئے پیشبندی کی راہ سے اس نے ابی مسلم کے پاس بہت کچھ قیمتی تحائف ارسال کر کے مبارکباد فتح کہلا بھیجی۔ اور ساتھ ہی اپنی اسا دتمندی اور اس بات کا بھی اظہار کیا۔ کہ وہ ملک خراسان کے تمام معزز دہقانوں کو اس کی امداد کے لئے آمادہ بنانے کی سعی میں مصروف ہے۔ لیکن ابھی دہقان مرد کو علی بن کرمانی کی موت کا بالکل علم نہ تھا۔ کہ اسی اثنا میں ناگہانی طور پر اُسے اطلاع ملی کہ اس کی پیاری بیٹی گلنار مع اپنے ہمراہیوں کے اس کے پاس آ رہی ہے۔ دہقان مرد اس بات کو سن کر کمال متحیر ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہ آسکا۔ کہ گلنار کی واپسی کیا معنی رکھتی ہے۔ بہرحال وہ بیٹی کی پیشوائی کے لئے اپنے قلعہ سے باہر نکلا۔ اور جیسے ہی گلنار کی سواری دور سے نظر آئی۔ وہ محبت پدری کے جوش میں اُسے گلے لگانے کو بڑھا۔ اس طرف گلنار بھی باپ کی صورت دیکھکر اور اپنے آپ کو گھر کے قریب پا کر عماری سے باہر نکل آئی۔ اور مہربان باپ کے سینہ پر سر رکھکر بے اختیار رونے لگی۔

دہقان مرد پہلے تو اسی حیرت کا شکار تھا۔ کہ آخر گلنار اس طرح اچانک اور بلا طلب سسرال سے چلی کیونکر آئی۔ اور اب دیکھکر کہ گلنار کے ہمراہ اس کا تمام سامان جہیز اور باندی غلاموں کا گروہ بھی آیا ہے۔ پھر وہ اُس سے ملتے ہی بیتابانہ اس انداز سے روتی ہے۔ جسے مسرت کا رونا نہیں کہ سکتے۔ اس کی سراسیمگی دوبالا ہوگئی۔ اور اُس نے بیٹی کو تسکین دیتے ہوئے رونے کا سبب دریافت کیا "بیٹی گلنار! کیوں!! یہ تو اس طرح دل توڑ کر کیوں رو رہی ہے؟ بیٹی! بتا تو خیریت ہے؟"

گلنار کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔ وہ تو بول نہ سکی۔ لیکن ریحانہ نے جواب دیا "حضور عالی! چل کر آرام سے بیٹھئے تو کچھ عرض کیا جائے۔ یہاں کیوں دریافت فرماتے ہیں؟"

دہقان یہ سن کر واپس چلا۔ اور گلنار بدستور روتی ہوئی باپ کے بازو سے لپٹی چند منٹ کے بعد اپنے اسی گھر میں داخل ہو گئی۔ جہاں آنکھیں کھولنے کے

Marfat.com

بعد سے اب تک پرورش پا رہی تھی۔ دور ہی کے ہر در و دیوار سے اُسے ایک خاص انس ہو گیا تھا۔ اپنے محل میں آکر اس کا جوش اضطراب بھی کچھ ختم گیا۔ اور جب دیوان خانہ کے کمرہ میں جانے کے بعد ملازموں کی بھیڑ چھٹ گئی۔ تو ریحانہ نے دہقان کے اشارہ سے یوں عرض کیا۔ "حضور والا! آپ کیا دریافت فرماتے ہیں ؟ بانو کی تو قسمت بضبب دشمناں پھوٹ گئی۔ (رو کر) آہ۔ ان کا سہاگ جاتا رہا "

دہقان ۔ (گھبرا کر) "ارے صاف بتا بات کیا ہے ؟"

ریحانہ ۔ "حضور! آج صبح کو۔ ہاں۔ وہ۔ بانو کے دولہا۔ دنیا سے چل بسے" روتی ہے۔

دہقان ۔ (حیرت سے مبہوت ہو کر) "ارے! علی بن کرمانی۔ فوت ہو گیا!!"

ریحانہ ۔ "ہاں حضور! اور اچانک "

دہقان نے یہ بات کیا سنی کہ اس کے دل پر ایک غم کی بجلی سی گر گئی۔ اور وہ دم بخود ہو کر رہ گیا۔ حالت تفکر میں داڑھی کے بال نوچنے اور سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ اُسے صاف نظر آ رہا تھا۔ کہ اب خراسان والوں کی کامیابی مکمل ہو گئی۔ اور اہل عرب کے قدم اس ملک سے اُکھڑ گئے۔ آہ میں نے کیا سوچا تھا۔ اور کیا ہو گیا؟ پھر وہ گلنار کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اب تک سسکیاں لے لیکر رو رہی جاتی۔ اور اُسے تسکین و دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "بیٹی گلنار! تو کیوں اپنی جان گنوا رہی ہے؟ اب چپ بھی ہو۔ خدا کی مرضی یوں ہی تھی۔ صبر و شکر کے سوا چارہ کیا ہے" پھر ریحانہ سے "ہاں ریحانہ! تو کیا کہنی تھی ؟"

ریحانہ ۔ "حضور! بیاہ کا تو نام ہی ہوا۔ بانو جس دن سے گئیں بس دو ایک دفعہ دولہا کی صورت اور وہ بھی دور سے دیکھنے کی گنہگار ہوئیں۔ ورنہ اور کوئی بات نہیں ہوئی "

دہقان ۔ "تو کیا زفاف کی نوبت نہیں آئی ؟"

ریحانہ ۔ "نہیں حضور! وہ تو جنگ میں مصروف تھے۔ اور پھر انہوں نے

یہ عہد کر لیا تھا۔ کہ بانو کو شہر مرو کے دارالامارۃ میں پہنچا کر اُن کے پاس آئیں گے۔ مگر خدا کا کرنا ایسا کہ فتح اور کامیابی حاصل کرکے اچانک وہ دنیا ہی سے گزر گئے"۔

دہقان نے ریحانہ کی یہ گفتگو کیا سنی۔ کہ اس کی مرجھائی ہوئی کشت امید میں پھر پانی پڑ گیا۔ اور وہ دل میں مسرور ہوا کہ اب اُسے ابومسلم سے تقرب حاصل کرنے کا ایک اور مناسب ذریعہ ہاتھ آگیا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ ابومسلم اس کے ساتھ رشتہ کرنے کو غنیمت تصور کرے گا۔ اور پھر تو تمام بگڑا ہوا کھیل بن جائے گا۔ مگر اُسے اس بات کی خبر ہی نہ تھی۔ کہ ابومسلم کو اس لڑکے کرمانی کے ساتھ تعلقات رکھنے کا علم ہے۔ اور یہ بات کیسی کچھ خطرناک ہے۔ بہرحال دہقان کو گلنار کے ہنوز ناسفتہ ہی رہنے سے بیحد مسرت ہوئی۔ اور وہ بیٹی کو پیار کرکے کہنے لگا۔

"جان پدر! بس اب تم رونا موقوف کرو۔ اور اپنے کمرے میں جا کر آرام فرماؤ۔ اگر خدا نے علی بن کرمانی کو اٹھا لیا تو کچھ غم نہیں۔ میں ان شاء اللہ اب تمہارے واسطے ایسا اچھا دولہا ڈھونڈوں گا جو قومیت، مذہب، اور حمایت میں بالکل ہمارا ہی نظیر ہوگا"۔

گلنار ۔ (دل میں اس بات کے سمجھنے سے مسرور ہو کر کہ اس کا باپ ابومسلم کی نسبت یہ باتیں کہہ رہا ہے) "بابا جان! حضور کی محبت پدری میری تمام تکلیفوں کی دوا واقع ہے۔ اور میں تو بے عذر لونڈی ہوں۔ جو حکم ملا اس کی تعمیل کی اور آئندہ بھی بجا آوری ارشاد کے لئے حاضر ہوں گی"۔

دہقان ۔ "زندہ باش۔ سمجھدار بیٹی! تیری لیاقت نے مجھے بہت مسرور بنایا ہے۔ اچھا اب جا کے آرام کر"۔ پھر ریحانہ سے "ریحانہ! امیر سلطانی کو تمہارے ساتھ کر دیا تھا کیا وجہ ہے کہ اب وہ نظر نہیں آتا"۔

ریحانہ ۔ "جی ہاں۔ وہ یہاں سے جا کر خدا جانے کہاں چلا گیا۔ لیکن اس کی جگہ امیر علی مرحوم نے ایک دوسرا خادم صالح نامی شہر مرو کا رہنے والا ہمیں دیا تھا۔ اور وہ ساتھ آیا ہے۔ کیا حضور نے اُسے نہیں دیکھا؟"

Marfat.com

دہقان۔ "اچھا۔ وہ جو جبّہ پہنے اور عمامہ باندھے تھا۔ ہاں معلوم ہوا بہتر ہے۔ کہ اب تم دونوں جا کر آرام کرو"

گلنار، اس کا باپ، اور ریحانہ۔ تینوں اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے مقام پر چلے گئے۔ اور ان میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنا کام بنا لینے کا خیال کر کے مسرور ہو رہا تھا۔ دہقان پر یہ فکر غالب تھی کہ اب وہ کس طرح پر ابی مسلم کی نظروں میں عزت حاصل کرنے کا انتظام کرے اور بہت کچھ سوچنے کے بعد اس کی سمجھ میں یہی آیا۔ کہ پہلے تحائف اور ہدیے بھیجکر ابو مسلم کے خیالات کا اندازہ لے اور پھر خود اس سے ملنے جائے۔ اور اپنی بیٹی اس کے ساتھ بیاہ دے تاکہ روابط اتحاد خوب مستحکم ہو جائیں۔ مگر چونکہ وہ تحائف پہلے ہی دن ابی مسلم کے فتح کی خبر سن کر ارسال کر چکا تھا۔ اس لئے وہ ان کے ساتھ ارسال کئے ہوئے تہنیت نامہ کا جواب موصول ہونے کے انتظار میں رہا۔

گلنار کو یہ تصور تھا۔ کہ خوب ہوا اس کے باپ ہی نے اُسے ابو مسلم کے ساتھ بیاہ دینے کا خیال ظاہر کیا۔ اور وہ اس شرمناک کارروائی سے بچ گئی۔ کہ باپ کی خلاف مرضی اپنے محبوب سے ملنے کی سعی کرے۔

ریحانہ ضحاک کی بیہودہ پوشی پر مسرور تھی۔ اور اس کی بابت ہمیں ناظرین کو یہ بات بتانی ہے۔ کہ ضحاک فی الواقع کہاں۔ اور کس حالت میں اکیا تک کر رہا ہے کیونکہ وہ امیر شیبان خارجی سے یہ کہکر جدا ہوا تھا۔ کہ جبتک ابو مسلم سے انتقام نہ لے گا۔ اُسے چین نہ آئے گا۔

ضحاک کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ ابو مسلم اس کی طرف سے مشکوک ہے۔ اور وہ اپنے دانست میں ابراہیم یہودی کے ذریعہ سے اس کو زہر دلوا کر فنا کر چکا ہے۔ لیکن حسن اتفاق سے یہ بچ رہا۔ اور اب اس کو بھی ابو مسلم کی بدلحکی کا معاوضہ لینا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ ضحاک نے شیبان سے رخصت ہوتے

Marfat.com

ہی اپنی ہیئت اس طرح بدل لی کہ اُسے اس کے دیکھنے والے بھی بمشکل پہچان سکیں عمامہ کی جگہ سر پہ لمبی سی ٹوپی، اور جسم میں سیاہ جبہ پہنکر وہ خراسانیوں کا ہم شبیہ بن گیا۔ داڑھی کے بال نوچ کر اُسے بالکل کم اور پھر کتر کے خشخاشی کر دیا۔ موچھوں کو مونڈ ڈالا۔ اور ابروؤں کے دونوں کونے بھی مونڈ کر انہیں برنما بنا یا۔ غرضکہ اس شکل و شمائل سے وہ کرمانی کے کیمپ اور گلنار کے خیمہ میں آیا۔ تو ریحانہ کے سوا کوئی اسے پہچان نہ سکا۔ ضحاک کی صورت میں اب تمسخر اور باولے پن کی ذرا بھی علامت نہیں پائی جاتی تھی۔ اور جس وقت گلنار نے اس سے اس نئے بہروپ بنانے کا سبب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ "یہ تو یہ ایک راز ہے۔ اور میں آپ کا جان نثار خادم ہوں۔ لیکن آج سے میرا پہلا نام بالکل فراموش کر دیجئے۔ اور آئندہ مجھے صالح کے نام سے یاد کیا کیجئے۔ تاکہ کسی کو ضحاک کے زندہ ہونے کا علم نہ ہو۔ اور اس بات کا موجب میں کسی وقت آپ سے عرض کر دوں گا۔

گلنار علی بن کرمانی کی موت کے بعد اس فکر میں تھی کہ اب سیدھی ابی مسلم کے پاس چلی جائے لیکن ریحانہ اور ضحاک نہیں تو بہ صالح نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ اور یہ کہکر کہ اس طرح آپ کی عزت میں بٹہ آئے گا۔ اس کو باپ کے گھر واپس آنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ گلنار نے بادل ناخواستہ ان کی صلاح مان لی۔ اور باپ کے یہاں واپس آگئی۔ ضحاک اس کے ساتھ تھا۔ اور اب اسی نئے نام "صالح" کے ساتھ یاد کیا جاتا تھا تاکہ اُسے کوئی پہچان نہ سکے۔

دہقان مرو کو ابی مسلم کے پاس سے کوئی جواب آنے کا انتظار کرتے۔ دو دن گزر گئے۔ اس کا اضطراب انتظار کے طول کھینچنے سے بڑھتا جاتا تھا کہ جا یاس تیسرے دن قاصد شہر مرو سے واپس آیا۔ اور ابو مسلم کا خط دہقان کو دیا۔ ابو مسلم نے دہقان کو اپنے پاس بُلایا تھا۔ کہ وہیں دربار میں موجود رہے۔ اور مشورت میں شریک ہو۔ ابو مسلم کا خط پڑھتے ہی دہقان جوش مسرت کو ضبط نہ کر سکا اور فوراً گلنار کو بلوا کر اس کے مضمون سے آگاہ کیا۔ گلنار بھی بجز مسرت اندر زرد تھی۔

اور اب وہ اس فکر میں ہوئی۔ کہ کسی طرح اپنے باپ کا عندیہ معلوم کرے۔ کہ آیا وہ اس کو بھی اپنے ساتھ لیجائے گا یا نہیں۔ چنانچہ اس نے کہا۔ "تو کیا اب آپ شہر مرو کو جائیں گے؟"

دہقان ۔ "اور کیا کر سکتا ہوں۔ طلبی آئی ہے۔ اس کی خلاف ورزی کیونکر ممکن ہے؟"

گلنار ۔ "پھر کب ارادہ ہے؟"

دہقان ۔ "غالباً کل ہی۔"

گلنار ۔ "تو پھر تحائف اور زر نقد نذر کے لئے بھی لیجائے گا؟"

دہقان ۔ "یقیناً۔ اب تو وہ خراسان کا بادشاہ ہو گیا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ اُسے مقاصد میں پوری کامیابی حاصل ہو گی۔ لہٰذا ہم پر واجب ہے کہ اس سے تقرب کرنے کی سبیل نکالیں۔۔۔ اور مجھے اُمید ہے کہ تو اس بارہ میں میری مدد کرے گی۔"

گلنار ۔ "میں لونڈی اور تابع حکم ہوں۔ جو ارشاد ہو تعمیل کروں۔"

دہقان ۔ "اگر تو ابومسلم کے بارہ میں میری بات مان جائے تو پھر ہم اس کے ذریعہ بہت بڑی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ قاصد سے مجھکو معلوم ہوا ہے۔ کہ علی بن کرمانی کی موت کے بعد یمن کی بے سری فوج بھی اسی کے قابو میں آگئی ہے۔ اور خوارج کا لشکر محاصرہ توڑ کے بھاگ گیا ہے۔ بس آج تمام ملک خراسان اسی کے زیر حکم ہے۔ اور عنقریب ہر جگہ اس کی حکومت کا بول بالا سکہ جم جائے گا۔ ہنوز ابومسلم شہر مرو کی فتح ہی میں مصروف تھا۔ کہ اس کے ماتحت افسروں نے خراسان کے دیگر شہروں کو بھی لے لیا۔ اور تمام لوگ بڑی خوشی کے ساتھ سیاہ پوشوں کی بیعت میں داخل ہو رہے ہیں۔ دکسی قدر رک کر۔" لہٰذا ہمارا فائدہ اس کے تقرب ہی میں ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ تو اس امر میں میری بات ضرور مانے گی۔"

گلنار جس نے اب تک بھولے پن کے ساتھ باپ کی گفتگو سنی۔ اور اپنے مسرت

Marfat.com

جوش کو بمشکل ضبط کیا تھا۔ آخری فقرہ کو سن کر ایسی بیخود ہو گئی۔ کہ اس کا تمام حجاب جاتا رہا۔ اور فرط طرب سے چہرہ پر خون کی سرخی دوڑ گئی۔ وہ فوراً بول پڑی "جب میں نے ایک غیر قوم شخص کے یہاں بیاہ جانے میں عذر نہیں کیا۔ تو اب ——" پھر شرم نے زبان پکڑلی۔ اور وہ ساکت رہ گئی لیکن یہ سکوت سراپا رضا و رغبت کا مظہر تھا۔

دہقان نے (خوش ہو کر) "مرحبا میری فرمانبردار اور لائق نور دیدہ انشا بانش" بیٹی کو سینہ سے لگا کر پیار کرنے کے بعد۔ "اب میں کل "مرو" جاؤں گا۔ اور پہلی ملاقات میں موقع ڈھونڈھ کر تیری نسبت کا ذکر چھیڑ دوں گا۔ وہاں سے میری طلبی آئے تو تم لائق حال جلوس کے ساتھ آجانا سمجھیں"

گلنار دل میں تو اپنی کار براری کی صورت بن جانے سے مسرور اور اسی بات پر راضی ہو گئی۔ کہ خبر باپ کی طلبی آنے پر جائے گی۔ لیکن یہ خواہش کہ باپ کسی طرح اسے ساتھ لے چلے۔ غالب تھی۔ اس لئے وہ کہنے لگی۔ "اور میں بھی آپ کے ساتھ چلوں تو کیا نقصان ہو گا؟ ذرا شہر کی سیر سے دل ہی بہلے گا"

دہقان نے (کچھ دیر سر جھکا کر غور کرنے کے بعد) "نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں میرے ایک دوست کا مکان دارالامارہ کے بالکل متصل ہے تجھے وہاں ٹھہرا دوں گا اور خود امیر سے جا کر ملوں گا۔ اچھا تو بھی چل"

گلنار یہ مژدہ جانفزا سن کر مسرت سے باغ باغ ہو گئی۔ اور دہقان نے اپنے خزانچی کو حکم دیا کہ زر نقد کے صندوق اور تحائف کی کشتیاں تیار رکھے۔ وہ صبح کو شہر جائے گا۔ اور امیر کی نذر کرے گا۔

رات خیریت سے گذر گئی۔ گلنار کو جوش سرور میں بہت کم نیند آئی۔ انتظار کی گھڑیاں دنوں سے اور رات مہینوں بلکہ سال سے بھی بڑھ گئی۔ پچھلی ہی رات کو وہ گھبرا کر بستر سے اٹھی غسل کیا۔ اور تبدیل لباس کی فکر میں ہوئی۔ ریحانہ بھی آگئی تھی۔ اس نے دیکھا۔ کہ بانو کپڑے بدل رہی ہے۔ تو جلد جلد دو دیگر کپڑے پہنائے کنگھی چوٹی سے درست کر دیا۔ اور ہر طرح کا بیش بہا مرصع زیور جسم پر آراستہ کیا۔

Marfat.com

اس وقت گلنار کے حسن وجمال کا عالم قابل دید تھا۔ اور رہ رہ کر بار بار اس کی طرف دیکھکر ماشاء اللہ اور سبحان اللہ کا ورد دل میں کر رہی تھی۔ آفتاب برآمد ہونے سے بہت پیشتر گلنار اس طرح بن ٹھن کر منتظر ہو بیٹھی۔ کہ اب اس کا باپ چلنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اب کوچ ہوتا ہے۔ دوسری طرف دہقان بھی علی الصباح بستر استراحت سے اُٹھا۔ غلامان زریں کمر حاضر ہوئے۔ تحائف کے اور زر نقد کے صندوق خچروں پر بار کئے گئے۔ بہت سے رومی اور ترکی غلام، مہ جبیں باندیاں، عربی اور ترکی گھوڑے، قاقم وسنجاب کے کپڑے دیبا واطلس کے تھان، مرصع اور آبدار تلواریں وغیرہ بیش بہا اور نفیس سامان جو امیر ابی مسلم کی نذر کے لئے رات ہی کو درست کر رکھا گیا تھا۔ دہقان نے سب کا جائزہ لیکر اس کو روانہ کرانے کا حکم دیا۔ اور پھر اپنے پائگاہ خاص کے سواروں کا رسالہ جلو میں لیکر خود بھی سوار ہوا۔ گلنار کی سواری کا ہودج بھی ساتھ تھا۔ اور یہ سواری نہایت شان وشکوہ سے روانہ ہو کر آفتاب کی تمازت میں تیزی آنے سے پہلے ہی شہر مرو کے اندر داخل ہوگئی۔

دہقان مرو کی سواری دارالامارہ کے قریب پہنچی تو پہلے اس نے اپنے ایک معزز دوست کے یہاں جس کا محل دارالامارہ سے بہت قریب تھا گلنار کو ٹھہرنے کے لئے بھیجدیا۔ اور خود مع اپنے ہمراہی سواروں اور درباری لوگوں کے شاہانہ جلوس کے ساتھ دارالامارۃ کی طرف چلا۔ ایوان حکومت کے صدر دروازہ پر پہنچکر دہقان اور اس کے تمام حاشیہ کے لوگ بخیال ادب سواریوں سے اتر پڑے۔ اور پیادہ محل کے اندر داخل ہوئے۔ دربان اور پہرے کے سپاہی دہقان اور اس کے ساتھیوں کو تعظیم دیتے اور راستہ بتاتے اس کو درباری قصر کے دروازہ تک لیگئے اور امیر ابی مسلم کو دہقان کے آجانے کی اطلاع کر دی۔ ابو مسلم نے حکم دیا۔ کہ تنہا دہقان کو دربار میں آنے دیا جائے۔ اور اس کے ہمراہیوں کو جلوخانہ میں ٹھہرا دیا جائے اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور دہقان تن تنہا دربار میں داخل ہوا جس وقت اس نے پہلی دہلیز طے کی۔ دربانوں نے اس سے تلوار باہر رکھ جانے کا اشارہ کیا۔ دردہ

Marfat.com

تلوار دہیں چھوڑ کر دوسری دہلیز سے آگے بڑھا۔ دہقان مرد اس وقت ایک مرصّع زرکار کلاہ پہنے تھا جس کے اوپر بیش بہا شالی عمامہ بندھا تھا جسم میں فاخرہ لباس تھا۔ اور ریشمی کپڑے کی قبا اوپر سے پہن رکھی تھی۔ کندھوں پر حریر کا کارچوبی رومال پڑا تھا۔ اور وہ بہت تجمل کے ساتھ خراماں خراماں جا رہا تھا۔

دہقان مرو درباری ایوان کی سات دہلیزوں کو طے کرتا اس وسیع ہال میں پہنچ گیا۔ جہاں ابی مسلم کا دربار جما ہوا تھا۔ اور تمام عالی مرتبہ نقیب اور سپہ سالار صف بستہ موقب بیٹھے تھے۔ صدر مقام میں ایک کرسی پر ابومسلم جلوہ فرما تھا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ کو خالد بن برمک سلیمان بن کثیر اور دیگر چیدہ نقیب بیٹھے تھے۔ جس وقت وہ امیر ابی مسلم کے روبرو پہنچا۔ تو اس نے درباری آداب کے ساتھ سلام کیا۔ اور ابومسلم نے جواب سلام اور خوش آمدید کہکر دہقان سی بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ دہقان اکڑکر ابومسلم کے روبرو بیٹھ گیا۔ اور اس نے حسب قاعدہ دوبارہ سلام کیا۔ جس کے جواب میں ابومسلم یوں کہنے لگا۔ "دہقان ہم آپ کے تحائف کا شکریہ ادا کرتے ہیں"

دہقان۔ (تواضع کے انداز سے) "نہیں جناب! میں نے کیا ہدیہ نذر کیا ہے۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ اور اس کی بجاآوری میرے لئے کوئی قابل تعریف امر نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ معاملہ تو ایک ہی ہے"

ابومسلم۔ "نہیں نہیں۔ آپ نے بڑی عنایت کی ہے۔ ہم اس کی مہمانداری اور مدارات کبھی نہیں بھول سکتے جبکہ ہم آپ کے یہاں مہمان ہوئے تھے"

دہقان۔ (دل میں اس تعریف سے خوش ہوکر) "جناب! یہ تو میرا فرض تھا۔ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ کہ اس کی بجاآوری سے میں کسی طرح مستحق مدح نہیں ہوسکتا۔ آپ نے جس اہم کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس میں عموماً ہر ایک خراسانی اور فارسی شخص کو جان و مال سے شریک ہونا لازم تھا۔ کیونکہ آپ نے اہل عرب سے ہماری دیرینہ عداوت کا انتقام لیا ہے"

Marfat.com

ابو مسلم نے دہقان ...

خالد نے بھی اس کی جانب نگاہ کی اور پھر ...

جو اس وقت نہائت تنا بیٹھا تھا۔ اور انکھیوں سے ...

اور ابو مسلم نے کہا ــــــ "کیا آپ کو یہ بات اس وقت ...

ہم لوگ واقعی اہل خراسان کی خدمت ادا کر رہے ہیں ؟"

دہقان دل میں اس عجیب سوال سے گھبرا گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ...

کس قسم کا شخص ہے۔ اور جو بات وہ کہتا ہے۔ اس کے بہت کچھ معانی ہو ...

بظاہر اس نے دل کڑا کر کے جواب دیا۔ "نہ جاننے کی وجہ ہو سکتی تھی ...

کو غریب خانہ پر تشریف لائے تھے۔ اس دن کی صحبت آپ کو یاد نہیں ... نے

مجھے امام کی وصیت سنائی تھی۔ اور وہ ہدایت نامہ فی الواقع اسی قابل تھا کہ ...

فارس کا رہنے والا بدل وجان اس کی اعانت پر مائل ہو۔ چنانچہ اسی غرض سے ...

آپ کی امداد و اعانت کا عہد کیا تھا۔"

ابو مسلم ۔ "ہیں! تو کیا آپ کو اس ہدائت نامہ کا مضمون یاد ہے ...

دہقان ۔ "بیشک اس کا مفہوم میرے دل میں بخوبی جم گیا ہے"

ابو مسلم ۔ "وہ مفہوم کیا ہے ؟"

دہقان ابو مسلم کی اس کرید سے دل میں سخت خائف ہوا۔ مگر بظاہر ...

لاپروائی عیاں کر کے جواب دیا ــــــ "ہاں مجھے یاد ہے۔ امام نے آپ کو

کی ہدائت کی تھی۔ کہ خراسان میں کوئی عربی زبان بولنے والا باقی نہ چھوڑنا

تم کو شک ہو اُسے فوراً قتل کر دینا۔"

ابو مسلم نے یہ گفتگو سن کر دہقان کو گھور اس قدر ...

دہقان سرتاپا کانپ گیا۔ اور اس شرر ریز نظر کی تاب نہ لا کر ...

ہو گئی۔ پھر ابو مسلم نے کہا ــــــ "کیا تم نے اس ہدائت ...

دشمن اہل عرب کے مقابلہ میں ہمارے ...

ابو مسلم نے اس لہجہ میں کہی جیسے اس کو کچھ شک ہے۔ اور وہ عمداً تجاہل عارفانہ کر رہا ہے۔

دہقان۔ (دل مضبوط کر کے) "کیوں نہیں۔ جہاں تک میرے امکان میں تھا۔ زر و مال سے حاضر و شریک ہوا۔ اور ملک کے دہقانوں کو آپ کی امداد پر مائل بنایا۔ یہ سب باتیں محض امام کے عادی کی تائید کے لئے عمل میں لائی گئی تھیں۔" دہقان دل میں سمجھتا تھا۔ کہ ابو مسلم کو گلنار کے ابن کرمانی سے بیاہ دئے جانے کا کیا علم ہوگا۔

ابو مسلم۔ "کیوں صاحب! کیا اہل عرب کے مقابلہ میں اپنے ملکی بھائیوں اہل فارس کی مدد کرنے کے یہی معنیٰ ہیں۔ کہ آپ نے اپنی بیٹی علی بن کرمانی سے بیاہ دی اور اُس کے جہیز میں لاکھوں کا سامان اور صدہا غلام و باندیاں نذر کیں؟"

دہقان اس بات کو سن کر دم بخود ہو گیا۔ اس کے بشرہ سے سراسیمگی کے آثار عیاں ہو چلے، داڑھی کے بال لرزنے لگے۔ انگلیاں کانپنے لگیں۔ اور اُسے جلد کوئی جواب سوجھ نہ پڑا۔ تاہم اس نے دل کڑا کر کے بہ تکلف ہنستے ہوئے کہا، "میں اپنی بیٹی کو آپ سے ملاقات ہونے کے قبل ہی علی بن کرمانی کے ساتھ بیاہ چکا تھا۔"

ابو مسلم۔ (بات کاٹ کر) "کیا خوب!! تمہیں یاد نہیں۔ کہ جس دن ہم تمہارے گھر آئے تھے۔ تو وہ لڑکی تمہارے پاس موجود تھی۔ اور ہماری ملاقات کے وقت اسی دیوان خانہ میں تمہارے پاس بیٹھی تھی؟"

اب تو دہقان کی بُری حالت ہو رہی تھی۔ اس سے کچھ جواب ہی بن نہیں آتا تھا۔ چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ تاہم چپ رہنے کا موقع نہ تھا۔ کھانس کر اور اپنے کپڑوں کو درست کرنے کا مشغلہ کر کے کہنے لگا۔ "میری مراد یہ نہیں کہ میں اُسے رخصت بھی کر چکا تھا۔ بلکہ اس کا نکاح نامہ اس رات سے قبل تحریر کر چکا تھا۔ علاوہ اُس کے ماسوا وہ لڑکی میری اکلوتی بیٹی تھی۔ اور اس کا میلان طبع بھی اسطرف

Marfat.com

تھا۔ اس لئے میں نے اس کا دل توڑنے سے گریز کیا۔"

ابومسلم ۔ (زور دے کر) کیا یہ جو تم کہہ رہے ہو۔ سچ کہتے ہو۔؟"

دہقان ۔ "امیر کے سر کی قسم بالکل سچ"

ابومسلم ۔ "لیکن اگر تمہارا جھوٹ ثابت کر دیا جائے؟"

دہقان یہ سنکر خوف سے زرد پڑ گیا، دل دھڑکنے لگا۔ ہاتھ پیروں میں رعشہ طاری ہو گیا۔ اس نے گھبراہٹ کے عالم میں اپنے داہنے بائیں جس قدر نقیب اور سپہ سالار بیٹھے تھے۔ ان پر نظر ڈالی۔ اوران سے کچھ امداد کا خواہاں معلوم ہوا لیکن وہ سب لوگ سر جھکائے صُمٌ بکم بنے بیٹھے تھے۔ دہقان خاموش رہ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ سکوت میں اپنی غلط بیانی کا صریحی اعتراف تھا۔ اور چونکہ ابومسلم کو اپنی بیٹی کے حالات سے ناواقف محض تصور کرتا تھا۔ لہٰذا اس نے سنبھل کر جواب دیا۔ "توبہ۔ توبہ۔ میں اور امیر کے سامنے جھوٹ بولوں۔ یہ ہرگز ہو نہیں سکتا۔"

ابومسلم ۔ (زہرخند کر کے) اگرچہ دلاور ست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ بجا ارشاد ہوا۔ جناب! یہ عقدہ ہماری ان ملاقات کے بعد منعقد ہوا۔ وہ لڑکی ہرگز علی بن کرمانی سے شادی کرنا چاہتی نہیں تھی۔ تم نے زبردستی ہماری دعوت کو ٹھکرا کر اور اس عربی سپہ سالار کا تقرب پیدا ہونے کے لئے لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف کرمانی کے گھر روانہ کر دیا۔ ہمارے دیوان خانہ سے چلے آنے کے بعد تمہاری بیٹی بہت تم سے اس شادی کے بارہ میں جھگڑتی بھی رہی۔ لیکن تم اپنے ضد پر قائم رہے اور تم نے اس کی فریاد وزاری پر مطلق توجہ نہیں کی۔"

تمام دربار کے لوگ یہاں تک کہ خالد بن برمک بھی ابومسلم کے ان حالات سے باخبر ہونے کے باعث کمال متحیر ہوئے۔ ان کی حیرت بجا تھی۔ اس لئے کہ ابومسلم کا امام کے عہادی کو سرسبز بنانے اور فوج کی اعلیٰ سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے میں مصروف ہونے کے باوجود ایسے خفیہ حالات پر بھی اطلاع بہم پہنچا لینا نہایت تعجب خیز تھا۔ سب تعجب کی نظروں سے ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے اور دہقان

کا تو خون خشک ہو گیا۔ اس پر اس قدر ہراس طاری تھا۔ کہ اس کا دم بند ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ دیا گیا۔ اُسے تو آرزو تھی۔ کہ کاش اس وقت زمین پھٹ جاتی۔ اور وہ اس میں سما جاتا۔ کچھ دیر تک تمام دربار پر عجیب طرح کا سناٹا چھایا رہا۔ ہر شخص سکوت اور حیرت کے عالم میں بت بنا بیٹھا تھا۔ اور سانس بھی اُن کے سینوں میں مشکل سماتی تھی۔ آخر ابو مسلم ہی نے اس طلسم سکوت کو توڑ کر اپنے نقیبوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا "تم لوگ اس خراسانی کے بارہ میں کیا رائے قائم کرتے ہو۔ اس نے امام کی ہدایت سن لی تھی۔ اور جانتا تھا۔ کہ امام نے اہل عرب کے برباد کرنے کا حکم دیدیا ہے۔ پھر بھی اس نے اہل عرب کی اعانت کی۔ اس نے رشتہ کیا۔ اور ان کی دوستی کو ضروری تصور کرتا رہا۔ اور اب ہمارے سامنے یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ وہ ہماری مدد کرتا تھا۔"

ابو مسلم کی اس گفتگو کا کسی شخص نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ ابو مسلم اُن سے مشورہ نہیں کرتا ہے۔ بلکہ وہ دہقان کو دھمکا رہا ہے۔ اور ابو مسلم نے دہقان سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اس صورت میں تم نے امام کی ہدایت پر ہرگز عمل نہیں کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے خراسانی بھائیوں کی مدد کرتے اُلٹے تم نے ان کے دشمن اہل عرب کا ساتھ دیا۔ اور ہمارے دشمنوں کا شرکت پسند کی۔ اور میں مجبور ہوں۔ کہ امام کی ہدایت پر عمل کروں۔ خاص کر اس کے آخری فقرہ پر۔ کیوں تم کو معلوم ہے۔ کہ وہ کیا فقرہ ہے؟"

ابو مسلم کے تمام درباریوں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ امام کے اس ارشاد کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ کہ "جس پر تمہیں شک ہو اُسے قتل کر دینا" اور دہقان بھی اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے رحم اور معافی چاہنے کی نظروں سے ابی مسلم کی طرف دیکھا۔ اور ابو مسلم نے یہ جواب دیا۔ "امام کی فرمانبرداری ہر ایک انسان کی اطاعت سے افضل ہے۔ اور وہ مجھے حکم دے چکے ہیں۔ کہ جس پر شک ہو اُسے قتل کر دینا۔ مجھکو تمہاری طرف سے شک پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے بجز اسکے میں تم کو قتل کر دوں۔ اور کوئی چارۂ کار نہیں مل سکتا۔" پھر ابو مسلم نے دروازہ

Marfat.com

کی طرف نگاہ اٹھائی۔ اور معاً چار بدہیئت ہٹے کٹے شخص جو گھٹنوں سے نیچے تک چمڑے کے لمبے کرتے پہنے۔ اور سروں پر دوکدار کھال کی ٹوپیاں اوڑھے تھے۔ ایک گوشہ سے نکل کر سامنے آئے۔ ان لوگوں کے تمام لباس پر خون کے دھبے اور تازہ چھینٹیں پڑی ہوئی تھیں۔ اور کمر کے پرتلوں میں برہنہ خون آلود تلواریں لٹک رہی تھیں۔ دہقان کو ان کی صورتیں دیکھتے ہی معلوم ہوگیا۔ کہ یہ جلاد ہیں۔ اور اسی اثنا میں اس نے ابومسلم کو یہ کہتے بھی سنا۔ "اس خائن کو خوارزم پہنچا دو۔"

دہقان اپنے قتل کا حکم سن کر بیتابی کے ساتھ ابومسلم کے قدموں پر گر پڑا۔ اور رو کر گڑگڑاتے ہوئے کہنے لگا "جناب عالی! میری خطا معاف ہو۔ میں اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ خدا کے واسطے مجھے بخش دیجئے۔ میرا تمام مال و زر آپ کی نذر ہے۔ آہ میں نے بُرا کیا۔"

ابو مسلم ۔ (ایوان کی چھت پر نظر ڈالتے ہوئے بے پروائی سے) "تیرا مال جاتا کہاں ہے۔ وہ تو ہر حال میں ہمارا ہو چکا خواہ تو قتل کر دیا جائے۔ یا زندہ رہے اب تجھے اس سے سروکار ہی کیا ہے۔"

دہقان نے دیکھا۔ کہ ابومسلم کا دل نہیں پسیجتا تو وہ خالد بن برمک کے قدموں پر گر کر سفارش کا طالب ہوا۔ اور خالد کو بھی اس کی عاجزی پر رحم آ ہی گیا۔ چونکہ خالد بن برمک کے سوا کوئی اور شخص ابومسلم سے سفارش نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ بڑھا۔ اور آہستہ سے ابومسلم کے کان میں کوئی بات ایسی کہی جس کی وجہ سے ابومسلم نے جلادوں کو حکم دیا۔ "اچھا سر دست ہم نے اس کا قتل ملتوی کر دیا ہے۔ اس کو زندان میں لیجاؤ۔ اور ہم اس کے مقدمہ پر پھر غور کریں گے۔"

چاروں جلاد اس حکم کو سن کر بڑھے۔ اور دہقان کو کھینچتے ہوئے دربار کے بغل میں ایک چور دروازہ کی راہ سے نہیں معلوم کہاں لے گئے۔ کہ کسی کو پھر اس کا پتا نہ لگا +

Marfat.com

اٹھارواں باب

"خاموش! ورنہ ابھی خوارزم بھیجدونگا"

کی اس طبیب جاں نے تجویز مرگ عاشق
آزار کی مناسب تدبیر کیا نکالی (امیرؔ)

گلنار اپنے باپ کے دوست کے گھر میں ٹھہری ہوئی اس بات کا انتظار دیکھ رہی ہے کہ اب کوئی ساعت میں اس کے باپ کا پیام طلب آتا ہے۔ اور وہ اپنے محبوب و مطلوب کے پاس پہنچائی جاتی ہے۔ یہ دہقان جس کے محل میں گلنار مقیم ہوئی تھی۔ گلنار کے باپ کا گہرا دوست تھا۔ اور اس کی بیگم گلنار کی مرحومہ ماں کی ملنے والی تھی۔ اس واسطے وہ اپنی مرحومہ گوئیاں کی نشانی۔ اور اس کی بیٹی گلنار کو دیکھکر بیحد مسرور ہو رہی ہے۔ ہر طرح اس کی مدارات اور تفریح کے سامان ہونے ہیں۔ اور محل کی عورتیں مہ پارہ گلنار کو دیکھنے اور اس کے جمال دل افروز کی سیر کرنے کو غنیمت تصور کر کے اُسے چاروں جانب سے گھیرے ہیں۔ اور ہر ایک اس سے کچھ گفتگو کرنیکی کوشش میں مصروف ہے۔ لیکن گلنار کو اس ہجوم اور مدارات سے بجائے کسی قسم کی راحت ملنے کے اور اُلجھن ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس کا دل تو ابومسلم اور اپنے باپ کی ملاقات کا نتیجہ معلوم کرنے میں لگا ہوا ہے۔ گلنار نے جہاں تک ممکن ہوا مجمع سے کنارہ کشی کر کے ریحانہ کے ساتھ گفتگو کا موقع حاصل کرنا چاہا۔ مگر وہ اس سعی میں ناکام رہی۔ اسی اثناء میں دوپہر ہو گیا۔ اور دن ڈھلنے لگا۔ میزبانوں کو انتظار تھا کہ دہقان مرد امیر کے دربار سے آجائے۔ تو وہ لوگ ساتھ ہی کھانا کھائیں۔ مگر اتنی دیر ہو گئی۔ تو انھوں نے یہ سمجھکر کہ دہقان مرد نے امیر ہی کے دسترخوان پر کھانا کھا لیا ہوگا۔ خود بھی دسترخوان بچھوایا۔ اور گلنار کو ساتھ

لیکر کھانے سے فراغت حاصل کی۔

دوپہر دن گزر گیا، زوال ہوا، سہ پہر کا وقت آیا۔ اور دہقان مرد دربار سے واپس نہ ہوا۔ اس بات سے گلنار کے دل پر جو کچھ تردد چھایا ہوا تھا۔ اس کا ذکر ہی کیا ہے۔ میزبانوں کی بھی پریشانی ناقابل بیان تھی۔ گلنار کی بیتابی کسی خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ کیونکہ اس کے دل میں ابی مسلم کی طرف سے اپنے باپ کے ساتھ بدسلوکی ہونے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ مگر وہ اس لئے مضطرب تھی۔ کہ اس کا باپ آئے تو اُسے بتائے۔ کہ ابومسلم نے اس سے اس کے بارہ میں کیا کہا ہے۔ سارا دن اسی تردد میں ختم ہو گیا۔ اور شام ہوتے ہی میزبانوں میں ایک عجیب کھلبلی مچ گئی۔ وہ بظاہر تو گلنار سے دنیا سازی کی باتیں کرتے مگر جب الگ ہو جاتے۔ تو ان میں باہم خدا جانے کیا سرگوشیاں ہونے لگتیں۔ گلنار اس بات کو دیکھکر بیحد افسردہ ہوئی۔ اور آخر اس سے رہا نہ گیا۔ تو ریحانہ سے اس کی شکایت کرنے لگی۔ کہ ان محل والوں کو کیا ہو گیا "یا بابیں شور اشوری یا بابیں بے نمکی" کہاں تو اتنی خاطر داریاں تھیں۔ اور کیا اب مجھ سے باتیں کرنے میں بھی ان کو عار آرہا ہے۔ اور سب مجھ سے چھٹے چھٹے پھرتے ہیں۔ اور ریحانہ نے گلنار کی شکایت تسلیم کر کے کہا "ہاں بانو! میں بھی ان کے یہ رنگ ڈھنگ دیکھکر حیران ہوں سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بات کیا ہے؟"

گلنار۔ "ریحانہ! میرا خیال ہے۔ کہ ضرور اباجان پر کوئی واردات گزری"

ہنوز گلنار اپنی بات پوری بھی نہیں کرنے پائی تھی۔ کہ ایک خادمہ نے اس کے پاس آکر اطلاع کی ۔۔۔ "حضور کا کوئی نوکر ڈیوڑھی میں کھڑا ہے۔ اور کچھ عرض کرنا چاہتا ہے"

گلنار یہ بات سنتے ہی اٹھکر ڈیوڑھی کی طرف چلی۔ اور ریحانہ بھی ساتھ ہولی۔ دونوں نے ڈیوڑھی میں پہنچتے ہی "صالح" (ضحاک) کو استادہ دیکھا جس کے بشرہ سے سراسیمہ ہونے کے آثار نمایاں تھے۔ اور ریحانہ نے اس سے دریافت کیا۔ "کیوں خیر تو ہے؟"

صالح۔ "مجھے کسی ایسی جگہ لیچلئے جہاں کوئی غیر ہماری گفتگو نہ سن سکے"

Marfat.com

ریحانہ اور گلنار اس کو ایک علیحدہ کمرہ میں لے گئیں۔ گلنار کا اضطراب ترقی پر تھا اور اُس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ صالح نے تنہائی کا موقع پا کر کہا "کیا آپ کو آج ابومسلم کے دربار میں جو واقعہ ہوا۔ اس کی کچھ خبر ملی ہے؟"

گلنار۔ (گھبرا کر) "کچھ بھی نہیں۔ کیا۔ ہاں بتاؤ؟"

صالح نے تمام وہ گفتگو جو ابی مسلم اور گلنار کے باپ کے مابین ہوئی تھی۔ یوں حرف بحرف کہہ سنائی۔ جیسے وہ اس موقع پر موجود تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس مقام پر پہنچا کہ ابومسلم نے دہقان مرد کے قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ تو گلنار کے تمام جسم پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اور چہرہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ پھر صالح نے اُسے خالد بن برمک کے سفارش کرنے سے دہقان کے قتل کا ملتوی ہونا۔ اور اُس کا زندان میں بھیجا جانا کہہ سنایا۔ اور اس بات کو سن کر گلنار نے حیرت سے دریافت کیا۔ "میرے باپ پر قتل کا حکم دیا گیا؟ یہ کس لئے؟" گلنار اس وقت اپنے آپ کو عالم خواب میں تصور کرتی تھی۔ اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ کہ اس کے باپ کے لئے ایسا سخت حکم کیوں ہوا

صالح۔ اس لئے کہ اس نے آپ کو علی بن کرمانی سے بیاہ دیا۔ اور اس عربی شخص کو اپنا داماد بنایا۔ حالانکہ ہمارے آقا دہقان بظاہر ابومسلم کے فارسی گروہ سے میل رکھنے اور اُس کے شریک کار ہونے کا اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ابومسلم ان کی طرف سے مشکوک ہوگیا۔ اور آپ کو یہ بات معلوم ہی ہے۔ کہ وہ کسی پر شک ہوتے ہی اُسے قتل کر دیتا ہے۔"

گلنار نے یہ بات کیا سنی کہ اس کے خرمن عقل پر غم و اندوہ کی بجلی گر گئی۔ اس نے ریحانہ کی طرف استفسار کی نگاہوں سے دیکھا۔ اور اُسے اپنی نسبت سی بڑھ چڑھ کر مبتلائے حیرت و تردد پایا۔ تو پھر صالح کی جانب متوجہ ہو کے حسرت آمیز لہجہ میں کہا۔ "یہ وفاداری اور سچے دل سے مدد کرنے کا وقت ہے۔" اور گلنار کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

صالح۔ (ادب سے سر جھکا کر) "بانو! میں بندۂ حکم ہوں۔ مگر میری جو رائے

Marfat.com

ہے" اور چپ ہو گیا جس سے گلنار کا تردد اور بڑھا اور اس نے گھبرا کر کہا "کہو بھی۔ تمہاری کیا رائے ہے؟"

صالح۔ "حضور! مجھکو تو اس معاملہ میں آپ کے سوا اور کسی کا بیچ میں پڑنا کارگر ہوتا نظر نہیں آتا۔"

چونکہ یہ بات گلنار کے عین منشا کے مطابق تھی۔ لہذا اُسے اس کے ماننے میں کوئی تردد نہیں ہوا۔ وہ ایک مدت سے ایسے وقت کی منتظر تھی جس میں اس کو اپنے محبوب سراپا ناز اور دلبر بے نیاز کے ساتھ رودررو گفتگو کرنے کا موقع ملے اور دفتر حکایت و شکایت کھُلے تاکہ شائد اسی حیلہ سے وہ اس سنگدل محبوب کے دل کو ٹٹول سکے اور معلوم کر سکے کہ آیا وہ بھی اس سے اُلفت رکھتا ہے یا نہیں۔ گلنار اپنے باپ کے حق میں قتل کا حکم صادر ہونا سنتے ہی آمادہ ہو گئی تھی۔ کہ خود جا کر ابومسلم سے اس کی شفاعت کرے گی۔ اور اب صالح نے بھی وہی صلاح دی تو اس کا دل فرط طرب سے اچھلنے لگا۔ اور وہ اچانک اُٹھکر چلنے کے لئے تیار ہو گئی۔ صالح نے اس کی یہ حالت مشاہدہ کرکے کہا "اسی وقت چلئے گا؟"

گلنار۔ "اور نہیں کیا؟ مجھے خوف ہے۔ کہ دیر لگانے میں کہیں امیر کا حکم نافذ نہ ہو جائے۔ اور ابا جان کا کام تمام ہو جائے۔"

صالح۔ "بہت مناسب ہے۔ آپ ذرا تھم جائیے میں جا کر اجازت لے آؤں تاکہ ایسا نہ ہو بلا اجازت جانے کی حالت میں واپس آنا پڑے۔ دربار کا صاحب میرا دوست ہے۔ میں اس کی معرفت ابھی انتظام کرکے آتا ہوں۔ آپ تیار رہیں۔" یہ کہکر چلا گیا۔ گلنار نے صالح کے جانے کے بعد ابومسلم سے ملنے کی تیاری کر لی۔ زرکار رومال کندھوں پر ڈال لیا۔ اور سر سے ایک شالی رومال اوڑھنی کے طور پر لپیٹ لیا۔ لباس وغیرہ سے تو پہلے ہی خوب درست تھی۔ لہذا کسی زائد سامان کی حاجت نہ تھی۔ ریحانہ نے اس سے دریافت کیا کہ آیا وہ بھی ساتھ چل سکتی ہے؟ مگر گلنار نے کہا۔ "تیرا ساتھ چلنا ٹھیک نہیں ممکن ہے۔ کہ دونوں کو ساتھ اندر جانے کی اجازت نہ ملے

...ہوں۔ تاکہ کچھ باتیں کرسکوں۔"

... اور اُس نے کہا، "بانو! چلئے۔ امیر آپ سے
... کلنار اٹھی۔ لیکن اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا
... چلنے میں لڑکھڑا رہے تھے۔ اس وقت رات کی تاریکی خوب غالب ہو چکی تھی
کلنار چند منٹ کے توقف میں دارالامارۃ کے دروازہ پر پہنچ گئی۔ صالح اس کے برابر
چل رہا تھا۔ اور درباری مکان کے پھاٹک پر پہنچ کر کہنے لگا۔ "چونکہ آپ کا امیر کے
پاس جانا خطرہ سے خالی نہیں۔ اس لئے آپ یقین رکھیں کہ خدانخواستہ کوئی آفت
... میں اس طرح آپ کی مدد کو پہنچوں گا جیسے جنات اور شیاطین دفعتاً
... ہوتے ہیں۔ مگر خبردار آپ میرا اگلا نام لیکر کبھی مجھے نہ بلائے گا۔" گلنار کو
... خوف دلانے سے ایک طرح کی پریشانی محسوس ہوئی۔ لیکن اس وقت اس کے
دل میں ابومسلم سے خلوت میں ملنے اور پہلی بار اس محبوب و مطلوب ہستی سے گفتگو کا موقع
... کی نسبت جس طرح کے خیالات اُمنڈ رہے تھے۔ ان کی وجہ سے وہ اس پریشانی
... دیر تک قائم نہ رکھ سکی۔ درباری کمرہ کی دہلیز پر پہنچکر صالح نے دربان سے
کہا یہ وہ عورت ہے جس کے لئے امیر سے ملنے کی اجازت لی گئی ہے۔ اور حاجب
... تسلیم کے لئے اُٹھکر اپنے ہاتھ سے دربار کی ڈیوڑھی کا پردہ سرکا دیا۔ گلنار
... ایک وسیع کمرہ ہے۔ جس میں مکلف فرش بچھا ہے۔ اور ستونوں پر فانوس
... ہوئی شمعیں نور پاشی کر رہی ہیں۔ صدر مقام میں ایک شخص [illegible]
... بڑے شان و شکوہ کے ساتھ زرکار مسند پر گاؤ تکیہ پر سر رکھے ہوئے
... کی حالت میں بیٹھا ہے۔ اور اس کے رعب و داب کا یہ عالم ہے۔ کہ
... وہ دربار حکومت میں جلوس فرما نظر آتا ہے۔ حاجب نے آگے
... عورت حاضر ہے جس کے لئے حضور سے اجازت

... طرف ہاتھ سے کچھ اشارہ

Marfat.com

کیا۔ اور حاجب نے باہر نکل کر گلنار سے اندر جانے کے لئے کہا۔ گلنار کو یہ پہلا موقع تھا۔ کہ وہ ایک غیر مرد کے روبرو اس طرح تنہا جا رہی تھی۔ اور ایک مشرقی مہانک کی کنواری لڑکی کو اس قدر جرأت بمشکل پڑ سکتی ہے۔ کہ وہ نامحرم مردوں سے ہمکلام ہو۔ پھر خاص کر ایسی حالت میں کہ ابومسلم وہ شخص تھا جس کے روبرو جاتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کے حوصلے پست ہو جایا کرتے تھے۔ چہ جائیکہ ایک دلدادہ لڑکی جس نے اس کی رضامندی کی آرزو میں سخت دشواریاں بھی جھیلی تھیں۔ کیونکر بے تکلف نہ اپنے حجاب کو توڑ کر اس کے سامنے آسکتی تھی۔ یہی باعث تھا۔ کہ گلنار کو ایک ایک قدم سو سو من بھاری معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ لڑکھڑاتی اور جھجکتی ہوئی چل رہی تھی۔ بغرضکہ بمشکل وہ چند قدم کا فاصلہ پانچ چھ منٹ میں اس نے طے کیا۔ اور ابومسلم کے روبرو پہنچ گئی۔

ابومسلم اس وقت سیاہ لباس پہنے ایک مسند پر نیم دراز ہو رہا تھا۔ وہ گلنار کو دیکھکر سیدھا بیٹھ گیا۔ اور عربی زبان میں اس سے کہا "اہلاً بالدہقانہ" یعنی خوش آمدی دہقانہ۔

گلنار۔ (فارسی زبان میں) "میں دہقانہ نہیں بلکہ آپ کی ناچیز کنیز ہوں۔"

ابومسلم نے اس سے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اور گلنار مقابل کے دوسرے قالین پر بیٹھ گئی۔ گلنار اپنی تئیں ایک ایسے شخص کے پاس جسے وہ دل سے پیار کرتی تھی اور جس کے بابت خیال رکھتی تھی۔ کہ وہ بھی اس پر مفتون ہے۔ بالکل خلوت میں پاکر شرم سے کٹی جاتی تھی۔ اور عشق و محبت کے جوش نے اس کے تمام جسم پر لرزہ طاری کر رکھا تھا۔ لیکن اس کی یہ حالت بہت جلد بدل گئی۔ کیونکہ باپ کی یاد۔ اور جس غرض سے وہ آئی تھی۔ اس کے خیال نے اپنی طرف متوجہ بنا لیا۔ چنانچہ وہ اس انتظار میں خاموش بیٹھی رہی کہ ابومسلم کوئی بات چھیڑے تو موقع پاکر کچھ کہے اور ابومسلم نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "میں دیکھتا ہوں۔ کہ تم لوگ اہل فارس کی زبان کے علاوہ ان کی اور کوئی بات محبوب نہیں رکھتے۔ اور باقی ہر ایک طرز و انداز

ہیں تم بالکل عربی بن گئے ہو۔"

گلنار سمجھ گئی کہ ابومسلم کنایۃً اسی سلسلے کو پیش کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے باپ پر موت کا حکم لگایا گیا ہے۔ اور اس نے نظر پھیر کر ابی مسلم کی طرف دیکھا لیکن وہ غور کے ساتھ اس کی صورت نہ دیکھ سکی۔ کیونکہ گلنار کو یہ معلوم کر ابی مسلم کی آنکھوں سے کوئی غیر معمولی چمک اور برق رو ایسی نکل رہی ہے جو اس سے چار آنکھیں کرنے والے کے ہوش و حواس پر قابو کر لیتی۔ اور اس کی نگاہوں کو خیرہ بنا ڈالتی ہے اس واسطے گلنار نے نگاہ نیچی کر لی۔ اور فرش کے نقش و نگار پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "جناب! ہم لوگ عرب کس طرح ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ہم نے اپنے ملکی بھائیوں کی بہتری کے لئے جان و مال کسی شے سے دریغ نہیں کیا۔۔۔ ؟ اور علاوہ ازیں ہم عرب بننا بھی چاہیں تو ہمیں اس کی کون سی راہ مل سکتی ہے۔"

ابومسلم ۔ "یہ نہ کہو۔ تم بھی مجھکو جل دینا چاہتی ہو ؟"

گلنار نے ابی مسلم کی ترش گفتگو سنی تو اس کو معلوم ہو گیا۔ کہ ضحاک نے اس کے ذہن میں ابومسلم کے اس سے الفت و محبت رکھنے کا جو نقش جما یا تھا۔ وہ بالکل غلط بات تھی۔ مگر پھر بھی اس نے ابومسلم کی یہ ترش کلامی اس غصہ پر محمول کی جو اسے اس کے باپ کی طرف سے پیدا ہوا تھا۔ لہذا گلنار نے کہا۔" حاشا وکلا۔ میں اور آپ کو فریب دوں ؟ آپ فریب کھانے والوں میں تو ہیں نہیں۔ بھلا جو شخص اپنی ایک نظر سے لوگوں کے دلی اسرار کا پتا لگا سکتا ہو۔ اور جس کی ذکاوت کے سامنے عقدہ ہائے لاینحل خود بخود حل ہو کر رہ جاتے ہوں۔ اس کو مجھ ایسی ایک حقیر لڑکی کیا فریب دے گی ؟ آپ یقین رکھیں کہ میں جو کچھ عرض کر رہی ہوں یہ بالکل بجا اور درست ہے۔"

ابومسلم ۔ (قطع کلام کرکے) "واقعی تو یہ بات ہے۔ کہ تیرے باپ نے مجھکو دھوکا دیا۔ بظاہر ہمارے ساتھ تقرب اور دوستی نمایاں کرکے ہمیں مدد دینے کا خیال عیاں کیا۔ اور درپردہ وہ ابن کرمانی سے سازش کرکے اپنی بیٹی اس کے ساتھ

Marfat.com

بیاہ دی۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتی ہو؟"

گلنار اس بات کا کیا جواب دے سکتی تھی۔ وہ لاجواب ہو کر مناسب سمجھی کہ اب ابو مسلم کو محبت و الفت کے ذریعہ سے مہربان بنائے لہٰذا۔ اس نے کہا ۔۔۔ "بیشک میرے باپ نے سخت بُرا کیا۔ اور اس کی خطا واقعی بہت بڑی ہے۔ اس نے مجھکو اس عربی سردار سے بیاہ دیا تھا۔ لیکن آہ۔ اگر اُسے میرے دل کی حالت معلوم ہوتی تو وہ ہرگز ایسی حرکت نہ کرتا ۔۔۔ اور پھر بھی اس غریب عربی سردار کی کوئی آرزو بر نہ آئی ہے۔"

ابو مسلم۔ "اوہ۔ ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ تمہارے باپ نے ہم کو دھوکا دیا۔ اس لئے ہم اس کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں۔ اور اب امام کے حسب ہدایت ہمارے لئے اس کا قتل کر دینا جائز ہے۔"

گلنار (بلند آواز سے) "جناب عالی! معاف کیجے۔ اگرچہ میرے باپ کا گناہ بہت بھاری ہے۔ لیکن آپ درگزر فرمائے ۔۔۔ معاف فرمائے۔ کیونکہ یہی شخص اہل عرب کے امیر کی موت اور ان کی کامل بربادی کا عاجل سبب بنا ہے ورنہ وہ اس قدر جلد کیونکر مارا جاتا۔ اور اچھا۔ آپ اس بات کو بھی فرض کیجئے کہ میرے باپ نے اس طرح کی حرکت ابی مسلم کے ساتھ مخالفت رکھنے کے باعث کی تو اس دل (اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے) میں ابی مسلم کی اتنی محبت ہے جس کو ایک کنبہ میں بھی تقسیم کر دیا جائے۔ تو اس کے تمام افراد عاشق ہو جائیں۔" کہنے کو تو گلنار یہ بات کہہ گئی۔ مگر بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ اس نے جلد بازی کی ہے۔ تاہم وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔ اور اب تک جس قدر انتظار کر چکی تھی۔ اس سے زیادہ وہ ابو مسلم کے دل کا حال معلوم کر کے اپنا اطمینان کر لینے کی نسبت انتظار نہیں کر سکتی تھی۔

ابو مسلم نے گلنار کی زبان سے عشق کا ایسے کھلے لفظوں میں اظہار ہونا نہایت حیرت انگیز امر تصور کیا۔ اور شوخ چشمی پر محمول۔ تاہم اس نے

درگزر کر کے جواب دیا۔ "دہقانہ! میں تمہاری اس محبت کا بیحد شکر گزار ہوں۔ اور میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ تم نے خراسان والوں کی بہبودی کے بارہ میں واقعی اور اعلیٰ درجہ کی خدمت انجام دی ہے۔ تاہم تمہاری اس خدمت کی وجہ سے تمہارے باپ کی کوئی برأت نہیں ہوسکتی"

گلنار اپنی گرمجوشی سے بھری ہوئی گفتگو کا ایسا سرد مہری آمیز جواب سنکر سخت پریشان ہوئی۔ اور اس نے بار دیگر زور دیکر کہا۔ "میری اس جان نثاری اور الفت کے مقابلہ میں جو مجھے آپکے ساتھ ہے۔ مجھکو یہ دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے۔ کہ آپ بار بار میرے باپ کی خطا کا نام لیتے جاتے ہیں" ہے؟

ابومسلم "میری محبت؟ نہیں۔ یہ نہ کہو بلکہ میرے دعادی کی محبت اور ملک خراسان کی بھی خواہی کی خواہش کا نام لو"

گلنار۔ (ابومسلم کے محبت سے اس قدر پہلو بچانے اور الفت کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرنے سے حیران ہوکر اور یہ سمجھ کے کہ من چہ می سرائم وطنبورہ من چہ می سرائد) "نہیں اے امیر! بلکہ آپ کی الفت ہیں"

ابومسلم (بیحد روکھے پن سے) "آخر اس الفت کی وجہ؟ عشق و محبت کا نتیجہ شادی کرنا ہوتا ہے۔ اور مجھکو عورتوں کی طرف نام کے لئے بھی توجہ نہیں میں شادی کے جھگڑے میں پڑنا ایک طرح کا جنون تصور کرتا ہوں۔ اور چونکہ ایک شادی کرچکا ہوں۔ لہذا میرے خیال میں انسان کو اپنی تمام زندگی میں ایک بار پاگل بنجانا کافی ہے۔ گلنار! تم خوب کان کھول کر سن لو اگر میں عورتوں کا دلدادہ ہوتا تو اس دعوت کا ایسا سخت کام کبھی انجام نہیں دے سکتا تھا۔۔۔"

گلنار کے دل میں ابی مسلم کی ایک ایک بات تیر ونشتر کی طرح چبھ رہی تھی۔ وہ مایوسی، نامرادی، اور ناکامی کے غم سے دیوانی ہورہی تھی۔ اور اس کا قلب پھٹا جاتا تھا۔ تاہم اس نے اپنے آپکو بہت کچھ سنبھالا۔ اور ضبط سے

Marfat.com

کام بیکر کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔ "تو کیا آپ پہلے ہی سے میری الفت نہیں رکھتے تھے؟"

ابومسلم۔ "تم پر کیا موقوف ہے۔ میں نے آج تک کسی عورت کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اور نہ میرا یہ ارادہ ہے کہ کبھی ایسا لغو کام کروں۔"

گلنار۔ "کیا آپ نے میرے قاصد سے یہ نہیں کہا تھا کہ جس وقت سے آپ کی نظر مجھ پر پڑی ہے۔ میری الفت نے آپ کے دل میں گھر کر لیا ہے کہ آپ شادی کو لڑائی کے جھمیلے سے فراغت حاصل کرنے تک ملتوی رکھنا چاہتے ہیں؟"

ابومسلم۔ (انکار کے انداز سے سر ہلا کر) "خوب! تم کس دھوکے میں پڑی ہو۔ کیا اس بدمعاش منافق کی باتوں میں تم تو نہیں آگئی ہو۔ جس کو میں نے اس کی بددیانتی کی سزا دینے کے لئے قتل کرا دیا؟ کیا تم اس کی بات کا یقین کرتی ہو؟"

گلنار کو اب ضحاک کی وہ ہدایت یاد آئی جو اس نے اپنا حال مخفی رکھنے کے بابت کی تھی۔ اور وہ خاموش رہ گئی۔ لیکن اس کے دل میں یہی خیال جما ہوا تھا کہ ضحاک اس سے فی الواقع سچ کہتا تھا۔ گلنار کو ضحاک کی وفاداری اور خدمتگزاری کا خیال اس پر کبھی شک و شبہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اور وہ سمجھ رہی تھی، کہ ابومسلم نے اس کو اور ضحاک دونوں کو یکساں فریب دیکر علی بن کرمانی کی جان لینے کا ارادہ پورا کر لیا۔ اور اب جو اس کی غرض پوری ہو گئی۔ تو آنکھیں پھیر بیٹھا۔ گلنار نے اس خوف سے کہ مبادا زیادہ بات بڑھانے میں ابومسلم ناخوش ہو جاتے تو اس کو بھی قتل کرا دے۔ کیونکہ یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اپنی ہوش درست کر لئے۔ اور نرمی سے کام لیکر اپنے باپ کی رہائی کی بابت کوشش کرنے کی نیت سے کہا ۔۔۔۔۔۔ "امیرزالا جاہ! آپ برہم نہ ہوں مجھ کو شادی کی غرض سے آپ کے ساتھ الفت نہ تھی۔ بلکہ میں تو آپ کی پاکیزہ عادتوں اور خوبیوں کی دلدادہ تھی۔"

Marfat.com

ابومسلم - (یہ سمجھکر کہ گلنار اس کے غصہ کے خوف سے اب بات بناتی ہے خود بھی سخن سازی کرتے ہوئے) "اور مجھ کو بھی تمہاری نیک دلی خیرخواہی اور اعانت اہل بیت کی وجہ سے تمہارے ساتھ الفت تھی"

گلنار نے ابومسلم کی دنیا سازی کا یقین اور اس بات کا وثوق حاصل کر لیا کہ اسے اس کے ساتھ فی الواقع محبت نہیں ہے۔ تو اس کو معلوم ہوا۔ کہ اب اسکے دل میں ابومسلم کی محبت کے بجگہ پر اس سے عداوت کرنے کا جوش پیدا ہوجاتا ہے۔ لیکن اس وقت اس کو اپنے باپ کی مخلصی کے لئے ضرورت تھی۔ کہ ابومسلم کو نرم بنائے لہذا اس نے کہا۔ "اگر آپ کو میری خدمات کا اعتراف ہے۔ تو میں آپ سے التجا کرتی ہوں۔ کہ میرے باپ کی خطا معاف فرمائیے۔ اور میرا صلہ یہی ہے۔ کہ اس کی جان بخشی فرمائیے"

ابومسلم - تمہارے باپ کی خطا ناقابل معافی ہے۔ اس نے بددیانتی کی اور یہ جرم معاف نہ ہوگا۔

گلنار - "امیر والاجاہ! آپ مان لیجے کہ اس نے بددیانتی کی۔ مگر کیا آپ اس بات کے معاوضہ میں میرے اس کرتوت کی کوئی پروا نہیں کرتے کہ میں نے محض آپ کی مدد کے خیال سے علی بن کرمانی سے بیوفائی کی جو میرا جائز شوہر تھا۔

ابومسلم - "تم نے اس کو میری دعوت کے بارہ میں مدد دینے کے خیال سے ہرگز قتل نہیں کیا۔ بلکہ وہاں تو تم کو میرے عقد میں آنے کی امید اس بات پر آمادہ بنا رہی تھی"

گلنار - "تو کیا یہ بھی میری خطا شمار ہوگئی؟ خیر آپ کچھ بھی سمجھئے۔ مگر میں نے تو آپ کو اس کی جان لینے میں مدد دی۔ اور اس کا خیال نہ کیا۔ کہ وہ میرا شوہر ہے۔ اور آپ اس کے معاوضہ میں میرے باپ کی جان بخش دیجئے"

ابومسلم - (حقارت سے) "خوب! تم اس کو کوئی اپنی قابل تعریف حرکت تصور کرتی ہو؟ یہ تمہاری اعلیٰ درجہ کی بددیانتی اور بیوفائی تھی۔ اب تم

کس برتے پر یہ اُمید کر سکتی ہو۔ کہ میں تم سے شادی کر لوں گا؟ اور مجھکو اس بات کا اطمینان کس طرح ہو کہ تم میری جان کی گاہک بھی نہ بن جاؤ گی!! رہا تمہارے باپ کا معاملہ تو اب اس کے بارہ میں فضول سر نہ کھپاؤ۔ میں تمہاری بات ماننا بھی چاہوں۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ تیر کمان سے نکل گیا"

گلنار۔ (اُٹھکر اور ابومسلم کے روبرو گھٹنے ٹیک کے آنسو بہاتے ہوئے۔ اور اس کے قدم چومنے کے واسطے جھکتے ہوئے "میں آپ کو امام ابراہیم کی قسم دلاتی ہوں جن کے دعاوی کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے ہیں۔ میرے باپ کی خطا معاف کر دیجئے۔ آہ آپ کی بدسلوکی نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔ اب باپ کے سوا کون میری خبر لے گا۔" بڑی مشکلوں سے رک رک کر اس نے اتنی گفتگو کی۔ اور پھر آنسوؤں کا ایسا تار بندھا۔ کہ وہ بول نہ سکی۔

ابومسلم۔ (گلنار کو ہاتھ سے الگ ہٹا کر۔ اور اس کی جانب سے منہ پھیر کے) "میں تجھ سے کہہ چکا ہوں۔ کہ اب یہ بات قابو سے باہر ہو گئی۔ تیر کمان سے نکل گیا۔ اور تیرا باپ زندہ نہیں کیا جا سکتا"

گلنار۔ (چونک کر اور بھرائی ہوئی آواز میں رک رک کے) "ایں! آپ یہ کیا کہتے ہیں؟.. زندہ نہیں۔ کیا جا۔سکتا..؟" اور شدت غم سے آواز رک گئی۔

ابومسلم۔ "بیشک"

گلنار۔ (چیخ مار کر روتے ہوئے) "نہیں۔ نہیں۔ آپ نے ابھی قتل نہیں کیا۔ کل تک اس کا قتل ملتوی کیا تھا۔ خدا کے لئے سچ کہئے.. میری جوانی پر رحم.. میرے باپ کی جان آہ.. بخش دیجے.. میں بیکس.." اور اس قدر زار زار رونے لگی۔ کہ بیہوش ہو چلی۔ مگر گلنار کی اس تمام عاجزی و زاری کا سنگدل ابی مسلم کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ہاں اس نے غریب عورت کے رونے کا جواب دیا تو یہ "اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہونے والی بات ہو گئی۔ اور

Marfat.com

اور تجھے یقین نہیں آتا۔ تو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔" یہ کہکر دستک دی۔ اور ایک غلام حاضر ہوا۔ جس کو حکم دیا کہ "جا کر دہقان کو لے آ۔"

گلنار نے یہ بات سُنی تو اس کی امید کا چراغ گل ہوتے ہوتے پھر روشن ہو گیا۔ اور اُسے خیال ہوا کہ ہنوز اس کا باپ زندہ ہے۔ اس نے غلام کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ جو دربار کی کمرہ کے پہلو میں ایک دہلیز کے اندر گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر میں وہاں سے ایک ڈھکا ہوا خوان لیکر واپس آیا۔ پھر اُسے گلنار کے رو برو رکھکر اوپر سے پوشش اٹھا دی۔ آہ۔ نہ پوچھو کہ گلنار نے کیا دیکھا؟ خوان کے وسط میں اُس کے باپ کا کٹا ہوا سر رکھا تھا۔ خون جم گیا تھا۔ داڑھی، سر اور موچھوں کے بال سب خاک و خون میں لتھڑے ہوئے اور چپٹ کر رہ گئے تھے۔ دونوں آنکھیں کھلی تھیں۔ اور اتفاق سے اس وقت گلنار ہی کی جانب اس کا رُخ بھی تھا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اسی کو دیکھ رہا ہے۔ اور اپنی اس حالت پر توجہ دلا رہا ہو کہ دیکھ حرص و طمع نے میرا یہ انجام کیا۔ جیسے ہی گلنار کی نظر باپ کے خون آلود سر پر گئی بے اختیار اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ اور "ہائے بابا جان" کہکر بیچو دی۔ اور فرط الم سے مجنوط ہونے کی حالت میں اس نے سینہ کوبی کر کے ابو مسلم سے کہنا شروع کیا۔ "ظالم! آخر تو نے اُسے قتل ہی کر دیا۔!! آہ۔ میرا شفیق باپ۔ بے رحم... سفاک تو نے اس کی جان کی رہائے بابا۔" اور پھر اس زور سے دھاڑیں مار کر رونا شروع کیا۔ کہ تمام مکان اس کے نوحہ کی صدا سے گونج اٹھا۔

ابو مسلم۔ (برہم ہو کر) "چپ رہ! ورنہ ابھی تجھ کو بھی خواب عدم بھیجتا ہوں۔"

گلنار۔ (قتل کی دھمکی سن کر۔ اور شدت قلق کے باعث اس کی کوئی پروا نہ کر کے) "ہاں! ہاں!! ظالم بھیج دے۔ مجھے بھی دم میں رد نہ کر دے۔ آہ۔ اب زندگی کا کیا مزہ۔ محبوب نے بیوفائی کی۔ باپ کی جان گئی۔ میں زندہ رہکر کیا کروں۔" اور پھر چیخیں مار کر رونے لگی۔

ابو مسلم نے اور برہم ہو کر اپنے حاجب کو آواز دی۔ اور وہ حاضر ہوا تو اس سے کہا۔ "اس عورت کو عورتوں کے زندان میں لیجا۔ اگر میں اس بات کا خیال نہ کرتا۔ کہ لوگ مجھے عورت پر ہاتھ اٹھانے کا الزام دیں گے تو ابھی اس کی گردن ماری جانے کا حکم دیتا۔"

حاجب نے گلنار کا ہاتھ تھام لیا۔ اور اس کے رونے اور پچھاڑیں کھانے کا کچھ بھی خیال نہ کرتے اُسے کشاں کشاں باہر لیچلا جس وقت وہ گلنار کو دہلیز کے اندر لے گیا۔ تو یکایک اس نے جھک کر خدا جانے گلنار کے کان میں کیا کہدیا۔ کہ وہ رونا دھونا موقوف کر کے سنبھل کر چلنے لگی۔ اور حاجب کے ساتھ دہلیز کے انتہائی کنارہ پر پہنچ گئی۔ تو اس کے ایما سے وہاں رکھا ہوا ایک جوڑہ مردانہ کپڑوں کا اٹھا کر پہن لیا۔ پھر یہ دونوں پہرہ کے سپاہیوں اور دربانوں کے سامنے ہوتے ہوئے محل سے صاف نکلے چلے گئے۔ کسی نے ان کو روکا نہیں۔ کیونکہ ہر شخص یہی خیال کرتا تھا کہ حاجب اور اس کا ساتھی کوئی خدمتگار جا رہے ہیں۔ دارالامارۃ سے باہر نکل کر حاجب گلنار کو یہاں تک گلیوں سے راستہ سے جہاں بہت کم لوگوں کی آمدرفت ہوتی تھی دروازہ شہر سے ملی ہوئی ایک سرا میں لے گیا۔ اور ایک کوٹھڑی میں جس کے اندر جانے کیلئے ٹوٹے پھوٹے درجوں کا زینہ طے کرنا پڑتا تھا۔ داخل ہوا۔

اس وقت تک گلنار اور حاجب دونوں بالکل خاموش رہتے ہوئے آتے تھے۔ مگر اب کوٹھڑی میں پہنچ کر گلنار نے کہا۔ "صالح! تم کس طرح بروقت میری مدد کو آسکے؟" اخاہ! اب معلوم ہوا یہ حاجب ہماری مہ پارہ گلنار کا وفادار خادم صالح (یا ضحاک) تھا جس نے جواب میں کہا ——— "بانو! دیکھئے میں آپ سے کہتا نہ تھا۔ کہ یہ بدمعاش ابو مسلم حرفوں کا بنا ہوا آدمی ہے؟ کیا صاف نکل گیا کیا عرض کروں۔ کمبخت اس قدر بنا بنا کر آپ کی الفت کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ کہ مجھے بھی یقین ہی آگیا۔ اور آخر اس نے ہم کو جُل دیکر اپنا الو سیدھا کر لیا۔ افسوس! میں مجبور تھا کہوں۔ کہ وہ جھوٹا ہے۔ اب تو اس کی بات بن گئی ہے۔ اور ہم بے بس

Marfat.com

ہیں۔ آہ۔ ظالم نے میری بھی جان لی اٹھی۔ مگر قسمت نے مجھے بچا دیا۔ اور مجھکو قے ہوگئی۔ اس لئے تمام زہر فوراً پیٹ سے نکل گیا۔ ورنہ آج میں کس طرح آپ کی مدد کر سکتا۔ وہ تو مجھکو مردہ سمجھ رہا ہے۔ اور اس نے آپ سے کہا بھی تھا۔ کیوں یاد ہے نا؟ میں کیا جانتا تھا۔ کہ وہ آپ کو اس قدر دُکھ دے گا۔ ورنہ آپ کو وہاں جانے ہی نہ دیتا۔ مگر نہیں۔ آپ میرا مشورہ کیوں مانتیں۔ آپ کو تو محبت نے دنیا ومافیہا سے بے خبر کر رکھا تھا۔ آپ اُسے فرشتہ تصور کرتی تھیں۔ دیکھا۔ کہ وہ کیا سنگدل اور بے رحم ہے۔ مجھے کو مجھے پہلے سے فکر پڑ گئی تھی۔ کہ آپ کے لئے مدد کا سامان کر لوں۔ چنانچہ میں نے حاجب سے یارانہ بنا کر اُسے بیہوشی کی دوا کھلا دی۔ اور خود اس کا لباس پہن کے اس کی جگہ جم گیا۔ پھر اس طرح آپ کو آفت سے بچا لایا۔"

گلنار۔ صالح کی گفتگو سنتے ہوئے یہ خیال کرتی تھی۔ کہ وہ کوئی سخت پریشان خواب دیکھ رہی ہے۔ آج رات میں اس پر جیسے عجیب وغریب واقعات گزرے۔ اُن کا تصور گلنار کے ناز پروردہ دل کو غم والم کے آہنی شکنجے میں دبا کر مسلے ڈالتا تھا۔ آہ۔ باپ کا کٹا ہوا سر طشت میں خاک وخون سے آلودہ رکھا ہوا اس کی نظروں تلے پھر رہا تھا۔ ابو مسلم جس پر وہ ہزار جان سے فدا تھی۔ (کے سخت اور دل توڑنے والے الفاظ) اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ وہ اس وقت یاس وحرمان کے ناپیدا کنار سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ فرط قلق کے باعث آنسو تک خشک ہو گئے تھے۔ اور اُسے رونا بھی نہیں آتا تھا۔ بس ایک جانگزا سکتہ اس پر طاری تھا۔ اور تمام دنیا اس کی نظروں میں تاریک ہو رہی تھی۔

صالح نے دیکھا۔ کہ گلنار اس وقت صدمہ وقلق سے مبہوت ہو رہی ہے۔ تو اس سے روئے سخن پھیر کر کہا— "آپ اجازت دیں۔ تو میں جا کر ریحانہ کو بلا لاؤں؟"

گلنار ریحانہ کا نام سنتے ہی جیسے کسی گہری نیند سے چونک پڑی۔ اور جھلا

کے ساتھ رکھتے ہوئے آواز سے کہنے لگی۔ "ضرور۔ ہاں۔ خدا حافظ۔ جاؤ" پھر گلے میں پھندا پڑ گیا۔ اور وہ چپ ہو کر رہ گئی۔

صالح ۔ "تو آپ میرا یہ جبہ اور ٹوپی اتار دیں جو آپ پہنے ہیں"

گلنار نے وہ کپڑے جو دہلیز میں صالح نے اُسے پہنائے تھے، اتار دئے۔ اور صالح یہ کہتا ہوا کوٹھری کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ "آپ یہیں بیٹھی رہیں۔ خبردار باہر نہ نکلئے گا۔"

انیسواں باب

انقلاب عظیم

اک رنگ پر نہ رہنا یاں کا عجب نہیں ہے
کیا کیا نہ رنگ لائے تب یہ جہاں بنایا (میر)

صالح کے چلے جانے کے بعد گلنار نے کوٹھری کی حالت پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔ اب تک اس کی طبیعت ٹھکانے۔ اور اس کے حواس اس قدر درست نہیں ہو سکے تھے۔ کہ وہ اپنے اس نئے مکان کی ہیئت کذائی پہ غور کرتی۔ کیونکہ پہلے تو آج شام کے بعد سے اب تک پیش آنے والے ہولناک واقعات نے اس کی عقل گم کر رکھی تھی۔ اور پھر صالح کی باتوں میں الجھی رہی۔ مگر اب اُسے خلوت نصیب ہوئی۔ اور تنہائی میں بجز اس کے کہ خیالات کے متلاطم سمندر میں غوطے کھانے کے کوئی اور مشغلہ نہ مل سکا۔

اور گلنار نے کیا دیکھا؟ اپنے باپ کے ایوان امارت اور قصر دولت کی جگہ ایک نہایت ہی تنگ و تاریک کوٹھری جس کی دیواروں کو نمی سے زائد شوریت نے کھا لیا تھا۔ چھت دھوئیں سے بالکل سیاہ ہو رہی تھی۔ اور زمین پر خاک آلودہ ٹکڑے

Marfat.com

بکثرت جالے قدرتی چھت گیری تان رہے تھے۔ زمین پر ایک بوسیدہ اور جابجا سے پھٹی ہوئی چٹائی بچھی تھی جس پہ ایک میلا کچیلا مختصر سا فرش وہ بھی ہزاروں جگہ سے پھٹا ہوا پڑا تھا۔ پھر اس پر گرد و غبار اتنا جما تھا کہ زمین بالائے زمین یا بالائے فرش بن گئی تھی۔ غرضکہ در و بام سے وحشت برستی تھی۔ اور پھر چراغ کی مٹی مٹی روشنی اور بھی مکان کا بھیانک پن بڑھانے میں معین تھی۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ گلنار کے دل پہ اس منظر نے کسی قسم کا اثر ڈالا۔ البتہ اتنا دیکھا گیا کہ اس نے دبی ہوئی آہ کے ساتھ پہلے اپنا سینہ اور پھر سر تھام لیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ خفقان کے زور نے چھاتی پکڑنے کی صلاح دی تھی۔ کہ سنتے ہی ہیں دلی صدمات کے ابخرات دماغ کی طرف چلے۔ اور سر میں چکر اور درد پیدا کر کے اس کی فکر لینے پر مجبور بنا گئے۔ سر پکڑ کے گلنار نے اپنے دل سے یوں باتیں کرنی شروع کیں۔ "آہ۔ کیا ہو گیا؟ کہاں وہ راحت و آرام کہاں یہ نکبت و مصیبت ہائے بابا جان! تم دنیا سے اچھے گئے۔ یتیم و بیکس گلنار کی خرابی ہے۔ اُف میں نے کیا کیا منصوبے باندھ رکھے تھے؟ ابومسلم۔ آہ۔ کمبخت کی محبت نے دل و جگر پھونک دیا۔ سچ ہے معشوق بے درد ہوتے ہیں۔ مگر نہیں۔ یہ جفائے معشوقانہ تو نہیں۔ وہ تو خونخوار ہے۔ ظالم سفاک ہے۔ آہ۔ آہ۔ دل! تیرا خانہ خراب ہو۔ تو نے مجھے دو جہان سے کھو دیا۔ یہ سب آفت تو نے ہی میرے سر پہ نازل کی ہے۔ تو جس کو پیار کرتا تھا۔ وہی دشمن جان نکلا۔ میرے باپ کو قتل کر دیا۔ اُف۔ پھر اس کا کٹا ہوا سر میرے روبرو لا رکھا۔ ہائے۔ بیوفائی اور اتنی؟ ابومسلم! کون ابومسلم؟ وہی پیارا۔ نہیں نہیں پیارا کیسا؟ وہ تو میرے خون کا پیاسا تھا۔ اس نے میرے قتل پہ کمر باندھی۔ میرے باپ کی جان لی۔ اب اس سے محبت کیسی؟ میں اپنی اس بربادی کا اس سے انتقام لوں گی۔"

اس مقام پہ پہنچ کر گلنار کو ایک اپنی طبیعت میں عجیب انقلاب ہوتا ہوا ہوا۔ ابومسلم کی محبت کی جگہ پہ اب اس کی عداوت گھر بنا چلی۔ اور اُسے ابومسلم

Marfat.com

کا تصور کرنا بھی وبال جان معلوم ہونے لگا۔ سچ ہے۔ عاشقوں کے دلوں کی بھی
کیفیت ہوتی ہے۔ عاشق کا قاعدہ ہے۔ کہ جب وہ اپنے محبوب کو بیوفائی پر
آمادہ پاتا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ پہلے اس پر جان نثار کرتا تھا۔ اب جان کا
گاہک اور اس سے انتقام لینے پر تیار ہو جاتا ہے۔ پھر خاص کر گلنار جس نے
ابو مسلم کی الفت میں بہت سے ناکردنی کار کر ڈالے تھے۔ اور اب ابو مسلم نے
اُسے رو برو دھتکار بتا دی اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اور طرہ براں خود گلنار
کو قتل کر دینے کی دھمکی دی۔ اگرچہ فی الحقیقت ابو مسلم بیوفائی کا مرتکب نہیں ہوا
تھا۔ کیونکہ اُسے گلنار سے الفت ہونا درکنار وہ عورتوں کی جانب مائل ہونا بھی
جنون تصور کرتا تھا۔ ابو مسلم کے دل میں الفت ومحبت کا نام بھی نہیں گزرتا تھا۔
اور وہ اس درد کا لذت گیر ہونا کیا فطرتاً ایسی پاکیزہ چیز سے دور تھا۔ تاہم گلنار کو ضحی
نے بیان کا وثوق ایسا ہی خیال دلاتا تھا۔ کہ ابو مسلم نے اس سے بیوفائی کی ہے۔
ابو مسلم نے جیسی طبیعت پائی تھی۔ اس کا وجود آدمیوں میں شاذ ونادر ہے۔ اور خدا
کا شکر ہے۔ کہ ایسے قسی القلب لوگ اس نے کم پیدا کئے۔ اس واسطے کہ درد دل
اور محبت انسانیت کے تاج کا وہ تاباں گوہر ہے جس کی چمک دمک سنگدلی کی تاریکی
شاقی دراس دمواست کا چاند نا پھیلاتی ہے۔ محبت ہی اخلاق کی اصل اور
شفقت ورحم کی ماں جائی بہن ہے۔ اگر یہ جواہر اعلیٰ انسان کے خمیر میں ودیعت
نہ رکھا گیا ہوتا۔ تو ایک آدمی دوسرے کو کھا جاتا۔ اور دنیا سنگدلی کا اکھاڑا
ہوتی جہاں قوت حیوانیہ کا زور کمزوروں کی ہستی مٹانے پر تلا رہتا۔ البتہ یہ بیرحمی
اور قساوت کچھ جنگجو لوگوں کے ہی شایاں ہے۔ خاص کر اس زمانہ میں جبکہ
قوت وزور ہی اپنی آب وتاب دکھاتے تھے۔ اور ابو مسلم میں یہ بات اعلیٰ درجہ
پر پائی جاتی تھی۔ اس کو اپنے راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے کا قتل کر دینا کوئی بات
ہی نہ تھی۔ وہ اپنے باپ اور حقیقی بھائی سے بھی درگزر کرنے والا نہ تھا۔ پھر نفقات
مرد کی کیا ہستی تھی جس کو وہ چھوڑ دیتا۔ کاش ابی مسلم کے پہلو میں محبت کرنے

Marfat.com

ڈالا ول ہوتا۔ تو کبھی ممکن نہ تھا کہ وہ گلنار کی فریاد وزاری سے متاثر نہ ہوتا۔ اور گلنار کی محبت کا یہ معاوضہ دیتا۔ کہ اس کے باپ کا کٹا ہوا سر اس کے روبرو رکھوا دے۔ دیر تک گلنار ایسے ہی پریشان خیالات میں اس طرح مستغرق رہی کہ اس کو اپنے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ مگر آخر سوچتے سوچتے دماغ تھک گیا۔ تو اس نے پھر نظر اٹھا کر کوٹھڑی کی وحشت انگیز دیواروں کو دیکھا۔ اور اس بھیانک مکان میں اپنی تنہائی۔ اور باپ کے مقتل کی یاد سے اس پر رنج والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا اور وہ رونے لگی۔ گلنار رو تی تھی۔ اور خوف کے مارے آواز سے رو نہیں سکتی تھی۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کوئی اس کی گریہ وزاری سُن کر کوٹھڑی میں چلا آئے۔ جہاں وہ بالکل تنہا ہے۔ اور کوئی نئی آفت کا سامنا ہو۔ اب گلنار کو اپنی مصیبت کی حقیقت کھل رہی تھی۔ کیونکہ مصیبت اور چوٹ کا عام قاعدہ ہے۔ کہ یکا یک ان کی پوری کیفیت محسوس نہیں ہوتی۔ بڑی سے بڑی آفت بھی پہلے معمولی بات نظر آتی ہے۔ مگر جس قدر دیر ہوتی جائے اسی قدر مشکلات اور پریشانیوں کی وسعت کا اندازہ ملتا جاتا ہے۔ پھر اگر مصیبت زدہ نے صبر سے کام لیا تو وہ آفت ہلکی ہو کر رفتہ رفتہ زائل ہو جاتی ہے۔ اور بیقراری کے ہاتھوں میں جا پھنسا تو ایک حصہ تکلیف دس حصہ اور بڑھ جاتی ہے۔ گلنار کی بھی یہی حالت تھی۔ یکا یک جیسے سخت صدمات اُسے پہنچے تھے۔ ابتداً تو اس کو اُن کا احساس نہیں ہوا۔ لیکن بعد میں جب اُسے غور کرنے اور اپنے تصورات کو وسعت دینے کا موقع ملا تب اس پر آفت و مصیبت کی عظمت کا حال کھلا۔ اور پھر ہر ایک بات میں ابومسلم ہی ان تمام مصیبتوں کا بڑا سبب نظر آیا تاہم اب تک ابو مسلم کا تصور آتے وقت گلنار کو اس کی طرف ایک طرح کا میلان خاطر محسوس ہوتا تھا۔ اور یہ اس پہلی الفت کا باقیماندہ حصہ تھا۔ جو اُسے ابومسلم کے ساتھ تھی۔ اگرچہ اب یہ احساس چشم زدن سے بھی کم عرصہ میں فنا ہو جاتا تھا۔ اور اس کی جگہ غصہ، عداوت، اور خواہش انتقام کا جوش دل میں پیدا

Marfat.com

ہو کر گلنار کو ابو مسلم سے اپنی ذلتوں کا بدلا لینے پر مستعد بنا دیتا تھا۔

غرضکہ اسی طرح کے پریشان کن خیالات نے گلنار کو اس قدر تھکا دیا۔ کہ اس پر ایک طرح کی غفلت کھویا نیند۔ جو کچھ بھی تصور کر و، طاری ہو گئی۔ اور آنکھ لگتے ہی گلنار کو ایک لمبا چوڑا خواب نظر آیا جس میں اس نے ابو مسلم کو اسی شان محبوبیت کے ساتھ اپنے روبرو جلوہ گر پایا جس شان سے پہلی بار اُسے اپنے باپ کے یہاں دیکھا تھا۔ آہ۔ گلنار نے دیکھا۔ کہ ابو مسلم اس سے اپنی بدسلوکیوں کی معافی مانگتا۔ اور ظلم وستم سے توبہ کر کے بر سر لطف آتا ہے۔ گلنار اس کو جلی کٹی بھی سناتی ہے۔ مگر وہ عذر خواہی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ اُف کیا یہ وہی سنگدل ابو مسلم ہے۔ جس نے اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اور اُسے بُری طرح دھتکار بتائی؟ نہیں نہیں۔ گلنار کو خواب میں اپنے محبوب کے بر سر وفا ہونے کا مشاہدہ اس بات کا وہم دلایا گیا۔ کہ اس کی جفا کاری کا واقعہ ایک خواب و خیال تھا الدر واقعی یہ حالت ہی جس کو وہ اب دیکھتی ہے۔ گلنار اس دل خوش کن خواب کو دیکھتے ہی چونک پڑی۔ اور آنکھیں مل کر اُٹھ بیٹھی۔ اس وقت اُسے اپنی بیداری خواب اور اپنا خواب بیداری کا عالم نظر آتا تھا۔ ابو مسلم کی تصویر خیالی ہنوز اس کی آنکھوں کے سامنے نصب تھی۔ اور اسی انداز دلربائی کے ساتھ جلوہ گر۔ گلنار نے شکوہ و شکایت کے انداز پر اس سے کہا۔ "کیوں او سنگدل! کیا تیرے نزدیک محبت کی یہی شرطیں ہیں؟ ۔۔ آہ۔ تو نے میرے باپ کو قتل کیا۔ اور پھر مجھ کو بھی قتل کی دھمکی دی جس کی وجہ سے میں آفت کی ماری جان بچا کر بھاگی ہوں اور آوارہ و سرگرداں ہوئی؟"

گلنار اپنے دل سے یوں ہی باتیں کر رہی تھی۔ کہ یکایک اسے اپنے قریب ہی کھڑکھڑ کی آواز سنائی دی۔ اور یہ نظر آیا۔ کہ کوئی چیز اس کے سامنے سے تیر کی طرح نکل گئی ہے۔ گلنار اچھل کر بیٹیا بانہ کھڑی ہو گئی۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اور غور سے دیکھنے لگی۔ کہ آخر یہ کیا چیز تھی۔ گلنار کو معلوم ہوا۔ کہ

Marfat.com

ایک موٹا سا چوہا دیوار کی کسی بل سے نکل کر دوسری بل میں چلا گیا ہے۔ اس کے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور وہ اس چٹائی پر بیٹھنے سے ڈر کر گھبراہٹ میں اٹھی ہی تھی۔ کہ اس مرتبہ پہلے سے بھی بڑھکر چوہوں کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ایک اور چوہا فرش کے نیچے چھپا بیٹھا تھا۔ وہ بھڑک کر چٹائی پر اس زور سے بھاگا۔ کہ تمام کوٹھری میں کھڑ بڑاہٹ کی صدا گونج اٹھی۔ اور گلنار کو اب چٹائی پر قدم رکھنے سے خوف آنے لگا۔ لیکن مجبور تھی۔ جاتی کہاں اور کرتی کیا۔ باہر نکلنا مشکل کوٹھری میں ٹھہرنا دشوار عجب کشمکش میں گرفتار تھی۔ کہ یکایک صالح کی آواز سرا کے صحن میں سنائی دی۔ اور گلنار کے جان میں جان آئی۔ گلنار آواز سن کر اس انتظار میں تھی۔ کہ اب صالح آتا ہے۔ مگر اُسے دیر ہوئی۔ اور اس کی گھبراہٹ بڑھی۔ وقت یہ تھی۔ کہ گلنار چوہوں کے خوف سے حس و حرکت کرنا کیا سانس تک نہیں لیتی تھی۔ چند منٹوں کا انتظار بھی اس وقت گلنار کو برسوں کا زمانہ معلوم ہوا۔ اور آخر خدا خدا کرکے اس کے کان میں صالح کی دوبارہ صدا آئی جو کسی کو حکم دے رہا تھا۔ " دیکھو سب سامان تیار کر لو میں ابھی آتا ہوں۔" پھر سیڑھیوں پر کسی کے پیروں کی آہٹ ملی۔ اور گلنار لپک کر دروازہ کھولنے کو بڑھی۔ دروازہ کھول کر اُس نے دیکھا۔ کہ صالح تنہا آیا ہے۔ اور اس نے گھبرا کر پوچھا۔ —" ابن ریحانہ۔ کہاں ہے؟"

صالح۔ " وہ بھی نہیں ہے۔ چلئے آپ جلد چلئے اس وقت بات کرنے کا موقع نہیں ہے۔ ورنہ شہر کے دروازے بند ہو جائیں گے۔ گھوڑے وغیرہ تیار کھڑے ہیں۔ بس جلد نکل چلئے۔" اور یہ کہ کر چشم زدن میں اپنے وہ کپڑے اتار ڈالے۔ جو حاجب کے لباس پر پہن رکھے تھے۔ پھر کوٹھری سے باہر چلا۔ گلنار صالح کے ساتھ سایہ کی طرح چلی۔ تو مگر رنج و حیرت نے اس کے دل و دماغ کو اس وقت بالکل بے قابو بنا رکھا تھا۔ قدم قدم پر اپنے دامن سے اُلجھتی۔ اور لڑکھڑاتی ہوئی بمشکل ان ناہموار زینوں کو جن میں سے ایک

بھی مسلم نے تقاضے کر کے سرا کے صحن میں پہنچ گئی۔ اور وہاں تین گھوڑے کسے کسائے تیار کھڑے پائے۔ ریحانہ بھی موجود تھی۔ صالح نے ایک ایک گھوڑی پہ ریحانہ اور گلنار کو سوار کرا دیا۔ اور گھوڑوں کے واپس لانے کے لئے جو آدمی اجرت پر ساتھ لیا تھا اُسے گلنار کے ساتھ چلنے کا حکم دیا تاکہ وہ اس کو سنبھالے رہے۔ پھر خود بھی سوار ہوا۔

یہ سواروں کی جماعت سرا سے نکل کر شہر کے دروازہ کی جانب بڑھی اس وقت ان پر عجیب طرح کا سکوت طاری تھا۔ اور گلنار کے دل میں ایسی عجلت اور بھاگڑ کا باعث دریافت کرنے کی خواہش موجزن ہو رہی تھی۔ دس پندرہ منٹ کے وقفہ میں یہ لوگ شہر کے دروازہ پر پہنچ گئے جو اس وقت حسب معمول بند تھا۔ کیونکہ رات ہوتے ہی تمام دروازے مقفل ہو جاتے تھے۔ صالح نے اپنا گھوڑا کسی قدر بڑھا کر دربان کو تحکمانہ لہجہ میں یوں ڈانٹ بتائی "کیا ہے کہ دروازہ اب تک بند دیکھا جاتا ہے؟ کیا تم کو ابھی کچھ دیر پہلے امیر کا یہ حکم نہیں پہنچا تھا کہ دروازہ کھلا رکھو؟ ہاں معلوم ہوا چین مناتے اور پڑے سویا کرتے ہو۔ اور فرضِ منصبی کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے۔" دربان صالح کو اس قدر جرأت کے ساتھ باتیں کرتے۔ اور اُسے حاجبوں کا لباس پہنے دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ فی الواقع ابھی کچھ ہی دیر قبل کھانا کھانے گھر گیا تھا۔ اور جیسے ہی واپس آیا۔ ان لوگوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ لہٰذا وہ ڈرا کہ شائد میری غیر حاضری میں کوئی آدمی امیر کا حکم لیکر آیا ہو۔ اور ایسا نہ ہو۔ ان لوگوں کی نسبت کوئی تحقیقات کرنے میں دیر لگاؤں۔ تو امیر تک شکایت جائے جس کا نتیجہ بہت بُرا ہے۔ لہٰذا وہ معذرت کرنے لگا۔ اور صالح نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ اب بھی تم بہت جلد دروازہ کھول دو۔ ہمیں بہت عجلت سے جانا ہے۔ اور ہم اس وقت تمہاری باتوں کو سُن نہیں سکتے چلو جلدی کرو۔"

Marfat.com

دربان نے ڈر کے مارے بہت جلد دروازہ کھول دیا۔ اور یہ لوگ بڑی پھُرتی کے ساتھ شہر کے باہر نکلتے ہی گھوڑوں کو ایڑ بتا کر چلائے۔ رات کا اندھیرا ان کو کسی وقت میں نہ ڈال سکا۔ اس واسطے کہ صالح اس سرزمین کے چپّہ چپّہ سے آگاہ تھا۔ اور وہ بہت جلد اپنے مقام مقصود کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ سب شہر سے دور نکل گئے۔ تو صالح نے اپنا گھوڑا گلنار کے گھوڑے سے برابر کرلیا اور اس سے دریافت کیا۔ "کیوں بانو! آپ کو تھکن تو نہیں معلوم ہوتی؟"

گلنار۔ "ہاں۔ میں سخت تھک گئی ہوں۔ اور پھر سخت حیرت ہے کہ تم نے اتنی جلدی کیوں مچا رکھی ہے۔ آخر اس بھاگنے کا سبب کیا ہے؟"

صالح۔ "محل میں داخل ہوکر آپ کو سب باتیں بتا دوں گا"

گلنار۔ "کون سا محل؟"

صالح۔ "آپ کے والد ماجد کا محل۔ اور کون؟ یہ کیا ہے سامنے"

گلنار کو اپنا گھر نزدیک دیکھ کر کچھ اطمینان سا ہوگیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ جماعت دہقان مرد کے محل کے پھاٹک پر تھی۔ صالح کی پکار اور گلنار کی آواز سُن کر دربان نے پھاٹک کھولا۔ اور ان لوگوں نے اندر جاکر باغ میں گھوڑے روک لئے پھر اُتر پڑے۔ اور ساتھ آنے والے شخص کو زرِ اُجرت اور گھوڑے دے کر واپس کر دیا۔ محل کے سب لوگ سو رہے تھے۔ رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی۔ دہقانہ گلنار نے دربان کو ہدایت کردی۔ کہ خبردار کسی کو بیدار نہ کرنا اور پھر ریحانہ اور صالح کو ساتھ لیکر اپنے باپ کے دیوان خانہ میں داخل ہوئی جہاں پہنچ کر اُس نے فوراً صالح سے یہ سوال کیا — "صالح! تم نے تو مجھ کو عجب خلفشار میں ڈال رکھا ہے۔ آخر بات کیا ہے؟ کچھ مجھکو بھی بتاؤ۔؟"

صالح۔ "بانو! آپ کیا دریافت کرتی ہیں؟ جو امر آپ سننا چاہتی ہیں۔ وہ موجودہ مصائب سے بہر رہا بڑھ کر ہے۔۔ مگر پہلے آپ مجھ کو اجازت دیجئے۔ کہ آپ کے اصطبل سے فوراً کافی سواریوں کا سامان کرلوں۔ اور ان کو تیار

ہو جانے کا حکم دیدیں۔ پھر آپ سے سب حال عرض کروں۔ کیونکہ اب ہم کو اس جگہ ٹھہرنا نہ چاہیئے۔ اور فوراً آگے روانہ ہونا ضروری ہے۔"

گلنار۔ "بہتر ہے۔ جو تم کرنا چاہتے ہو۔ ویسا انتظام کرو۔" اور صالح بہت جلد سائیسوں کے داروغہ اور افسر اصطبل کو شائستہ اور تیز گام گھوڑوں کی تیاری کا حکم دیکر پھر گلنار کے پاس واپس آگیا۔ جو اس کے انتظار میں انگاروں پر لوٹ رہی تھی۔ اور صالح نے دوزانو مودب بیٹھکر کہنا شروع کیا۔ "بانو! ہاں اب سنیئے کہ اس عجلت کی کیا وجہ ہے۔ میں جو آپ کو سرا میں چھوڑ کر ریحانہ کو بلانے گیا۔ تو دارالامارۃ کے نزدیک لوگوں کو ایک طرح کی تشویش میں مبتلا دیکھا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا۔ کہ ابو مسلم کو آپ کے بھاگ جانے کا علم ہوگیا ہے۔ اور دارالامارۃ کے ہر ایک گوشہ کی تلاشی لیجا رہی ہے۔ وہاں پتا نہ لگنے کی صورت میں شہر کے دروازوں پر بغیر پروانگی کسی کے گزر سکنے کی ممانعت ہوجاتی اور شہر میں جستجو ہوگی۔ بس اتنا معلوم کر کے میں فوراً ریحانہ کو لیتا ہوا سرا میں آیا اور شہر سے نکل چلنے کا بندوبست کرلیا۔ خیر شکر ہے۔ کہ ہم زندہ وسلامت نکل آئے۔"

گلنار۔ (صالح کی خوش تدبیری اور خیر خواہی کی تعریف کرتے ہو۔) "شاباش! تم واقعی نمک حلال شخص ہو۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ اب اس محل سے بھاگ چلنے کی تیاریاں کیوں ہیں؟"

صالح۔ "بانو! کیا عرض کروں۔ صبح کو ابو مسلم آپ کو شہر میں نہ پا سکیگا تو فوراً اس محل کی طرف بھی کچھ فوج روانہ کرے گا۔ اور اس کے علاوہ جس وقت اس نے آپ کے مرحوم نہیں۔ بلکہ شہید والد ماجد کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ تو یہ بھی کہا تھا۔ کہ اس کا ایوان اور تمام ساز وسامان بھی ضبط کرلے گا۔ اس لئے آپ یہاں ٹھہر کر کیا کرلینگی؟ ابو مسلم حکمران ہے۔ اور حکمراں بھی کیسا؟ پرلے درجہ کا بےرحم وسنگدل۔"

گلنار اس بات کو سن کر دم بخود رہ گئی۔ آہ اس نے خیال کیا تھا۔ کہ اب وہ اپنے باپ کے گھر میں مقیم رہ کر آرام کی زندگی بسر کرے گی۔ اور کسی نامی دہقان سے نکاح کر کے دنیا کا سکھ دیکھے گی لیکن صالح کی بات نے اس پر ایک نیا کوہ اَلم توڑ دیا۔ اور گلنار بے اختیار رو کر کہنے لگی۔ "آہ اس ظالم نے اب تک جتنی بدسلوکیاں کیں کیا یہی کافی نہ تھیں؟ جواب وہ میرے مال و متاع اور ملک پہ بھی دانت رکھتا ہے"۔ یہ کہکر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ اور ریحانہ نے بھی رونے میں اس کا ساتھ دیا۔

صالح۔ (تسکین دیتے ہوئے) "بانو! خدا کے لئے صبر کیجیے اور عقل سے کام کیجیے۔ اس وقت رونا دھونا بالکل بے سود ہے۔ اور اس سے مصیبت کم ہونے کی جگہ المضاعف ہوتی ہے۔ یہ دنیاوی مال و منال اسی وقت تک کام کا ہے۔ جب تک جان سلامت ہے۔ ورنہ موت کے بعد اس کا کچھ نفع نہیں۔ آپ ابو مسلم کو کھیلنے دیجئے۔ وہ اپنے دل کی صلاح پر کام کرے۔ پھر آپ دیکھینگی۔ کہ خدا کے حکم سے اس کو اپنے کرتوتوں کی کیسی سزا ملتی ہے۔ میں اس سے ایسا بدلہ لوں گا۔ کہ آپ ان تمام تکلیفوں کو بھول جائیں گی"۔

گلنار نے صالح کو ابو مسلم سے انتقام لینے کا وعدہ کرتے سنا۔ تو وہ اپنے دل میں بیحد مسرور ہوئی۔ خاص کر اس لئے کہ اسے اس بارہ میں خود کچھ تحریک کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اور صالح آپ ہی سلسلہ جنبان ہوا۔ گلنار نے مسرت آمیز استفہام کے لہجہ میں کہا۔ "کیا تم میری مصیبتوں کا اس سے انتقام لینے پر تیار ہو؟"

صالح۔ "نہ صرف آپ کے لئے بلکہ اپنے واسطے بھی کیونکہ اس نے مجھپر بھی تو ہاتھ صاف کیا تھا۔ لیکن خدا نے میری مدد کی۔ اور شائد میں اسی واسطے زندہ رہ گیا۔ کہ آپ کے اس وقت میں کام آؤں۔ اور اس سے آپ کا بدلہ نکالوں"۔

Marfat.com

گلنار - (بات کاٹ کر) "یہ بھی تقدیر کی اتفاقات ہیں - اور اگر تم نہ ہوتے تو مجھکو نہیں معلوم کیا - آفت پیش آتی - اور کیا ہی گزرتی - خیر - اب تم بتاؤ کہ کیا کرنا چاہیئے ؟"

صالح - "ہاں - اب یہ کرنا ہے - کہ جس قدر ہلکی اور قیمتی چیزیں گھر میں ہیں - ان کو اپنے ساتھ لے لیجے - اور باقی امور کی نسبت میں جو کچھ کروں - اسی پر قانع رہیے"

گلنار نے اس بات کو بخوشی مان لیا - اور فورًا جملہ قیمتی تحائف اشرفیاں روپیے، جواہرات اور بیش بہا فاخرہ لباس خزانہ اور توشکخانہ سے نکلوا لئے گئے - تقریبًا دو خچروں پر بار کرنے کے قابل سامان فراہم ہوگیا - اور ایک مختصر سا سفری خیمہ ساتھ لے لیا گیا - ریحانہ کے مشورہ سے دو تین قابل اعتماد وفادار ملازموں کو بھی ساتھ لینے کی تجویز طے پاگئی - اور جس وقت یہ تیاریاں مکمل ہوچکیں تو صالح نے گلنار سے کہا ـــــ "بانو! آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کریں کہ اس وقت آپ نے جس کام کا قصد کیا ہے - وہ نہائت دشوار اور سخت ہے - آپ کو مردانہ اطوار اختیار کرلے ہوں گے - اور ضعف نسوانی کو طبیعت پر کبھی قابو پانے کا موقع نہ دیجئے گا - ہمارا عمل نہائت صبر اور بڑی تدبیر سے کام لینے کا محتاج ہے - اس واسطے میں ابھی عرض کرتا ہوں - کہ اگر آپ سے سفر کی مشکلیں نہ اٹھائی جاسکیں یا آپ کو انتقام لینا منظور نہ ہو تو پھر بیکار اپنی جان کو ہلکان نہ کیجیے - اور یہیں بیٹھی رہیے"

گلنار - "صالح! تم یہ کیا کہتے ہو؟ اگر مجھکو انتقام کشی کا خیال نہ ہو تو بھی میں یہاں کیونکر رہ سکتی ہوں؟ اور کیونکر ممکن ہے - کہ جس شخص نے مجھے خانمان برباد بنایا، گھر سے آوارہ کیا میرے باپ کی جان لی اور مجھ سے بیوفائی کرکے میری جان لینے کے بھی درپے ہوا - میں اس سے ان بدسلوکیوں کا معاوضہ نہ لوں؟ نہیں نہیں - اس کی بیوفائی نے میرے دل میں آگ لگا دی ہے - میں جوش

غضب سے دیوانی ہوں۔ ہاں۔ میں اس کو اس ظلم وستم کا مزہ چکھانا چاہتی ہوں۔ صالح! تم خوب سمجھ رکھو۔ کہ یہ سبق اسی نے مجھکو پڑھایا ہے۔ آہ۔ میں اس قدر جرأت کہاں سے لائی۔ کہ کسی کے قتل پر کمر باندھتی لیکن ظالم ابو مسلم نے مجھ کو مردودوں کا قتل کرنا سکھایا۔ اُف۔ میں نے علی بن کرمانی کو اس کی الفت پر قربانی چڑھا کر اپنا سہاگ برباد کر ڈالا۔ اور میرے اتنے بڑے جرم کے ارتکاب کا باعث محض یہی ناخدا ترس ہوا۔ پھر اگر وہ "کہ مرا عاقبت نشانہ کرد" کا مصداق بنایا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔"

صالح۔ "بہتر۔ اگر آپ کا مصمم ارادہ ہے۔ تو میں مطیع حکم ہوں۔ اور اب یہ سوچنا ضروری ہے۔ کہ ہم کس طریقہ پر اپنی کارروائی آغاز کریں؟ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس شخص کے مقابلہ میں ہم تلوار اٹھا نہیں سکتے۔ اس کی قوت مستحکم ہے۔ حیلہ وفریب اس پر کارگر نہیں ہو سکتا۔ وہ خود بجید حیلہ باز ہے۔ اس واسطے ہمیں کوئی ایسی تدبیر کرنی ضروری ہے جس سے ہم اس کو اپنے جال میں پھنسا سکیں۔"

گلنار نے یہ بات سنی تو اس کو معلوم ہوا۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ اور نہ اس کے خیال میں کوئی ایسی بات آتی ہے۔ لہذا وہ پریشان سی ہوگئی۔ اور یہ امر صالح کی نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکا۔ چنانچہ اس نے تبسم کر کے کہا۔ "بانو! آپ مایوس کیوں ہوتی ہیں؟ میں کچھ اس وجہ سے تو آپ کی رائے نہیں لیتا۔ کہ گویا میں خود ایسی تدبیروں سے درماندہ ہوں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ آپ بھی کوئی مشورہ دیں ممکن ہے۔ کہ آپ کی بات مناسب ہو۔"

گلنار۔ "آہ۔ میں دنیا کے نشیب و فراز کیا جانوں۔ اس منحوس سفر کے سوا کبھی باپ کے گھر سے میں نے قدم تک نہیں نکالا تھا۔ میری رائے کیا دریافت کرتے ہو۔ تم جو کچھ کرنا ہو کرو۔ اور جب کہو میں اس پر عمل کرونگی۔"

صالح۔ "بہت درست میں آپ کی دانشمندی سے ایسی ہی امید

Marfat.com

رکھتا تھا۔ اچھا اب سنئے! اصل یہ ہے۔ کہ ہم اگر ابی مسلم کے لئے کوئی جال بنا سکتے ہیں۔ تو ملک شام میں اُموی بادشاہ ہونیکے ذریعہ سے۔ کیونکہ وہ لوگ اس کے جانی دشمن ہیں۔ اور وہی ہم کو اس سے انتقام لینے میں مدد دینگے"۔

گلنار۔ "ان کے مدد دینے کی صورت کیا ہے؟ آیا وہ ہماری خاطر سے اس پر فوجکشی کرینگے؟ اور مان لیا کہ وہ ایسا کریں بھی تو ابومسلم کے مقابلہ میں کامیابی معلوم۔ وہ شہر مرو میں قلعبند بنا بیٹھا ہے۔ اور اپنی طاقت مستحکم کرچکا ہے"۔

صالح۔ "میں یہ کب کہتا ہوں۔ کہ وہ ہمارے لئے فوجکشی کرینگے۔ اور کریں بھی تو کامیابی ناممکن ہے۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ میں اُن کو درخت کی جڑ کا پتا دیکر اُسے کٹوا دوں گا۔ تاکہ درخت خود بخود گر پڑے"۔

گلنار۔ (صالح کی مراد نہ سمجھنے کے باعث حیرت سے) "کیسا درخت تمہارا کیا مدعا ہے؟"

صالح۔ "میری مراد اس دعویدار خلافت سے ہی جس کے لئے ابومسلم اور اُس کے دوسرے ساتھی لوگوں سے بیعت امامت لیتے ہیں"۔

گلنار۔ "یعنی امام ابراہیم؟"

صالح۔ "ہاں۔ ہاں۔ وہی"۔

گلنار۔ "مگر تم وہاں تک کیونکر پہنچ سکوگے؟ کیا تمہیں ان کے رہنے کی جگہ معلوم ہے؟"

صالح۔ "میں جانتا ہوں۔ وہ ملک شام ہی میں ہیں۔ اور بہت لوگ اُن کی جائے سکونت سے آگاہ ہیں"۔

گلنار۔ "تم کو کس طرح ان کا پتا ملا؟ اور وہ کہاں ہیں؟"

صالح۔ "بلقار کے علاقہ میں ایک بستی حمیم ہے۔ امام ابراہیم وہیں رہتے ہیں۔ اور یہ علاقہ ملک شام ہی کا ہے"۔

گلنار ۔"اُن کے اس بستی میں آ رہنے کی وجہ؟ کچھ اُن کے حالات معلوم ہوں تو مجھکو بھی آگاہ کرو۔"

صالح ۔"بانو! یہ قصہ تو بیحد طویل ہے۔ اور وقت تنگ لیکن آپ کی خاطر سے مختصراً عرض کرتا ہوں۔ سنئے"۔ رسول اللہ صلعم نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ آپ کسی شخص کے لئے اپنی جانشینی (خلافت) کی ہدایت نہیں فرما گئے تھے۔ آپ کے بعد صحابہ میں خلافت کے بارہ میں اختلاف پیدا ہوا۔ صحابہ کے دو گروہ تھے۔ اول مہاجرین یہ لوگ نبی صلعم کے ساتھ مکہ سے اپنا گھربار ترک کر کے مدینہ میں چلے آئے تھے۔ دوئم انصار یہ لوگ مدینہ کے رہنے والے تھے۔ اور انہوں نے رسول اللہ صلعم کی یاوری کرنے کے باعث انصار کا لقب حاصل کیا تھا۔ بہت کچھ بحث ومباحثہ کے بعد آخر تمام صحابہ نے اس بات کو مان لیا کہ خلافت کے حقدار مہاجرین ہی ہیں۔ چنانچہ پہلے، دوسرے۔ اور تیسرے، تینوں خلفاء مہاجرین ہی کے گروہ سے بذریعہ انتخاب تمام مسلمانوں کی طرف سے مقرر ہوئے۔ اور وہ لوگ سلطنت اور حکومت کے بارہ میں اہل فارس کی طرح وراثت کا قاعدہ جاری کرنا نہیں جانتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلعم کے قریبی رشتہ داروں کو وراثت ملک کا خیال تھا۔ اور وہ لوگ خلافت کا اپنے ہاتھ سے نکل جانا ظلم اور حق تلفی تصوّر کرتے تھے۔ رسول صلعم کے سب سے بڑے قریبی رشتہ دار ان کے چچا عباس بن عبدالمطلبؓ اور چچا زاد بھائی علی بن ابیطالب (کرم اللہ وجہہ) دو شخص تھے۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد علیؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ مگر خلافت اُن کی نسل میں برابر قائم نہیں رہی اس واسطے کہ بنی اُمیہ اس منصب پر اپنی پولٹیکل چالوں اور گروہ بندی کی قوت سے قابض ہو بیٹھے۔ اور پھر ایک صدی کے قریب قریب وراثتاً اس منصب پر جمے رہے۔ چنانچہ اس وقت بنی اُمیہ کے خاندان کا آخری خلیفہ مروان بن محمد ہے۔ جس سے ابومسلم معرکہ آرائیاں کر رہا ہے۔ بنی امیہ کی حکومت کے

Marfat.com

تمام زمانہ میں علیؓ، اور عباسؓ کی اولاد بڑے بڑے اس کوشش میں مصروف رہی کہ وہ پھر عہدہ خلافت اپنے گھرانے میں واپس لائیں۔ یہی لوگ اہل بیت کہلاتے ہیں۔ اور ان میں سے دونوں کنبوں کے لوگ اپنے لئے خلافت کا منصب طلب کر رہے ہیں علیؓ کی اولاد اپنا حق غالب تصور کرتی۔ اور اپنے واسطے اس عہدہ کو موزوں سمجھتی ہے۔ اور عباسؓ کی اولاد اپنے تئیں سب سے بڑھکر حق دار بتاتی ہے۔ پھر اس کے علاوہ علیؓ کی اولاد جو طالب خلافت ہے۔ اس کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک علیؓ کے ان صاحبزادوں کی اولاد جو رسول (صلعم) کی بیٹی بی بی فاطمہؓ کے بطن سے تھے۔ اور دوسری علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہؒ کی اولاد۔ اور یہ صاحبزادے علیؓ کی دوسری بیوی کے بطن سے تھے۔ ان دونوں فرقوں میں سے بھی ہر ایک فرقہ بجائے خود خلافت کا طالب بنتا ہے۔ اتفاق کی بات یہ ہوئی۔ کہ محمد بن حنفیہ کے بیٹے ابو ہاشم شہر دمشق میں سلیمان بن عبدالملک اموی خلیفہ سے ملنے آئے۔ سلیمان نے دیکھا۔ کہ ابو ہاشم نہایت قوی اور خوش بیان شخص ہے۔ لہذا اُسے ان کی طرف سے دعویدار خلافت بننے کا خوف پیدا ہوا۔ اور سلیمان نے خفیہ طور پر ایک شخص کی معرفت ابو ہاشم کو دودھ میں ملا کر زہر دلوا دیا۔ ابو ہاشم کو دمشق سے مدینہ منورہ واپس جاتے ہوتے زہر دیا گیا تھا اور اس وقت ان کے کنبہ کا کوئی آدمی ان کے پاس موجود نہ تھا۔ لہذا ان کو خوف پیدا ہوا کہ مبادا وہ کسی کو بغیر ولیعہد خلافت بنائے ہوئے دنیا سے روانہ ہو جائیں اور اس خیال سے وہ علاقہ بلقا کی ایک بستی میں جس کا نام "حمیمہ" تھا چلے گئے اس بستی میں بنو عباسؓ سکونت رکھتے تھے۔ اور وہ لوگ درپردہ عام آدمیوں سے اپنے تئیں امام اور خلیفہ منوانے کی کوشش کرتے رہتے تھے جس وقت "ابو ہاشم" "حمیمہ" میں پہنچے اس وقت بنو عباس میں سے محمد ابن علی بن عبداللہ بن عباسؓ صاحب دعوت (دعویدار خلافت) تھے۔ ابو ہاشم انہی کے یہاں ٹھہرے اور انہیں اپنا ولیعہد بنا کر اپنے ساتھی لوگوں کی جماعت شیعہ کو بھی ان کے سپرد کر دیا اس کے بعد ابو ہاشم فوت ہو گئے۔ اور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے داعی

ومنادی کرنے والے) تمام اسلامی ملکوں میں پھیلا دئے۔ محمد مذکور بھی چند ہی روز اور زندہ رہا۔ اور پھر کئی بیٹے چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹوں میں سے ایک یہ ابراہیم بھی ہے جسے ان دنوں امام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابراہیم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد بڑی ہوشیاری سے دعوت خلافت کی اشاعت کا کام سنبھال لیا۔ اور عموماً ہر ایک ملک میں لیکن خاص کر خراسان میں اپنے داعی (نائب) لوگوں کو کثرت کیساتھ روانہ کیا۔ اس لئے کہ شیعوں کو بہ نسبت اور ملک والوں کے اہل خراسان پر زیادہ اعتماد تھا۔"

گلنار۔ (بات کاٹ کر) "مگر انہوں نے ملک فارس کے سوا دیگر اسلامی ممالک میں اس طرح کی دعوت پھیلانے میں کیوں سعی نہیں کی؟"

صالح۔ (سلسلۂ کلام جاری رکھکر) "اس لئے کہ مصر اور شام کے ملکوں کے تمام آدمی بنی امیہ کے طرفدار ہیں۔ اور پھر ان میں اعیان سلطنت بھی موجود ہیں۔ سر زمین حجاز کی آبادی کم ہونے کے باعث وہاں والے دعوائے خلافت کی اہل بیت کے پوری طرح تقویت نہیں کر سکتے۔ اور بصرہ اور کوفہ والوں کی بار بار کی بیوفائیاں اہل بیت کو ان کی طرف سے بدظن بنا چکی ہیں۔ اس لئے صرف خراسان کا ملک ہی اُن کے دعاوی کی سرسبزی کے لئے مناسب جگہ تھی۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ اہل خراسان بنی اُمیہ کے ظلم و ستم سے سخت دق آ گئے تھے۔ اس واسطے وہ کسی طرح اموی حکومت کی بلا اپنے سروں پر سے ٹالنے کی فکر میں تھے۔ چنانچہ اہل بیت کے دعاوی کو انہوں نے بڑی توجہ سے سنا۔ خراسان کے لوگ اس سے پہلے بنی امیہ کے خلاف ہو کر آل علیؑ کی بیعت کیا کرتے تھے۔ مگر اتفاق سے امام ابراہیم کو یہ ابی مسلم اپنے ڈھب کا آدمی مل گیا۔ اور انہوں نے اس کو وہاں کے تمام داعیوں کا سردار بنا کر بھیجدیا۔ پھر یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ ابو مسلم نے اپنی شاطرانہ چالوں، زور آوری، اور سنگدلی کے ذریعہ سے کس طرح شہر مرو کو فتح کر لیا۔ ابو مسلم نے شہر فتح کرنے کے بعد بظاہر لوگوں سے اہل بیت کے نام پر بیعت

لی ہے۔ لوگ یہ سمجھ کر امام ابراہیم کے نام سے بیعت کر لیتے ہیں۔ کہ خلافت کا منصب آل علی بن ابی طالبؓ اور آل عباسؓ میں مشترک رہے گا۔ اور نوبت بہ نوبت ان گھرانوں کا ایک ایک آدمی خلیفہ ہوگا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ بنو عباس بہت جلد مستقل طور پر خلافت کو اپنے گھرانے میں منحصر کریں گے۔ اور آل علیؓ کی حق تلفی کرینگے۔ بہر حال میری اس تمام گفتگو کا نچوڑ یہ ہے۔ کہ امام ابراہیم ہی اس دعوت کا مرکز۔ اور اسکی اصل بنیاد ہے۔ اور "حمیمہ" میں رہتا ہے۔ اور مروان بن محمد اموی خلیفہ کو اس کا پتا معلوم نہیں۔ میں مروان کو اس راز سے آگاہ کر دوں گا۔ اور وہ فوراً ابراہیم کو بڑی آسانی کے ساتھ گرفتار یا قتل کر سکے گا۔ ابراہیم کی گرفتاری سے ابی مسلم کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ اور اس کی کارروائیوں میں خلل آپڑے گا۔ پھر بنی امیہ کا زور بڑھ جائیگا اور یہی سب سے بڑھکر سخت انتقام ہے۔ جس کو ہم سردست لے سکتے ہیں۔"

گلنار ایسی معقول رائے سن کر خوشی سے باغ باغ ہوگئی۔ مگر اس نے کام شروع کرنے کی شکل اور اس کا طریقہ معلوم کرنے کے خیال سے دریافت کیا۔" ہاں۔ تدبیر تو بہت پیاری ہے۔ مگر اس پر عملدرآمد کیونکر ہوگا؟"

صالح ۔ یوں کہ جسقدر جلد ممکن ہو۔ ہم اس جگہ سے نکل چلیں۔ اور عراق ہوتے ہوئے ملک شام میں جا پہنچیں۔"

گلنار ۔" اور یہ محل اور باغات کس کے لئے چھوڑ دئے ہیں؟"

صالح ۔" خوب!! اسی ظالم اور بددیانت کے واسطے جو آج صاحب نفوذ وقوت ہے۔ اور ہماری جان کا گاہک۔ آپ یاد رکھیے کہ اگر ہم زندہ بچے تو آخر ایکدن اس پر غالب ہی آئیں گے۔ اور پھر یہ باغات اور محل اس کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکینگے۔ دیکھیے تو خدا کیا کرتا ہے۔ ابھی صالح کی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔ کہ ریحانہ آگئی اور اس نے سفر کی تیاریاں مکمل ہو جانے کا حال سنایا۔ پھر گلنار، صالح، ریحانہ، اور چند خاص خاص خادم وساتھیں آدھی رات کے وقت گھر بار چھوڑ کر دشت نوردی غربت کیلئے روانہ ہونے کو تیار رہو گئے۔ گلنار نے اپنے باپ کے گھر سے جہاں وہ پیدا ہوئی کے

Marfat.com

بعد سے اب تک ناز و نعمت میں پلی اور پرورش پا کر جوان ہوئی تھی۔ یوں بیکسی کے عالم میں نکلنے کا تصور کیا۔ تو اس کا کلیجہ شدت غم سے منہ کو آ گیا۔ اور ضعف نسوانی کے غلبہ نے اس کی آنکھیں پر نم بنا دیں۔ صالح اس وقت گلنار کے حرکات و سکنات کو بڑے غور کے ساتھ تاڑ رہا تھا۔ اور یہ کیفیت مشاہدہ کر کے کہنے لگا۔ دربانو! بس اب وقت کو غنیمت جانئے۔ اور اس سے قبل کہ وہ ظالم ہمیں پا سکے نکل چلئے۔ ورنہ ہماری یہ تمام کوششیں خاک میں ملجائیں گی۔"

گلنار اس بات کو سن کر چونک پڑی۔ اور جو تذبذب اس کے دل میں پیدا ہو گیا تھا اُسے دور کر کے پھر مستعد ہو گئی جن خادموں کو ساتھ لیجانا تجویز ہوا تھا۔ ان کو خاموشی کے ساتھ بیدار کر کے کسی قدر مختصر حال اس سفر کی تیاری کا بتا دیا گیا۔ اور پھر ان کی مدد سے پانچ چھ خچروں پر جملہ سامان بار ہوا ہر شخص کی سواری کیلئے ایک ایک گھوڑا لے لیا۔ تین خادم، تین سائیس۔ اور تین ہی آدمی یہ یعنی گلنار ریحانہ۔ اور صالح۔ جملہ نو آدمیوں کی جماعت آدھی رات کے وقت گھر بار ترک کر کے روانہ ہو گئی۔ صالح نے گلنار سے کہدیا تھا۔ کہ دربان کو محض اس بات کی اطلاع دیجئے۔ کہ آپ حج و زیارت کی عازم ہیں۔ اور باقی تمام قصر کے لوگوں کو پڑا سونے دیجئے ورنہ بیکار غل و شور مچے گا۔ اور ہم کو روانہ ہونے میں دیر ہوجائیگی گلنار نے کہا بھی کہ قصر کے لوگ جن کو اپنے آقا کے قتل ہونے کا علم نہیں ہے۔ غفلت میں پڑے رہنے کے باعث مفت میں ظالم کے جور و ستم کے شکار بنیں گے۔ ان کو ابھی سے آگاہ کر دو۔ تاکہ یہ اپنی جانیں بچا لیں۔ مگر صالح نے کہا۔ کہ آپ ٹھہر جائیے۔ میں اس کا بھی انتظام کر دوں گا۔ لیکن خود یہاں سے نکل جانے کے بعد چنانچہ ان مسافروں کی جماعت قصر سے نکل کر روانہ ہوئی۔ دربان سے کہدیا گیا۔ کہ ہم ابھی پھر واپس آئیں گے۔ اور تم محل کی ہر طرح حفاظت رکھنا۔ اور اس کے بعد صالح مع ان سب لوگوں کے روانہ ہو گیا۔

رات کا پچھلا پہر ہو گیا تھا۔ اور صبح صادق طلوع ہو رہی تھی۔ جب یہ جماعت

Marfat.com

قصر سے نکل کچھ دور تک معمولی رفتار سے راستہ طے ہوتا رہا۔ اور بعد ازاں ایک دم سے گھوڑوں کو تیز کر دیا گیا۔ اور طلوع آفتاب کے وقت یہ سب بہت دور نکل گئے تھے۔ اس موقع پر صالح نے سب کو ایک مخفی مقام میں ٹھہرا دیا۔ اور تمام سائقیوں کو ہدایت کی کہ اگر تم سے کوئی غیر شخص یہ سوال کرے کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو حج و زیارت کا عازم ہونا ظاہر کرنا کیونکہ دہقانہ کا یہ سفر بالکل مخفی ہے۔ اور کہنا ہم لوگ شہر بلخ سے آتے ہیں اور اس اگلے قافلہ سے ملنے کو جا رہے ہیں۔ جو ہم سے "چار روز قبل روانہ ہوا ہے۔ اور ساتھ کے لوگوں کو یہ بات بخوبی سمجھا کے دہقانہ گلنار سے کہنے لگا بانو اب میں قصر کی طرف واپس جاتا۔ اور ان لوگوں کو اصل حال سے مطلع بتاتا ہوں آپ کوئی اور خادم بھی میرے ہمراہ کر دیں تاکہ وہ میری باتوں کی تصدیق کر سکے اور محل والوں کو یقین دلا سکے"

گلنار :- "تم جیسے چاہو لیجاؤ۔ اور اچھا ہوگا۔ کہ سعید (ایک خادم کا نام) کو لیجاؤ صالح یہ حکم سنتے ہی سعید کو ساتھ لیکر قصر کی طرف چلدیا۔ اور جب یہ دونوں وہاں پہنچے تو آفتاب بخوبی بلند ہو چکا تھا۔ محل کے سب لوگ بیدار ہو گئے تھے۔ اور رات کے واقعات سن کر بیحد گھبراتے ہوتے تھے۔ صالح نے وہاں پہنچتے ہی داروغہ قصر کو الگ بلا کر تمام باتیں اس سے بیان کر دیں۔ دہقان کا قتل ہونا۔ دہقانہ گلنار کا جان بچا کر بھاگنا۔ اور ابومسلم کا قصر اور اس کے تمام سامان کو ضبط کرنے کی فکر میں ہونا۔ اسے سنا کر اخیر میں کہا۔" مرحوم دہقان نے تو کوئی وصیت کرنے موقع نہیں پایا۔ لیکن دہقانہ گلنار بانو جو اس کی جائز وارث ہے تم سب لوگوں کو آزادی عطا کر کے مختار بناتی ہے۔ کہ محل کا جو سامان چاہو لے لو۔ اور اپنی جانیں اس آفت سے بچانے میں کوشش کرو۔ اور اگر تم کو میری بات کا وثوق نہ ہو تو یہ سعید گواہی دینے کے لئے موجود ہے"

سعید :- (داروغہ محل سے) " ہاں جناب! صالح بالکل سچ کہتے ہیں آپ محل والوں کی جان بچانے میں سعی کیجئے۔ اور اپنی دانشمندی سے کام لیجیے پھر

Marfat.com

آپ نیشاپور میں دہقانہ سے آکر ملئے گا۔ وہ اسی طرف جا رہی ہیں۔"

یہ سن کر داروغہ کو یقین آگیا۔ اور وہ اپنی فکروں میں مصروف ہوا۔ صالح اور سعید اس کام سے فراغت کر کے پھر واپس گئے۔ اور جہاں گلنار بانو کو ٹھہرا آئے تھے۔ وہیں پہنچکر پھر سب کے ساتھ مل گئے۔ اور اب وہ قافلہ آگے روانہ ہوا۔

بیسواں باب

خواب و خیال

چین آیا تھا بصد مشکل دل بیتاب کو
خواب میں آکر خیال یار پھر تڑپا گیا

ملک خراسان سے جو راستہ عراق کو جاتا ہے۔ اس پر ایک مختصر قافلہ تیزی کے ساتھ قطع مسافت کرنے میں مصروف ہے۔ آفتاب کی تمازت اس کے خط استوا پر آجانے کی وجہ سے بہت بڑھ گئی ہے۔ اور گرمیوں کا موسم ہونے کے باعث دوپہر میں سفر کرنا دشوار ہے۔ یہ جماعت رفتہ رفتہ ایک ایسے مقام پر پہنچتی ہے۔ جہاں پانی کا ایک چشمہ اور بہت سے سایہ دار درختوں کا جھنڈ موجود ہے۔ اور پھر وہاں آرام لینے کی غرض سے رک جاتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ وہی صالح اور دہقانہ گلنار کے ہمراہی جو بخوف جان گھر بار چھوڑ کر آوارہ گرد ہوتے ہیں۔

دو خادموں نے بہت جلد چھوٹا سفری خیمہ نصب کر دیا۔ اور دہقانہ گلنار گھوڑے سے اتر کر اس میں داخل ہوئی۔ اور سب لوگ بھی بیٹھ گئے۔ گھوڑوں کا سامان اتار کر انہیں پانی پلایا۔ اور چرنے کے واسطے چھوڑ دیا۔ صالح سب سے پہلے دہقانہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا "بانو! ہمارا سفر بہت طویل ہے۔ لہذا میں مناسب تصور کرتا ہوں کہ ساتھ کے تمام لوگوں سے اصلی حالات بیان کر دیے جائیں۔ اور ان کو اطمینان دلا دیا جائے

Marfat.com

گلنار۔ "تم کو جو مناسب معلوم ہو۔ وہ کرو۔ کیونکہ میری عقل کچھ کام نہیں دیتی۔"

صالح۔ (گلنار کی کمزوری طبع سے گھبرا کر) "میں!! بانو! ابھی تو ہم نے صرف راستہ پہ قدم رکھا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ آپ ابھی وقت سے گھبرا گئی ہیں؟"

گلنار۔ "نہیں میں گھبرائی نہیں ہوں۔ لیکن ان دو دنوں میں جیسے واقعات گزرے ہیں۔ انہوں سے میرے ہوش و حواس پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں کوئی بیحد پریشان خواب دیکھ رہی ہوں۔ اور کئی رات دن گزر چکے ہیں۔ کہ میری پلک تک نہیں جھپکی۔ سارا بدن تکان سے چور چور ہو رہا ہے۔"

صالح۔ "تو اب اس جگہ ہم کسی قدر امن میں ہیں۔ لہٰذا آپ بے تکلف آرام فرمائیے۔ اور میں جا کر کوئی دوسری فکر کروں گا۔"

گلنار۔ (حیرت سے) "وہ کون سی فکر؟ میں بھی تو سنوں۔"

صالح۔ "بانو! آپ مجھکو موقع پر چوک جانے والا نہ تصور فرمائے۔ جو کام میں چند روز بعد کروں گا۔ اس کا نتیجہ ابھی نکلنا دور ہے۔ لہٰذا میں ایک نئی چال چلتا ہوں۔ کارگر ہو گئی۔ تو ابی مسلم اور اس کے ماتحت سرداروں میں باہم کھٹ پٹ ہو جائے گی۔"

گلنار۔ "کون سردار؟"

صالح۔ "کیا آپ سلیمان بن کثیر سے واقف ہیں؟"

گلنار۔ "ہاں۔ تم نے ہی بتایا تھا۔ کہ وہ بہت بڑا نقیب اور اس دعوت کے کام میں بڑا پرانا کارکن ہے۔"

صالح۔ "جی ہاں۔ وہ ابی مسلم کی نسبت بہت پرانا ہے۔ لیکن پہلے وہ خراسان والوں کو اولاد علیؓ بن ابی طالب کی امامت اور خلافت ماننے کی دعوت دیتا تھا۔ اور اس دعوت کا رکن رکین اور سرغنا تھا۔ مگر جس وقت علوی امام کا انتقال ہو گیا۔ اور جیسا کہ پہلے میں آپ کو سنا چکا ہوں۔ امامت اور خلافت بنی عباسؓ کے پاس منتقل ہو آئی۔ تو امام ابراہیم نے اپنی طرف سے ابومسلم کو تمام

Marfat.com

نقیبوں کا سردار مقرر کر کے بھیجا۔ سلیمان بن کثیر ایک وجیہ اور سن رسیدہ بزرگ ہیں۔ اس کو ابی مسلم کے ماتحت رہنا گراں گزرا کیونکہ ابو مسلم ہنوز کم سن اور ناتجربہ کار ہے۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ امام کے حکم سے سرتابی نکر سکا۔ اور چار و ناچار اس نے ابو مسلم کی ماتحتی مان لی۔ ابو مسلم نے اب دعوت کی صورت بدل دی ہے بجائے آل علیؑ کے وہ "آل محمدؐ" کے نام پر بیعت لیتا ہے۔ یعنی نبی صلعم کا خاندان جس میں عباسی۔ اور علوی سب شامل ہیں۔ مجھکو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ سلیمان بن کثیر کبھی عباسیوں کی خدمت پسند نہ کرے گا۔ اور علوی سادات کی دعوت کو معدوم نہ ہونے دے گا۔ کیونکہ اس کا اصلی اور قابل فخر کام یہی ہے تاہم ابو مسلم نے جو کارروائی کی ہے۔ وہ عباسی خلافت کو استوار کرنے کی تمہید ہے۔ اور ابن کثیر اس بات سے غافل ہے۔ لہذا میں اس کو ایک گمنام تحریر کے ذریعے یہ بات سمجھا دوں گا۔ اور اُسے اولاد علی کے لئے بیعت خلافت محفوظ رکھنے پر آمادہ بناؤں گا۔ اس طرح سلیمان بن کثیر ابی مسلم کی چال سے واقف ہو کر اس کا مخالف ہو جائے گا۔ اور دو ایسے زبردست سرداروں کا باہمی اختلاف رنگ لائے بغیر نہ رہے گا۔"

گلنار۔ دبدبہ کے غلبہ اور تکان سے مجبور ہو کر، "اچھا پھر اب میں ذرا آرام کروں گی۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو سب ٹھیک ہے۔ میری صلاح و مشورہ کی تمہیں حاجت ہی کیا ہے۔"

صالح۔ "بہت خوب آپ آرام فرمائیں۔" ریحانہ سے "ریحانہ تم بھی سو رہو کیونکہ ذرا آرام لیکر ہمیں پھر چلنا ہے۔ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں۔ کہ یہاں زیادہ ٹھہر سکیں۔" اور پھر خود خیمہ سے باہر نکل کر تنہائی میں بیٹھ کے یہ خط تحریر کیا۔

"ایک دہقان کی جانب سے جو اپنا نام ظاہر کرتے ہوئے ڈرتا ہے۔ بخدمت سلیمان بن کثیر جناب من! کئی سال ہوئے۔ جب آپ ہم لوگوں کو اہل بیت نبی اور ائمہ ہدیٰ سے بیعت کرنے کی دعوت دینے تشریف لاتے تھے۔ ہم نے ایسے

اہل تقوے اور عادل اماموں کی بیعت قبول کی۔ اور آل نبی پر جان و مال فدا کرنے کو تیار ہو گئے ہمیں یہ امید تھی کہ آپ ایک قابل اعتماد و بزرگ ہیں۔ اور آپ کی کوششیں ہم کو بنی اُمیہ کے ظلم و اہانت کی آفتوں سے نجات دلوائیں گی۔ ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ کہ اب مصیبت کی تاریکی دفع ہو کر انصاف و راستی کا نور پھیلنے لگا ہے۔ اس وقت یہ دیکھ کر ہمارا دل ٹوٹ گیا۔ کہ آپ اور تمام آپ کے ہاشمی نقیب ایک مجہول النسب لونڈے کے محکوم بن گئے ہیں۔ ہمارا خیال تھا۔ کہ آپ نے اس کی ماتحتی حکمت اور حسن سیاست کے لحاظ سے کی ہو گی کیونکہ مسلمانوں کی فضیلت تقوی اور پارسائی پر منحصر ہے۔ لیکن افسوس اب ہم کو معلوم ہوا۔ کہ وہ ناتجربہ کار نوجوان اگر آپ لوگوں پر کوئی برتری رکھتا ہے۔ تو اتنی کہ حد درجہ کا ظالم سفاک بے رحم، اور قاتل ہے۔ اور آپ لوگوں سے اپنی مطلب برآری کے لئے کام لے رہا ہے۔ اُسے قتل و خونریزی کے شوق میں خطاوار اور بے گناہ کوئی نہیں سوجھتا۔ بس اپنی غرض کے لئے آدمی سے کام لیا۔ اور جب اس کی ضرورت نہ رہی تو اسی خادم یا محسن کو خفیہ یا علانیہ جس طرح بنا قتل کر دیا۔ کرمانی، علی بن کرمانی، اور دہقان مرو، پر جو کچھ گزرا ہے۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے گزرا ہے۔ آپ ہی بتائیں۔ کہ ان لوگوں نے کیا خطا کی تھی؟ یہی کہ اس پر اپنی جان و مال فدا کرنے میں دریغ نہیں کیا تھا۔ اور اس کے کام آئے تھے!! پھر لطف یہ ہے کہ ابو مسلم ایسی خلاف دیانت حرکتوں کا ارتکاب امام کے حکم سے منسوب کرتا ہے!!! خدا کے لئے آپ سوچیے تو کہ آیا امام شک و شبہہ پر لوگوں کے قتل کا حکم دے سکتا ہے! نہیں، اور ہرگز نہیں۔ اماموں کی نسبت تو جہاں تک معلوم ہوا ہے۔ وہ ایک چیونٹی کو بھی دکھ دینے سے ڈرتے ہیں۔ چہ جائیکہ انسان کا قتل کر دینا اور وہ بھی شک کی وجہ سے!!

کیا آپ اس بات کا اطمینان رکھتے ہیں۔ کہ آپ اس کے ہاتھوں سے بچ جائیں گے۔ ایں خیال است و محال است و جنوں۔ ایک دن ایسا آئے گا

Marfat.com

کہ آپ بھی ہموں آتش در کاشانہ کے مصداق ہو جائیں گے۔ اور ابومسلم محض شک کے حیلے سے آپ کا قتل حلال بنالے گا۔ کیونکہ انسان کے دل میں شک سے زیادہ جلد آنے والی کوئی چیز نہیں۔ مگر یاد رکھئے کہ ان سب آفتوں کے بانی خود آپ ہیں۔ اور آئیندہ بھی رہیں گے۔ افسوس اہل ہُدیٰ اور پرہیزگاروں کی افسری چھوڑ کر اور احکام الٰہی کو قائم کرنے والے خلیفہ کی بعیت سے منہ موڑ کر آپ نے ایک نامعقول چھوکرے کی حکومت تسلیم کر لی ہے۔ اور وہ آپ سب لوگوں کو احمق بنا کر اپنا اُلو سیدھا کر رہا ہے۔ کہاں اہل بیت کے نام پر معیت لیجاتی تھی۔ اور کہاں اب آل محمد (صلعم) کے نام سے معیت لیجا رہی ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ عباسی خلافت کا جال اسی دہوکے کی ٹٹی کے اُوٹ میں پنہاں ہے۔ ابن کثیر آپ اور آپ کے ساتھیوں میں ذرا بھی عقل اور غیرت کی رمق باقی ہے۔ تو ابھی اس خرابی کا انسداد کیجیے۔ اور معیت انہی لوگوں کے واسطے لیجیے۔ جو اس کے حقدار ہیں۔ اور خدا کے خاص بندے۔ اس کام میں تمام اہل خراسان اور فارس کے نامور دہقان آپ کے ساتھ ہوں گے۔ والسلام "

صالح نے یہ تحریر لکھ کر ایک نلکے میں بند کی۔ اور سوچنے لگا۔ کہ اس کو روانہ کیونکر کرے۔ غور کرتے کرتے اس کو "سعید" کا خیال آیا۔ اور اُسے بلا کر کہنے لگا۔
"مجھکو ایک ضروری خط امیر سلیمان بن کثیر کے پاس شہر مرو میں بھیجنا ہے۔ تم کوئی آدمی موجودہ ساتھیوں میں سے تجویز کر سکتے ہو۔ جو اس کام کو جلد اور احتیاط کے ساتھ کر آئے؟"

سعید۔ (غور کے بعد کوئی بات خیال میں آنے سے خوش ہو کر) "جی ہاں۔ ایک گونگا سائیس ہمارے ساتھ ہے اُس کے علاوہ اور کوئی یہ کام نہ کر سکے گا"

صالح۔ "گونگا؟ تو پھر وہ بہرا بھی ضرور ہوگا۔ اور کس طرح میری بات سمجھ کر کام کر لائے گا؟"

سعید۔ "نہیں۔ وہ بہرا نہیں۔ زبان تو اس کی ایک بیماری کے باعث

بند ہو گئی ہے۔ مگر بڑا سمجھدار اور بلا کا زیرک ہے۔ دیکھئے میں اس کو بلاتا ہوں۔"
یہ کہکر سعید گیا۔ اور ایک ہٹے کٹے سیہ فام پستہ قامت شخص کو لے آیا۔ جو محض ایک
زانوؤں تک کا پاجامہ جسم میں پہنے تھا۔ ورنہ بالکل بدن کھلا ہوا۔ اور پسینے میں تربتر تھا۔
پیٹ اور سینہ پر اس کثرت سے بال تھے۔ کہ بھالو معلوم ہوتا تھا۔

صالح۔ (گونگے سائیس سے) "کیا تو امیر سلیمان بن کثیر کو جانتا ہے؟"

گونگے نے کچھ اس طرح اشاروں سے سمجھایا۔ کہ صالح کو معلوم ہو گیا۔ وہ سلیمان کو خوب پہچانتا ہے۔ اور جب صالح نے ہر طرح اطمینان کر لیا۔ تو خط اس کے حوالہ کر کے اشاروں میں اُسے سمجھا دیا۔ کہ یہ شہر مرو میں لیجا کر اس کو دے آ۔ اور فوراً واپس چلا آ خبردار دیر نہ لگانا۔ اور نہ کسی کو اپنا پتا بتانا۔ پھر اگلی منزل پر ہم سے آملنا۔ گونگا سائیس یہ حکم سن کر سر کے اشارہ سے بہت اچھا کہتا ہوا۔ اور اپنی میلی کچیلی چادر کندھے پر ڈال کر تیر کی طرح شہر مرو کی جانب چلدیا۔

صالح اس کو برابر دیکھتا رہا۔ اور جب وہ نظروں سے غائب ہو چکا۔ تو خود بھی آرام لینے کی غرض سے خیمہ کی غلام گردش میں لیٹ گیا۔ وہ دل میں سوچنے لگا۔ کہ اب کیا کرے۔ اور کہاں جائے۔ اس کو خیال آیا۔ کہ ہنوز وہ ابو مسلم کی عملداری کے اندر موجود ہے۔ اور شہر مرو کچھ زیادہ دور نہیں۔ پھر ابو مسلم کا ایسا پرفن آدمی اگر کوشش کرے تو ان لوگوں کو نکل کر جانا کس طرح نصیب ہو سکے گا؟ یہ سوچتے سوچتے صالح کو تصور بندھا۔ کہ ابو مسلم ان کے مقام سے واقف ہو گیا ہے۔ اور اُس کے سپاہی ان کے تعاقب میں آ رہے ہیں۔ بس یہ تصور آنا تھا۔ کہ اس کے تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اس وقت دن ڈھل گیا تھا۔ اور آفتاب کی تیزی کم ہو چلی تھی۔ صالح دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ جوں وقت دہقانہ گلنار نیند سے ہوشیار ہوگی۔ فوراً یہاں سے آگے چل پڑوں گا۔ اور اس کی کوئی پروانہ کروں گا۔ کہ دن ہے۔ یا رات۔ وہ ابھی تصورات میں مستغرق تھا۔ کہ یکایک دور سے گھنٹوں کے بجنے کی صدا اس کے کانوں میں آئی

Marfat.com

اور معلوم ہوا کہ کوئی قافلہ آرہا ہے۔ جو غالباً اسی منزل پر آکر ٹھہرے گا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اور وہ عجلت کے ساتھ اٹھکر کچھ دور آگے بڑھ کے آواز کی سمت کا اندازہ کرنے لگا۔ چنانچہ اس کو معلوم ہوا کہ گھنٹوں کی صدا شمالی جانب سے آرہی ہے۔ اور یہ امر اس لئے باعث تسکین ہے۔ کہ آنیوالا قافلہ شہر مرو سے نہیں آتا۔

صالح اس قافلہ کی خبر لینے کا عازم ہوا۔ اور ساتھ کے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید کرنے کے بعد ابومسلم کے حاجبوں کا لباس پہن کر۔ اور ایک گھوڑے پر سوار ہوکر قافلہ کے آمد کی سمت چلا۔ تھوڑی دیر میں وہ قافلہ کے پاس پہنچگیا۔ قافلہ کیا تھا۔ اونٹوں کی ایک قطار مسلح سواروں کے حلقہ میں آرہی تھی۔ صالح سمجھ گیا کہ یہ لوگ ابومسلم کے پاس اصداد خزانہ لیکر جارہے ہیں۔ وہ قافلہ کے راستہ پر یوں کھڑا ہوگیا۔ کہ گویا اس نے راستہ روک لیا ہے۔ اور کوئی حاکم ہے صالح کو اس طرح برسر راہ استادہ دیکھ کر قافلہ کے محافظ سواروں میں سے ایک سوار آگے بڑھا۔ اور صالح نے اس سے تحکم کے لہجہ میں دریافت کیا۔ "کیا وجہ ہے کہ تم لوگ یوں خراماں سفر کرتے ہو۔ آخر یہ بھی کوئی قطع مسافت کی چال ہے؟"

سوار صالح کو تحکم آمیز لہجہ میں بولتے، اور ابومسلم کے حاجبوں کا لباس پہنے دیکھ کر یہ سمجھا کہ وہ ابومسلم کا فرستادہ اور ہمارے قافلہ کو جلد چلنے کا حکم دینے آیا ہے۔ اس لئے وہ کہنے لگا "کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم لوگوں نے راستہ میں دیر لگائی۔ جناب! کوفہ سے چلے ہوئے ہم کو صرف بیس دن گزرے ہیں۔ اور پھر اتنا بوجھ ہمارے ساتھ ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا عجلت کی جاسکتی تھی؟ کیا آپ ہم کو لینے اور عجلت ہی کا حکم دینے کے لئے آئے تھے؟"

صالح "نہیں۔ میں بھی ایک ضروری کام کے لئے جارہا ہوں۔ کوفہ کے شیعہ بھائیوں کو یہ مژدہ پہنچاؤں گا۔ کہ ملک خراسان فتح ہوگیا۔ اور دارالسلطنت مرو ہمارے قبضہ میں آگیا"

سوار (مسرت اور حیرت سے) "کب؟ کیا آپ لوگوں نے شہر

مرد فتح کر لیا ہے ؟"

صالح - "کچھ آج !! اس کو کئی دن ہو گئے۔ اگر تم پہلے ہی آ گئے ہوتے تو اس فتح میں شریک بھی ہو سکتے تھے۔ مگر خیر۔ اب جلد امیر کے پاس پہنچ جاؤ۔ دراس منزل پر بھی قیام نہ کرو۔ اور ہاں۔ میں نے تم سے اپنے شیعہ بھائیوں کی خیریت تو پوچھی ہی نہیں۔ آیا کوفہ میں سب لوگ خوش اور راضی ہیں ؟"

سوار - "سب بخیریت ہیں۔ اور اس فتح کی خبر سن کر اُن کی ہمتیں تو دوگنی ہو جائیں گی۔ خصوصاً ابوسلمہ خدا ان کو سلامت رکھے وہ تو اس خبر سے اس قدر خوش ہونگے۔ کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔"

صالح - "اور ابوسلمہ اچھے تو ہیں ؟"

سوار - "جی ہاں بہت اچھی طرح ہیں۔ اور یہ تمام سامان اور خزانہ انہی کے پاس سے آ رہا ہے۔ ان سے جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ اس دعوت کی راہ میں مال و زر صرف کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس دعوت کا قیام ابومسلم کی تلوار اور ابوسلمۃ الخلال کے مال سے ہے۔"

صالح - "اچھا اب تم دیر نہ کرو۔ اور سیدھے چلے ہی جاؤ۔ یہاں پڑاؤ پر محض پانی وغیرہ پینے کی غرض سے رکنا۔ امیر کو تمہارا انتظار بہت دق کر رہا ہے۔ شام تک تم کو شہر مرو میں داخل ہو جانا چاہئے۔"

سوار سر کے اشارہ سے بہت اچھا کہتا ہوا اپنی صف میں جا ملا۔ اور صالح کوفہ کی طرف جانے والے راستہ پر کچھ دور تک بڑھتا چلا گیا۔ صالح نے اتنا انتظار کر کے۔ کہ اب وہ قافلہ منزل سے آگے نکل گیا ہوگا۔ واپسی کا قصد کیا۔ اور جیسے ہی وہ پلٹ کے اپنے مقام پر آیا ہے۔ ایک خادم نے بڑھ کر اُسے اطلاع دی۔ "جلد چلئے۔ دہقانہ کی اس وقت عجیب حالت ہو رہی ہے۔"

صالح - "خیر تو ہے ؟ کیا ہوا ؟"

خادم - "وہ غافل سوتے سوتے ایک بار چونک پڑیں۔ اور اس وقت

سے برابر چیخیں مار مار کر رو رہی ہیں "

صالح سمجھا کہ اپنی بیکسی اور آوارہ گردی کی سبب سے کا خیال گلنار کو بے چین کر رہا ہوگا۔ اس لئے وہ بعجلت گلنار کے خیمہ میں چلا گیا۔ اور وہاں جا کر دیکھا کہ فی الواقع دہقانہ بستر پر بیٹھی ہوئی رو رہی ہے۔ اس کے بال پریشان ہیں۔ آنکھیں سُرخ ہوگئی ہیں۔ اور چہرہ بالکل رنگوں سے تر بتر ہے۔ گلنار نے صالح کی صورت دیکھتے ہی چیخ کر کہا —— " آہ صالح۔ نہیں۔ بلکہ ضحاک! کیونکہ میں اپنے آرام و مسرت کے زمانہ میں تم کو اسی نام سے پکارتی تھی۔ مگر ہائے آج میں کون ہوں؟ فلک زدہ یتیم و بیکس۔ اور آوارہ، خانمان برباد "

صالح یہ سُنکر دوزانو اور ادب کے ساتھ دہقانہ کے بستر سے قریب بیٹھ گیا اور دلدہی کے لہجہ میں کہنے لگا۔ " کیوں بانو! خیر تو ہے؟ کیا اس وقت کوئی نئی بات ہوئی۔ جو آپ اتنی پریشان ہیں؟ "

گلنار ۔ (بے اختیار روتے ہوئے) " ہائے۔ کیا بتاؤں۔ کوفت اندیکان کی ماری غافل پڑی سو رہی تھی۔ کہ خواب میں وہی ظالم خنجر لئے ہوئے میرے قتل پر آمادہ سامنے آموجود ہوا۔ اُف۔ میں نے اس موقع کے حسب حال یہ شعر پڑھا ؎

خنجر کشیدہ بر سر تسلیم شتاب چیست؟
ای ترک من! مناز کہ چندیں عتاب چیست؟

میں اس پر برس پڑی۔ آہ۔ میں نے کہا۔ ظالم ابومسلم! کیا میری الفت کا یہی معاوضہ ہونا چاہئے۔ کہ تو میرے باپ کو قتل کرادے۔ اور پھر میری جان لینے کے بھی درپے ہو؟ صالح! نہیں معلوم میں نے کیا کہا۔ اور کس قدر سائش کی۔ مگر وہ چپکا کھڑا سنتا ہی رہا۔ ایک بات بھی تو اس کے منہ سے نہیں نکلی آہ۔ مجھکو اس پر کمال غصہ آ رہا تھا۔ اور میں جوش غضب سے دیوانی ہو رہی تھی۔ لیکن اسی کے ساتھ میرا دل خود بخود اس کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ اور اسی کے تیر نظر دل و جگر کو چھلنی بنائے دیتے تھے۔ نہیں معلوم کس بلا کی سحر کار آنکھیں

Marfat.com

تھیں۔ یہ دل بے ساختہ اُن پر لوٹ ہوا جاتا تھا۔ آہ! ان ... دیکھو او ظالم! اس دل کی کمزوری پر نہ بھولنا۔ ہیں اس کو ... جس طرح بن پڑے گا۔ اپنے باپ کے خون کا۔ آہ خون ناحق کا معاوضہ تجھ سے لیکر رہوں گی۔"

صالح۔ (معترض سخن بن کر اور تمسخر کے انداز سے) "مگر خدا کے لئے کہیں میرا نام اس کو نہ سُنا دیجئے گا۔ اور اس سے یہ نہ کہدیجئے گا کہ وہ شخص اس تدبیر انتقام میں آپ کا مددگار اور خادم ہے۔ ورنہ وہ ظالم مجھکو فوراً عدم بھیج دے گا۔" اور یہ کہکر اپنے حسب سابق انداز تمسخر کے ساتھ ہنسنے لگا گلنار بھی اس کی حرکت سے تمام رنج و قلق مجہول کر بے اختیار ہنس پڑی۔ مگر وہ پھر سنبھل گئی۔ اور اس نے تیز نگاہوں سے صالح کو دیکھا اور غضب کو تاڑ کے کہنے لگا۔ "بانو! میری اس بات میں کوئی خطا نہیں۔ آپ نے میرا پُرانا نام لیکر پکارا۔ اس واسطے مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ مجھ سے پھر اسی روش پر آجانے کی آرزو رکھتی ہیں۔ اور میں ہنس پڑا۔ کیونکہ ہنسنا رونے سے تو ہر حال اچھا ہے۔۔۔ اور پھر میرے سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ کہ آپ خواب و خیال کو اس قدر ماننے لگینگی۔ اور ضعف نسوانی کے ہاتھوں میں مبتلا ہو کر تمام کھیل بگاڑنے کے درپے بنیں گی۔ اس لئے میں نے اس پُرخار راستہ میں قدم رکھنے سے پہلے آپ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ اگر آپ اس کام کو فی الواقع کرنا چاہتی ہیں۔ تو مردانہ صبر و تحمل اور حد درجہ کے ضبط و استقلال سے کام لینا ہوگا۔"

گلنار۔ (آہ سرد بھرکر) "آہ میرا دل شدت الم سے اُلٹ گیا ہے اور دماغ نے جواب دیدیا ہے؛ مجھ میں ہرگز اتنی قوت نہیں کہ میں کوئی بات سوچوں۔ یا کچھ کام کر سکوں۔"

صالح۔ "میں کب کہتا ہوں۔ کہ آپ کوئی کام کیجئے؛ مجھ کو

Marfat.com

تو جو کچھ کرتا ہے۔ وہ کرتا ہوں۔ اور کروں گا۔ مگر آپ صبر و ضبط سے کام لیں
اس کا انجام اچھا نکلے گا۔ اور آپ انشاء اللہ اس خوبی سے اپنا دلی مدعا حاصل
کرینگی۔ کہ تمام مصیبتیں بھول جائینگی۔ دیکھیے تو خدا کیا کرتا ہے۔"
گلنار کو صالح کی گفتگو سنکر یہ معلوم ہوا۔ کہ اس کے دل پر سے کوئی بڑا بوجھ
ٹل گیا ہے۔ اور اس نے سنبھلکر کہا۔ سچ کہتے ہو۔ واقعی صبر و ضبط کے سوا
میں کر ہی کیا سکتی ہوں۔" پھر وہ ریحانہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہ ریحانہ بانو کو پریشان
دیکھکر بے اختیار رو رہی تھی۔ اور اب جو اس نے کہا آنسو پی کر کہنے لگی "بی بی!
آپ صبر و تحمل فرمائیے۔ خدا بہت جلد آپ کی مشکلیں آسان کرے گا!"
صالح۔ (گلنار کو ان باتوں سے دوسری جانب مشغول کرنے کے خیال
سے) "بانو! ہاں یہ تو فرمائیے۔ کیا آپ ابوسلمۃ الخلال کو جانتی ہیں؟"
گلنار اس سوال کو سن کر سر جھکا کے سوچنے لگی۔ گویا وہ اپنے حافظہ کو ٹٹول رہی
تھی۔ کہ آیا اس میں یہ نام موجود ہے۔ یا نہیں۔ اور ریحانہ فوراً بول پڑی "یہ میرا
خیال ہے۔ بانو اس کو نہیں جانتی ہیں۔ مگر میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ فارسی
شخص اور بڑا مالدار آدمی ہے۔ عراق اور ایران میں اس کا نظیر کوئی نہیں۔ خدا
بخشے ہمارے ولی نعمت دہقان سے اس کی گہری دوستی تھی۔ اور اکثر وہ اُن سے
ملنے آیا کرتا تھا۔ بانو اس وقت بچی تھیں۔ ان کو کیا یاد ہو گا۔"
صالح۔ (خوش ہو کر) "پھر تو بات بن گئی۔ ریحانہ! جس طرح ابی مسلم
کی تلوار اس دعوت کے قیام میں کام دے رہی ہے۔ اسی طرح ابوسلمہ کی دولت
اس کو مدد پہنچاتی ہے۔ وہ بھی ابن کثیر کی طرح علوی سادات کا حامی تھا۔ مگر
اب عباسیوں کے ساتھ ہو گیا ہے۔ تاہم کسی طرح ہم نے اس کو ادھر سے بے دل
کر دیا۔ تو بغیر روپیہ کے ابی مسلم کا کچھ بس نہ چلے گا۔ اور وہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔"
گلنار۔ "خوب یاد دلایا۔ میں نے بھی ان کو دیکھا ہے۔ ایک بار وہ
ابا جان مرحوم سے ملنے آئے تھے۔ تو میرے واسطے بہت سی قیمتی تحائف لائے تھے

ریحانہ :- اور ایک بات یہ بھی مجھے خوب یاد آگئی - ابومسلمہ کی ایک بیوی شہر مرو کی رہنے والی ہے - بانو کی ماں سے اس کا قریبی رشتہ تھا اور میری ہی معرفت ولی نعمت مرحوم کی کوششوں سے وہ عورت ابوسلمہ کے نکاح میں دی گئی تھی۔"

صالح :- (خوشی سے اچھل کر) " تو بس اب ہم کو بہت جلد کوفہ چلنا ضروری ہے - بانو! اب مستعد ہو جائیے یہاں زیادہ ٹھہرنے میں خطرہ قریب رہے گا - آپ مع تمام ہمراہیوں کے کوفہ کی طرف روانہ ہوں اور میں راستہ میں ایک ضروری کام کے لئے آپ سے جدا ہو کر آپ کے کوفہ پہنچنے سے ایک منزل پہلے ہی آکر پھر ساتھ ہو جاؤں گا" اس گفتگو کے بعد بہت جلد سفر کی تیاریاں ہو گئیں - اور گو اب رات ہو گئی تھی تاہم اس مختصر قافلہ نے قطع مسافت شروع کر دیا - اور بہت تیزی کے ساتھ ملک عراق کی طرف روانہ ہوا - اب ہم اُن کو جانے دیتے - اور ناظرین کو ملک شام کے مشہور اسلامی پائے تخت دمشق کی سیر کرانے - اور حکومت بنی امیہ کے دام واپسیں کا نظارہ دکھانے لئے چلتے ہیں۔

اکیسواں باب ۲۱

ایک ولی اللہ کی ملاقات

مردانِ خدا، خدا، نباشند
لیکن، زخدا، جدا، نباشند

شہر دمشق قدیم تاریخی شہر ہے۔ اس نے کئی قوموں کی شاندار حکومتوں کے

Marfat.com

انقلاب مشاہدہ کیے۔ اور بہت کچھ حوادثِ زمانہ کی مار کھائی ہے۔ جس طرح ہندوستان میں شہر دلی کی سرگزشت عبرت و حسرت بھری داستان ہے۔ ویسے ہی ملک شام کے اس عروس البلاد کا ماجرا بھی حکایت خونیں کہلا سکتا ہے۔ آشور کی قدیم سلطنت کے عہد میں اس شہر کی بنیاد پڑی۔ اور سنہ عیسوی کے آغاز سے بہت پہلے یہ شہر تمدن و تہذیب، علم و ہنر، عظمت و شوکت، اور دولت و ثروت کا مرکز رہا۔ مشرقی رومن امپائر کے ایشیائی مقبوضات کا دارالملک اگرچہ مغربی طبائع کی پسند کے مطابق ملک فلسطین کا نامور شہر انطاکیہ قرار دیا گیا تھا۔ تاہم رومیوں کے عہد میں دمشق کی عظمت و جلالت کا پایہ بہت نیچا نہ ہو سکا۔ اور یہ شہر اپنی رونق اور تاریخی خصوصیت کا محافظ بنا رہا۔ اسلامی فتوحات کا سیلاب سرزمین عرب سے نکل کر ایشیا کے خطہ میں سب سے پہلے عراق، اور پھر ملک شام میں پہنچا۔ اور اس زمانہ میں بھی دمشق کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ کیونکہ خلفائے راشدین کے عہد تک دمشق کا شہر ملک شام کا مرکز اور صدر مقام رہا۔ مگر جبکہ خلیفہ چہارم کے وقت میں خاندان بنی امیہ کے لوگ حق خلافت کو اہل بیت نبوی صلعم سے چھین لینے پر تل گئے۔ اور وہ عربی عصبیت اور گروہ بندی کے ذریعہ سے اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہوئے تو انہوں نے اسلامی دارالخلافت کو مدینہ سے دمشق میں منتقل کر لیا۔ کیونکہ اہل حجاز کے دل علی بن ابی طالبؓ اور ان کی اولاد کی حکومت و خلافت کے متمنی تھے۔ اور اموی لوگوں سے نفرت رکھتے تھے۔

اموی حکمرانوں نے دمشق کو اسلامی خلافت اور قوت کا مرکز بنا دیا۔ اور عربی عصبیت کو خوب مستحکم کر چکے۔ تو ان کے دل کو یہ آرزو گدگدانے لگی۔ کہ مدینہ منورہ سے رسول (صلعم) کا خاص منبر بھی وہاں منتقل کر لائیں۔ اور عربی عصبیت کے ساتھ ایک بہترین اسلامی یادگار کو بھی اپنے قابو میں کر لیں۔ جس کی وجہ سے ان کے دشمن اور ملک حجاز میں رہنے والے ان پر فخر جتایا کرتے تھے۔

حکمرانان بنی امیہ کا یہ مدعا پورا نہ ہو سکا چنانچہ انہوں نے صرف اسی

Marfat.com

قومیت کے پاس یگانگت کی طاقت پر کفایت کر لی۔ اور اسی کی اعانت سے ایکسو سال کے قریب عرصہ تک دنیا کے اسلام پر فرمانروائی کرتے رہے بنا بریں بنی امیہ کی سلطنت اس زمانہ کی آباد دنیا کے بیشتر حصہ تک وسیع ہو گئی تھی۔ اور ان کے عہد میں عربی قوم عزت وعظمت کے بلند ترین درجوں پر پہنچ گئی تھی۔ اموی حکومت تمام عربی سلطنتوں سے بڑھ کر پرزور اور مستحکم حکومت ہوئی۔ اور خلفائے راشدین کا زمانہ گزرنے کے بعد اگر کوئی خالص اور بے میل عربی سلطنت تھی۔ تو وہ یہی تھی غیر قوموں کو اس سلطنت میں دخل نصیب ہی نہ ہو سکا خلیفہ اور امراء سے لیکر معمولی ملازموں اور کارکنوں تک تمام عہدہ دار اور کارکن سب عرب ہی تھے۔ اسی حکومت نے ملکی دفاتر کی زبان عربی قرار دی تھی۔ اور مفتوح ممالک کی زبانوں کا رواج حکومت کے دفتروں سے محو کر ڈالا تھا۔ یہ بات کچھ بری تو نہ تھی۔ اور قومی پاسداری ایک فطری امر ہے۔ لیکن اموی خاندان کے حکمرانوں نے عصبیت کا زور اس قدر بڑھا دیا۔ کہ عرب کے سوا دوسری قوموں سے ظالمانہ اور حقارت کا برتاؤ کرنا شروع کر دیا۔ اور یہ جور وبیداد آخر اپنا رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ فارس وغیرہ دوسرے ملکوں کے محکوم لوگ حاکم قوم (عرب) سے خار کھانے لگے۔ اور ان کی عداوت یہاں مادہ ہو کر اہل بیت نبوی کے طرفدار بن گئے۔ تاکہ اہل بیت کو بنی امیہ کے ہاتھوں سے خلافت چھین لینے میں مدد دیں۔ اور اس طرح اپنی اہانت وذلت کا بدلہ لے سکیں

ہمارے اس قصہ کے زمانہ میں اموی خاندان کا آخری خلیفہ مروان بن محمد جلوس فرماتا تھا۔ یہ خلیفہ اپنے پیشرو خلفا کی نسبت بڑا بیدار مغز، دور اندیش صاحب غیرت، اور اصلاح دوست تھا۔ مگر افسوس کہ وہ سب سے بعد میں اس وقت مسند آرائے حکومت ہوا جبکہ سلطنت بنی امیہ کے اعضائے رئیسہ کو خرابی وتباہی اور بدعملی وبدنظمی کے مزمن مرض نے بالکل گھلا دیا تھا۔ اور اس حکمران خاندان کے افراد باہمی نفاق اور حسد وبغض کی بنا پر اپنے اپنے لئے طالب خلافت ہو رہے تھے

مروان بن محمد اپنی دلیری، دانشمندی، اور حکومت عملی کی قوتوں سے دوسرے ہم مرتبہ دعویداران سلطنت پر تو غالب آگیا لیکن وہ مملکت کی ابتر حالت کو ایک بار گی کس طرح سنبھال سکتا تھا۔ کیونکہ اس سے قبل کے کئی ایک حکمران عیاشی اور عشرت پسندی کے ہاتھوں میں گرفتار ہو کر خزانہ مال وزر سے خالی۔ اور ملک کو فوج و سپاہ کی قوت سے بے بہرہ بنا گئے تھے۔ پھر رہی سہی جنگی طاقت خانگی لڑائیوں میں تباہ ہوئی۔ اس واسطے مروان محمد نے عنان حکومت ہاتھوں میں لیتے ہی نیک چلنی، دور اندیشی، اور ہوشیاری سے کام لیکر انتظامی کل کو پرزے درست کرنے پر کمر باندھی۔ اس نے شراب نوشی کے رد کنے۔ اور عورتوں کی صحبت سے دور رہنے میں بجد کوشش سے کام لیا۔ وہ اپنی مجلس میں کبھی شراب کا نام تک نہ آنے دیتا۔ اور ایوان شاہی بیگمات اور کنیزوں سے بھر لینا ناپسند کرتا تھا۔ مروان بن محمد نے اگرچہ نہائت ہمت اور استقلال سے ملک و سلطنت کا انتظام درست کرنے پر کمر باندھی تھی۔ تاہم اس کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی تھیں۔ اس لئے کہ اس کے عہد میں عباسی خاندان کی دعوت خلافت زور پکڑتی۔ اور خراسان و فارس اور عراق کے ملکوں میں اپنے قدم جماتی جارہی تھی۔ مروان بن محمد نے اپنے امکان تک دشمنوں کو نیچا دکھانے کی ہر ایک کوشش کی۔ وہ نصر بن سیار پر بہت کچھ اعتماد رکھتا تھا۔ نصر بن سیار ایک تجربہ کار بچاسی سال کی عمر کا بڈھا۔ اور بڑا صاحب تدبیر شخص تھا۔ پھر اس کی طبیعت بھی اصلاح۔ اور درستی خلل کی جانب مائل تھی۔ لہذا مروان بن محمد نے اس کو ملک خراسان کا خود مختار حاکم بنا دیا۔ اور ہدائت کی کہ وہ اس ملک کو شیعوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھنے کی سعی کرے۔ مروان بن محمد کے دل میں کبھی یہ خیال تک نہیں آتا تھا۔ کہ شیعوں کی قلیل جماعت جو خوف کی وجہ سے اپنے وجود کا اظہار نہیں کر سکتی ہے۔ آخر ملک خراسان کو فتح کرے گی۔ اور نصر بن سیار جیسے مدبر سردار کو زیر بنا لے گی۔ مگر یکایک اس کو شہر مرو کے فتح ہو جانے

اور نصر بن سیار کے وہاں سے بھاگ نکلنے کی خبر ملی۔ اور وہ پریشان ہو گیا کیونکہ اب اُسے یہ خوف پیدا ہو گیا تھا۔ کہ خراسان اور ماوراء النہر ہی کے زرخیز ممالک اس کے ہاتھوں سے جاتے نہیں رہے بلکہ یہ امر بربادی اور زوال سلطنت امویہ کا پیش خیمہ ہے۔

مروان بن محمد کی عمر اس وقت ترسیٹھ[۶۳] سال کی تھی۔ اور اس کی ماں ملک کردستان کی عورت تھی۔ اموی خاندان کے خلفاء میں یہ بات نادر الوجود کہی جا سکتی ہے۔ اس واسطے کہ وہ عربی قومیت کا تحفظ کرنے میں نہایت سخت تھے۔ اور کبھی اس سے پہلے کوئی اموی خلیفہ ایسا نہیں ہوا جو نسل کا دوغلا رہا ہو۔ یعنی وہ نجیب الطرفین نہ ہو۔ مروان بن محمد بڑا تنومند، زور آور، اور نہایت دلیر و جری تھا۔ اس کی جفاکشی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی۔ کہ لوگوں نے اس کو "حمار" (گدھا) کے لقب سے ملقب کر رکھا تھا۔ یعنی جس طرح خرمسکیں بار برداری اور تکلیف کو برداشت کرنے میں بے مثل ہوتا ہے۔ ویسا ہی مروان بن محمد جنگ و پیکار کی محنت جھیلنے میں بے نظیر تھا۔ اور آرام و راحت کو کبھی اپنے پاس نہیں آنے دیتا تھا۔ مروان بن محمد ایک متوسط القامت، اور سُرخ وسفید گورا چٹا آدمی تھا۔ آنکھیں سیاہ اور بہت بڑی بڑی تھیں۔ سر بھی بہت بڑا پایا تھا۔ پیشانی کشادہ تھی، داڑھی بہت گنجان۔ اور بھری ہوئی تھی۔ مگر عمر کے لحاظ سے اس پر بڑھاپے کا جتنا اثر ہوا تھا۔ وہ زائد تھا۔ اس کے ہاتھ پیر اور قوت و توانائی میں تو کچھ کمی ہوئی نہ تھی۔ لیکن بالوں کی سپیدی۔ اور چہرہ پر جس قسم کی افسردگی عیاں تھی۔ اس کے دیکھتے ہوئے مروان کی عمر کا تخمینہ واقع سے زائد کیا جا سکتا تھا۔ یوں تو مروان نے جیسی آفتیں جھیلی تھیں۔ اور جس زمانہ کا انقلاب دیکھا تھا۔ اس کے اثر سے اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔ مگر شہر مرو کے ہاتھ سے نکل جانے کی خبر نے اس کی رہی سہی اُمید بھی توڑ دی۔ اور وہ اپنی سلطنت کی سرسبزی و بحالی کی طرف سے سخت مایوس ہو گیا۔

مروان رات دن افواج کی فراہمی اور انتظام سلطنت کے درستی کی فکر وں میں غلطاں و پیچاں رہتا، دن بھر ارکان دولت اور اعیان مملکت کے ساتھ مجلس مشورت گرم رہتی۔ تو رات کا بیشتر حصہ وسائل استحکام سلطنت پر غور و خوض کرنے میں تمام ہوا کرتا۔ خواب و خور اس پر حرام ہو گیا تھا۔ اور وہ ہمہ تن فکر و تردد بنا تھا۔ مروان کا خیال تھا۔ کہ اپنے سرداران سپاہ اور ارکان دولت کو چھوڑ کر اب جو کچھ بھی اس کو کرنا ہو اس کے بارہ میں محض اپنی ذات خاص ہی پر اعتماد کرے۔ وہ اس فکر میں تھا۔ کہ خود ملک خراسان پر فوج کشی کرے اور اپنے مخالف عباسی دعویداران خلافت کا سر کچل دے۔ ابھی وہ ایسی ہی تیاریوں میں مصروف تھا۔ کہ اسی اثنار میں ایک رات کو جبکہ وہ تنہا اپنے خاص خلوت خانہ میں بیٹھا تدابیر جنگ و فوجکشی پر غور اور شیعہ لوگوں کی قوت و شوکت کی تازہ ترین خبروں کا تصور کر کے بیقراری کے ساتھ کبھی اٹھ کھڑا ہوتا اور گاہے ٹہل ٹہل کے کچھ سوچتا جاتا تھا۔ یکا یک حاجب نے آکر اس سے اطلاع کی ـــــ امیر المومنین! ایک عجیب الہیئت شخص آپ سے ملنے کا خواہشمند ہے"

مروان "کون ہے؟ کوئی مخبر۔ یا قاصد؟"

حاجب "ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ کہ وہ کون ہے کیا چاہتا ہے۔ اس سے میں نے صبح کو آنے کی بابت کہا تھا۔ لیکن اس نے ابھی کی ضرورت بتائی۔ اور کہا۔ کہ دیر کرنے میں سخت نقصان ہوگا"

مروان (دل میں خیال کر کے کہ شائد کوئی ضروری بات ہو) "اچھا حاضر کرو"

حاجب کے واپس آنے میں جس قدر معمولی دیر لگی وہ بھی مروان کو اس وقت گراں گذری۔ اور وہ کمرہ میں ٹہل کر اس نئے آنے والے کی راہ دیکھنے لگا سوچتا تھا۔ کہ آخر یہ کون شخص ہے۔ اور کیوں آیا ہے۔ مروان کو بہت زیادہ

انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ کیونکہ حاجب نے فوراً ہی واپس آکر عرض کیا۔

"امیر المومنین! وہ آدمی حاضر ہے۔"

مروان ۔ "ہاں سامنے لاؤ۔" اور یہ حکم دیتے ہی ایک درویش صورت دراز قامت شخص باین ہیئت کذائی مروان کے روبرو آموجود ہوا کہ سر پہ ٹوپی تھی۔ نہ پیروں میں جوتی، سر اور داڑھی کے بال میل اور گرد میں اَٹ کر اور پسینے کی تری پہنچنے سے بالکل چپک کر رہ گئے تھے۔ سارے جسم پر میل کی ایک تہ چڑھی ہوئی تھی محض ایک لمبا کرتا۔ اور وہ بھی حد درجہ کا کثیف گلے میں پڑا گھٹنوں کے نیچے تک ستر پوشی کر رہا تھا۔ تہبند یا پاجامے کا کیا نام نشان لنگوٹہ اندر بندھا ہو سکر یہ ٹھیکا تو تھا نہیں۔ ہاں ایک ٹوٹی رسی کا ٹکڑا لپٹا تھا۔ اور اس کثافت جسمانی کے ساتھ ہی قیافہ سے باولے پن اور حماقت کے آثار بھی عیاں تھے۔ مروان اس شکل و شمائل کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔ "کہو۔ تم کیا چاہتے ہو؟ اور کس لئے یہاں آئے ہو؟"

آنیوالا شخص ۔ (برہمی کے ساتھ) "کیوں مجھ سے بیٹھنے کی بھی صلاح نہیں کی جاتی ۔ ۔ ؟ ہاں تم میری اس کثیف حالت کو دیکھکر نفرت کرتے ہوگے؟ میرے قدم رکھنے سے تمہارا نفیس فرش خراب ہو جائے گا۔ !! مروان! میری اس ذلیل حالت پر نہ جا۔ اولیاء اللہ حریر اور دیبا کے لباس نہیں پہنتے۔ اور ان کو کنگھی چوٹی سے رغبت نہیں ہوتی ۔ ۔ ۔"

مروان درویشوں سے عقیدت رکھنا تو کیا۔ سرے سے ولایت و کرامت ہی کو لغویات تصور کرتا تھا۔ وہ مشہور معتزلی۔ اور قدری۔ "جعد بن ادہم" کا شاگرد رشید تھا، اور فلسفہ اور حکمت کا اچھا ماہر۔ لیکن مصیبت اور پریشانی انسان کو دیوانہ بنا دیا کرتی ہے۔ اور اسے زعم محال کا خوگر کر دیتی ہے۔ مروان کو ان دنوں جیسے تردّدات لاحق تھے۔ انہوں نے اس کی عقل و دانش پر بڑا اثر ڈالا تھا۔ اور وہ مایوسی کے عالم میں کسی معقول مشیر اور ملہم من اللہ رہنما کا متمنی تھا۔

... نے ضبط کے ساتھ برداشت کیا۔ اور اس ... درویش ایک قالین پر بیٹھ گیا۔ اور مروان بھی ... کے مقابل ... پر آ بیٹھا۔ مروان اس وقت ہمہ تن گوش بنا ہوا درویش کی باتیں سننے کے لئے آمادہ تھا۔ لیکن اس کی یہ آرزو بر نہیں آئی۔ اور اس ... تھا۔ کہ درویش کچھ زیر لب بڑبڑا رہا ہے۔ اور جنبش لب کے علاوہ کوئی بات اس کے منہ سے نکلتی مسموع نہیں ہوتی۔ مروان نے خیال کیا۔ کہ وہ کوئی دعا پڑھ رہا ہے۔ اس لئے صبر کئے بیٹھا رہا۔ مگر وہاں درویش صاحب کی دعا ... طول کھینچتی گئی۔ اور مروان شوق و انتظار کی آگ میں پھنکا جاتا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے شیخ کامل نے دعا ختم کی۔ اور نشست کا پہلو بدل کر یوں گل افشانی آغاز کی۔ "مروان! میں تیرے پاس کیوں آتا؟ لیکن غیب کا حکم ہوا۔ اور ایک ضروری پیام ملا اس لئے مجھے اپنے مشاغل ترک کر کے تیرے گھر آنا اور وہ پیام تجھکو سنانا لازم ہو گیا۔ خیر اب غور سے سن! میں نے ابھی رات کے اول حصہ ہی میں ایک خواب دیکھا۔ ہم لوگوں کے خواب کیا ہوتے ہیں؟ تجھکو اس بات کی خبر نہیں۔ لیکن مجھے بزرگ اور قابل تعظیم رجال الغیب نے قاصد بنا دیا۔ اور میں پیام رسانی پر مجبور ہوں۔ پھر یہ بھی حکم ملا ہے۔ کہ پیام جلد پہنچاؤں۔ لہذا میں آیا اور جو کچھ کہنا ہے وہ کہتا ہوں۔ کیا تو میری بات کا یقین کرے گا؟"

مروان ۔ "پوری طرح یقین کامل ہے آپ فرمائیں!"

درویش ۔ "ایک آواز نے مجھے چونکا دیا۔ کوئی کہتا تھا "حمیمہ! حمیمہ!!" حیرت زدہ ہو کر میں نے سوال کیا۔ یہ حمیمہ کیا بلا ہے؟ رجال الغیب کی ... سے جواب آیا۔ "فساد کی جڑ اور عداوت کا گھر" میری حیرت بیشتر ہوئی۔ اور ... یہ سوال کر بیٹھا۔ کونسی عداوت؟ اور کس کے ساتھ؟ اس مرتبہ بشارت ... نے مجھکو ایسی ... کی ڈانٹ بتائی۔ کہ میرا بند بند کانپ گیا۔ اور اس نے ... مروان ... کے ... اور اس سے جا کر کہہ تیرا دشمن جان

Marfat.com

ابراہیم حمیمہ میں ہے۔ وہی تیری مصیبتوں کی جڑ اور تیری ہی پریشانیوں کا باعث ہے۔ بہت جلد اُسے گرفتار کرا کے قتل کر دے۔ اور اپنی مشکلات کا خاتمہ کرلے۔ میں نے چاہا تھا کہ اس بیان کی کچھ تفصیل اور معلوم کروں۔ مگر آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے فوراً آکر پیام پہنچا دیا۔ اور اب میں اپنے گوشۂ عافیت کو واپس جاتا ہوں۔"

یہ کہکر روانہ ہونے کے ارادہ سے اٹھنے لگا۔ اور مروان نے اُسے بٹھا کر دریافت کیا۔

"آخر اس خواب کی کوئی تعبیر بھی آپ کے خیال میں آئی ہے؟"

"ہم لوگ تعبیر نہیں بتایا کرتے۔ ہاں جیسا ہم کو الہام ہوتا ہے۔ اس کو بجنسہ نقل کر دینا ہمارا فرض ہے۔ اب تو یہ کر کہ "حمیمہ" کا پتا لگا۔ اگر یہ کوئی مقام ہے تو وہاں ابراہیم نامی کسی شخص کا ہونا ضروری ہے۔" درویش نے اتنی بات کہکر پھر اٹھ کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ لیکن مروان بن محمد اب سمجھ گیا تھا۔ کہ ابراہیم عباسی خاندان کے دعویدار خلافت کا نام ہے۔ اور چونکہ مجھکو اس کے قیام کی جگہ معلوم نہ تھی۔ اس سے غیبی بشارت آئی۔ تاکہ میں اُسے گرفتار کرا کے قتل کر سکوں۔

مروان بن محمد کی تمام فلسفہ دانی اور حکمت مآبی اس وقت غائب غلہ ہو گئی تھی۔ شیخ کی ولائت کا عقیدہ اس کے دل پر حاوی ہو رہا ہے۔ اور انسان کا قاعدہ ہی ہے۔ کہ وہ ہزار سحر و طلسمات اور ولائت و کرامت کا منکر ہو۔ لیکن پریشانی کے عالم میں جب کسی منجم و کاہن کی زبان کسی درویش صالح کے بیان سے اُسے اپنے حسب مراد کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے۔ تو اس کو ان سب امور کی تصدیق آسان معلوم ہوتی ہے۔ مروان کو یاد آگیا تھا۔ کہ علاقہ بلقا میں ایک بستی حمیمہ نامی ہے۔ اور وہاں عباسی خاندان کے کچھ شیعہ آباد بھی ہیں۔ اس لئے شیخ کی بشارت بالکل اس کے حسب مراد تھی۔ اور وہ چار ناچار اپنے دل کو شیخ کی ولائت و کرامت کی تصدیق پر آمادہ پا رہا تھا۔ پھر شیخ کو چلنے کے لئے تیار

دیکھکر اس نے روکا۔ اور کہا ــــ " یا شیخ! آپ میرے پاس ہی رہو تو کیا حرج ہو
میں تمہارے لئے ہر طرح کے آرام کا سامان کر دوں گا"

درویش۔ (ہاتھ جھٹک کر) " توبہ! توبہ!! مروان! کیا تو یہ چاہتا ہے۔ کہ مجھکو مشاہدہ خالق کے لطف سے محروم بنا دے۔ اور رجال الغیب کی محبت سے فیض نہ اٹھانے دے؟"

مروان۔ " خیر اگر آپ کو یہاں رہنا پسند نہیں تو مہربانی فرما کر اپنا نام و نشان ہی بتا دیجئے۔ تاکہ بوقت ضرورت میں آپ سے پھر مل سکوں"۔

درویش۔ " نہیں۔ نہیں مجھ میں ہرگز اتنی قدرت نہیں۔ میری زبان بند ہے۔ جو کچھ غیب سے حکم ملتا ہے۔ اس کے سوا ایک لفظ زیادہ یا کم میری زبان سے نہ نکلے گا۔ تو اگر یہ چاہے۔ کہ میں خود بخود تجھے کوئی بات بتاؤں یہ ناممکن ہے۔ بس اب مجھکو جانے دے۔ پھر کوئی خواب آئے گا۔ تو میں تجھ کو خبر دینے کے لئے آ جاؤں گا۔ ہاں۔ اپنے حاجب کو ہدائت کر دے۔ کہ جس وقت میں آؤں مجھے بلا تامل آنے دے۔ اور تو اس راز کو مخفی رکھے گا۔ تو پھر میری خدمات سے فائدہ اٹھائے گا۔ ورنہ۔ والسلام"

مروان کو درویش کی پر زور گفتگو سن کر اسے روکنے کی ہمت نہ پڑی۔ لیکن اس نے کہا۔ " خیر اتنی دیر تو ٹھہر جائیے کہ میں کچھ آپ کی نذر حاضر کروں"

درویش۔ (برہم ہو کر اور منہ میں کف بھر لا کے) " انعام! نذر!! کیا؟ ہم خدا کے بندے ہیں۔ تمہارا کھانا پانی ہم پر حرام ہے۔ ہم تمہارے مال [illegible] اپنے ہاتھ نجس کرینگے؟ ہمیں یہی حکم ملا ہے۔ مروان! تو تمہارا جا [illegible] یا لے۔ (گردن جھکا کر) یہ گردن کاٹ لے۔ کیوں مجھکو روکتا ہے؟ ہاں تو میری جان کا خواہاں ہے۔" درویش نے نہائت برہمی اور درشتی کے لہجہ میں یہ بات کہی جس سے مروان کو کمال حیرت دامنگیر ہوئی۔ مگر اس نے اپنے دل میں تصدر کیا۔ کہ شائد عزلت نشین اولیاء اللہ انسانی مجمع سے دور اور وحشی اور درندہ جانوروں کی

Marfat.com

ہم نشینی سے مسرور رہنے کے باعث اخلاق و انسانیت کے جامہ سے بھی باہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس نے شیخ کی دلجوئی کرنے کے انداز سے کہا۔ "معاف کیجئے! میں نے غلطی کی۔ مگر ٹھہرئیے میں آپ کے ساتھ کچھ محافظ سپاہی بھیج دوں۔ تاکہ وہ آپ کو بحفاظت پہنچا آئیں"

درویش۔ (پہلے سے بھی زیادہ برہم ہو کر) "کر دی عورت کے بچے کیوں تو میری جان لینے کے درپے ہے؟ مجھے چھوڑ دے اور جانے دے"

مروان نے درویش کی اس بات کو بھی اسی وحشت و حماقت پر محمول کیا جو دنیا سے الگ تھلگ رہنے والوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عابدوں اور زاہدوں کی سکونت جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں رہتی ہے۔ اور وہاں ان کی معاشرت وحشی جانوروں کے سوا کسی انسان سے ہوتی نہیں۔ بس عبادت الٰہی سے کام رہتا ہے۔ اس واسطے وہ لوگ بھی وحشی ہو جاتے ہیں۔ اور جلال کی آن انہیں زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔ چنانچہ مروان نے ضبط سے کام لیکر کہا "بہت خوب! خدا حافظ۔ اور یاد رکھئیے۔ کہ آپ جس وقت چاہیں۔ بلا تکلف میرے پاس آ سکتے ہیں" پھر اپنے حاجب سے "ان کو جانے دو۔ اور ان کے آنے کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا" درویش اپنی رہائی کا حکم سن کر لمبے لمبے قدم رکھتا۔ اور آسمان کی طرف منہ اٹھائے کچھ بڑبڑاتا ہوا چلدیا۔ اور مروان اس کی باتوں پر غور کرنے میں مصروف ہو گیا۔

مروان جس قدر سوچتا تھا۔ اسی قدر اس کی حیرت بڑھتی جاتی تھی۔ اور پوری طرح صاف بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ آخر اس نے اپنے ایک خاص مصاحب کو بلوا بھیجا۔ اور اس سے درویش کا حال مخفی رکھکر بیان کیا۔ کہ خود اس نے ایک خواب اس قسم کا دیکھا ہے۔ اور اب اس خواب کی تعبیر سمجھنے سے عاجز ہے۔ مصاحب اس بات کو سن کر کہنے لگا۔ "امیر المومنین! آپ کا خواب بالکل سچا ہے۔ حمیمہ بلقار کے علاقہ میں ایک مشہور بستی ہے۔ اور وہاں عباسی نسل کے شیعہ بکثرت آباد ہیں۔ آپ فوراً ایک فوجی دستہ ارسال کریں۔

Marfat.com

تاکہ وہ ان لوگوں میں سے ابراہیم نامی شخص کو گرفتار کرلائے۔ کیونکہ یہی ابراہیم وُہ امام ہے جس کی وجہ سے آپ آئی آفتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں ۔

اب مروان کے دل کی گرہ کھل گئی۔ اور اس نے اس عامل کے نام جو بلقاء پر اس کی طرف سے مقرر تھا۔ ایک فرمان لکھا۔ اور اس کو حکم دیا۔ کہ بہت جلد حمیمہ کا فوجی محاصرہ کر کے عباسی نسل کے لوگوں میں سے ابراہیم نامی شخص کو گرفتار کرلے۔ اور آستان خلافت پر روانہ کرے۔ پھر ابراہیم کی بعض نمایاں علامتیں بھی تحریر کیں۔ تاکہ عامل سے گرفتار کرنے میں غلطی نہ ہونے پائے۔

بائیسواں باب

ابو سلمہ الخلال

کیوں تم کو اس سے آخر امید ہو وفا کی
وہ بے وفا کسی کا ہوگا، نہ تھا، نہ اب ہے
(افسر الٰہ آبادی)

شہر کوفہ سے باہر مگر اسی کے متصل ایک شاندار ایوان تعمیر ہے۔ اور ایوان کے گردو پیش جو میدان پڑا ہے اس میں بہت سے خیمے نصب ہیں۔ محل کی تعمیری حالت اور کیمپ کی شان و شوکت سے عیاں ہو رہا ہے۔ کہ یہ کسی شہریار و تاجدار کا قصر ہے۔ فوج وسپاہ، ارکان دولت، اور اعیان دربار سب ہی موجود ہیں اور کیمپ پوری طرح آراستہ ہو رہا ہے۔ شہر کے لوگوں کی آمد و رفت تمام ہے امراء عمائد، اور اہل علم سب ہی یہاں آتے۔ اور صاحب ایوان سے مل کر واپس جاتے ہیں۔ یہ کیمپ اور محل نامور متمول رئیس ابو سلمۃ الخلال کا ہے جس نے علوی سادات کی دعوت خلافت کو ابھارنے اور ان کو مالی مدد دینے میں بے مثل شہرت پیدا کی تھی۔ دنیا کے تمام کام خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے کبھی بوجہ

Marfat.com

کے بغیر چل نہیں سکتے۔ اور خصوصاً خفیہ سازشوں کے واسطے تو اور بھی کثیر رقم کی ضرورت رہتی ہے۔ کیونکہ بہت سی حالتوں میں بیش قرار رقمیں خرچ کر کے مخالفوں کو موافق بنایا جاتا۔ اور ایک معمولی خادم کو جس سے کام اپنا مقصود ہو۔ اس کا منہہ زر و جواہر سے بھر دینا ضروری ہوتا ہے۔ ابو سلمۃ الخلال نے پہلے علوی مذہیال خلافت کی رفاقت میں اپنی دولت کو وقف رکھا تھا۔ اور اسی کے رسوخ نے وہاتینِ فارس کو سادات کا طرفدار و جان نثار بنایا تھا۔ اس لئے کہ ایران کے تمام دہقان اس کے زیر اثر تھے۔ اور خاص کر دہقان مرو یعنی ہمارے ناول کی روح رواں دہقانہ گلنار کا باپ تو ابو سلمہ کا بہت ہی گہرا دوست اور عزیز بھی تھا۔ اور ابو سلمہ کو اس کے رسوخ سے خراسان کے دہقانوں پر دُہرا اثر ڈالنے کا موقع ملتا تھا۔ اب دعوت خلافت کی باگ سادات علویہ کے قابو سے نکل کر بنی عباس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ اور ابو مسلم نے اس کی اشاعت کا چارج لیا تو ابو سلمہ کو بھی چار و ناچار عباسیوں ہی کا ساتھ دینا پڑا۔ وہ بظاہر مالی امدادیں اب بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ لیکن دل میں عباسیوں کی خلافت سے پوری طرح رضامند نہ تھا۔ مگر ابو سلمہ نے اپنا یہ خیال اس خوف سے ظاہر نہیں کیا۔ کہ امام ابراہیم کی جانشینی ہدایت اس کے نصب العین تھی۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ ذرا ابھی میری طرف سے ابو مسلم یا امام ابراہیم کو شبہ پیدا ہوا۔ اور میری خیر نہیں غرضیکہ بخوف جان وہ خاموش تھا۔ اور سمجھتا تھا کہ ابو مسلم عباسی خلافت کی بنیاد رکھنے میں ناکام ہوگا تو پھر وہ علوی سادات کی خلافت کا دعویٰ از سر نو اٹھا کر ان کے واسطے کوشش کرے گا۔ اور اس وقت میں اس کو پکی پکائی ہانڈی بھی مل جائے گی۔

کوفہ کے شیعوں اور عباسی خلافت کے رکن رکین نقیبوں اور سرداروں کو بھی ابو سلمہ کی طرف سے کھٹکا تھا۔ اور وہ لوگ دل میں اس کی جانب سے مطمئن نہ تھے۔ لیکن یہ سوچکر کہ بظاہر ابو سلمہ ان کے ساتھ کوئی مخالفت نہیں

Marfat.com

کرتا۔ اور روپیہ سے برابر مدد دیتا جاتا ہے۔ انہوں نے خاموش رہنا اور اس کے مال و دولت سے فائدہ اٹھانا مناسب تصور کیا۔ کوفہ کے شیعوں میں جس قدر معزز لوگ تھے۔ اُن کے لئے ہر روز ابوسلمہ کی دربارداری ایک ضروری بات تھی۔ اور اسی وجہ سے ہر وقت ابوسلمہ کی مجلس میں ملاقات کو آنے والوں کی ایک جماعت موجود رہتی۔

آفتاب خط استوا کے نیچے اتر چکا ہے۔ اور دن کے ایک بجے کا وقت ہے۔ اس وقت خواہ مخواہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کیا کرتے ہیں اور پھر خاص کر ان گرم ملکوں میں جہاں دھوپ کی تیزی عام لوگوں کے لئے بھی دوپہر کے وقت گھر سے چلنا۔ اور گھر سے بلا سخت مجبوری کے باہر نکلنا دشوار بنا دیتی ہے۔ تو ایسی حالت میں کسی خوشحال یا امیر شخص کا اپنے آرام گاہ سے نکلنا دشوار سے بڑھ کر محال تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ اس وقت ابوسلمہ خلال کے کیمپ میں معمولی لوگوں کے سوا ملاقاتیوں یا مہمانوں کا ہجوم نہیں۔ حمام اعین یعنی وہ مقام جہاں ابوسلمہ کا قصر اور اس کا کمپ واقع ہے۔ شہر سے اس قدر متصل ہے۔ کہ اس کو شہر کا ایک محلہ کہہ سکتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک مختصر سا قافلہ اس کمپ کے نزدیک آکر کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے۔ اور پھر اس قافلہ میں سے ایک مرد جو اہل خراسان کی وضع کا لباس پہنے ہے۔ اور ایک عورت نقاب پوش دونوں الگ ہوکر ابوسلمہ کے کیمپ میں داخل ہوتے۔ اور دریافت کرتے ہوئے اس کے ایوان کے دروازہ پر جا پہنچتے ہیں۔ مرد آگے بڑھکر حاجب سے اپنے آنے کی اطلاع کر دیتے۔ اور خواہش ملاقات ظاہر کرنے کی درخواست کرتا ہے۔ اور وہ جاکر ابوسلمہ کی اجازت لاتا۔ اور پھر اس آنے والے کو اندر بھیجتا ہے۔ یہ آنے والا شخص کون ہے؟ ہماری مہ جمال پیر دین گلنار کا رفیق۔ اور خادم صالح اچھا۔ یہ قافلہ گلناری کا تھا۔ جو کیمپ کے قریب آکر

Marfat.com

ٹھہرا تھا۔ پھر وہ خود کہاں ہے؟ کیا وہ نقاب پوش عورت جو صالح کے ساتھ تھی۔ گلنار ہی تھی؟ وہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ شاید صالح گلنار کو قافلہ ہی میں چھوڑ آیا ہے۔ اور پہلے خود ابو سلمہ سے مل کر اس کے بلانے کی اجازت بلوانے کا سامان کرنے آیا ہے۔ بہر حال جو کچھ ہوگا خود ہی ظاہر ہو رہے گا۔

صالح حاجب کے ساتھ کئی دہلیزوں کو طے کر کے ایک وسیع کمرہ میں پہنچ گیا جو آراستگی اور خوبی تعمیر میں ایوان شاہی کا نظیر اور مکین کی ثروت و حشمت کا گواہ تھا۔ اس وقت ابو سلمہ تنہا بیٹھا ہوا تھا۔ اور کوئی شخص ملاقاتی یا اس کا درباری وہاں موجود نہ تھا۔ صالح کو یہ موقع غنیمت معلوم ہوا۔ اور اس نے آگے بڑھ کر ادب کے ساتھ سلام کیا۔ اور ابو سلمہ نے جواب سلام دے کر دریافت کیا ——— "کیوں تم کیوں آئے ہو؟"

——— "کیا جناب میری عرض پر توجہ فرمائیں گے؟" صالح نے کہا۔

ابو سلمہ - "کہو کیا کہتے ہو۔"

صالح - "میرے ساتھ ایک لونڈی آئی ہے۔ اگر اجازت ہو تو اس کو بھی یہاں بلوا لیا جائے۔"

ابو سلمہ - "کیا حرج ہے۔ بلوا لو" یہ کہہ کر دستک دی۔ اور ایک غلام حاضر ہوا تو اسے حکم دیا کہ باہر ایک عورت کھڑی ہو گی۔ اس کو لے آئے۔ تھوڑی دیر میں وہ عورت ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی آگئی۔ اور ابو سلمہ کے روبرو آکر استادہ ہوئی۔ ابو سلمہ نے اس سے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ لیکن وہ کھڑی ہی رہی اور بولی۔ "کیا حضور نے کبھی یہ صورت دیکھی ہے؟" اور یہ کہہ کر اپنی نقاب کھول دی۔

ابو سلمہ - (پہچان کر استعجاب کے لہجہ میں) "ایں! ریحانہ!!"

اخاہ۔ صالح ریحانہ کو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اور ریحانہ نے معلوم کر لیا کہ ابو سلمہ اس کو پہچان گیا ہے۔ تو وہ بولی۔ "ہاں حضور عالی! آپ کی لونڈی میں ہی ہوں۔"

ابو سلمہ ۔ "تیرا آقا دہقان کہاں ہے؟ ۔ کیا تو اس کے یہاں سے چلی آئی ؟"

ریحانہ ۔ (رنج و قلق کے باعث بھرائی ہوئی آواز میں) "نہیں جناب! بلکہ انہوں نے مجھکو چھوڑ دیا" اور بے اختیار رونے لگی ۔

ابو سلمہ کو ریحانہ کے رونے سے کوئی حیرت نہیں ہوئی ۔ کیونکہ اُسے خیال ہوا کہ اس کے آقا نے اس کو نکال دیا ہے ۔ اور اب یہ اس کی یاد میں روتی ہے چنانچہ اس نے دریافت کیا ۔ "دہقان نے تم کو کس لیے چھوڑ دیا ؟"

ریحانہ بالکل خاموش رہی ۔ اور کوئی جواب نہیں دے سکی ۔ لیکن صالح بول پڑا ۔ "جناب عالی! اگر آپ اس کا مفصل قصہ سننا چاہتے ہیں ۔ تو اس کو محلسرا میں جانے دیجئے ۔ اور اپنے دوست دہقان مرد کی بیٹی دہقانہ گلنار کو بھی بلوا لیجیے جو آپ کے کمپ سے باہر ٹھہری ہوئی ہے ۔"

ابو سلمہ (حیرت سے مبہوت ہو کر) "کیا گلنار بھی یہاں موجود ہے ۔ اور اس کا باپ ؟"

صالح ۔ "آپ اُسے اپنے محل سرا میں بلوا کر خود ہی سب ماجرا سن لیجے میں کیا عرض کروں ۔"

ابو سلمہ ۔ (اٹھکر) "گلنار کی خالہ شیریں (اپنی بیوی کی نسبت کہتا ہے) اُسے دیکھکر بیحد مسرور ہوگی ۔ تم باہر جا کر ٹھہرو ۔ میں خادموں کو حکم دیتا ہوں ۔ وہ تمہارے ساتھ جا کر گلنار کو لے آئینگے ۔" (ریحانہ سے) ریحانہ! تو میرے ہمراہ شبستاں میں چل تیری بانو شیریں وہاں موجود ہے ۔" اور یہکہکر محل کے زنانہ حصہ کی طرف چلا گیا ۔ ریحانہ بھی اس کے ساتھ گئی ۔ اور صالح باہر نکل کر منتظر تھا ۔ کہ خادموں کو حکم ملے تو ان کو ہمراہ لیجا کر دہقانہ گلنار کے لینے کے واسطے جائے ۔ اتنے ہی میں حاجب کے پاس ایک آدمی آیا ۔ اور اسکو یہ حکم سنایا ۔ کہ اپنے ماتحت خادموں میں سے ایک جماعت دہقانہ گلنار کو یہاں لانے کے واسطے اس شخص کے (صالح کی طرف اشارہ کر کے) ساتھ کر دے ۔

صالح ان خادموں کو ساتھ لئے کیمپ سے باہر نکلا۔ اور جس جگہ دہقانہ گلنار اور دوسرے ساتھیوں کو ٹھہرا آیا تھا۔ وہاں جاکر نوکروں سے اسباب پہنچانے کا اشارہ کیا۔ اور خود دہقانہ گلنار کو ہمراہ لیکر ابومسلمہ کے محل کی طرف چلا۔ وہ راستہ میں گلنار کی تسکین و تشفی کرتا جاتا تھا۔ اور اس کو امید دلاتا رہا۔ کہ اب وہ ابومسلمہ کے ہاتھوں اپنا مدعا حاصل کرے گی۔ دس پندرہ منٹ کے عرصہ میں گلنار ابومسلمہ کے محل میں داخل ہو گئی۔ اور اپنی خالہ شیریں کے پاس جا پہنچی۔ جو اس کی صورت دیکھتے ہی مادری محبت کے ساتھ اس سے لپٹ کر اس کی پر نور پیشانی کے بوسے لینے لگی۔ شیریں کے پیار و محبت نے گلنار کا دبا ہوا جوش الم پھر ابھار دیا۔ اور وہ باپ کو یاد کر کے اس قدر زار زار رونے لگی۔ کہ ہچکیاں بندھ گئیں اور وہ بیہوش ہو چلی۔ ریحانہ بھی گلنار کے ساتھ گریہ و زاری میں شریک تھی لیکن ساتھ ساتھ وہ اس طرح کے الفاظ میں اس کو تسکین بھی دیتی جاتی تھی۔ جس سے شیریں پر ثابت ہو گیا۔ کہ گلنار یتیم ہو گئی ہے۔ اور اپنے باپ کی یاد میں بیقرار شیریں نے اس کو پیار کر کے سنبھالا۔ اور اپنے پاس بٹھا کر تسلی دینی شروع کی۔ ابومسلمہ باہر چلا گیا تھا۔ اور اب محل سرا میں روتے دھوتے کا غل سن کر وہ پھر آ گیا۔ لیکن گلنار کی پریشان صورت دیکھ کے وہ کمال متحیر تھا۔ کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ اور یہ لڑکی اور اس کی خادمہ ریحانہ دونوں کیوں اس قدر زار و نزار ہو رہی ہیں؟ اس نے ریحانہ سے استفسار کیا۔ کہ اس رونے کا کیا سبب ہے۔ تو اس نے کہا۔ "حضور عالی! صالح یعنی وہ باوفا خادم جو حضور کے پاس ہم کو لایا ہے۔ آپ سے تمام باتیں عرض کر دے گا۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ اس خادم کی وجہ سے ہم زندہ و سلامت حضور کے پاس تک آ بھی گئے۔ ورنہ خدا جانے ہماری کیا نوبت ہوتی!!"

ابومسلمہ اس قدر پریشان اور سراسیمہ ہو گیا تھا۔ کہ اب اس میں مزید انتظار کی قوت نہ تھی۔ وہ فوراً اپنے اسی کمرہ میں چلا گیا۔ جہاں صالح اس کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ اور یہ دیکھ کر کہ ابومسلمہ پر گلنار کی حالت زار نے گہرا اثر ڈالا ہے۔

Marfat.com

صالح نے خیال کر لیا۔ کہ ہاں! اب تمام باتوں کے بیان کر دینے کا وقت آ گیا۔ اور یہی موقع ہے۔ کہ ابو سلمہ کو، ابو مسلم کی طرف سے ناخوش بنا کر اُسے علوی سادات کی دعوت خلافت زندہ کرنے کے لئے آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ اور ابو سلمہ نے اس سے آتے ہی دریافت کیا۔ "صالح! یہ لڑکی کیوں اس قدر دل توڑ کر رو رہی ہے؟ اس پر کیا مصیبت پڑی؟"

صالح۔ "حضور والا! وہ اپنے باپ دہقان کو یاد کر کے روتی ہے جس کو لوگوں نے خدا واسطے قتل کر دیا ہے۔"

ابو سلمہ۔ "ایں! کس نے قتل کیا؟"

صالح۔ (بناوٹ کی راہ سے سہم کر) "اُسے۔ اُسے آپ کے بڑے سپہ سالار اور نقیبوں کے اعلیٰ افسر نے قتل کیا۔"

ابو سلمہ۔ "ابو مسلم نے؟"

صالح۔ "ہاں جناب! اسی نے"

ابو سلمہ۔ (سر ہلا کر) لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔ اور اس کی خطا کیا تھی؟"

صالح۔ (تیور کر) "خطا یہ تھی۔ کہ دہقان بیچارہ نے روپیہ پیسہ اور آدمیوں سے ابو مسلم اور اس دعوت کی امداد کی۔ اور جہاں تک اس کا قابو چلا دوسرے بھائی بند دہقین خراسان سے بھی اس کو مدد دلوائی۔"

ابو سلمہ۔ (سخت غصہ سے زہر خند کر کے) "ہرگز نہیں۔ قتل کی وجہ کیونکر ہو سکتی ہے؟۔۔ تو سچی بات بیان کر۔"

صالح۔ "حضور کے سر مبارک کی قسم۔ میں نے جو کچھ عرض کیا۔ بالکل صحیح اور واقعی امر ہے۔ دہقان مرو نے اپنے تمام عمر کی جمع کی ہوئی دولت ابو مسلم کی نذر کر دی۔ اور بیچارہ نے خراسان کے دہقانوں کو ہر طرح ابھارا کہ وہ اسلام کے سپہ سالار کی پوری اعانت کریں۔"

ابو سلمہ۔ "یہ بات ہرگز قرین عقل نہیں۔ کہ دہقان مرد نے اس قدر خیر خواہی

Marfat.com

کی ہو۔ اور پھر ابومسلم اس کو بلا وجہ قتل کر دے۔!!...

صالح۔ (سنبھل کر مؤدب ہو بیٹھنے کے بعد) "جناب والا! کیا جو شخص محض شک کی بنا پر لوگوں کو قتل کرنے میں باک نہ رکھتا ہو۔ اس سے اس طرح کی حرکت سرزد ہونا کوئی حیرت انگیز امر ہے؟ کیا جناب نے امام ابراہیم کی ہدائت نہیں سنی ہے؟"

ابوسلمہ نے یہ بات سنی تو اپنی داڑھی کریدتے ہوئے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر چپ سادہ لی۔ مگر اس کے بشرہ سے یہ بات مترشح ہوتی تھی۔ کہ جو بات ہے دل کی وہ زبان پر نہیں آتی۔ اور یا تو وہ اپنا راز کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا یا کوئی خوف مانع ہے۔ صالح کی نگاہوں سے ابوسلمہ کی یہ حالت مخفی نہ رہ سکی۔ اور اس نے غمگین لہجہ میں بسورکر بہت ہی پست آواز کے ساتھ کہا "جو شخص اپنے امام کی ہدائت کے مطابق شک کی وجہ سے لوگوں کا قتل کر دینا روا رکھے۔ کیا اس سے یہ کوئی بعید امر ہے۔ کہ وہ جس کو چاہے قتل کر دے۔ اور امام بھی کون جس کے نام سے ڈریں۔ اور عدل کا جھنڈا بلند کر رکھا ہے۔ آہ ہم کو تو یہ معلوم تھا۔ کہ اماموں کے پیروں تلے کوئی چیونٹی آجاتی ہے۔ تو وہ اس کے خون ناحق پر بھی اپنے تئیں خطاوار شمار کرتے ہیں۔"

ابوسلمہ سے صالح کی یہ گفتگو سن کر قوت ضبط رخصت ہوگئی۔ اور بے ساختہ اس کے منہ سے یہ بات نکل گئی۔ "وہ ہدائت مآب امام رسول اللہ صلعم کے نواسے ہیں۔ وہ امام علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند ہیں" اور یہیں تک کہنے پایا تھا۔ کہ یکایک وہ چونک پڑا۔ اور سنبھل کے اور اب دہن گھونٹ کے خاموش ہوگیا۔

صالح ایسے اچھے موقع کو کب بیکار چھوڑنے والا تھا۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ غم آلود لہجہ میں کہنے لگا۔۔۔ "پھر کیا سبب ہوا۔ کہ آپ لوگوں نے دعوت کا رخ بدل دیا؟ آہ۔ آپ لوگ ائمہ ہدیٰ کے سچے خادم تھے۔ اور خلق اللہ پر ان کی خلافت قائم کر کے بہت بڑا احسان کرنا چاہتے تھے۔ نہیں معلوم کیوں آپ نے

Marfat.com

اپنا ارادہ بدل دیا ؟ یا آپ اب تک درصل امام علی رضی کی اولاد کے لئے خلافت کی سعی کر رہے ہیں۔ اور ابراہیم کو محض نمایشی طور پر امام بنا رکھا ہے ؟"

ابوسلمہ پر سکوت طاری تھا۔ اور گو اس کے دل میں جواب دینے کا جوش موجزن تھا۔ لیکن وہ اپنی طبیعت پر قابو کئے رہا۔ اور صالح سلسلہ کلام جاری رکھکر کہنے لگا۔" ہاں میں سمجھتا ہوں۔ کہ ان لوگوں نے آپ کو دہوکا دے رکھا ہے۔ اور آپ کی دولت لوٹ لوٹ کر کھا رہے ہیں۔ یقیناً آپ کا دل اس امام سے خوش نہیں۔ مگر محض اس خیال سے کہ آپ کی مخالفت اس کو ضرر پہنچائے گی آپ ظاہرداری کرتے اور اس کا ساتھ دیتے ہیں"

آخر ابوسلمہ سے بھی چپ نہ رہا گیا۔ اور وہ کھل ہی پڑا۔ اس نے کہا" ہرگز نہیں میں کبھی اس امام کو پسند نہیں کرتا۔ مگر افسوس میرا کوئی معین و یاور نہیں بنتا۔ خدا جانے یہ سب لوگ کس طرح بدل گئے ہیں۔ کہ ہدایت مآب اماموں کو چھوڑ کر ایسے سفاک شخص کو اپنا امام تسلیم کر لیا ہے ؟"

صالح ۔ (ابوسلمہ کے یوں کھل پڑنے سے بیحد مسرور ہوکر) "منش کردہ ام رستم پہلواں۔ وگرنہ یلے بود درسیستاں۔ جناب! برا نہ مانئے گا۔ آپ ہی لوگوں نے اس کو امام بنا لیا۔ اور ایران و خراسان والوں کو اس کے زیر حکم کر لیا ہے ورنہ اس کی ہستی ہی کیا تھی "

اب تک ابوسلمہ بیٹھا ہوا صالح کی باتیں سنتا جاتا تھا۔ مگر جونہیں صالح نے یہ آخری فقرہ کہا۔ ابوسلمہ کے دل میں ایک ایسا جوش اٹھا۔ کہ وہ یکایک اٹھکر کمرہ میں اِدہر اُدہر ٹہلنے اور اپنی چادر کو سنبھال کر اوڑھتے ہوئے تعلّی کرنے لگا۔ صالح بھی ابوسلمہ کی ہر ایک حرکت پر غور کی نگاہ ڈالتا جاتا تھا۔ اور اس کے انداز سے اُس کے دل کا راز معلوم کر رہا تھا۔ وہ بھی ادب اور رعب کے باعث کھڑا ہو گیا۔ اور اس انتظار میں تھا کہ پھر کوئی گفتگو کا سلسلہ چھیڑے کہ یکایک ابو سلمہ ٹہلتے ٹہلتے اس کے سامنے کھڑا ہو کر۔ اور اپنی زرکار ٹوپی کو سنبھالتے ہوئے

کہنے لگا۔ ”آہ۔ اب تو ہم نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ فارس اور خراسان والوں کو اس کا مطیع بنا دیا۔ اور اس کو ان پر حکمران کر دیا۔ اس وقت اہل ایران امام ابراہیم کی زبان سے بولتے۔ اور اسی کی تلوار بنکر لڑتے ہیں۔ ہم اس کے مقابلہ میں کیا کر سکتے ہیں؟“

صالح — ”جناب عالی! یہ آپ نے کیا فرمایا؟ آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں اور اس آسانی سے کہ گویا کوئی بات ہی نہیں۔“

ابوسلمہ ۔ (حقارت سے ہنسکر) ”کیا خوب!! ناممکن کو ممکن کرنا کیونکر آسان ہو سکتا ہے۔؟ آج لاکھوں اہل فارس امام ابراہیم کے نام پر فدا ہو رہے ہیں۔ ہم ان سب کو کس طرح اس کی طرف سے پھیر سکتے ہیں؟“

صالح ۔ ”جناب عالی! میں نے عرض تو کی۔ کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ جان کی امان پاؤں تو کچھ اور کہوں۔“

ابوسلمہ ۔ ”بے خوف وخطر جو کچھ کہنا ہو کہو۔ تم کو امان دیجاتی ہے۔“

صالح ۔ ”اگر اس شخص کو اسی کے تیر کا نشانہ بنا دیا جائے۔ اور درخت کی جڑ ہی کاٹ دیجائے تو؟“

ابوسلمہ جو ٹہل ٹہل کر صالح سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کی یہ گفتگو سنتے ہی بکایک رک گیا۔ اور دانتوں میں انگلی دبا کر کمال حیرت سے صالح کو گھور کر کہنے لگا — ”صالح! تم کیا کہتے ہو؟“

صالح ۔ ”یعنی ہم اسی شخصکو نہ قتل کر دیں۔ جو ان تمام فسادوں کی جڑ ہے؟“

— ”کون ایسی جرأت کر سکتا ہے؟“ ابوسلمہ نے حد سے بڑھے ہوئے تعجب کے ساتھ کہا۔ اور غور سے صالح کی صورت دیکھنے لگا۔

صالح ۔ ”میں جناب عالی! میں اس خدمت کو انجام دوں گا۔ اور اس طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہو سکے۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ امام ابراہیم کو قتل کر دینے

کے بعد آپ دعوت خلافت کا رخ بدل کر اُسے علوی سادات کے لئے مخصوص کر دیں، اور ابو مسلم کا مقابلہ کرنے پر تل جائیں۔۔ وہ آپ کی امداد کے بغیر کچھ بھی نہ کر سکے گا۔ اور پھر لوگوں کو امام کے قتل ہو جانے کا حال معلوم ہوگا۔ تو وہ بیحد مسرور ہوں گے، خاص کر یہ کہ یہ لڑکی جو یتیم اور آوارۂ خانمان ہو کر آپ کے زیر سایہ آئی ہے۔ مجھے خوف ہے۔ کہ ابو مسلم اس کی خبر سن کر اُسے یہاں تلاش کرائیگا۔ اور اس کی گرفتاری میں کوشاں ہوگا۔ آپ اس بات کو خوب ذہن نشین کر رکھیں۔ ابو مسلم کا طرز عمل یہی ہے۔ کہ ضرورت کے وقت جس آدمی کو مقرب بنا کر اس سے کام لیا جائے۔ جب ضرورت باقی نہ رہے۔ تو اس کو قتل کر دینا چاہیئے۔ آپ سب لوگوں پر واجب ہے۔ کہ اپنی جان کی طرف سے ہوشیار رہیں۔۔ میں سچ کہتا ہوں۔ اور نہایت آزادی کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔ کہ ابو مسلم نہ کسی کا ہے اور نہ ہوگا۔ ؎

کیوں تم کو اس سے افسرا امید ہے وفا کی
وہ بیوفا کسیکا ہوگا، نہ تھا، نہ اب ہے

اور آیندہ آپ کو اختیار ہے۔"

ابو سلمہ ۔ (یہ سمجھ کر کہ صالح اس کی زندگی کے خطرہ میں ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔ اور انجان بن کے) "تو کیا تم نے جو بات کہی ہے۔ اُسے کر کے بھی دکھا دوگے؟"

صالح ۔ (چٹکی بجا کر) "یوں۔ بس جانے آنے میں دیر لگے گی۔ ورنہ کام تو ایک پل مارنے کا بھی نہیں۔ دو ہفتے کی مدت کافی ہے۔ میری بانو آپ کے پاس رہے گی۔ اور میں یہ خدمت انجام دینے چلا جاؤں گا۔ کیوں کیا آپ کا امام حمیمہ میں نہیں رہتا؟"

ابو سلمہ ۔ "ہاں اُن کا قیام حمیمہ میں ہے۔ اور گلنا کی نسبت تم کو مطلق اندیشہ نہ کرنا چاہیئے۔ وہ میری نور دیدہ، اور اپنی خالہ شیریں کے پاس ہے۔"

ابو سلمہ کو صالح کی باتوں سے [illegible]
کھلا تھا۔ کہ وہ اس کا دلدادہ ہو گیا۔ [illegible]
سے کام لینے کا بھی ارادہ کر لیا۔ وہ خوش ہو کر صالح [illegible]
یہ خبر ہی نہ تھی۔ کہ صالح کون ہے۔ اور کس واسطے [illegible]
کرتا ہے۔ اور صالح کو نہ عباسیوں سے کوئی مخالفت [illegible]
دوستی وہ دونوں جماعتوں کو برباد کرنے میں اپنے فرقہ (خوارج) [illegible]
تھا۔ اور اسی غرض کے لئے تمام دوا دوش کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ [illegible]
سے انتقام لینے کا بھی خیال تھا۔ کیونکہ ابو مسلم نے اس کو زہر دلوا کر مار ڈالنے کا ارادہ
کیا۔ عملاً اس بات کا اقدام کر ہی دیا تھا۔ اور صالح کی قسمت سید ہی تھی۔ بچ گیا۔

دوسرے دن صالح ابو سلمہ سے رخصت ہو کر اپنی مہم کو انجام دینے کے لئے روانہ
ہوا۔ چلتے وقت ابو سلمہ نے اس کو کئی توڑے اشرفیوں کے دینے چاہے۔ لیکن
اس نے یہ کہکر روپیہ لینے سے انکار کیا۔ "جناب عالی! میں جو کچھ کرتا ہوں [illegible]
خدمت سمجھکر نہ کہ روپے کے لالچ میں اس سے مجھے معاف رکھئے" اور ابو سلمہ
اس کی بے غرضی۔ اور لالچی دیکھ کر اس کا مزید گرویدہ ہو گیا۔ صالح ابو سلمہ سے رخصت
ہو کر ریحانہ سے ملا۔ اور اس نے اپنے مہم کے مختصر حالات سنا کر اور گلنار کی بابت
کی چند ہدایتیں کر کے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں وہ خوارج کے حالات۔ اور ابو مسلم
کے کوائف کی جستجو لیتا جاتا تھا۔ اور یہ معلوم کر کے اس کی تمام آرزوئیں دل کے [illegible]
پیوند خاک ہو گئیں۔ کہ شیبان کے شہر مرو کا محاصرہ چھوڑ دینے کے [illegible]
اُسے پیام بھیجا تھا کہ وہ امام ابراہیم سے بیعت کر لے۔ گر شیبان [illegible]
میں کہلا بھیجا۔ "تم خود اور تمہارے امام دونوں کو [illegible]
ابو مسلم نے دوبارہ اس کو لکھا۔ کہ خیر۔ تو میری بیعت اگر قبول نہیں کرتا۔ [illegible]
مقام پر اب ٹھہرا ہوا ہے۔ اسی کو چھوڑ دے [illegible] شیبان وہاں سے [illegible]
ہو کر "سرخس" کی طرف چلا گیا۔ جہاں [illegible]

Marfat.com

ساتھ مل گیا۔ اور ابومسلم نے شیبان کی قوت بڑھتے دیکھکر اس پر فوج کشی کردی۔ شیبان ابومسلم کی سپاہ سے ہزیمت اُٹھا کر بھاگتا پھرا۔ ایک شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ آخر وہ مدینہ میں پہنچ کر قتل کر دیا گیا۔ اور شیبان کے قتل ہوتے ہی خوارج کی جمعیت پراگندہ ہو گئی۔ صالح کے دل پر اس خبر کے سننے سے ایک رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور اس کی وہ ہمت جو عباسی خلافت کی بربادی میں کوشش کرنے کے لئے اب تک اُسے سرگرم بنا رہی تھی آدھی کیا دسواں حصہ بھی نہیں رہ گئی۔ لیکن چونکہ ابومسلم کی بدسلوکی پر اب خوارج کی تباہی کا انتقام لینا بھی مستزاد ہو گیا تھا۔ اس واسطے وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں آیا۔ علاوہ بریں خوارج کا عقیدہ موجودہ زمانہ کے نہلسٹ فرقہ کی روداد سے ملتا تھا۔ اور ان کا عام خیال تھا کہ خدا کے سوا کوئی حکمراں نہیں دنیاوی تاجداروں کا وجود روئے زمین سے مٹا دیں۔ اور دعویداران خلافت کا جس طرح بھی خاتمہ کیا جا سکے کردینا ان کے نزدیک داخل ثواب تھا لیکن یہ سب دکھانے کی باتیں تھیں ورنہ بباطن خارجی لوگ اپنی ہی حکومت قائم کرنے کے خواہاں تھے۔

صالح ابوسلمہ کے پاس سے روانہ ہو کر راستہ میں یہ سب خبریں لیتا ہوا پہلے حمیمہ پہنچا۔ اور وہاں بنی عباس کے موجود ہونے کا پتا لگا کر پھر دمشق آیا۔ اور دمشق میں جس ولی اللہ اور درویش کامل نے اموی خلیفہ مروان ابن محمد کو غیبی بشارت کے ذریعہ سے امام ابراہیم عباسی کا پتا بتایا وہ یہی تھا۔

Marfat.com

تیئیسواں باب

برجستہ پیشنگوئی

نہ ملک باین فضائل نہ بشر باین شمائل
تو دل ملک ربائی بدل بشر نشینی

ملک شام اور بلقاء کے علاقہ کی ایک مختصر سی بستی "حمیمہ" نامی میں کئی دن سے ایک کشیدہ بلکہ دراز قامت بزرگ کسی مسجد میں فروکش ہیں۔ اور لوگوں کا ہر وقت ان کے گرد مجمع رہتا ہے۔ کوئی تعویذ لینے کی غرض سے آیا ہے۔ تو کسی کے گود میں ننھا سا بچہ دبا ہے۔ کہ شیخ اس کو دم کر دینگے بعض لوگ کچھ خفیہ طور سے ان بزرگ کے حالات معلوم کرنے کی فکر میں لگے ہیں۔ اور شیخ ہیں کہ ان کو عبادت الٰہی اور استغراق باطن سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ بندگان خدا انتظار کی بیچینی میں مبتلا ہی تھے۔ کہ یکایک شیخ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر۔ اور نیلی نیلی آنکھیں نکال کے اپنے گرد وپیش کے مجمع پر نظر ڈالی۔ اور کہا۔ "ملک حجاز سے ریگستانی زمین کو طے کرتا۔ اور ہزاروں مشکلیں جھیلتا ہوا یہاں آیا ہوں۔ اور صرف اتنی آرزو ہے۔ کہ امام ابراہیم کی زیارت کروں۔ لیکن تم لوگوں نے اپنی غرض سے مجھے گھیر رکھا ہے۔ اور مجھکو امام کا پتا نہیں بتاتے! سنو! میں امام کے یہاں ہونے بلکہ جس مقام پر وہ ہیں۔ اور جس حالت میں بیٹھے ہیں۔ ان سب باتوں سے واقف ہوں۔ لیکن تم نے امام کی صورت مجھے نہیں دیکھنے دی اچھا اب بھی ہوشیار رہو۔ اور امام سے جاکر اطلاع کر دو۔ کہ ان کی جان خطرہ میں ہے۔ خبردار رہیں!" اور یہ کہکر پھر مراقبہ میں سر جھکا لیا۔

ناظرین کو حیرت ہوگی۔ کہ یہ درویش کون ہے؟ مگر نہیں ان کو اس کی گفتگو

Marfat.com

ہی سے پتا لگ گیا ہوگا۔ کہ ایسی بات بجز ہمارے مہربان صالح کے کون کہہ سکتا ہے۔ اور یہ پھل دوسرا آدمی کب بنا سکتا ہے۔ درویش کی یہ تہدید آمیز گفتگو سن کر سب لوگ خوف سے کانپ اٹھے۔ اور امام ابراہیم کو اس بات سے مطلع کر دینا ضروری تصور کیا۔ امام نے بظاہر اس امر کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ اس کو درویش کی کرامت اور بزرگی میں شک تھا۔ مگر صالح نے یہ بات اس وقت کہی تھی۔ جبکہ اُسے اموی حکمراں کی فوج عنقریب آجانے کا یقین ہو گیا تھا۔ اور امام ابراہیم کا خیال تھا۔ کہ مبادا یہ کوئی جاسوس ہو جو اموی حکمران کی طرف سے یہاں کی حالت دریافت کرنے آیا ہو۔ لہذا انہوں نے اپنے بھائی ابوالعباس کو بھیجا۔ کہ وہ خفیہ طور سے اس شخص کی حالت کو جانچے۔ اور ابوالعباس معمولی لوگوں کی طرح تبدیل ہیئت کئے ہوئے آکر صالح کو دیکھ بھال کے چلا گیا۔ اور اس نے بھی اس کو کوئی باؤلا شخص تصور کیا۔

جعلی درویش کی پیشنگوئی کو ہنوز چند ہی گھنٹے گزرے تھے۔ کہ یکایک اموی تاجدار مروان بن محمد کی سپاہ نے آکر حمیمہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور لوگوں سے عباسی خاندان والوں کے گھر کا پتا پوچھا۔ بستی کے رہنے والے خوف جان سے گھبرا گئے اور انہوں نے بنی عباس کے مکانات کا پتا دے دیا۔ جن کی تعداد معقول تھی۔ اور وہ اموی سپاہ سے مقابلہ کرنے کو تیار بھی ہو گئے تھے۔ قریب تھا۔ کہ جانبین میں لڑائی چھڑ جائے۔ اور خونریزی ہو۔ لیکن اموی فوج کے سردار نے عباسیوں سے کہا۔ "امیرالمومنین کو تم سب لوگوں سے کوئی مطلب نہیں۔ انہوں نے تم میں سے محض ایک شخص ابراہیم نامی کو طلب کیا ہے۔ اور وہ بھی کسی بری نیت سے نہیں۔ بلکہ غالباً اس کو پھر بعزت واپس بھیج دیں گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ تم لوگ جنگ پیکار کا خیال ترک کر دو۔ اور ابراہیم کو ہمارے ساتھ کر دو۔ ورنہ لڑو بھڑو گے۔ تو پھر تم سب لوگوں کو گرفتار کر لیں گے۔ تم پر حملہ ہو جائیگا۔ اور تمہاری جو سزا ہوگی۔ اُسے تم خود سوچ سکتے ہو۔"

Marfat.com

ابوالعباس کو اب درویش صالح کی گفتگو یاد آئی۔ اور اُسے اس کا اِلٰی آہ کی بات نہ ماننے کا کمال افسوس ہوا۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اور بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا۔ کہ کان دبا کر امام ابراہیم کو حوالہ کر دیا جائے۔ عباسی لوگوں نے باہم مشورت کر کے یہی رائے قرار دی۔ کہ امام کو اموی سپاہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ ابراہیم سمجھ گیا تھا۔ کہ یہ گرفتاری پیام مرگ ہے۔ اس واسطے اس نے اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کے واسطے خلافت کی ہدایت کر دی۔ کہ میرے بعد اس کو خلیفہ بنانا۔ اور خود دشمنوں کے ساتھ چلا گیا۔ ابراہیم نے اپنے کنبہ والوں کو یہ ہدایت بھی کی تھی۔ کہ اب تم اس بستی سے بہت جلد نکل کر شہر کوفہ میں چلے جانا۔ وہاں ہمارے شیعوں کی زبردست جماعت موجود ہے۔ اور وہ تم کو دشمن کے دست ظلم سے محفوظ رکھے گی۔

ابراہیم کے تین بھائی اور تھے۔ جو اس سے عمر میں چھوٹے تھے۔ ایک ابوالعباس سفاح جس کے واسطے وہ خلافت کی ہدایت کر گیا تھا۔ دوسرا ابوجعفر منصور اور تیسرا عبدالوہاب۔ ابراہیم کی گرفتاری نے عباسیوں کے دلوں میں عموماً۔ اور ابوجعفر منصور کے دل میں خصوصاً درویش صالح کی بزرگی۔ اور کرامت کا نقش جما دیا تھا۔ اور اُدھر صالح بھی منتظر تھا۔ کہ اب کوئی شخص ابراہیم کے کنبہ کا یا اس کے بھائیوں میں سے اس کے پاس آنا ہی ہوگا۔ چنانچہ مغرب کی نماز کے بعد ہی وہ مسجد کے ایک حجرہ میں مراقبہ کر کے بیٹھ گیا۔ صالح کو اس طرح بیٹھے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ کہ یکایک کسی نے حجرہ کے دروازہ پر دستک دی۔ اور صالح نے بہت دیر توقف کر کے دروازہ کھولا تو اُسے ایک گندم رنگ اور لاغر اندام سبزہ آغاز نوجوان دکھائی دیا جس کے چہرہ سے باوجود کم سن ہونے کے ہیبت اور جلالت کے آثار نمایاں تھے۔ اور وہ سر پر سیاہ عمامہ باندھے۔ اور بر میں زرد رنگ کی قبا پہنے تھا۔ صالح اس نوجوان کو پہلے ہی نظر میں پہچان گیا۔ کہ یہ ابوجعفر منصور امام ابراہیم کا بھائی ہے۔ کیونکہ وہ اس

Marfat.com

گھرانے کے سب لوگوں کو چھپا رہا تھا لیکن منصور کو اس بات کا مطلق علم نہ تھا۔ اس وقت صالح نے منصور کو دیکھا۔ تو وہ تاڑ گیا کہ یہ نوجوان کسی اہم غرض سے یہاں آیا ہے۔ لہذا اس نے اپنا دام بچھانے اور منصور کو اس میں پھانسنے کی نیت سے نہایت پُرجوش لہجہ میں کہا۔ "آئیے صاحب القبا الاصفر" (زرد قبا پہننے والے)

منصور درویش صالح کی بات سن کر یکایک چونک پڑا۔ اور نہیں معلوم اس نے دل میں کیا خیال کیا۔ کہ بڑے ادب کے ساتھ درویش سے کہا۔ "یا شیخ! میں نے آپ کے اوقات میں خلل تو ڈالا۔ مگر آپ معاف فرمائیں۔ آپ کی کرامت نے میرے دل کو ایسا گرویدہ کر لیا ہے۔ کہ مجھکو کچھ اپنی راز کی باتیں آپ سے عرض کرنی ضروری معلوم ہوتی ہیں"

درویش صالح۔ (بناوٹ سے مسکراتے ہوئے جیسے دل میں کوئی بات جانتا ہے۔ مگر کہتا نہیں) "آپ بیٹھ جائیے۔ اور کہئے کیا کہتے ہیں؟ یا اگر کچھ اور آزمائش منظور ہے تو پھر یہ خدا کا عاجز بندہ ہی کہہ چلے۔ کہ آپ کیا کہینگے؟"

منصور۔ "نہیں آپ کی پہلی ہی بات نے مجھکو یقین دلا دیا ہے۔ کہ آپ خدارسیدہ بزرگ ہیں۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آپ میری غرض سے بخبر ہوں گے"

درویش صالح منصور کی باتیں غور کے ساتھ سنتا۔ اور اپنی نظر چہرہ کے گوشوں میں اس طرح دوڑا رہا تھا۔ گویا کسی چیز کا متلاشی ہے۔ پھر وہ کچھ بڑبڑانے لگا۔ اور اس کے بعد یکایک خاموش ہو کر منصور سے کہا۔ "تم کیوں آئے ہو؟ کیا خلافت کے سوا کوئی اور تمنا بھی رکھتے ہو؟" صالح نے یہ بات اس خیال سے کہی تھی۔ کہ شرفائے بنی ہاشم میں سے ہر شخص کا نصب العین یہی ہے۔ اور ان کے دلوں کی انتہائی آرزو بجز خلافت کے کچھ

نہیں ہو سکتی۔

منصور۔ (خوشی سے کھلکر) "جی ہاں میں اسی لئے آیا ہوں لیکن پہلے مجھے یہ تو بتا دیجئے کہ آپ غیب کی باتیں نجوم کے رو سے بتاتے ہیں۔ یا کشف و کرامت کے وسیلہ سے؟"۔ منصور کو نجومیوں کا بڑا اعتقاد تھا۔ اور وہ ان کے احکام کی صداقت پر اعتماد رکھتا تھا۔

درویش صالح۔ "میں روحانی نجوم کا ماہر ہوں مجھکو اصطرلاب استعمال کرنے کی حاجت نہیں پڑتی۔ تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"

منصور۔ "آج صبح کو میرے بھائی امام کی نسبت جو خبر آپ نے دی تھی افسوس ہے کہ ہم نے اس پر مطلق توجہ نہ کی۔ اور اب پچھتانا پڑا۔ میرے بھائی امام ابراہیم دشمنوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ اور ان کی جان اب بچتی نظر نہیں آتی۔ بھائی صاحب چلتے وقت ہم کو بیعت کے متعلق ایک ہدایت کر گئے ہیں"

درویش صالح۔ (مقراض سخن بن کر) "بیعت تم سے ہو گی" اور یہ بات اس خیال سے کہی کہ ایسی خوشخبری منصور کے حسب منشار ہے۔ اور اس کا اعتقاد بڑھانے والی۔

منصور۔ (افسوس کے انداز سے) "کیا خبر ہے۔ کہ بیعت مجھ سے ہو گی؟ وہاں تو بھائی ابو العباس سے اس وقت لوگوں نے بیعت کر لی ہے"

درویش۔ "اوہ۔ یہ کوئی بات نہیں بیعت تمہاری ہے۔ اور اس وقت نہیں تو کچھ روز بعد سہی۔ تم خلیفہ ضرور ہو گے" صالح اس بات میں بھی یہی مکر کا پہلو رکھتا۔ کہ اس وقت تو منصور کا دل اپنی طرف مائل کرے گا۔ بعد میں چاہے یہ پیشینگوئی سچی نکلے یا جھوٹ۔

منصور بڑا زیرک اور نہایت چلتا پرزہ تھا۔ یوں تو وہ کسی کے جال میں مشکل ہی سے پھنس سکتا۔ مگر اتفاق سے صالح کی پہلی بات اس وقت کچھ ایسی تیر بہدف

Marfat.com

ہوگئی۔ کہ منصور بالکل اس کی ولایت اور صداقت کا عاشق بن گیا۔ اور پھر صالح کا باولا پن اس پر طرّہ بن کر اس کے مزید اعتقاد کا موجب ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس نے کہا۔ "میں اسی غرض سے آپ کے پاس آیا۔ اور جیسے ہی آپ نے مجھکو زرد قبا والے کے نام سے پکارا مجھے آپ کی صداقت کا یقین کامل ہوگیا"

صالح نے یہ بات کسی خاص غرض سے تو کہی نہ تھی۔ مگر اتفاق وقت سے اس کی یہ برجستہ گفتگو ایک قصہ طلب بات ہوگئی۔ اور منصور نے اس حکایت کو اپنی قبا کی طرف اشارہ کرکے یوں بیان کرنا آغاز کیا۔ "میری یہ قبا آپ کی صداقت پر گواہ ہے۔ کیونکہ ایک زمانہ گزرا۔ جبکہ مدینہ میں بنو ہاشم نے کنبہ والوں کا ایک عام جلسہ کرکے اس بات پر غور کیا تھا۔ کہ حکومت بنی امیہ کی بربادی کے بعد خلافت کی بیعت کس شخص سے ہوگی۔ میں بھی اس جلسہ میں موجود اور اسی قبا کو پہنے ہوئے تھا۔ اور امام جعفر صادق بھی شریک جلسہ تھے۔ چنانچہ امام ممدوح نے کہا "لاینال الخلافۃ الا صاحب القبا ء الاصفر" (خلافت بجز زرد قبا پہننے والے کے اور کسی کو نہ حاصل ہوگی) اور اسی وقت سے میرے دل میں یہ ہوس سما گئی ہے"

درویش صالح ۔ (اس اتفاق سے مسرور ہوکر اور اپنا فریب مکمل کرنے کی نیت سے) "میں تو کہہ چکا ہوں۔ کہ تم خلیفہ ہو"

منصور ۔ "مانا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ مگر اس وقت تو صورت واقعہ اس کے خلاف ہے۔ پہلے میرے بھائی امام ابراہیم سے بیعت ہوئی تھی۔ اور اب وہ گرفتار ہوگئے۔ تو بھائی ابوالعباس سے بیعت کی گئی۔ امام ابراہیم بھی کوچ کر گئے ہیں۔ کہ اب ہم لوگ کوفہ میں اپنے شیعوں کے پاس چلے جائیں"

صالح ۔ (اس انداز سے قطع کلام کرکے گویا وہ منصور کی باتیں ہی سننا نہیں چاہتا) "نہیں نہیں خلیفہ تم ہی ہو۔ اگرچہ تمہارے تمام کنبہ سے بیعت ہوتی رہے لیکن آخر کار یہ منصب تم کو ہی ملے گا۔ تم میری اس بشارت کو یاد رکھو۔ اور خدا

Marfat.com

کو منظور ہے تو اس کی صداقت تمہیں خود ہی نظر آ جائے گی۔ وہ یہ کہکر کھڑا ہو گیا جیسے وہ اپنے ملاقاتی کو واپس کرنا چاہتا ہے۔ مگر منصور نے درویش کے ان غمزوں کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ باکرامت بزرگوں کی طبیعت میں ایک طرح کی وحشت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس نے بھی اٹھ کر کہا "ایں۔ یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ کیا ارادہ ہے؟"

درویش ۔ "اب میں اپنے مقام کو واپس جانا چاہتا ہوں۔"

منصور ۔ "کیوں؟ کیا ہمارے ساتھ نہ رہیے گا؟ ہم آپ کو اپنے ساتھ کوفہ لے جینگے۔"

درویش ۔ (تاسف کے لہجہ میں) "کاش میں تمہاری یہ آرزو پوری کر سکتا۔ تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ اور مجھے مدینہ جانے کا حکم ملا ہے کہ وہاں پیغمبر رسول (صلعم) کے جوار میں رہوں گا۔ میں کیا جانوں کوفہ کہاں ہے اور نہ وہاں جانا مجھے پسند ہے۔"

منصور ۔ "خیر لیکن آپ ہم کو تو وہاں جانے کی صلاح دیتے ہیں؟"

درویش ۔ "ضرور۔ کیونکہ وہاں ابو سلمہ کیسا موجود ہے۔"

منصور درویش سے کوفہ کی ناواقفیت کا حال اور ابو سلمہ کا نام سن کر بہت سے دنگ ہو گیا۔ اور اب اس کو درویش کے ساتھ رکھنے کی زیادہ آرزو پیدا ہوئی۔ اس نے کہا۔ "تو کیا آپ کسی طرح ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتے؟"

درویش ۔ "معذور ہوں۔ یا جانا میرے اختیار میں کب ہے۔ میرا قیام مدینہ میں تھا۔ میں نے کبھی اس بستی کا نام تک نہیں سنا تھا۔ ہاتف غیب نے مجھکو یہ بتایا۔ اور الہام کو اس خطرہ سے آگاہ کرنے کے لئے یہاں بھیجدیا۔ میں آیا۔ مگر افسوس کہ تم لوگوں نے میرے پیام کو قبول نہ کیا۔ اور اس کا خمیازہ بھگت کر مانے اب [illegible] ہے۔ کہ تمہاری نسبت مجھکو پھر کوئی ہدایت ہو۔ اور اس وقت تم جہاں ہو گے میں وہیں پہنچ جاؤں گا۔ سر دست مجھے معاف کرو۔ اللہ اپنی

Marfat.com

راہ لینے دو۔"

منصور خود ہی اس قدر چالباز تھا۔ کہ وجود نجوم وغیرہ پر اعتقاد رکھنے کے وہ کسی کے دام مکر میں پھنسنے والا نہ تھا۔ لیکن درویش کے چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔ تاہم وہ کوئی زور نہ ڈال سکا۔ اور صرف اس کا نام و مقام دریافت کرنا چاہا تاکہ بوقت ضرورت اُسے بلوا سکے۔ "اچھا آپ اپنا نام و نشان ہی بتا دیجئے۔ ممکن ہے۔ کہ مجھکو حصول خلافت کے بعد آپ کے علم سے فائدہ اٹھانے کا شوق ہو تو میں آپ کو بلوا سکوں گا"

درویش ۔ (کانوں پر ہاتھ رکھ کر) "توبہ۔ توبہ۔ تم کو میرے نام اور مقام سے کوئی غرض نہ رکھنی چاہئے۔ درویش کا کیا ٹھکانا۔ ہاں بوقت ضرورت تم مجھکو اپنے پاس دیکھو گے۔ اور شائد ایسا موقع بہت جلد آجائے کیونکہ میں تمہاری خلافت کا چاند ایک سخت گہن میں پڑا ہوا دیکھتا ہوں۔ جس وقت وہ ظلمت دور ہو جائے گی۔ اُس وقت تمہاری حقیقت عیاں ہوگی۔ اچھا فی امان اللہ"

منصور ۔ (ناچار ہو کر) "آپ نہیں مانتے تو مجبوری ہے۔ خدا حافظ" اور یہ کہتا ہوا حجرہ سے نکل کر چلا گیا۔

منصور کی واپسی کے بعد صالح نے رات ہی میں اپنا سفر شروع کر دیا۔ اور وہ بعجلت دمشق کی طرف چلا۔ کیونکہ وہاں اس کو امام ابراہیم کے قتل کا بندوبست کر دینا ضروری تھا۔ دو شبانہ روز میں بلقاء سے دمشق تک کی مسافت اس نے طے کی۔ راستہ میں کہیں ٹھہرا بھی تو صرف دم راست کرنے کے لئے ورنہ چلتا ہی گیا۔ اور جب وہ شہر دمشق کے مشہور "غوطہ[1]" کے سلسلہ میں پہنچگیا تو اس نے دیکھا ہر ایک عظیم الشان فوجی کیمپ نظر آیا۔ صالح کو اس بات

---

[1] یہ نہایت سرسبز اور پرفضا قطعہ زمین ہے۔ اور تمام دنیا میں اس قدر بے نظیر مقام مانا گیا ہے کہ بحیثیت ارضی تسلیم کیا جاتا ہے۔ مترجم

سے حیرت ہوئی۔ اور اُس نے وہاں کے لوگوں سے اس کیمپ کی خبر دریافت کر کے معلوم کر لیا۔ کہ خلیفہ مروان بن محمد کسی دور دراز ملک پر حملہ کرنے کے لئے تیاریاں کر رہا ہے۔ صالح سمجھ گیا۔ کہ وہ خراسان جا رہا ہوگا۔ اور ابو مسلم سے معرکہ آرا ہونے کا عازم ہوگا۔ چنانچہ صالح نے اپنی ہیئت تبدیل کی اور ویسی ہی وضع بنائی جس وضع میں وہ پہلی بار مروان بن محمد سے ملا تھا۔ اور خاک میں لوٹ کر تمام کپڑوں اور جسم پر خوب غبار چڑھا لیا۔ تاکہ معلوم ہو وہ کسی دور دراز سفر سے آرہا ہے پھر اسی ہیئت کذائی کے ساتھ خلیفہ مروان بن محمد کے کیمپ میں جا کر اس سے ملاقات کا طالب ہوا۔ مروان بن محمد شہر مرو کی طرف روانگی کا عازم تھا۔ لیکن اتفاق سے جیوں ہی وہ شہر کے باہر نکلا۔ اُسے امام ابراہیم کے گرفتار ہونے کی خوشخبری ملی۔ اور اس نے یہ حکم دیا کہ امام کو حران میں قید رکھا جائے۔ وہ خراسان کی واپسی کے بعد ان کی بابت کوئی فیصلہ سنائے گا۔ اور پھر چند ضروری کاموں کی انجام دہی کے لئے وہ ایک دن شہر سے باہر مقیم رہنے پر مجبور ہو گیا۔ خلیفہ مروان بن محمد رات کے وقت تنہا اپنے خیمہ میں بیٹھا ہے۔ امرائے دربار رخصت ہو کر آرام کرنے کے لئے جا چکے ہیں۔ اور خلیفہ بھی استراحت کا ارادہ رکھتا ہے۔ کہ یکایک حاجب نے آ کر کسی معلوم شخص کے آنے کی اطلاع دی اور مروان بن محمد نے چونک کر اُس سے کہا۔ "کیا؟ وہی درویش آیا ہے؟ بہت جلد لاؤ"۔

حاجب باہر گیا۔ اور معاً ایک گرد و غبار میں اٹا ہوا میلا کچیلا دراز قامت شخص خلیفہ کے روبرو آیا۔ اور خلیفہ نے اُسے دیکھتے ہی "مرحبا" بلا وسہ جھک کر تعظیم دی۔ اور درویش نے کہا "اخوہ۔ بڑی مشقت اٹھا کر میں اس قدر جلد آیا۔ ورنہ تم چلے گئے ہوتے۔ اور مجھے کچھ اور مسافت طے کرنا پڑتی"۔ بانے

خلیفہ مروان :- "کہئے۔ کیا آپ کوئی نئی بشارت لائے ہیں؟" جب

درویش :- "ابن محمد! بات تو وہی پرانی ہے لیکن رجال القدر۔ اللہ!

بجلد اطلاع دی۔ کہ تم نے اس دشمن کو گرفتار کر کے خراسان میں قید کر رکھا ہے یاد رکھو کہ تم اس کو زندہ رہنے دو گے تو گویا کچھ بھی نہ کرو گے۔ ہاں۔ قتل قتل۔ قتل۔"

خلیفہ مروان ۔ (سر جھکا کر) "آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر اطمینان رکھیئے وہ زندہ نہ بچے گا۔"

مروان بن محمد کی یہ گفتگو سنتے ہی درویش پلٹ کر چلدیا۔ اور خلیفہ اس سے بیٹھنے کی صلاح کرتے کرتے یہ سوچ کر رک گیا۔ کہ پہلی بار اس نے میری بات نہیں مانی تھی۔ تو اب کیا منظور کرے گا۔

چوبیسواں باب

رنگ میں بھنگ

بس ہجوم نا امیدی خاک میں مل جائیگی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل میں ہے (غالب)

پھر وہی شہر کوفہ ہے۔ اور مقام اعین کا محلہ۔ صالح گرد سفر میں اٹا ہوا بو سلمہ کے در دولت پر آتا۔ اور دربانوں سے اندر جانے کی اجازت لانے کا تقاضا کرتا ہے۔ صالح کی وضع قطع اس وقت بالکل بدلی ہوئی ہے۔ ہلکی سی ٹوپی ہے۔ اور اس پر سے ڈھاٹا بندھا ہوا ہے۔ جس نے تمام چہرے کو چھپا رکھا ہے۔ اور بدن میں کپڑوں کے اوپر لمبی اور ڈھیلی ڈھالی عبا پہن رکھی ہے۔ دربانوں نے صالح کے تقاضے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ تو اس نے عجلت کی وجہ سے کہا۔ "دیکھو میرا کام بہت ضروری اور عجلت طلب ہے۔ میں ایک بہت اہم پیام لایا ہوں۔ تم لوگ جلد اطلاع کر دو۔ ورنہ حرج ہوگا۔"

Marfat.com

ایک دربان۔ خواہ آپ کا مقصد کتنا ہی ضروری ہو لیکن اس وقت کسی کی مجال نہیں۔ کہ جا کر اطلاع کرے۔ وہاں ایک خفیہ اور بیج کی ملاقات ہو رہی ہے۔ اور ہمیں حکم ملا ہے۔ کہ کوئی بھی آئے اس کی اطلاع کبھی نہ کریں۔"

صالح یہ سنکر سخت متیات ہوا۔ اس کے دل میں خلجان پیدا ہو گیا کہ آخر یہ کیسی ملاقات اور کس کی ملاقات ہے جو اتنی سختی کے ساتھ دوسروں کو روکنے کی ہدایت کی گئی ہے؟ مگر وہ مجبور تھا۔ کرتا کیا۔ اس لئے دروازہ کے باہر ہی ایک چبوترہ پر سایہ میں بیٹھ گیا۔ وہ پسینہ میں تربتر تھا۔ اور گرمی خوب زوروں کے ساتھ پڑ رہی تھی صالح نے ڈھاٹا کھول ڈالا۔ سر اور گردن میں ہوا لگنے سے ذرا اس کے ہوش ٹھکانے آئے تو پھر غور کرنے لگا۔ کہ یہ کون آیا ہے جس کے واسطے ابو سلمہ نے اتنی دیر تک تنہائی کر لی۔ صالح ہنوز کچھ سوچنے بھی نہیں پایا تھا۔ کہ یکایک ابو سلمہ کے دربانوں میں ہلچل محسوس ہوئی۔ اور اس کا داروغہ ایوان کے اندر چلا گیا۔ پھر چند منٹ میں وہ واپس آیا۔ تو اس کے ساتھ دو اور شخص بھی تھے بمجملہ اُن کے ایک جو آگے آ رہا تھا۔ پستہ قامت الدگول مول آدمی تھا۔ لباس کی وضع و قطع قابل دید تھی۔ سر پر نہایت بھاری عمامہ باندھ رکھا تھا۔ آنکھوں میں سرمہ اس قدر بھرا تھا۔ کہ گالوں پر بہ کر نکل آیا تھا۔ بالوں کی دو لٹیں دونوں کنپٹیوں کی طرف لٹکتی ہوئیں داڑھی بیچ سے دو حصے کر کے سینہ پر پڑی ہوئی جسم میں ایک بیجد کشادہ جبہ پہنے اور ہاتھ میں لنبا سا عصا لئے ہوئے تھا۔ اس عجیب الہیئت شخص کے پیچھے ایک غلام تھا جس کے ایک بازو پر نہایت خوشنما زرکار تھیلا پڑا تھا۔ دوسری بغل میں ایک موٹی سی کتاب دبی تھی۔ اور ہاتھ میں اصطرلاب تھا۔ صالح نے اگلے آدمی کی صورت دیکھی تو مارے گھبراہٹ کے اس کا دم چڑھ گیا۔ اور دل دھڑکنے لگا۔ "ہائیں یہ تو ابراہیم معلوم ہوتا ہے۔"

ابومسلم کا خزانچی۔ بیشک" غور سے دیکھکر" ہاں یہ تو وہی یہودی بچہ ہے"
صالح کا خون خشک ہو گیا۔ اور اپنا ڈھالا کھول ڈالنے پر اُسے بیحد پشیمانی ہوئی
کیونکہ وہ ڈرتا تھا۔ کہ مبادا ابراہیم اُسے دیکھ لے۔ اور اس کا راز کھل جاتے۔
اُدھر ابراہیم جو اٹھلا اٹھلا کر چلتا۔ اور دائیں بائیں نگاہ ڈالتا جاتا تھا۔
اس نے بھی صالح کو دیکھ لیا۔ اور کچھ غور سے دیکھنے کے بعد ابراہیم کا رنگ
فق ہو گیا۔ تاہم وہ انجان بن کر اپنے سواری کے خچر کی طرف چلا جو زریں
ساز و لگام سے آراستہ دہیں دروازہ کے قریب لے آیا گیا تھا۔ اور پھر غلام
کی مدد سے اس پر سوار ہو کر دم زدن میں بے جادہ جا روانہ ہو گیا۔
ابراہیم تو چلا گیا۔ مگر صالح اس کو دیکھکر کچھ ایسا حواس باختہ ہو گیا تھا۔
کہ دیر تک بحس و حرکت کھڑا رہا۔ اور پھر وہ سنبھل کر اپنے دل میں کہنے لگا۔
"آہ۔ یہ خبیث یہاں کیوں آیا؟ ضروری ہے۔ کہ ابومسلم نے اس کو جاسوس
بنا کر بھیجا ہے" پھر دربان سے "کیوں بھائی اب تو مجھکو اجازت ملے گی
تم جا کر اطلاع تو کرو" دربان مکان میں داخل ہو کر فوراً واپس آ گیا۔ اور صالح
سے اندر جانے کا اشارہ کیا۔ صالح دربار کے ملاقاتی کمرہ میں پہنچا۔ تو اس نے دیکھا
کہ ابوسلمہ مسند زریں پر جلوہ فرما ہے۔ اور اس کے چہرے سے کچھ سوچنے کے آثار
نمایاں ہیں۔ ابوسلمہ نے جیسے ہی صالح کی صورت دیکھی۔ وہ تبسم کناں کہنے
لگا۔ "اخاہ۔ صالح! خوش آمدی۔ آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ کہو خیریت
تو ہے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم بامراد اور کامیاب ہو کر آئے ہو"

صالح۔ (ادب کے ساتھ دست بوس ہو کر۔ اور مؤدب بیٹھ کے) آپکے
اقبال اور برکت سے میں نے تمام باتیں ٹھیک کر لیں۔۔ کیا میں بلا اندیشہ
سب کیفیت عرض کر سکتا ہوں؟"

ابوسلمہ۔ (مسرت کے ساتھ) "ہاں یہاں بالکل خلوت ہے۔ تم اپنی
کامیابی کا قصہ سناؤ۔ اور مجھے بڑی خوشی ہے۔ کہ تمہاری کارگزاری سننے کے لئے

Marfat.com

آج کا سا مبارک دن مجھکو ملا ہے۔"

صالح - (ابوسلمہ کی بے موقع مسرت نے کچھ دل میں متردد ہوکر) "جناب عالی! سب سے پہلے آپ میرے ایک سوال کا جواب عطا فرمائیں۔ اور امید ہے کہ میری اس جسارت کو معاف فرمائیں گے۔"

ابوسلمہ - "کوئی ڈر نہیں۔ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ کہو۔"

صالح - "جناب عالی! معاف فرمائیے خداوند کریم آپ کو ہمیشہ شادان وفرحان رکھے۔ آج کیا بات ہے۔ کہ میں خلاف عادت آپ کے بشرہ پر شگفتگی اور مسرت کے آثار نمایاں پاتا ہوں؟ کیا کوئی نئی خوشی کی خبر ملی ہے؟"

ابوسلمہ - (ہنسکر) "نہیں۔ کوئی نئی خبر تو ملی نہیں۔ مگر اس وقت ایک بڑا ماہر اور اپنے فن میں کامل منجم یہاں آیا تھا۔ اور اس نے مجھکو اپنے علم کے وہ وہ کرشمے دکھائے۔ کہ میں دنگ رہ گیا۔"

صالح - "میرا خیال ہے کہ وہی شخص ابھی آپ کے پاس سے نکل کر گیا ہے؟"

ابوسلمہ - (تعجب سے) "ہاں۔ تم نے بھی اس کو نکلتے دیکھا تھا۔؟ وہی وہی۔۔ اس کا نام حاتم منجم ہے۔ اور وہ حیران کا رہنے والا قوم کا یہودی ہے وہ اپنے فن میں یکتا ہے۔"

صالح - "مگر آپ کو اس کی مہارت کا پتا کیوں کر لگا؟"

ابوسلمہ - "خوب! پتا کیوں کر لگا!! اس نے تمام میرے دل کی باتیں بتادیں اور جن امور کو میں نے راز کے صیغہ میں رکھا تھا۔ اور میرے اور تمہارے سوا ان سے کسی کو واقفیت ہی نہ تھی۔ وہ سب ایک ایک کر کے اس نے بیان کر دئے۔ اس نے تمہارے یہاں آنے اور بعض ان باتوں کو بھی بتا دیا۔ جو تم نے مجھ سے کہی تھیں۔"

صالح یہ سنکر چونک پڑا۔ اور سمجھ گیا کہ یہ یہودی اسی کا سراغ لگانے اور گلنار کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔ مگر اس کو سخت تعجب تھا۔ کہ ابراہیم نے

اس کے اور گلنار کے یہاں ہونے کا پتا کیونکر پایا۔ اور پھر طرہ یہ کہ اس کو میری اور ابومسلم کی گفتگو کا راز کس طرح معلوم ہو گیا؟ اگرچہ صالح کے دل میں اس وقت بیحد پیچ و تاب ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے ضبط کر کے اپنا قیافہ بحال رکھا۔ اور انجان بن کر لاپروائی کے شان سے ہنستے ہوئے کہا۔ "اس نے آپ سے کیا کہا؟"

ابومسلم ۔ "سب سے پہلے اس نے میری نسبت بنی عباسیوں کی طرف سے برائی ہونے کا ذکر کیا۔ میں اس خیال سے کہ مبادا یہ کوئی مخبر ہو۔ بہت بگڑ کر اس پر ناراضی عیاں کی۔ لیکن وہ میرے انکار سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔ اور برابر اپنی بات ہی پر جارہا۔ بلکہ اس کی دلیل میں ایسے امور پیش کئے جن کو میرے سوا کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ حتیٰ کہ تم بھی ان میں سے چند ہی باتوں کو جانتے ہو۔ اس نے تمہاری اور نورچشمی گلنار کے یہاں آنے، اور ابومسلم کے ہاتھوں اس پر مصیبت پڑنے کا حال اس لب و لہجہ میں بیان کیا۔ کہ گویا وہ ابومسلم سے سخت ناخوش اور اس کا جانی دشمن ہے۔ حالانکہ نہ وہ گلنار سے واقف تھا۔ اور نہ ابومسلم سے اور تم مجھ سے کہہ چکے تھے۔ کہ گلنار اور اس کے بدبخت باپ کا معاملہ تمہارے سوا کسی اور کو ہرگز معلوم نہیں۔ پھر تم نے مجھ سے اس کی رازداری کا بھی عہد لیا تھا۔ بہرحال اس منجم نے جو بات کہی ایسی درست اور صحیح کہ میں حیران رہ گیا اور ہر ایک بات کہنے سے قبل وہ اپنے اصطرلاب اور اپنی کتاب کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ میں نے اس کی مہارت مشاہدہ کر کے اپنا اطمینان کر لیا۔ تو پھر ان واقعات کے آئندہ نتیجہ کے متعلق اس سے سوال کیا۔ اور اس نے مجھ کو اطمینان دے کر کامیابی کی خوشخبری سنائی۔"

صالح ۔ (بے اختیار قطع کلام کر کے) "کیا آپ نے اس سے میرے ملک شام جانے کی غرض بھی بیان کر دی؟"

ابومسلم ۔ "میں نے کیا بیان کیا۔ اس نے خود ہی کوئی بات نہیں چھوڑی وہ میرے دل کے تمام اسرار ایک ایک کر کے بیان کرتا جاتا تھا۔ اور آخر اس نے

Marfat.com

یہ بھی کہا۔ کہ تمہارا دوست جس کام کے لئے ملک شام کو گیا ہے۔ اس میں وہ ضرور کامیاب ہوگا۔"

صالح نے یہ سنکر نعوذ باللہ پڑھا۔ اور اس نے دل میں یقین کر لیا۔ کہ ابراہیم ابی مسلم کا بھیجا ہوا اور ہم لوگوں کی خبر لینے آیا تھا۔ اس کو حیرت تھی تو یہ کہ ابراہیم نے اتنے مفصل حالات کیونکر معلوم کر لئے۔ صالح کے ہوش گم ہو گئے تھے۔ اس کو معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی بیحد عزیز چیز اس کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ وہ امام کے قتل ہونے کی مسرت بھی بھول گیا۔ اور رنج و تردد سے مبہوت بن کر سر جھکا کے خاموش ہو گیا۔ ابو سلمہ کو اس کی یہ حرکت ناپسند آئی۔ اور اس نے دریافت کیا۔ "صالح! یہ تم چپ کیوں ہو گئے؟ مجھکو بتاؤ تو کہ تم نے اس سفر میں کیا کیا؟"

صالح ۔ (نہایت آہستہ آواز میں جیسے کسی نے اس کا گلا دبا رکھا ہے) "آپ کی گفتگو سننے کے بعد میری مہم کی کامیابی کس کام آ سکتی ہے"

ابو سلمہ ۔ (پریشان ہوکر اور صالح کا مدعا نہ سمجھنے کے باعث حیرت سے) "تم نے مجھ سے کیا سنا۔ یہ وہ تو نہایت خوشی کی بات اور نیک نتیجہ کا اطمینان دلانیوالا امر ہے"

صالح ۔ (آنکھوں میں شدت الم سے آنسو بھر لاکر) "نہیں جناب عالی! یہ نہ کہیے۔ بلکہ وہ گفتگو ہماری تمام امیدوں اور کارروائیوں پر پانی پھیر دینے والی ہے۔ اور اب ہماری جان کی خیر نہیں"

ابو سلمہ ۔ (پہلے سے زیادہ گھبرا کر اور بات سمجھ میں نہ آنے سے پریشان ہوکر باواز بلند) "آخر یہ کیوں؟ صالح! تم پہیلیاں نہ سناؤ صاف بات کہو میرا دم الجھ رہا ہے"

صالح ۔ "جناب عالی! جس منجم کا آپنے ذکر کیا ہے۔ وہ آپ کی تمام باتیں ابو مسلم کو جا سنائے گا۔ اور اپنی طرف سے بھی نمک مرچ لگانے میں کمی نہ کرے گا۔ پھر آپ خود خیال کر لیجئے۔ کہ اس کا نتیجہ کیا ہے"

Marfat.com

ابوسلمہ ۔ سخت پیچ و تاب کھا کر صالح کو گھورتے ہوئے " ابومسلم سے ابو مسلم کو اس یہودی سے کیا واسطہ ؟ تم کو وہم ہو گیا ہے "

صالح ۔ "جناب عالی! وہم کیسا۔ میں اس کو بخوبی پہچانتا ہوں وہ ابومسلم کا ملازم اور اس کے قاتلانہ ارادوں کی تکمیل کا سب سے بہتر آلہ ہے "

ابوسلمہ ۔ (لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے) " صاف کہو ۔ تم نے مجھکو بہت پریشان بنا دیا ہے "

صالح ۔ "یہ یہودی ابومسلم کا خزانچی ہے ۔ اور اس کی مکاری اور فن کا حال دیکھکر مجھکو معلوم ہو گیا ۔ کہ ابومسلم اُس کے ذریعہ سے امرائے سلطنت کے حالات کا تجسس کیا کرتا ہے ۔ میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں "

ابوسلمہ ۔ (پریشان ہو کر) " پھر اب کیا کیا جائے ؟ "

" اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اس کو گرفتار اور قتل کرنے کی تدبیر کیجئے ورنہ ابومسلم کے پاس یہ خبر پہنچتے ہی آفت آ جائے گی " صالح نے کہا ۔

ابوسلمہ ۔ " بہت ٹھیک ہے " اور یہ کہکر دستک دی ۔ دربان حاضر ہوا ۔ اور ابوسلمہ نے اس سے دریافت کیا ۔ " کیوں ۔ وہ منجم کہاں گیا ہے ؟ کچھ تم کو بھی معلوم ہوا ؟ "

دربان ۔ " خداوند نعمت ! میں بالکل نہیں جانتا ۔ کہ وہ کہاں گیا مگر میں نے دیکھا ۔ کہ وہ اپنے خچر پر سوار ہو کر کوفہ کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ چلا تھا "

ابوسلمہ نے یہ بات سن کر صالح کی طرف استفہام کی نظر سے دیکھا ۔ اور صالح نے کہا ۔ " کیا عجب ہے ۔ کہ شہر کی کسی سرا میں یا یہودیوں کے کسی کنبہ میں ٹھہرا ہو " اور ابوسلمہ نے دربان کو حکم دیا " ابوضرغامہ عیار کو ابھی بلا لاؤ " دربان تعمیل ارشاد کے لئے چلا گیا ۔ مگر صالح کو حیرت ہوئی ۔ کہ ابوسلمہ یہ کیا کر رہا ہے ۔ چنانچہ اُس نے دریافت کیا ۔ " کیا جناب والا ! اس یہودی

کی تلاش میں عیار کی معرفت کرائیں گے؟"

ابوسلمہ۔ "بیشک میں نے اس عیار کو ایسی ہی ضرورتوں کے لیے اپنے حاشیہ میں رکھا ہے۔ وہ بڑا کارگزار شخص ہے۔ اور اس کے شاگردوں کی جماعت بھی ہر وقت یہیں موجود رہتی ہے۔ یہ لوگ آفت کے پرکالے ہیں۔" ابوسلمہ کی گفتگو ختم بھی نہیں ہونے پائی تھی۔ کہ دربان ایک عجیب الہیئت شخص کو ساتھ لیے آگیا۔ یہ آدمی صرف موٹے کھار دے کا ایک گھٹنوں تک نیچا پاجامہ پہنے اور اوپر سے لنگوٹ کسے ہوئے تھا۔ باقی اس کا تمام جسم سر سے اوپر تک برہنہ تھا۔ بائیں کندھے پر ایک توبرہ پڑا تھا جس میں پتھر کے چکنے ٹکڑے بھرے ہوئے تھے۔ اور داہنے ہاتھ میں گوپھن لئے تھا۔ اسی کے ساتھ اُلٹے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا تھا جس کو وہ کھاتا چلا آتا تھا۔ جیسے طلبی کا پیام سنتے ہی کھانے پر اٹھ کر چلا آیا ہے۔ اور منہ کا نوالہ منہ میں۔ اور ہاتھ کا ہاتھ میں باقی ہے۔ وہ شخص اسی ہیئت کذائی کے ساتھ ابوسلمہ کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے کوئی تعظیم نہیں کی۔ بلکہ بے تکلف دوستوں کی طرح کھڑا رہا۔ اور ابوسلمہ نے مسکرا کر اس سے دریافت کیا۔ "ابوضرغام! تم کوفہ سے واقف ہو؟"

ابوضرغام۔ "بیشک! اور ناواقف ہونے کی وجہ؟"

ابوسلمہ۔ "کیا تم نے اس منجم کو دیکھا تھا جو آج صبح کو میرے پاس آیا۔ اور ابھی یہاں سے نکل کر گیا ہے؟"

ابوضرغام۔ "کیا آپ اس یہودی کو کہتے ہیں۔ جو بُری طرح آنکھوں میں سرمہ بھرے تھا؟ ہاں میں نے اس کو اور اس کے غلام دونوں کو دیکھا۔ اس کا تھیلا مجھے بہت پسند آیا تھا۔ وہ میرے پتھروں کے رکھنے کے لئے بہت موزون ہے۔"

ابوسلمہ۔ "تو کیا تم اس کو پکڑ کر بھی لا سکتے ہو؟ میں وہ تھیلا روپیوں سے بھر کر دوں گا۔ وہ شہر میں گیا ہے۔ اور غالباً کسی سرا یا یہودی کے

کسی کنبہ میں ہوگا"

ابو نصر غانم ۔ "بیشک۔ میں اسے یوں باندھ لاؤں گا۔ جیسے بھیڑ اور بکری کو باندھ کر ذبح کرنے کے لئے لیجاتے ہیں۔ لیکن فرض کیجئے کہ میں اُسے زندہ نہ لاسکوں تو پھر کیا کروں؟"

ابوسلمہ ۔ "میری خواہش اس سے کچھ باتیں کرنے کی ہیں۔ اس واسطے زندہ لانا بہتر ہوگا۔ کیا تم اس پر قادر نہیں ہو؟"

عیار نے یہ سُنکر سر ہلایا۔ اور ساتھ ہی اپنی گوپھن کو چکر دیکر بولا "وہ جائیگا کہاں ابھی لاتا ہوں۔ اور مانا کہ جہنّم میں بھی چلا گیا ہے۔ تو بھی میں اُس کو نہ چھوڑونگا"

ابوسلمہ ۔ (ہنسکر) "اچھا جلد جاؤ۔ اور خبردار وہ جانے نہ پائے۔ اس کا تھیلا روپیوں اور تحائف سے بھرکر تمہاری نذر ہوگا"

عیار تو یہ سُنکر چلدیا۔ اور ابوسلمہ نے صالح سے کہا "وہ یہودی اس عیار کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا۔ تم اطمینان رکھو۔ اور اب بیان کرو کہ ملک شام میں تم نے کیا کارروائی کی ہے؟"۔ صالح کو بھی اب اطمینان ہوگیا تھا۔ اور اس نے سنبھل کر اپنے دمشق اور حمیمہ جانے کا تمام قصہ ابوسلمہ کو سنا دیا۔ ابوسلمہ کے چہرہ سے اس وقت کمال بشاشت ظاہر ہو رہی تھی۔ اور وہ بار بار صالح کی تعریف کرتا جاتا تھا۔ اس کی امیدیں جو علوی سادات کی حکومت اور خلافت قائم ہونے کی طرف سے ٹوٹ چلی تھیں۔ پھر توی ہوتی جاتی تھیں۔ اور وہ تصور کرتا تھا کہ اب اُسے اپنے کام کے کرنے کا اچھا موقع ملے گا۔ چنانچہ اس نے صالح سے دریافت کیا۔ "کیا تم کو یقین ہے کہ امام ابراہیم ضرور قتل کر دئے گئے ہونگے؟"

صالح ۔ "بلاشبہہ۔ مگر یہ علت کیسی ہے۔ کہ اب خلافت اُن کے بھائی ابوالعباس کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ اور اس لئے ہماری کوشش اس تمام خاندان ہی کو ٹھکانے لگا دینے کے لئے ہونی چاہئے۔ تاکہ بیعت اور بیعت لینے والے ابنائے عباس کوئی باقی ہی نہ رہیں۔ اور پھر خواہ مخواہ خلافت سادات علویہ

کے ہاتھوں میں آجائے گی۔ یہ دیکھئے امام محمد بن عبداللہ الحسنی مدینہ میں مقیم ہیں۔ اور اس لئے تمام بنی ہاشم کیا عباسی اور کیا علوی بھی اس بات پر بعیت کر چکے ہیں کہ حکومت امویہ کی بربادی کے بعد وہی خلیفۃ المسلمین ہوں گے۔ اور اس بعیت کے ثبوت میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہو سکتا۔"

ابوسلمہ ۔"ہاں۔ہاں۔ یہ بعیت یقیناً ثابت اور مسلم ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس ابو العباس، اس کے بھائی منصور، اور تمام بنی ہاشم نے امام محمد عبداللہ الحسنی سے کی ہے۔ مگر اب تو وہ اس بعیت سے مکر گئے ہیں۔ اور یہی اختلاف پیدا ہونے کی وجہ ہے۔"

صالح ۔"خیر۔ کچھ بھی ہو۔ اب وہ وقت قریب ہے۔ کہ ابو العباس اور اس کے تمام بھائی۔ اور چچا، اور کنبہ والے آپ کے یہاں آجائیں گے۔ اور آپ کے قبضہ میں ہوں گے۔ بس آپ ان کو خوارزم روانہ کر دیجئے۔ . . . ." یہ کہ کر زور سے ایک قہقہہ لگایا۔

ابوسلمہ صالح کا مدعا مطلق نہ سمجھ سکا۔ اور اس نے سادگی کے ساتھ دریافت کیا "کیوں! ان کو وہاں بھیجنے کی ضرورت؟"

صالح ۔ (ہنس کر) "جناب عالی! میں یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ ان کو قتل کر دیجئے اور یہ کنایہ ہم کو قاتلوں کے سردار اور مکاروں کے سرتاج ابی مسلم نے سکھایا ہے اس کو کسی کے قتل کرنے کا حکم دینا ہو تو یونہی کہا کرتا ہے " فلاں شخص کو خوارزم لیجاؤ" اور اس کے لوگ سمجھ جاتے ہیں۔ کہ یہ قتل کرنے کا حکم ہے۔"

ابوسلمہ بھی اس لطیف کنایہ کو سن کر ہنس پڑا۔ اور اس نے کہا" تو کیا تم یہ کہتے ہو۔ کہ میں آل عباس کو قتل کر دوں؟"

صالح ۔" مانئے یا نہ مانئے اگر علوی سادات کی خلافت کے لئے راستہ صاف کرنا منظور ہے۔ تو بغیر اس کے بات بن نہیں سکتی۔ اور آپ ان کو قتل کرینگے۔ تو یہ آپ لوگوں پر ہاتھ صاف کر کے رہینگے۔"

Marfat.com

ابومسلم نے یہ سُن کر سر جھکا لیا۔ وہ فرش پر بچی ہوئی بعض شاہان فارس کی تصویروں کو دیکھنے لگا۔ صالح خاموش بیٹھا۔ ابومسلم کے حرکات وسکنات پر غور کر رہا تھا۔ اور امیدوار تھا۔ کہ وہ اس کی رائے سے موافقت کرے گا۔ کیونکہ وہ خیال کرتا تھا۔ کہ یہ موقع نہائت قیمتی ہے۔ اور علوی سادات کے طرفداروں نے اس سے فائدہ اٹھانے میں کمی کی۔ تو وہ خود برباد ہو جائیں گے۔ صالح بخوبی جانتا تھا۔ کہ اگر ابومسلم کوئی ایسا عمدہ موقع پاتا تو اس سے ممکن نہ تھا۔ کہ اسے ہاتھ سے جانے دیتا۔ اور وہ اپنی مقصد براری کے لئے کسی کے قتل سے بھی نہ چوکتا۔

ابومسلم تھوڑی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر اس نے صالح کی طرف دیکھ کر اپنی کلمہ کی انگلی سے انکار کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں میں ہرگز ایسے شرمناک کام کے لئے قدم نہ بڑھاؤں گا۔ آہ۔ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں ایک ساتھ دو سخت بُری باتوں کا ارتکاب کروں۔ اول تو یہ کہ میں رسول اللہ صلعم کے چچا زاد بھائیوں کی ایک بیگناہ جماعت کو قتل کردوں۔ اور دوسری یہ کہ اپنی پناہ میں آئے ہوئے۔ بلکہ اپنے مہمان لوگوں سے بیوفائی کروں۔ میں ان کو کس طرح قتل کر سکتا ہوں؟ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا"۔

صالح نے یہ سن کر کچھ اس انداز سے اپنے کندھوں کو جنبش دی۔ اور منہ بنا کر گویا بزبان حال کہا کہ پھر میں نہیں جانتا۔ تم جو چاہے کرو"۔ اور بعد ازاں اٹھنے کے لئے آمادہ ہوتے ہوئے بولا۔ "میں بھی اس کام کے بُرے ہونے سے انکار نہیں کرتا۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ سلطنتوں کا قیام ایسی ہی کارروائیوں پر منحصر ہے۔ اور یہ تو خود امام کی ہدائت ہی کہ جس پر شک ہو اس کو قتل کر دو۔ ہم اس پر عمل کرنے میں کس لئے تامل کریں۔ اور کیوں نہ ان کو انہی کے قانون کی گرفت میں لائیں۔ انہوں نے خدا جانے کتنے بیگناہ لوگوں کو محض اس لئے ٹھکانے لگا دیا ہے۔ کہ وہ لوگ اُن کی راہ میں رکاوٹ سمجھے ہوتے تھے۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر آپ کی جگہ اس وقت ابومسلم ہوتا۔ تو وہ بھی ایسے زرین موقع

Marfat.com

کو رائگاں نہ جانے دیتا کیونکہ اس میں یقینی کامیابی ہے۔ اب تک تمام لوگوں نے آل محمد صلعم کے نام پر بیعت کی ہے۔ اور پھر ابومسلم اُن کو دھوکا دیکر عباسیوں کی بیعت کی طرف بلائے گا۔ لہذا جبکہ آل عباس میں سے کوئی باقی ہی نہ رہجائے تو خواہ مخواہ بیعت کا انحصار آل علیؓ کے حق میں ہو جائے گا۔ علوی امام محمد بن عبداللہ مدینہ میں موجود ہی ہیں۔ اور یہ عباسی لوگ بھی اُن سے بیعت کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ابومسلم بھی ابنائے عباسؓ کی موت کے بعد چار و نا چار ابنائے علیؓ کی بیعت پر راضی ہو جائے گا۔ اور نہ اس کی تمام لڑائیاں۔ اور فتوحات رائگاں جائیں گی اور وہ اُن سے کچھ بھی نفع نہ اُٹھا سکے گا۔ ابومسلم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ عام مسلمان بجز قریشی خلیفہ کے اور کسی حکمران کی اطاعت قبول نہیں کریں گے"۔ اور یہ کہکر سپید ہاکھڑا ہوگیا۔

ابوسلمہ بھی استادہ ہوگیا تھا۔ اور وہ صالح کی پرزور گفتگو سنکر معقول سا ہو رہا تھا۔ آخر وہ تردید نہ کر سکا۔ لیکن اس نے یہ کہا "اس میں کوئی کلام نہیں کہ تمہاری دلیل اس بارہ میں بیحد قوی ہے۔ لیکن وہ ایسے سخت گناہ کرنے کی قوت نہیں رکھتا۔ اور یہ بات ہرگز نہیں دیکھ سکتا کہ رسول اللہ صلعم کے چچازاد بھائیوں کی ایک جماعت میرے روبرو تہ تیغ کر دیجائے۔ بس یہی کافی ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کی جان لینے کی تدبیر کر دی"۔

صالح ۔ (ہنسکر) "گویا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ میں ان کو علانیہ تہ تیغ کرنے کی صلاح دیتا ہوں۔ اور یہ کہتا ہوں۔ کہ ان کو مجرموں کی طرح قتل کر دیجئے؟ نہیں نہیں میرا مدعا یہ ہے۔ کہ اس طرح مارئے۔ کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ جیسے کہ بنوامیہ اپنے دشمنوں کا کام تمام کر دیا کرتے تھے۔ بس مارئے اور ایک گھونٹ شربت میں تو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اچھا۔ آپ کو اس میں تامل ہے تو میں یہ خدمت انجام دینے کو موجود ہوں۔ کم از کم سب لوگوں کو نہ سہی تو امام ابراہیم کے بھیدوں باقی ماندہ بھائیوں اس سے بھی تر ابوالعباس ہی کو ٹھنڈا

کردینا چاہیئے۔ تاکہ سردست" اس بیعت کا سلسلہ درہم وبرہم ہی رہے"
یہ باتیں اس وقت دونوں میں کھڑے ہورہی تھیں۔ اور صالح کو گمان تھا۔ کہ اس مرتبہ ضرور اس نے ابوسلمہ کی رائے پر فتح پالی ہے۔ لیکن یہ دیکھکر اس کو سخت افسوس ہوا۔ کہ ابوسلمہ برابر اس بات کو ناپسند ہی کر رہا ہے۔
اور آخر میں ابوسلمہ نے کہا۔" نہیں میں اس جرم کے ارتکاب کی قدرت نہیں رکھتا۔ تمہارے ہاتھوں یا کسی اور کے ہاتھوں بھی قتل کرا دیئے جائیں۔ تو اس سے میری برأت کیونکر ہوگی؟ گناہ تو بہرحال میرا ہے۔ اور قاتل میں ہی ہوں۔ اس لئے اگر تم کوئی اور تدبیر بتا سکتے ہو۔ بتاؤ۔ اور اس ذکر کو جانے دو"
صالح ۔ " اور تدبیر کیا بتاؤں۔ افسوس ہے۔ کہ آپ اس طرح کے بے مثل موقعہ کو فضول رائگاں کئے دیتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ علوی سادات کی کامیابی کے لئے یہی صورت کارآمد ہے۔ کہ آپ ان دغابازوں کا خاتمہ کردیں اور یہ لوگ اسی معاملت کے لائق ہیں۔ ورنہ غلبہ انہی کو ہوگا۔ اور آپ لوگ منہہ تاک کر رہجائیں گے۔ میں خوب جانتا ہوں، آپ اس امر سے ناواقف نہ ہونگے علیؑ اور ان کے بیٹوں اور پوتوں کی حصول خلافت میں ناکامی کا باعث یہی ہو کہ وہ لوگ ہمیشہ سچائی اور پرہیزگاری اور عدل وراستبازی کے ساتھ اپنے حقوق طلب کرنے میں ساعی رہے۔ حالانکہ ان کے مقابلہ میں بنی امیہ مکر اور خونریزی کے ذرائع استعمال کرنے جانتے تھے۔ افسوس۔ علوی سادات کے طرفداروں کو بہت سے اس طرح کے موقع ملے بھی لیکن انہوں نے اسی خیال میں۔ کہ ان موقعوں سے فائدہ اٹھانا بڑا ہے۔ وہ سب موقع اپنے ہاتھوں سے کھودئے۔ اور اس طرح اپنے حقوق تلف کرڈالے۔ مگر بنی اُمیہ اس کے برعکس ہرایک موقع سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ اور اس طرح کے وسائل پیدا کرنے کے واسطے مال وزر تو کیا عزیز جانیں بھی صرف کردینے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ آپ میری بات مانیں۔ اور اپنا دلی مدعا حاصل کرنے سے نہ چوکیں۔ اس وقت ذرا سی

ہمت کر جائیے بس بات بنی جاتی ہے۔ اور بگڑی سادات کی حکومت جم کر لا تجنب ہوئی جاتی ہے۔ ورنہ اس مرتبہ بھی ان کو ویسی ہی ناکامی کا سابقہ ہوگا۔ جیسی اب تک ان کی اخلاقی کمزوری اور بزدلی کے باعث ہوتی رہی۔ میں نے آپ کو ہر طرح سمجھا دیا۔ اب آگے آپ کی مرضی۔ میں بہر حال مطیع حکم ہوں"

ابو سلمہ ۔ "میں امام علی کا اور ان کے خاندان کی پیروی پر مٹا ہوا ہوں اور مجھے ہرگز ہوس نہیں۔ کہ ان سے بڑھ کر صواب اندیش اور دانا بنوں۔۔۔"

صالح نے دیکھا۔ کہ اس کی اتنی پر جوش تقریر بھی ابو سلمہ کے دل کو گرا نہیں سکیں۔ تو وہ دل شکستہ ہوکر اور روئے سخن پھیر کر بولا۔ "خیر۔ اب یہ فرمائیے کہ آیا آپ کے خیال میں عیار نے اس منحوس منجم کو گرفتار کر لیا ہوگا؟"

ابو سلمہ ۔ "ہاں اگر وہ منجم روئے زمین پر ہے۔ تو کبھی عیاروں کے ہاتھ سے بچ کر نہیں جا سکتا" پھر اس نے دستک دی۔ اور حاجب حاضر ہوا جس سے دریافت کیا "ابی ضرغام کی کچھ خبر ملی؟ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی؟"

دربان ۔ "خداوند نعمت! وہ حکم پاتے ہی اپنے تمام ساتھیوں کو لیکر شہر کی طرف گیا۔ اور اب تک واپس نہیں آیا ہے۔ اس نے اپنی جماعت کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دو گروہ شہر کے دونوں کناروں کی جانب ارسال کیے۔ اور ایک مختصر جماعت اپنے ساتھ لیکر وسط شہر میں گیا تھا"

ابو سلمہ نے یہ سن کر سر ہلا دیا یعنی "ہاں سمجھا" اور یہ گویا دربان کے واپس کرنے کا اشارہ تھا۔ دربان چلا گیا۔ اور صالح کو گلنار کی یاد آئی۔ اس لیے وہ چلنے پر تیار ہوا۔ ابو سلمہ نے اسے روکا "کہاں جاتے ہو۔ ٹھہرو عیار اب واپس آتے ہوں گے" مگر صالح نے جواب دیا۔ "میں کہیں باہر نہیں جاتا۔ بانو سے ملنا ہے۔ وہ میری منتظر ہوں گی"

ابو سلمہ ۔ "ضرور۔ میں تو سمجھتا تھا۔ تم اس سے پہلے مل آئے ہو۔ خیر جاؤ۔ اور اس کو تسلی دو۔ آہ۔ غریب یتیم اور بیکس ہے" اور ابو سلمہ کی آنکھیں

پُر نم ہو گئیں۔ صالح اجازت پا کر گلنار سے ملنے چلا۔ مگر وہ دل میں ابو سلمہ کی رقت کا خیال کر کے کہتا جاتا تھا "بھلا ایسے عورتوں کی طرح آنسو بہانے والوں کی کیا طاقت ہے۔ کہ یہ سلطنت کی بنیاد رکھ سکیں۔ اس کام کے لئے پتھر کا کلیجہ ہونا چاہیئے"۔

پچیسواں باب

رازِ مسرت

رازِ درون پردہ ز رندان مست پُرس
کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

صالح ابو سلمہ کے پاس سے رخصت ہو کر بہت جلد اس کی حرم سرا کی طرف گیا۔ اور دہلیز پر پہنچ کر گلنار سے اطلاع کرائی کہ کوئی آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ نام کا اظہار کسی مصلحت سے نہیں کیا۔ یا یہ خیال تھا۔ کہ اس کو خود ہی معلوم ہو جائیگا کہ صالح کے سوا کون آنے والا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں مخلدار نے واپس آ کر اس کو اشارہ کیا۔ کہ اندر آ جائے۔ اور صالح دہلیز میں ہوتا ہوا۔ ایک خلوت خانہ میں پہنچ گیا۔ جہاں ریحانہ اور دہقانہ گلنار دونوں اس کی منتظر بیٹھی تھیں۔ صالح کی صورت دیکھ کر گلنار کے بشرہ پر مسرت برسنے لگی۔ اور اس نے بشاشت اور احسانمندی سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا —— "مرحبا۔ صالح! تم خوب آئے اور کہو کیا کر آئے؟ اگرچہ تمہارے قیافہ سے کامیابی کا جلوہ عیاں ہو رہا ہے۔ لیکن زبان سے سننے کا اور ہی لطف ہوگا"۔

صالح اگرچہ دل میں ابراہیم یہودی کی حرکت سے بیحد رنجیدہ اور پریشان تھا۔ لیکن اس نے گلنار پر اپنی حالت ظاہر نہ کرنے کے خیال سے بشاشت و بشاشی

Marfat.com

ہنس کر کہا۔ "یا نو! آپ کے اقبال سے میں نے تمام باتیں ٹھیک کر لیں۔ اور امام ابراہیم کو خوارزم بھجوا دیا۔"

گلنار۔ "کیا کہا؟ سچ کہنا؟" گلنار نے حیرت اور مسرت کے لہجہ میں دریافت کیا۔ اور اس کے بعد صالح نے اپنی سرگزشت سفر سنا کر اس کو تمام باتوں پر آگاہ کر دیا۔ گلنار صالح کی باتیں سنتی جاتی۔ اور اپنے دل کو اس کے احسانات کے بارگراں کے نیچے دبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ گلنار کی مصیبت کا بوجھ تصور سے ہلکا ہوتا جاتا تھا۔ کہ اس نے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینے میں ایک مرحلہ طے کر لیا ہے۔ اور صالح گلنار کی مسترت کو دیکھ کر جس قدر خوش تھا۔ اسی قدر وہ دل میں ابراہیم یہودی کا حال نہ معلوم ہونے سے پریشان بھی تھا۔ اسے خیال آیا کہ اگر عیار اس کو پکڑ نہ سکے تو وہ سیدھا خراسان جائے گا۔ اور پھر ہم پر اور ہمارے ساتھ ہی غریب ابوسلمہ پر بھی بڑی سخت مصیبت نازل ہوگی۔ صالح کو خراسان کا تصور آیا۔ تو اپنا وہ خط بھی یاد آگیا جو اس نے سلیمان بن کثیر کو بھیجا تھا۔ اور وہ گونگا سائیس بھی جو اس خط کو لیکر گیا تھا۔ چنانچہ اس نے ریحانہ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت کیا۔ "کیا وہ گونگا ابھی ابھی اپنی خدمت انجام دے کر واپس نہیں آیا؟"

ریحانہ اس سوال کو سن کر بے اختیار ہنس پڑی۔ اور کہنے لگی۔ "کئی دن ہوئے کچھ آج؟" صالح کو ریحانہ کی ہنسی نے سخت متحیر بنا دیا۔ اور یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی۔ کہ گلنار بھی ہنسی میں ریحانہ کا ساتھ دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں کوئی ہنسانے والی خبر مجھ سے چھپا رہی ہیں۔ اس لئے صالح نے دریافت کیا۔ اور ریحانہ! تم ہنستی کیوں ہو۔ کیا ہمارے قاصد نے پیام اچھی طرح نہیں پہنچا دیا؟"

ریحانہ۔ "نہیں۔ میں اس لئے نہیں ہنستی۔ اس نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ پیام پہنچا دیا۔ مگر مجھ کو وہ حاتم منجم یاد آگیا۔ جو ہمارے سائیس کے ساتھ آیا تھا۔"

صالح ۔ (حائم کا نام سن کر سخت گھبرا کے اور سر تا پا کانپ کے بولا) منجم ؟ یہ حائم کون ہے ؟ "

ریحانہ ۔ " وہ ایک یہودی منجم حران کا رہنے والا ہے۔ ہمارے سابس کو شہر مرو سے واپس آتے وقت راستہ میں مل گیا تھا "

صالح سمجھ گیا۔ کہ ریحانہ ابراہیم خزائچی کا ذکر کر رہی ہے۔ اور وہ دل میں ڈرا مبادا ابراہیم ان عورتوں سے کچھ راز کی باتیں معلوم کر گیا ہو۔ اس نے ریحانہ سے سوال کیا۔ " اس منجم میں کون سی بات تم کو ایسی نظر آئی ہیں سے تم ہنس رہی ہو؟ "

ریحانہ ۔ " ہاں۔ وہ بڑا ہی مسخرا اور با مذاق شخص تھا۔ مگر اسی کے ساتھ اپنے فن کا کامل استاد بھی تھا۔ منجم کیا۔ اچھا خاصہ غیب داں کہئے۔ گو تھے سائیس کی وجہ سے وہ ہم کو مل سکا۔ اور تمہاری عدم موجودگی میں بانو کو اس کی وجہ سے بہت دلبستگی رہی۔ کمبخت اصطرلاب کو اس طرح استعمال کرتا تھا۔ کہ آدمی ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بن جاتے۔ اور ہم کو تو اس نے معجزے دکھاتے "

صالح ۔ (سخت گھبرا کر) " اس نے کونسی مخفی باتیں تم کو بتائیں ؟ "

ریحانہ ۔ " ایک بات ؟ سب باتیں اس نے اس قدر صحیح اور ٹھیک بتائیں کہ ہم حیران رہ گئے۔ اور لطف یہ تھا۔ کہ وہ زبان سے کوئی بات نہیں کہتا تھا۔ بلکہ اشاروں ہی میں ہمارے تمام راز اور دلی خیالات کا اظہار کر دیتا تھا "

صالح کو یقین ہو گیا۔ کہ اس یہودی بچہ نے ان کو کسی راز سے آگاہ نہیں کیا بلکہ جس طرح شعبدہ باز اور ٹھگ نجومی اوٹا ٹل گول مول باتیں کہکر اور کئی پہلو رکھنے والے الفاظ و اشارات استعمال کر کے لوگوں کی طبیعت ٹٹول لیتے۔ اور پھر اسطرح اپنے اشاروں کی تشریح خود ان لوگوں کی زبان سے کرلیتے ہیں۔ کہ گویا انہوں نے اپنے علم کے زور سے وہ راز آشکار کیا ہے۔ اور پوچھنے والے سے منوا لیا ہے۔ بالکل اسی انداز سے وہ تمام باتیں ان عورتوں سے معلوم کر گیا۔ صالح نے دل میں نعوذ باللہ پڑھ کر اپنا سر ہلایا۔ اور اس کی نگاہوں سے حیرت و تردد مترشح ہونے

Marfat.com

گلنار۔ ریحانہ صالح کی یہ حالت دیکھکر سمجھی۔ کہ اس کو میری بات کا یقین نہیں آیا ہے اس لئے وہ کہنے لگی۔ "معلوم ہوتا ہے۔ تم میری بات سچ نہیں مانتے، اچھا خود بانو سے دریافت کرلو۔ یہ تم کو بتادیگی۔ کہ اس منجم نے کیونکر ان کے والد کے قتل ہونے، پھر ان کے تمہارے ساتھ بھاگنے، اور تمہارے ملک شام کی طرف جانے کے تمام حالات بیان کئے تھے"

صالح یہ سُن کر بے اختیار دست افسوس ملتا ہوا بیتابی سے اچھل پڑا اور کہا "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"

گلنار اور ریحانہ دونوں صالح کی اس گھبراہٹ کی وجہ سمجھنے سے قاصر رہیں۔ اور گلنار نے حیرت سے دریافت کیا۔ "صالح! یہ تم کو کیا ہوگیا؟ آخر تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

صالح جو رنج اور غصہ کی وجہ سے دیوانہ سا ہو رہا تھا۔ گلنار کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور فرط غیظ سے اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے ہوئے بولا۔ "اب ہمارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔ ہمارا معاملہ کھل گیا۔ تم کو اس خبیث یہودی نے دھوکا دیا۔ وہ تمہارے تمام راز معلوم کرگیا۔

ابراہیم۔ تجھ پر خدا کی لعنت۔ کاش میں تیری صورت نہ دیکھتا"

ریحانہ۔ "اس کا نام حاتم تھا۔ وہ ابراہیم نہ تھا"

صالح۔ "ہرگز نہیں۔ وہ ابراہیم یہودی، ابو مسلم کا خزانچی تھا، اسی نے علی بن کرمانی کو زہر پلایا۔ اور مجھ کو بھی زہر دیا تھا۔ ہاں یقیناً۔ یہی وہ ابراہیم تھا۔ آج صبح کو میں نے اُسے ابو سلمہ کے پاس سے نکل کر جاتے دیکھا۔ اس منحوس نے تم دونوں سے میرا بھید بیکر بیچارے ابو سلمہ کو بھی دھوکا دیا۔ اور اس کا راز بھی دریافت کرگیا۔ ابو سلمہ یہ سمجھا کہ وہ غیب داں ہے۔ اور اسی خیال میں اپنا تمام بھید خود ہی اس پر کھول دیا" صالح اس تمام گفتگو کے اثنا میں بے چینی سے چہل قدمی کرتا جاتا تھا۔ اور گلنار باہم ایک دوسرے کو اس بیہودگی پر افسوس کرنے کے بابت

آنکھوں ہی آنکھوں میں ملامت کر رہی تھیں۔ ان دونوں کا خون خشک ہو گیا تھا۔ اور گلنار کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔ کیونکہ اس پر یہ بات سخت گراں گزری تھی۔ کہ اظہار راز کا الزام اس کے سر پڑے سچ ہے انسان الزام سے بچنے کی بہت کچھ کوشش کرتا ہے۔ اور خواہ وہ مستحق الزام ہو۔ یا نہ ہو۔ لیکن کبھی اپنی بدنامی کا تصور نہیں کر سکتا۔ اور صالح اس کو گھبرائی ہوئی دیکھکر تسکین دینے کے ارادہ سے کہنے لگا۔ "خیر۔ اب میں اس کے قتل کی ایک مناسب تدبیر کر آیا ہوں۔ اور دیکھوں کیا ہوتا ہے۔"

ریحانہ "وہ کیوں کر؟"

صالح۔ "ابو مسلم سے میں نے تمام حقیقت بیان کر دی۔ اور اس نے چند عیار اس کی گرفتاری کے لئے ارسال کر دئے ہیں۔ عنقریب عیار اس کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لاتے ہوں گے۔"

صالح نے یہ بات کہی۔ اور گلنار کو پریشانی سے نجات ملی۔ تو اس نے ریحانہ کی جانب کچھ اس انداز سے نظر کی جیسے اس کو کسی ایسی بات کے کہنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ جو اب تک صالح سے کہی نہیں گئی۔ اور خود اس کو کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ صالح اس کی یہ حالت دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ کہ یہ بات کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ گلنار اس بدمعاش منجم کی گرفتاری کا حال سن کر خوش ہوتی یہ ہچر مچر کیسی؟ اس نے ریحانہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "کیوں۔ تمہیں تردد کس بات کا ہے؟ ۔ کیا میں نے اس خبیث کو گرفتار کرانے میں غلطی کی ہے؟"

ریحانہ۔ "نہیں۔ تم نے بہت اچھا کیا۔ مگر..." یہ کہہ کر دہقانہ کی طرف دیکھنے لگی۔ جو شرم سے سر جھکائے تھی۔ اور پھر اس نے صالح کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مگر کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ اس کے قتل میں ایک دن درنگ ہو جائے؟"

Marfat.com

صالح - (اس عجیب و غریب سوال سے متردد ہو کر) "درنگ کر یکی وجہ؟"

ریحانہ پھر گلنار کی طرف دیکھکر چپ ہو رہی۔ اور صالح گھبرا کر کہنے لگا۔ "کیا بات ہے؟ تم دونوں مجھ سے کس بات کو مخفی رکھتی ہو؟ کیا تمہیں میری خدمت گزاری میں کوئی شک ہے؟"

ریحانہ - (زبان کو دانتوں میں دبا کر) "توبہ۔ توبہ۔ ہم تم پہ بدگمانی کریں تو کیوں؟ تم نے جو خدمتیں کی ہیں۔ ان کا اعتراف نہ کرنا سخت اخلاقی جرم ہے۔ مگر بانو کا خیال ہے۔ کہ وہ منجم زندہ رہنے دیا جائے تو اچھا ہے۔ وہ ان سے ایک بات کہہ کر ان کو مخمصہ میں ڈال گیا ہے۔ اور اس کا وعدہ ہے۔ کہ کل پھر آ کر مفصل گفتگو کرے گا۔"

صالح - "کیا بات؟ کیا میں بھی اس کو سن سکتا ہوں؟"

ریحانہ - "بیشک۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ تم سے وہ بات ضرور کہدیں سنو! وہ آج آخری مرتبہ آیا تھا۔ تو اس نے اثنائے گفتگو میں ابو مسلم کا ذکر آنے پر بانو کی طرف غور کی نگاہ سے دیکھ کر کہا تھا۔ کہ "کل میں تم کو ایک ایسی خبر سناؤں گا جس کو تم یکایک سن کر بیحد خوش ہو گی۔ اور میں اس ملک میں آیا بھی۔ اسی غرض سے ہوں۔ مگر یہ بات کسی سے کہنا نہیں" ہم نے چاہا تھا۔ کہ اس سے کچھ زیادہ تفصیل معلوم کریں۔ لیکن اتنے ہی میں ابو مسلم نے اس کو بلوا لیا۔ اور ایسی جلدی مچائی کہ وہ ان کے پاس چلا گیا۔"

صالح اس بات کو سن کر اور گلنار کی امیدوں کو یہودی کی آئندہ گفتگو سے وابستہ دیکھ کر دل میں بیحد پریشان ہوا۔ اس کو خیال آیا۔ کہ ممکن ہے۔ ابو مسلم اپنی بدسلوکی پہ شرمندہ ہوا ہو۔ اور اب وہ گلنار کو راضی بنانے کی فکر میں ہو۔ چنانچہ اسی غرض سے اس نے ابراہیم کو بھیس بدل کر ارسال کیا ہو۔ پھر اس کو یہ بھی مفہوم ہوا۔ کہ ضرور ابو مسلم نے اس کارروائی کو صالح (ضحاک) سے مخفی رکھنے کی کارروائی کیا ہو گا۔ اور ہو سکتا ہے۔ کہ اسی زمرہ میں ابراہیم کو سادات علوی کی خبریں

معلوم کرنے کی بھی ہدایت کر دی ہو۔ غرضکہ نہایت تیزی کے ساتھ یہ تمام خیالات اس کے دل و دماغ میں پے درپے آتے گئے۔ اور وہ خاموش بیٹھا اُن پر غور کرتا گیا۔ گلنار نیچی نگاہوں سے رُک رُک کر صالح کی حرکات و سکنات کو تاڑ رہی تھی۔ اور ڈر رہی تھی۔ کہ مبادا وہ اس کے سوال کا جواب انکار میں دے۔ کیونکہ ابراہیم کے وعدہ نے اس کی کشت اُمید میں پھر ایک طرح کی تازگی۔ اور اس کے افسردہ دل میں ایک قسم کی حس و حرکت پیدا کر دی تھی۔ اور وہ اس کے جانے کے بعد سے اپنے دل میں اس شعر کا ورد کر رہی تھی ؎

دل خون گشتہ ز بند ہوسے افتادست

مرغ بسمل شدہ در قفسے افتادست

مگر صالح کو دور اندیشی کا مقتضا یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ جہاں تک ممکن ہے۔ ابراہیم کو جھوٹا اور مکار ہی ثابت کرنے کی سعی کرے۔ تاکہ اگر اس کے بیان میں کوئی پہلو میری کوششوں کو خاک میں ملانے کا نکل بھی سکے۔ تو گلنار پر اس کا اثر نہ ہونے پائے۔ اس خیال سے اس نے بتکلف ہنسکر کہا۔ "دہا نو کی دانشمندی اور معاملہ فہمی سے عجب ہے۔ کہ وہ اس منافق کی ایک بات پر اتنی لٹو ہو رہی ہیں۔ حالانکہ اس کا مقصد محض دھوکا دیکر ہمارا بھید لینا۔ اور ہم کو اپنے دام میں پھانسنا تھا۔۔ ریحانہ! کیا تم ان لوگوں کی مکاریوں سے بیخبر ہو؟ نہیں معلوم کتنے بندگان خدا اسی طرح پر ان کی باتوں میں پھنسکر تباہ و غارت ہو چکے ہیں۔"

ریحانہ:۔ "ہاں۔ تم یہ سچ کہتے ہو۔ مگر کیا ضرورت ہے۔ کہ اُس کی بات سن کر اس پر عمل بھی کرنے لگیں۔ اور کچھ بھی ہو۔ ہم تمہاری صلاح کے خلاف کوئی کام نہ کرینگے صرف بات اتنی ہے۔ کہ اس کے دو ایک دن زندہ رہنے میں مانو کی یہ پریشانی دفع ہو جائے گی۔ جو اُن کو اُس کی بات سن کر لاحق ہو گئی ہے"۔

صالح ۔ "اس کو زندہ رہنے دینے میں میرا تو کوئی نقصان نہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے۔ کہ عیار کو اُسے زندہ یا مردہ جس طرح مل سکے لانے کی ہدایت کی جا چکی ہے۔ اگر وہ زندہ آیا تو میں فوراً اُسے بانو کی خدمت میں حاضر کر دُونگا۔ اور مار ڈالا گیا تو مجبوری ہے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ وہ منافق منہ لگانے کے قابل نہیں۔ میری صلاح مانو تو جس وقت وہ آئے اس کے منہ پر تھوک دو۔ ورنہ جو تمہاری مرضی ہے۔ وہ کرو۔" صالح نے یہ باتیں کسی قدر ناراضی اور بد دلی کے لہجہ میں کہیں۔ ریحانہ اس کے انداز سے تاڑ گئی۔ کہ صالح ناراض ہو گیا ہے۔ اور چونکہ پہلے سے وہ اس کے ساتھ حسن ظن رکھتی تھی۔ پھر یہ بھی دیکھ چکی تھی۔ کہ صالح کی تسکین آمیز گفتگو نے اس کی بانو کو تسلی دیدی ہے۔ لہذا اس نے کہا۔ "میری بھی رائے یہی ہے۔ جو تم نے بیان کیا۔ واقعی وہ شخص اتنا ظالم ہے کہ بجز ایذا دہی کے اس سے عمدہ سلوک کی اُمید رکھنا ہی غلطی ہے۔ اور ضرور ہے کہ اس کو گرفتار کر دیا جائے۔ ورنہ خدا جانے وہ ہم پر کیا آفت لائے گا۔"

گلنار کو صالح اور ریحانہ کے ہم آہنگ بن جانے سے مجبور ہو کر انہی کا ساتھ دینا پڑا اور اس نے اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دے لی۔ کہ اکیلی میری رائے سے تو ان دو تجربہ کاروں کی رائے ضرور اچھی ہو گی۔ لیکن اندر سے اس کا دل برابر جنبش کر رہا تھا۔ اور وہ ابراہیم کا بیان (جو غالباً اس کے محبوب کا پیام ہوگا) سننے کے واسطے بےچین تھی۔ آخر اس نے اپنے دلی جوش کو دبا کر کہا۔ "خیر۔ اب تو جو کچھ خدا کرے وہ ہوگا۔ پریشانی بے سود ہے۔ اگر وہ شخص زندہ آ گیا۔ تو ہم اس سے دریافت کر لینگے کہ بتا کیا کہنا ہے۔ اور مار ڈالا گیا۔ تو بات گئی گزری ہوئی عیاروں سے بچ سکنا اُس کے لئے غیر ممکن ہے۔ یہ لوگ شیطان سے کم نہیں ہوتے۔"

صالح ادھر سے مطمئن ہو لیا۔ تو اب اُسے پھر یہ فکر آ پڑی۔ کہ ابراہیم کے یہاں تک آ سکنے کا راز معلوم کرے۔ تاکہ شاید اس طرح اس کے آنے کی وجہ کچھ بتا لگ جائے جن بخیہ ریحانہ سے کہا۔ "مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ تم نے اس یہودی کا گوشے سازش کے

Marfat.com

ہمراہ آنا بیان کیا تھا؟"

ریحانہ ۔ " ہاں ۔ وہ اس گے مرو سے واپس آتے وقت اسی کے ہمراہ آیا تھا۔"

صالح ۔ " اچھا ذرا اس سائیس کو بلوانا تو۔ میں اس سے کچھ دریافت کروں گا۔" ریحانہ نے تھوڑی دیر میں گونگے سائیس کو بلوالیا۔ اور صالح نے اس سے اشاروں میں پوچھا کہ "بتا کس طرح تو نے وہ خط پہنچایا؟" سائیس نے بھی کچھ اشاروں اور کسی قدر غون غان کرکے صالح کو سمجھایا۔ کہ ایک پستہ قامت شخص جسے اس نے پہلی بار دہقان کے گھر میں ابو مسلم کے ساتھ دیکھا تھا۔ اس کا رہبر بنا اور سلیمان بن کثیر سے اُسے ملا دیا۔ صالح کو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ پستہ قامت شخص ابراہیم تھا۔ اور اب اُسے خیال گزرا۔ کہ کہیں اس منحوس گونگے نے وہ خط علانیہ اس کے حوالہ نہ کردیا ہو جس سے بیگناہ ابن کثیر بھی شک کی آفت میں پھنسکر نذر اجل ہوجائے چنانچہ اس نے پھر اشاروں میں گونگے سے دریافت کیا۔ کہ خط کس طرح دیا تھا۔ اور گونگے نے بتایا کہ علیحدہ جبکہ سلیمان بن کثیر تنہا تھا۔ اس طرح صالح کو کچھ اطمینان ہوگیا۔ اور پھر کئی سوالات کرکے اس نے گونگے سے یہ بھی معلوم کرلیا۔ دوسرے دن جبکہ وہ گونگا شہر مرو سے واپس آرہا تھا۔ راستہ میں اس کو ایک منجم ملا جو اس کو سفر میں آرام دیتا ہوا کوفہ تک اس کے ہمراہ آیا۔

صالح کو ان باتوں کے معلوم ہونے سے اس میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ کہ ابراہیم ابی مسلم کی طرف سے کسی خفیہ مہم پر بھیجا ہوا آیا ہے۔ اور شاید سلیمان بن کثیر کے نام یوں مخفی خط کا آنا۔ اصلی محرک ہوا ہو۔ اُف یہ خیال آتے ہی صالح سر سے پیروں تک لرز گیا۔ اور اس کو باور ہوگیا۔ کہ ابراہیم زندہ بچ کر ابو مسلم تک پہنچا نہیں۔ اور سلیمان بن کثیر، ابو سلمہ اور ہم سب لوگوں پر آفت آئی نہیں۔ لہذا اُسے عیاروں کی کارگزاری معلوم کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے گونگے سائیس کو واپسی کا اشارہ کیا اور خود دگلنا کے قریب جاکر

بہت آہستگی کے ساتھ اس سے کہنے لگا۔ "بانو! ہم نے سخت غلطی کی کہ ملازموں پر اعتماد کر کے اپنا راز ضائع کیا۔ اب بہتر یہ ہے کہ آئندہ کسی پر بھی اعتماد نہ کیجئے اور جو کچھ بھروسا رکھیں وہ اپنی ہی ذات پر بار رکھئے۔ کہ اگر عیار اس ظالم ہیوڑی کو گرفتار نہ کر سکے تو ہم سب لوگ سخت خطرہ میں ہوں گے۔"

گلنار ـ (پریشانی اور سراسیمگی کے ساتھ) "یہ کیوں ؟"

صالح ـ "اس واسطے کہ ابراہیم ابو مسلم کا فرستادہ اور جاسوس ہے یہ شخص ہمارے حالات دریافت کرنے آیا تھا۔ اور پوری کامیابی حاصل کر گیا۔ اس نے نہ صرف ہمارا پتا لگا لیا۔ بلکہ ابو سلمہ کی بدنیتی۔ اُس کے امام ابراہیم کے قتل میں کوشاں ہونے۔ اور میرے ملک شام کی طرف جانے کے تمام خفیہ راز معلوم کر لئے۔ یہ زندہ بچ کر ابو مسلم کے پاس پہنچا نہیں۔ کہ سمجھئے اس نے ہماری قتل کی کوشش شروع کر دی۔ پھر آپ جانتی ہیں۔ کہ آج وہ عزت و حکومت رکھتا ہے۔ ہم اس کے مقابلہ میں کیا کر سکیں گے؟ اور اس کا ذرا بھی اعتبار نہ فرمائیے۔ کہ اس نے آپ سے کچھ وعدہ کیا ہے۔"

گلنار اور ریحانہ دونوں صالح کی اس دلیل کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ کر سکیں۔ اور وہ از سر تا پا کانپ کر چپ ہو گئیں۔ گلنار کا دل اور بھی زائد پریشان تھا۔ لہذا اُس نے بیتابی کے ساتھ صالح سے دریافت کیا۔ "صالح! غلطی تو ہر ایک انسان سے ہوتی ہے۔ مگر تم جانتے ہو۔ کہ آج تک تمہیں ہمارے آڑے وقت میں کام آتے رہے۔ اور اب بھی تمہارے سوا کوئی ہمارا مشیر کار نہیں لہذا کچھ تم ہی رائے دو۔"

صالح ـ "سب سے پہلے تو آپ یہ فکر کیجئے کہ اب نوکروں چاکروں کا جھگڑا الفط کیا جائے۔ اور یہاں سے دوسری جگہ چلنے کی تیاری ہو اگر اس طرح کہ ہم تین شخصوں کے سوا چوتھا کوئی نہ جانے۔ کہ ہم کہاں ہیں۔ اور کس حال میں بس مختصر مختصر چیزیں ساتھ لیلیجے۔ اور تیار رہئے میرا اشارہ پاتے ہی چلنا ہوگا۔"

Marfat.com

"ریحانہ! تم سمجھتی ہو؟" ریحانہ نے سر کے اشارہ سے کہا "ہاں سمجھی" اور پھر صالح ان سے رخصت ہو کر ابو سلمہ کے پاس چلا تا کہ عیاروں کی تلاش اور کوشش کا نتیجہ معلوم کرے۔

چھبیسواں باب ۲۶

ابی العباس سفاح پہلا عباسی خلیفہ

تلوار کو اگر تو زیب کمر نہ کرتا
قاتل ادھر کی دنیا کوئی ادھر نہ کرتا

صالح محلسرا سے نکل کر دل میں یہ خیال کرتا ہوا ابو سلمہ کے دیوان خانہ کی طرف چلا کہ اگر عیار اس یہودی بچہ کو گرفتار کر کے لاتے ہوں گے۔ تو ابھی اس کو ابو سلمہ سے کہہ کر قتل کرا دوں گا۔ اس وقت تین حصہ دن گزر گیا تھا۔ اور خورشید خاور تیزی کے ساتھ افق مغرب کی جانب جھکتا جاتا تھا۔ حمام اعین یعنی وہ محلہ جہاں ابو سلمہ کا قیام تھا سب کا سب خاص اسی کے قصور اور محلات باغات اور زنان اور اس کے حشم و خدم کے گھروں کا مجموعہ تھا۔ ابو سلمہ کا ایوان رفیع الشان اس انداز سے بنا تھا کہ زنانہ محلسرا اور مردانہ دیوان خانہ کی پشت باہم ملی ہوئی تھی۔ اور خاص ابو سلمہ کے آنے جانے کے لئے محلسرا کا ایک چور دروازہ مخصوص تھا۔ باقی یوں دونوں حصوں کے صدر دروازے الگ الگ اور ایک دوسرے سے اتنے فاصلہ پر تھے۔ کہ ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک جانے کیلئے بیچ میں بہت سے شاندار مکانات کا سلسلہ ملتا تھا جو سب ابو سلمہ کے ارکان دولت کی رہائش اور بعض مہمانوں کی سکونت کے لئے مخصوص تھے۔ صالح انہی عمارات سے گزر رہا تھا کہ یکایک اس کو پشت کی جانب بہت

سے آدمیوں کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اور اس نے پلٹ کر نگاہ کی تو دیکھا۔ کہ اونٹوں کی ایک قطار اور اسی کے ساتھ بہت سے خوش لباس اور وجیہ لوگ خچروں پر سوار چلے آرہے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قافلہ دور دراز مسافت طے کر کے آیا ہے۔ قافلہ میں بیس سے زائد عبا پوش مرد ہیں اور کئی اونٹوں پر مستورات کے ہودج بار ہیں۔ کچھ اونٹ سامان کے اٹھانے کے لئے مخصوص ہیں۔ تو بعض خادموں اور غلاموں کی سواری کے لئے۔ غرضکہ ایک معقول جماعت ہے۔ اور ان سبھوں کے آگے آگے ایک شخص اہل کوفہ کا لباس پہنے آرہا ہے۔ صالح نے سب سے اگلے شخص کی صورت غور سے دیکھ کر اس قدر شناخت کر لیا۔ کہ وہ ابو سلمہ کے حاشیہ نشینوں میں سے ہے۔ صالح بادنیٰ تامل سمجھ گیا۔ کہ یہ قافلہ بنی عباس کا ہے۔ اور حمیمہ سے روانہ ہو کر آیا ہے۔ صالح جس مقام پر تھا وہیں راستہ کے ایک گوشہ میں ایک دیوار کے زیر سایہ کھڑا ہو گیا۔ اور قافلہ کی حالت معلوم کرنے کا منتظر رہا۔ اس وقت اور بھی بہت سے لوگ اس سڑک پر جا رہے تھے۔ مگر چونکہ وہ بنی عباس سے ناواقف تھے۔ اس لئے انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور یہ سمجھکر کہ اس طرح کے مہمانوں کی جماعتیں روز ہی ابو سلمہ کے یہاں آیا کرتی ہیں۔ کسی نے اس قافلہ کی طرف مطلقاً توجہ نہیں کی۔ لیکن صالح کو چونکہ اس معاملہ سے خاص تعلق تھا۔ وہ اشتر سواروں کی صورتیں غور سے دیکھنے لگا۔ اور ناگہاں اس نے منصور کو ان میں دیکھ کر شناخت بھی کر لیا۔ اب اس کو قطعی یقین ہو گیا۔ کہ یہاں بنی عباس ہیں۔ اور اب یہ آگئے۔ صالح کو اپنی وہ گفتگو یاد آگئی جو اسی دن صبح کو اس کے اور ابو سلمہ کے مابین ان لوگوں کے بارہ میں ہوئی تھی۔ اور ساتھ ہی ابو سلمہ کی بزدلی اور طبیعت کی کمزوری کا خیال کر کے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر اور دانت کچکچا کر رہ گیا۔ کہ دیکھئے ایسا موزوں موقعہ ابو سلمہ کو ملا ہے۔ لیکن وہ اتنا خیرہ ہے کہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈرتا ہے۔ افسوس میری یہ کوشش بالکل رائگاں گئی کہ عباسی خلافت کے قدم نہ جمنے پائیں۔ اب علوی سادات

کسی طرح لوگوں سے بازی نہ لیجا سکیں گے۔ آہ۔ ابوسلمہ! تیری بزدلی نے تمام کھیل بگاڑ دیا۔ خیر۔ میرا کوئی ہرج نہیں۔ میں خلافت عباسیہ کی بنیاد قائم ہونے دینے کی کوشش میں ناکام رہا تو ابومسلم سے انتقام لینے کی سعی کرنے کا موقع ہنوز باقی ہے۔ منصور کو میں نے اپنا معتقد بنا ہی لیا ہے۔ اور گو میری پیشینگوئی ابھی بالکل نقش بر آب ہے۔ لیکن کیا عجب کہ یہ نوجوان عنان خلافت پر قابض ہو پھر تو میری بن آئے گی۔ اور میں اس سے مل کر ابومسلم کو قتل کرائے بغیر نہ رہوں گا۔ صالح اپنے دل سے یونہی باتیں کرتا۔ اور قافلہ کو اپنی نظر کے سامنے سے گزرتا دیکھتا رہا۔ اور جب وہ سب لوگ آگے بڑھ گئے۔ تو خود بھی آہستہ آہستہ ان کے پیچھے روانہ ہوا۔ اتنے ہی میں قصر کے چند خادم آگے بڑھ کر قافلہ کی پیشوائی کو آگئے اور ان کو عام راستہ سے پھیر کر ایک گلی میں لے چلے جو ایک خاص مکان کی طرف جاتی تھی۔ اور جہاں ان کے فروکش کرنے کا انتظام ہوا تھا۔

صالح سمجھ گیا۔ کہ ابوسلمہ اُن کے آمد کا حال لوگوں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور اسی واسطے اس نے ان کو ایک تنہا مکان میں اتارنے کا سامان کیا ہے۔ اسی خیال کیا۔ کہ غالباً ابوسلمہ اب ان لوگوں سے ملنے اور ان کی مزاج پرسی کرنے جاتا ہوگا۔ لہٰذا وہ دوڑتا ہوا چلا تاکہ پہلے اس سے کہ ابوسلمہ ان کی ملاقات کو آئے وہ اس سے مل کر عیاروں کی کارگزاری کا حال سن لے۔ دروازہ ایوان پر پہنچتے ہی اس نے اپنے آنے کی اطلاع کر دی۔ اور ابوسلمہ نے فوراً اس کو طلب کر لیا۔ صالح نے ابوسلمہ کے روبرو پہنچکر دیکھا۔ کہ ابوسلمہ جوش غضب سے بیخود بن بیٹھا ہے۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ ابروؤں پر بل پڑے ہیں۔ لب تھرا رہے ہیں۔ اور ناک کے نتھنے پھولے ہوئے ہیں۔ چہرہ پر تکدر برس رہا ہے۔ اور ابوسلمہ صالح کو دیکھتے ہی بے اختیاری کے ساتھ اُٹھ کر اس کی طرف یہ کہتا ہوا بڑھا۔ "کیوں جی! ایک کو مار کر تم نے یہ کوشش کی کہ تمام عیاروں کا بار اپنے سر لیلیں۔ ۔ تم نے دیکھا وہ آ گئے ہیں!!"

Marfat.com

صالح۔ (ابوسلمہ کی ناراضی سے دل میں خوش ہوکر) شاید اب بات بن جائے۔ اور میں اس کو عباسیوں کے قتل پر آمادہ کرسکوں) "جناب عالی! معاف فرمائیے۔ اگر میں یہ جانتا ہوتا۔ کہ آپ علوی سادات کی مدد کرنے میں اس حد تک آکر پھر اس سے باز آجائیں گے۔ اور ششدر رہیں گے۔ تو میں ہرگز وہ کام نہ انجام دیتا۔ جو میں نے انجام کو پہنچایا۔ افسوس آپ نے علوی سادات کی خلافت قائم کرنے میں جس قدر کوششیں کی تھیں۔ اب نہ صرف انہی کو رائگاں کردیا۔ بلکہ اپنی اور اپنے زیر سایہ رہنے والوں کی جانیں بھی خطرہ میں ڈالدی ہیں آپ خوب سمجھ رکھیئے۔ کہ ہنوز بلکہ اسی وقت آپ کو ایسا موقع حاصل ہے کہ آپ چاہیں تو چشم زدن میں علوی خلافت کی بنیاد نہایت استحکام کے ساتھ جادیں اور آپ کی جنبش لب سے یہ کام مکمل ہوا جاتا ہے۔۔ ہاں آپ ایک لفظ لکھدیجئے۔ اور میں سب معاملہ درست کئے دیتا ہوں۔۔ موقع غنیمت ہے۔۔ واللہ اگر ابومسلم کو ایسا موقع ملتا تو وہ کبھی اس کو رائگاں نہ ہونے دیتا۔۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اب تو آپ کی زندگی بھی خطرہ میں ہے۔ ان کو زندہ رکھ کر آپ اپنی بربادی کا سامان کیوں کرتے ہیں ۔؟"

ابوسلمہ۔ "مجھے کیا خطرہ ہے؟"

صالح۔ "آپ کے عیاروں نے اس منجم کو نہ پکڑ پایا۔ اور وہ بھاگ کر ابومسلم کے پاس جا پہنچا۔ تو وہ آپ کی حالت اس سے ضرور کہیگا۔ اور پھر کیا آپ خیال کرتے ہیں۔ کہ ابومسلم آپ کو معاف کردے گا؟"

ابوسلمہ۔ "اور کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ مجھکو قتل کردے گا؟۔ نہیں۔ نہیں۔ وہ ایسا نہ کرے گا۔ اسی کو نہیں بلکہ تمام شیعوں کو اچھی طرح علم ہے کہ اگر میں نے مال وزر اور آدمیوں سے اس کی مدد نہ کی ہوتی۔ اور خاندانہائے دہاقین فارس پر اپنے رسوخ سے کام لیکر اثر نہ ڈالا ہوتا۔ تو ہرگز اس دعوت کا قدم آگے نہیں ہوسکتا تھا۔ کیا ایسی حالت میں بھی کوئی مجھ سے برائی کرنے کا خیال

دل میں لاسکتا ہے ؟"

صالح ۔ (مسکرا کر اور سر ہلا کر) " لیکن ابومسلم ایسا ہی کرے گا ۔ اور وہ بارہا ایسا کر چکا ہے ۔ کیا آپ گمان رکھتے ہیں ۔ کہ وہ اپنے ضمیر کی پیروی کرتا ہے ۔ اور خوف خدا سے ڈرتا ہے ؟ ہرگز نہیں وہ طبعاً حد درجہ کا ظالم اور سنگدل ہے ۔ اور اس پر سے امام ابراہیم کی وصیت اور سونے میں سہاگے کا کام دے رہی ہے ۔" شک ہوتے ہی قتل کر دو " معاذ اللہ "

ابوسلمہ نے صالح کی خیر خواہانہ گفتگو کو حقارت کے ساتھ سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا ۔ اور ایک ہاتھی دانت کے نقشوں سے منبت کار آبنوس کے شمعدان کے قریب جو دیوان خانہ کے وسط میں رکھا تھا ۔ کھڑے ہو کر اپنی انگلی سے اس پر جمی ہوئی گرد کو صاف کرتے ہوئے کہا ۔ " میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس لونڈے کا دل اس قدر چل جائے گا ۔ ۔ ۔ " پھر روئے سخن دوسری جانب پھیرنے کے ارادہ سے کہا " کیا تم کو معلوم ہوا کہ ابوضرغام نے کیا کیا ؟ "

صالح ۔ " جی نہیں ۔ میں اسی بات کو دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں "

ابوسلمہ ۔ " ابھی تھوڑی دیر ہوئی ۔ کہ ابوضرغام آیا تھا ۔ اس نے بیان کیا کہ تمام کوفہ چھان مارا ۔ اور کوئی سرا ، اور کنیسہ باقی نہیں چھوڑا ۔ مگر اس یہودی کا کہیں پتا نہیں چلا نہ اس کا کوئی شناسا مل سکا تاہم اس نے مجھکو باور کرایا ہے کہ وہ منجم ابھی کوفہ سے باہر نہیں گیا ہے ۔ اور میں نے اس کو حکم دیا ہے ۔ کہ اطراف شہر کی بستیوں ، جنگلوں ۔ اور میرے مکانات میں بھی اس کی جستجو کرے اور جس طرح ممکن ہو اسے ڈھونڈھ کر لائے ۔ دیکھو کیا نتیجہ ہوتا ہے "

صالح کو یہ سنکر یقین ہو گیا ۔ کہ ابراہیم اپنی مراد حاصل کر کے برق کی سی سرعت سے گیا ۔ اور ابومسلم کی طرف چلا گیا ہے ۔ اب اس کا دستیاب ہونا غیر ممکن ہے ۔ لیکن ابوسلمہ کے روبرو اس نے یہ بات ظاہر نہ ہونے دی ۔ اور اس کے

Marfat.com

دستیاب ہونے کی اُمید عیاں کرتے ہوئے کہا۔ "جی ہاں میرا خیال ہے کہ وہ شہر کے قریب ہی کسی گانوں میں مخفی ہوگا۔ اور خدا کرے وہ آپ کے ہاتھ آجائے" پھر ابوسلمہ کے پاس سے رخصت ہوکر چلا گیا۔ اور سیدھا گلنار کے پاس جاکر اس سے کہنے لگا۔ "بانو! جلد تیار ہو جائیے۔ اب ہمارا یہاں رہنا خطرہ سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ہم یہاں سے چل دیں کہ کسی کو ہمارے جانے کی کانوں کان خبر ہو"

گلنار - "کیا میں اپنی خالہ کو بھی نہ بتاؤں ہم"

صالح - کسی کو نہیں اور اُسے تو کبھی بتانا ہی نہ چاہیئے۔ بس اب سوار ہو جائیے۔ اور ہم اس حیلہ سے کہ دریائے فرات کے کنارہ پہ ہواخوری کے لئے جاتے ہیں۔ چلدیں راستہ میں خادموں اور سائیسوں کو کسی بہانہ سے پیچھے چھوڑ دینگے اور خود اس مقام کی راہ لینگے جس کو میں آپ کے رہنے کے واسطے پہلے سے تجویز اور درست کرچکا ہوں آگے دیکھیں خدا کیا کرتا ہے"

گلنار جس کو اپنے گھر چھوڑنے اور اپنے باپ کے قتل ہونے کے بعد ابوسلمہ کا گھر نہایت آرام و راحت کی جگہ معلوم ہوتا تھا۔ اب اُس کو بھی ترک کرنے اور آوارہ دشت غربت بننے کا خیال آتے ہی کمال بیقرار ہوئی۔ اور بے اختیار رونے لگی۔ ریحانہ بھی گریہ وزاری میں اپنی بانو کی شریک بنی۔ اور یہ دونوں کچھ اس درد کے ساتھ روئیں کہ صالح جیسے سنگ دل اور بے درد کو بھی اُن کی حالت پہ قلق آگیا۔ اور وہ بھی آنکھوں میں آنسو بھر لایا لیکن وہ پھر سنبھلا اور گلنار کو تسکین دیتے ہوئے کہنے لگا۔ "بانو! آپ کی بیقراری بجا ہے۔ اور مجھکو افسوس ہے۔ کہ میں نے جو تدبیر آپ کی خوشی اور مسرت کے لئے اب تک کی وہ اُلٹی ہی پڑی۔ لیکن قسمت سے مجبوری ہے۔ اور عقلمند کو زندگی کی تلخیوں پر صبر کرنے کے سوا چارہ کیا ہے۔ چلئے اب دیر نہ کیجئے۔ خدا مالک اور کارساز ہے۔ وہی ہم کو اپنی محرومیوں کے پھندے سے نجات دیکر کامیابی اور راحت بخشنے گا۔ آخر کار

Marfat.com

گلنار اور ریحانہ دونوں تیار ہوگئیں۔ اور اس حیلہ سے کہ دریائے فرات کے کنارہ پر شام کے وقت ہوا خوری کرنے جاتی ہیں۔ دو ایک خادموں کو ہمراہ لیکر اور گھوڑوں پر سوار ہوکر روانہ ہوگئیں۔ صالح بھی ساتھ تھا۔ اور راستہ میں مختلف حیلوں سے دوسرے خادموں کو ٹھہراتا ہوا دور تک بڑھتا چلا گیا۔ پھر جب ریحانہ، گلنار اور صالح، یہی تین شخص رہ گئے۔ تو انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ بنا کر ایک سمت کا راستہ لیا۔ صالح رہنما تھا۔ اور رات کی تاریکی ان کے کاموں کی پردہ پوش۔ ہم نہیں کہسکتے کہ صالح کہاں گیا۔ اور ان کو کس طرف لے گیا۔ لیکن یہ معلوم ہوا کہ ساتھ کے خادم جس مقام پر ٹھہرا دیئے گئے تھے۔ وہ دیر تک انتظار کرنے سے اکتا گئے۔ تو انہوں نے جستجو شروع کی۔ کہ ہماری مالکہ کدہر گئی ہے۔

بیچاروں نے کئی گھنٹے مسلسل دوا دوش کی لیکن بیکار اور آخر آدھی رات کے قریب روتے دھوتے ابوسلمہ کے گھر پلٹ آئے۔ جہاں دہقانہ گلنار کے مع اپنی خادمہ ریحانہ، اور صالح خادم کے یوں گم ہو جانے کا قصہ سنا دیا۔ ابوسلمہ کے محل سرا میں بھی گلنار کی واپسی کا انتظار تھا۔ یہ خبر اس کی خالہ "شیریں" کو پہنچی تو وہ بیتاب ہوگئی۔ اور اس نے ابوسلمہ سے کہکر فوراً بہت سے سوار گلنار کی جستجو کے لئے روانہ کرائے۔ اور گلنار کے خادموں کو بدستور مقیم رہنے کا حکم دیا گیا، گلنار کی تلاش ایک دو دن نہیں بلکہ پورے چالیس دنوں تک ہوتی رہی۔ اور جب کہیں پتا نہ لگا تو یہ تصور کرکے کہ شائد وہ دریا میں غرق ہوگئی۔ یا ظالم لوٹیروں کے ہاتھ لگ گئی ہے۔ مجبوراً ان لوگوں نے صبر کر لیا۔

بنو عباسؓ کا تمام خاندان ابوسلمہ کا مہمان تھا۔ اور گو ابوسلمہ نے ان کی مدارات میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی تھی۔ تاہم اس نے اہل کوفہ سے ان لوگوں کے آنے کا حال مخفی رکھا۔ ابوسلمہ کے اس رازداری کی وجہ یہ تھی۔ کہ اگرچہ ابتداً اس نے صالح کی تجویز پر عمل کرکے بنو عباسؓ کا نام و نشان مٹا دینے سے انکار کیا تھا لیکن بعد میں وہ پھر اس مخمصے میں پڑ گیا۔ کہ واقعی ان لوگوں کا باقی رکھنا علوی سادات

Marfat.com

کے حق میں کانٹے بوتا ہے۔ اور ابو سلمہ اس فکر میں تھا کہ صالح آ جائے۔ تو اس سے پھر مشورہ کر کے عباسیوں کی نسبت کوئی رائے قائم کرے۔ غرضکہ اس نے بنی عباس کو ایک عرصہ بند کر رکھا تھا۔ اور بجز چند اپنے خواص کے کسی کو ان کے کوفہ میں آنے کی خبر نہیں ہونے دی تھی۔ لیکن بنی عباس کے ہوا خواہ اور ان کے خراسانی شیعوں کو پتا لگ گیا تھا۔ کہ عباسی کنبہ کے لوگ حمیمہ سے کوفہ چلے گئے ہیں۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت خراسان سے روانہ ہو کر کوفہ میں آ گئی۔ اور شہر کے باہر حمام اعین کے نزدیک فرد کش ہوئی۔ خراسان والوں نے بنی عباس کا سراغ لگانا شروع کر دیا۔ اور عباسیوں کے کوفہ پہنچنے سے چالیس دن بعد ان کو یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ ابنائے عباس ولید بن سعد مولیٰ بنی ہاشم کے گھر میں فروکش ہیں۔ اور ابو سلمہ نے ان کو وہاں مقیم کیا ہے۔ خراسان والوں کو یہ پتا بھی مل گیا۔ کہ امام ابراہیم اپنے بعد خلافت کی وصیت اپنے بھائی ابوالعباس سفاح کے لئے کر گئے ہیں۔ اور ان کو ابو سلمہ کی اس حرکت سے کہ اس نے اہل شہر میں عباسیوں کی آمد کا غلغلہ نہیں ڈالا یہ شبہ پیدا ہو گیا کہ ابو سلمہ بنی عباس کو لوگوں سے مخفی رکھ کر خلافت کو علوی سادات میں منتقل کرنے کی سعی کر رہا ہے۔

بنی عباس کے شیعوں کو اپنے امام اور خلیفہ کا پتا مل گیا۔ تو ان میں سے جو شخص زیادہ ممتاز اور سب کا سردار تھا۔ ولید بن سعد کے گھر گیا۔ اس شخص کا نام ابو حمید الحمیری تھا جس وقت وہ ولید کے مکان میں پہنچا۔ تو اس نے وہاں ایک جماعت کو موجود پایا۔ اور پہچان نہ سکا کہ ان میں سے خلیفہ کون ہے لہذا اس نے دریافت کیا کہ آپ لوگوں میں سے خلیفہ کون صاحب ہیں؟ ابی العباس کے چچاؤں میں سے داؤد بن علی نے بڑھ کر ابی العباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تمہارا امام اور خلیفہ یہ ہے" ابو حمید یہ سن کر ادب کے ساتھ "السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ" کہتا ہوا۔ ابی العباس کے

ہاتھ اور پیروں کو بوسہ دینے لگا۔ پھر عرض پیرا ہوا "آپ ہم کو جو حکم دیں۔ ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔ اور اس کے بعد امام ابراہیم کا پرسا دیا۔

ابو حمید بنی عباس سے مل کر اپنے لوگوں میں واپس گیا۔ اور تمام بڑے بڑے سپہ سالاروں اور شیعوں کے سرداروں کو ان کے ابو سلمہ کے یہاں موجود ہونے کی اطلاع کرا دی۔ پھر کیا تھا سیکڑوں معززین کوفہ اور شیعوں کے سرغنا مجتمع ہو کر ولید بن سعد کے مکان پر آموجود ہوئے۔ اور ابی العباس کے پاس جا کر آداب اور سلام خلافت بجا لائے۔ اور امام ابراہیم کی تعزیت کے مراسم ادا کئے۔ ابو سلمہ کو بھی خبر مل گئی۔ کہ لوگوں نے بنی عباس کا پتا لگا لیا ہے۔ اور اب میری پردہ داری بے سود ہے۔ لہذا وہ بھی اور لوگوں کی طرح ابی العباس سے علانیہ بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ مگر عباسی خاندان کے لوگوں اور ان کے شیعوں کو ابو سلمہ کی طرف سے بے اعتباری ہو گئی تھی۔ اس لئے انہوں نے اس کو حشم و خدم کے ساتھ گھر میں نہ آنے دیا۔ بلکہ تنہا بلوایا۔ اور ابو سلمہ نے اسی طرح جا کر ابی العباس سے بیعت کر لی۔ پھر یہ صلاح قرار پائی کہ عام بیعت کے لئے تاریخ مقرر ہونی چاہیئے تاکہ مسجد میں علانیہ بیعت لیجائے۔ اور ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کی بارہویں تاریخ یوم جمعہ اس کے لئے موزوں دن سمجھا گیا۔ پھر شہر اور اطراف شہر کے قریبی علاقوں میں اس بات کی عام منادی کرا دی گئی۔"

بارہویں ربیع الاول سنہ ۱۳۲ھ کا دن اپنے ساتھ کچھ ایسے دھوم دھام اور جوش و مسرت کو لیکر طلوع ہوا کہ تمام شہر کوفہ میں جدہر دیکھو ایک کھلبلی مچی تھی۔ دس دس بارہ بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہونے والے دیہات سے سیکڑوں آدمیوں کی جماعتیں سویرے ہی سے شہر میں آنی شروع ہو گئیں۔ حمام آعین کے محلہ سے وسط شہر تک جہاں دارالامارۃ اور بڑی مسجد واقع تھی۔ دو رویہ سڑک پر ہزارہا بندگان خدا اس شوق و انتظار میں کھڑے تھے۔ کہ خلیفہ کو ادہر سے گذرتے ہوئے دیکھیں گے۔ اور رسول اللہ صلعم کے چچا زاد بھائی کی زیارت

Marfat.com

کر سکیں گے۔ دو تین گھنٹے دن چڑھے آصفہ کے جسور خاص شہر کوفہ کے لوگ ہتھیار بند ہو کر اور سڑکوں پر صفیں جما کر استادہ ہونے لگے۔ تماشائیوں کی عام جماعت ان صفوں کے پیچھے استادہ کی گئی۔ رستہ کے دونوں کناروں پر جس قدر مکانات اور دکانیں واقع تھیں۔ ان پر بھی آدمیوں کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ اور ایک پر ایک اس شوق میں گرا پڑتا تھا۔ کہ رسول اللہ صلعم کے ابن عم کی زیارت سے برکت حاصل کر سکے گیارہ بجے دن کیوقت ابی العباس کی سواری تمام آئین سے اس شان کے ساتھ نکلی۔ کہ وہ خود سیاہ لباس پہنے ہوئے ایک ابلق خچر پر سوار اپنے بھائیوں۔ اور چچاؤں کے حلقہ میں جا رہا تھا۔ اور عباسی خاندان کے تمام لوگ عمدہ نسل کے عربی گھوڑوں پر سوار تھے۔ شیعوں اور نقیبوں کے سر برآوردہ لوگوں کی جماعت کچھ آگے اور کچھ پیچھے جلو میں چل رہی تھی۔ اسی انداز سے یہ سواری دارالامارۃ تک گئی۔ اور وہاں کچھ دیر ٹھہر کر پھر یہ سب لوگ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ مسجد میں پہنچتے ہی پہلے عمائد اور اعیان شہر نے خلیفہ سے بیعت کی۔ اور تمام حاضرین میں دعا کا غلغلہ بلند ہوا۔ پھر ذرا دیر بعد ایک زنجیدہ شخص منبر پر چڑھتا ہوا نظر آیا۔ اور حاضرین سکوت میں آ گئے۔ مگر بعض لوگ اپنے پاس والوں سے بہت آہستگی کے ساتھ یہ کہتے تھے "چپ رہو یہ خلیفہ ہیں۔ اب ان کی تقریر سننے کا وقت آیا" لوگوں نے خلیفہ کو منبر پر استادہ پا کر بخوبی اس کی شکل و صورت دیکھنے کا موقع حاصل کیا۔ خلیفہ ابی العباس کشیدہ قامت، اور سرخ و سفید رنگت رکھتا تھا۔ اس کے بال گھونگروالے تھے ناک ستواں تھی، چہرہ کا نقشہ بہت عمدہ تھا۔ اور گول ڈاڑھی اس کے چہرہ پر نہایت موزوں معلوم ہوتی تھی۔ ابی العباس منبر پر پہنچ گیا۔ تو ایک دوسرا شخص بھی جو اس سے عمر میں بڑا تھا۔ منبر پر چڑھ کر ابی العباس سے نیچے کے درجہ پر استادہ ہو گیا۔ یہ داؤد بن علی ابو العباس کا چچا تھا۔ ابو العباس نے مجمع پر ایک اجمالی نظر ڈالی: ورایسے مجمعوں میں تقریر کرنے کی عادت نہ رکھنے

کے باعث اور کچھ اس کی دلی کمزوری کے اقتضاء سے اس پر ایک طرح کی گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ چنانچہ اگر کوئی شخص قریب سے اس کو بغور دیکھتا تو اُسے معلوم ہو جاتا کہ اس وقت ابو العباس پر ہیبت مجلس کی وجہ سے رعشہ طاری ہو رہا ہے تاہم وہ تقریر کرنے کے لئے مجبور تھا۔ لہذا اس نے یوں کہنا شروع کیا:۔

الحمد لله الذي اصطفى الاسلام لنفسه وكرّمه وشرّفه وعظّمه واختاره لنا وايّده بنا وجعلنا اهله وكهفه وحصنه والقوّام به والذابين عنه والناصرين له فالزمنا كلمة التقوى وجعلنا احق بها وخصّنا برحم رسول الله صلى الله عليه وسلم وقرابته وانشانا من ابائنا وانبتنا من شجرته واشتقنا من نبعته جعله من انفسنا عزيزا عليه ما عنتنا حريصا علينا بالمؤمنين رؤوفا رحيما ووضعنا من الاسلام واهله بالموضع الرفيع وانزل بذلك على اهل الاسلام كتابا يتلى عليهم فقال تبارك وتعالى فيما انزل من محكم كتابه اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا وقال تعالى قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى، وقال تعالى

ہر ایک تعریف کا سزاوار وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے دین اسلام کو چنکر اُسے شرف و بزرگی بخشی اور ہمارے لئے اسکو پسند فرمایا پھر ہمارے ذریعے سے اسلام کو مدد پہنچائی۔ اور ہمکو اسکا اہل اور اسکی جائے پناہ، اور اس کا مستحکم قلعہ قرار دیا۔ ہم اسلام کو قائم کرنے والے، اُسے غیروں کے حملوں سے بچانے والے، اور اسکے مددگار ہیں۔ ہم پر کلمۃ التقویٰ لازم کیا ہے۔ اور ہم اسکے احق قرار دئے گئے ہیں۔ خدا نے ہمکو اپنے رسول صلعم کی رشتہ داری اور قرابت کی خصوصیت عطا کی۔ ہمکو اسی مبارک درخت کی شاخ بنایا۔ اور اسی سرچشمہ سے ہماری نہر نکالی۔ رسول بھی کیسا جسکو خدا نے ہماری ہی ذات میں سے مبعوث کیا۔ ہماری برائیاں جسکو گراں گزرتی ہیں۔ جو ہم پر حرص کرنے والا۔ اور مسلمانوں پر مہربان رحیم تھا۔ خدا نے ہمکو اسلام اور مسلمانوں میں بہت بلند مرتبہ عطا کیا۔ اور ہماری عزت و حرمت کیلئے قرآن میں فرمایا۔ سوائے اسکے نہیں کہ اے اہل بیت خدا تم سے ناپاکی کو دور کرنا۔ اور تم کو جیسا چاہئے ویسا پاک بنانا چاہتا ہے۔ اور فرمایا۔ اے پیغمبر تم لوگوں سے کہدو کہ میں تم سے اس ہدایت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر قرابت مندوں کی محبت۔ اور ارشاد کیا۔ اے پیغمبر تم اپنے نزدیکی کنبہ والوں کو عذاب سے ڈراؤ۔ اور پھر حکم دیا

Marfat.com

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وقال تعالى وما
أفاء الله على رسوله من أهل القرى فلله
وللرسول ولذي القربى وقال واعلموا أنما
غنمتم من شيء فأن لله خمسه وللرسول و
لذي القربى واليتامى" فاعلم جلالتنا و
فضلنا واوجب عليهم حقنا ومودتنا واجزل
من الفيء والغنيمة نصيبنا تكرمة لنا و
فضلاً علينا والله ذو الفضل العظيم و
زعمت الشامية الضلال ان غيرنا احق
بالرياسة والسياسة والخلافة منا فشاهت
وجوههم ولم ايها الناس وبنا
هدى الله الناس بعد ضلالتهم
وبصرهم بعد جهالتهم وانقذهم بعد هلكتهم
واظهر بنا الحق ودحض الباطل واصلح بنا منهم
ما كان فاسداً ورفع بنا الخسيسة وتمم بنا
النقيصة وجمع الفرقة حتى عاد الناس
بعد العداوة اهل التعطف والبر و
المواساة في دنياهم واخواناً على سرر
متقابلين في آخرتهم فتح الله
ذلك منة وبهجة لمحمد
صلى الله عليه وسلم
فلما قبضه الله اليه وقام بالامر
بعده اصحابه وامرهم شوریٰ

"اور جو کچھ خدا نے پیغمبر کو دیا یعنی مال غنیمت میں سے عطا کیا
اسکے رسول اور اہل قرابت مندوں کا حق ہے" اور حکم دیا: "تم لوگ جان
رکھو کہ جو کچھ مال غنیمت تم حاصل کرتے ہو بیشک اسکا پانچواں
حصہ اللہ اور رسول کیلئے ہے اور اہل قرابت اور یتیموں کیلئے"
غرضکہ خداوند کریم نے مسلمانوں کو ہماری بزرگی سے واقف
بنایا، انپر ہمارا حق ادا کرنا واجب قرار دیا، اور ہم سے محبت
رکھنا ضروری بتایا، مال اور اموال غنیمت میں سے ہمارا
معقول حصہ مقرر کیا، یہ سب اسکا ہمپر خاص کرم تھا اور
اسی سے ہماری بزرگی کا اظہار منظور تھا، اور اللہ بڑا رحم کرنیوالا ہے
گمراہ ملک شام والوں نے یہ کہا کہ سرداری، حکومت اور خلافت
کا حق ہماری نسبت سے دوسروں کو زیادہ ہے۔ لہٰذا وہ روسیاہ
ہوگئے۔ لوگو تم ہی غور کرو کہ ہم کون ہیں؟ خدا نے ہمارے ذریعہ سے
گمراہوں کو راہ دکھائی، جاہلوں کو صاحب بصیرت بنایا، تباہ شدوں کو
انکی شامت سے نجات دلوائی، ہمکو حق کا ظاہر اور باطل کا مٹانے
والا کیا، ہمارے ہاتھوں لوگوں کی خرابیاں دور کرکے انکی
اصلاح کرائی، کمینوں کو ہمارے طفیل عزت دی، نقائص
کو ہماری وجہ سے کمال سے مبدل کیا، اور نفاق کو مٹوا کر اتفاق
کا پردہ جمایا، یہانتک کہ انسانوں کا مجمع دشمنی اور کینہ
رکھنے کے بعد محبت، باہمی سلوک، دوستی اور صحبت کے
سرچشمہ سے سیراب ہوکر دنیا میں سرخرو ہوا، اور آخرت
میں عالی بھائیوں کیطرح آمنے سامنے تختوں پر جلوہ افروز ہونے
والا بنایا اور خدا کے یہ تمام احسانات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بوقت
زمانہ انکی وفات ختم ہوگئیں، پھر جب خدا نے محمد صلعم کو اپنے پاس

بینہم حووا مواریث الامم فعدلوا
فیہا ووضعوھا مواضعہا واعطوھا
اھلہا وخرجوا خماصا منہا
ثم وثب بنو حرب وبنو مروان
فانیذوھا وتداولوھا
فی دوانیہا واستاثروا بہا
وظلموا اھلہا بما ملاء اللہ لہم
حینا حتی اسقوہ فلما اسقوہ
انتقم منہم بایدینا ورد
علینا حقنا وتدارک
بنا امتنا وولی نصرنا والقیام
بامرنا لیمن بنا علی الذین
استضعفوا فی الارض وختم
بنا کما افتتح بنا وانی
لارجوان لا یاتیکم الجور من
حیث جاءکم الخیر ولا الفساد من حیث
جاءکم الصلاح وما توفیقنا اھل البیت
الا باللہ یا اھل الکوفۃ انتم محل محبتنا و
منزل مودتنا انتم الذین لم تتغیروا عن ذلک
ولم یثنکم عن تحامل اھل الجور علیکم حتی ادرکتم
زماننا واتاکم اللہ بدولتنا فانتم اسعد الناس بنا
واکرمہم علینا وقد زدت فی اعطیاتکم مائۃ درہم
فاستعدوا فانا السفاح المبیح والثائر المنیح

میں طلب کرلیا۔ اور انکے بعد انکے ساتھیوں کی حکومت کا دور آغاز
ہوا تو انہوں نے باہمی مشورہ سے کام لیا۔ انہوں نے تمام قوموں کی
میراثیں جمع کرلیں۔ پھر انہیں عدل سے ہر ایک کی اپنی اپنی قرینہ
پر رکھا۔ ہر ایک حقدار کو پہنچائی۔ اور آپ لٹ خیر طوفان سے
پاک صاف نکل گئے۔ پھر بنو حرب اور مروان کی اولاد بیچ میں کود
پڑی۔ اور تمام ہی بنائی باتیں بگاڑ دیں۔ ظلم و ستم سے
کام لیا۔ مال زر جمع کیا۔ اور رعایا کا مال ظلم سے چھینا۔ خیر
انہوں نے بھی وہ پیالہ کچھ دیر کیلئے پی لیا جسے خدا نے انکے واسطے بھر رکھا تھا
اور جب وہ اسکو پی چکے تو اب پروردگار عالم نے ہمارے ہاتھوں سے انکی
غداری کا مزہ چکھا دیا۔ اور انتقام کشی کے بعد ہمارا حق ہم
ہمکو دلایا۔ خدا نے ہمیں ہماری امت کا چارہ ساز بنایا۔ اور انکی
مدد پر بھیجا۔ پھر ہماری حمایت خود پروردگار نے فرمائی۔ تاکہ ہمیں
کمزور سمجھے گئے لوگوں پر مہربانی والا اور مجبوروں کا دستگیر بنائے۔ اور جس طرح
اس امر کو ہم سے آغاز کیا تھا۔ ویسے ہی ہمیں پر لاکر اسے ختم بھی کیا۔
لوگو مجھکو امید ہے کہ اب تم ظلم و ستم کے پنجوں میں گرفتار نہ ہوگے۔ اور خیر
کے بعد خرابی میں نہ پڑوگے۔ اور خدا ہم اہل بیت کو توفیق عطا کرے
اے اہل کوفہ! تم ہماری محبت کے محل اور ہماری الفت کے گھر ہو۔ تمہیں
وہ لوگ ہو جنکو ظالموں کی سختیوں نے ہماری محبت سے نہیں پھیرا اور
تم انکی اذیتیں سہکر آج تک باقی رہے تاکہ ہمارا زمانہ آیا۔ دیکھو
اب خدا نے تمہیں ہماری حکومت کا مبارک نفع عطا کیا۔ تم
واقعی خوش قسمت ہو۔ اور ہم تمہاری جستجو عزت کریں گے۔ ہم نے
تمہارے وظائف میں ایکسو درہم بڑھا دیئے۔ اب تم خوب تیاری
سے کام کرو کیونکہ میں خونریز سفاک اور مدبر انتقام کش ہوں"

Marfat.com

ابو العباس نے تقریر کا سلسلہ یہیں تک پہنچایا تھا۔ کہ اس پر ضعف غالب آگیا۔ اور وہ اس قدر گھبرایا۔ کہ ممبر پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد داؤد بن علی ابو العباس کا چچا اٹھا۔ اور اس نے تقریباً اسی مضمون کی تقریر کر کے بنی امیہ کو بہت سی صلواتیں سنائیں۔ پھر خراسان والوں کی تعریف اور ان کے معین حق ہونے کی ثنا کر کے تقریر ختم کر دی۔ اور ابو العباس اور داؤد بن علی دونوں ممبر سے اتر کر دار الامارہ میں چلے گئے۔ اور تنہا ابو جعفر منصور مسجد میں بیٹھا ہوا۔ لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔ اس نے عصر اور مغرب کی نمازیں بھی پڑھائیں۔ اور آخر جب رات کی تاریکی غالب آگئی۔ تو بیعت لینے کا سلسلہ ختم کر کے وہ بھی اٹھ کر چلا گیا۔

ستائیسواں باب

یاد دوست

کبھی وہ جان کا دشمن وہ قاتل یاد آتا ہے
کبھی پہلوے خالی دیکھ کر دل یاد آتا ہے

عراق عرب کی سرزمین حوران میں شاہان بنی غسان کے مذہب عیسوی قبول کر لینے کے باعث سیکڑوں دیر اور کنشت بن گئے تھے جن میں بعض مرد راہبوں کی سکونت کے لئے مخصوص تھے۔ اور چند ایسی خانقاہیں تھیں۔ جہاں راہب اور نن عورتیں رہا کرتی تھیں۔ اسی آخر الذکر قسم کی خانقاہوں میں سے ایک مختصر مگر نہایت مستحکم عمارت کی خانقاہ شہر کوفہ سے دو منزل کے فاصلہ پر سرزمین حوران کے سرحدی ڈانڈے سے متصل واقع ہے۔ یہ خانقاہ ایک سر بفلک پہاڑ کے دامن میں تھی۔ جو اگرچہ خشک اور بے گیاہ پہاڑ تھا لیکن اس کے نیچے ایک قدرتی چشمہ

کی روانی سے کچھ بہر سبزی اور شادابی پائی جاتی تھی۔ اور کسیقدر درختوں کی عمورت وہاں نظر آتی تھی۔ خانقاہ میں تن عورتوں کے علاوہ دو تین مرد راہب بھی تھے۔ مگر وہ نہایت عمر رسیدہ اور اس قدر بوڑھے تھے۔ کہ ان کے تمام جسم کے بال سفید ہو رہے تھے۔ اور بار ضعیفی نے کمر بھی خم کر دی تھی۔ خانقاہ آبادی اور راستہ سے دور بنائی گئی تھی۔ لہذا اس طرف مہانوں کا گزر بھی بہت کم ہوتا تھا۔ اس کی عمارت باہر سے مختصر قلعہ معلوم ہوتی تھی۔ اور مرور ایام کے باعث دیواروں پر کائی چڑھ کر اور خشک ہو کر ان کو گہری سیاہ رنگت کا جامہ پہنا گئی تھی۔ دن کی روشنی میں اس خانقاہ کی عمارت دور سے ایسی نظر آتی تھی۔ جیسے پہاڑ کے دامن میں کوئی مختصر سی جھلسی ہوئی پہاڑی اور کھڑی ہے، اور رات کی تاریکی تو اس کا وجود بھی نظر سے معدوم بنا دیتی تھی۔

جس دن شہر کوفہ میں خلیفہ ابی العباس سے بیعت خلافت کی گئی ہے، اس کے ایک دن بعد کا واقعہ ہے۔ چاندنی خوب کھلی ہوئی ہے۔ اور چودھویں رات کا چاند اپنے پورے عروج پر آکر دنیا کو اپنی سرد اور شفاف روشنی کی نورانی چادر سے ڈھانپ رہا ہے۔ اسی اثنار میں دور سے ایک شخص خانقاہ کی طرف آتا نظر آیا۔ یہ آدمی تیز گام خچر پر سوار اور گرد و غبار میں اٹا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دور سے آرہا ہے۔ رفتہ رفتہ وہ شخص خانقاہ کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ اور خچر سے اتر کے اس کی باگ تھامے ہوئے بالکل دروازہ کے محاذ میں آگیا۔ پھر اس نے کوئی رسی کا سرا جو دروازہ کی چوکھٹ سے نکلا ہوا تھا۔ بڑے زور سے کھینچا۔ اور ساتھ ہی خانقاہ کے اندر سے گھنٹہ بجنے کا جھنجھنا سنائی دیا۔ اب وہ شخص خاموش کھڑا رہا۔ اور دس پندرہ منٹ بعد خانقاہ کا دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور ایک سن رسیدہ راہب نے باہر آکر آنیوالے سے دریافت کیا۔ "تم کون ہو؟ اور کیا چاہتے ہو؟"

آنیوالا ۔ "جناب! میں اس عورت سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو چند روز

Marfat.com

سو آپ کی یہاں ہے۔ اور میں اس کا خادم ہوں۔ کیا آپ بھول گئے؟ میں ہی تو اُسے لیکر یہاں آیا تھا۔"

بڈھا راہب — "کیا صالح! بابا بات کو مجھے اتنا کب سوجھ پڑتا ہے۔ کہ میں تم کو پہچان لیتا۔ اچھا آؤ اندر آجاؤ۔ وہ لڑکی تو جب سے یہاں آئی ہے اس قدر بیقرار رہتی ہے۔ کہ میں کیا کہوں۔ ہزار سمجھایا لیکن اس کو رونے اور سر پٹکنے سے کام ہے۔"

اچھا اب معلوم ہوا۔ یہ آنے والا شخص ہمارا دوست صالح ضحاک، یا شبیب خارجیوں کے فرقہ کا سرگرم ممبر اور ہماری مہ جمال ہیروئن گلنار کا خادم ہے۔ تو اب جس عورت کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ ضرور ہے۔ کہ گلنار ہوگی۔ صالح۔ گلنار اور ریحانہ کو ابو سلمہ کے قصر سے لیکر یہیں لایا تھا۔ اور پھر خود شہر کوفہ میں چلا گیا تھا۔ کہ وہاں کے حالات کا پتا لگائے۔ اور عباسیوں سے بیعت خلافت ہونے کا منظر دیکھتے وہ بڈھے راہب کے ساتھ خانقاہ کے اندر داخل ہوا۔ اور دروازہ بدستور بند کر دیا گیا۔ صالح خانقاہ کے صحن میں پہنچکر مشرقی گوشہ کی طرف ایک زینہ پر چڑھتا ہوا مختصر سے خلوت نما مکان میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک کمرہ میں دو عورتیں بیٹھی تھیں۔ ایک کم سن عورت رو رہی تھی۔ اور دوسری مُسن یا ادھیڑ عمر کی عورت اُسے تسکین وتسلی دیتی جاتی تھی۔ صالح کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی وہ دونوں عورتیں چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور صالح ان کے قریب جاکر کھڑا ہو گیا۔ یہ دونوں عورتیں کون تھیں؟ غالباً ناظرین خود سمجھ گئے ہوں۔ کہ گلنار اور ریحانہ کے سوا کون ہو سکتی ہیں۔ گلنار تو اس کی صورت دیکھتے ہی خاموش ہو رہی۔ مگر ریحانہ نے صالح سے کہا — "صالح! تم کو یہاں سے گئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا۔ اگر تم اس طرح اب ہماری خبرگیری سے غفلت کروگے۔ تو ہماری زندگی ہو چکی۔ دیکھو بانو کتنی پریشان ہیں۔ اس جگہ ان کی دلبستگی کا کوئی سامان نہیں۔ رات دن روتی رہتی ہیں۔ ہائے اللہ ہماری سی مصیبت دشمن پر بھی نہ پڑے۔"

Marfat.com

صالح - (معذرت کے طور پر) "بیشک - تم جس قدر ملامت کرو - حق بجانب ہے - لیکن اتنا تو سوچ لو - کہ میں کتنی دقتیں جھیل کر بانو کی اصلی غرض حاصل کرنے میں کوشاں ہوں - افسوس - اب تک جو چال میں چلا وہ الٹی ہی پڑی - میرا خیال تھا - کہ میں ابو سلمہ کو ورغلا کر عباسی حکومت کی بنیاد نہ جمنے دوں گا - مگر حیف - ابو سلمہ بزدل نکلا - اور آخر کل کے دن شہر کوفہ میں ابوالعباس سے بڑے دھوم کے ساتھ خلافت کی بیعت کر لی گئی - اور اب ہمارے ہاتھ کٹ گئے" پھر اس نے تفصیل کے ساتھ اس عرصہ میں جتنی باتیں ہوئی تھیں سب کہہ سنائیں - اور اثنائے کلام میں اپنی ناکامی پر دانت پیستا جاتا تھا -

صالح کا بیان ختم ہو لیا - تو گلنار پھر بے قرار ہو کر رونے لگی - اور صالح نے اس کو تسلی دینے کے لہجہ میں کہا - "بانو! تم اس قدر بیقرار نہ ہو - میں اُس شخص سے تمہارا انتقام لئے بغیر دم نہیں لے سکتا - آج کا موقع ہاتھ سے نکل گیا - اور یہ طریقہ نہ بن پڑا - تو پھر کوئی موقع نہ ملے گا"

گلنار ایک آہ سرد کھینچکر خاموش ہو گئی - افسوس وہ اپنے دل کا راز ظاہر کرتے ہوئے شرماتی تھی - وہ ریحانہ کو بھی اپنے مدعا پر آگاہ نہیں کر سکتی تھی - اور یہ محض اس کی طبیعت کی کمزوری کا نتیجہ تھا جس کی وجہ سے اس کو دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر رہنا - اور خون جگر کھانا پڑتا تھا - آہ - گلنار کو اگرچہ ابی مسلم کے ہاتھوں اتنے سخت صدمات پہنچے تھے - لیکن وہ اپنے دل کو اسی کی طرف میلان کرتے دیکھتی تھی - جہاں ابو مسلم کا نام آیا - اور اُسے یہ معلوم ہوا کہ ایک برچھی سی دل کے پار ہو گئی - گلنار کا بے بس دل ابو مسلم کی محبت میں گرفتار تھا - اس میں شک نہیں - کہ چند روز تک باپ کے قتل ہونے کا صدمہ اور ابو مسلم کی غداری اور اس کے عہد محبت سے پھر جانے کا خیال گلنار کو جوش غضب میں بھر کر ابو مسلم سے انتقام کشی کے لئے آمادہ کر گیا - اور پھر صالح کی اشتعال دلانے والی باتوں نے اس کو وقتاً فوقتاً اپنی خواہش انتقام کے قائم رکھنے میں مدد دی - اس لئے وہ اب تک

Marfat.com

قصد انتقام پر جمی رہی۔ مگر بار بار کی ناکامی۔ اور اس آرزو کے پورے ہونے میں طوالت واقع ہونے سے گلنار کا وہ عارض جوشِ غضب فرو ہو گیا۔ اور اس کی جگہ پر پھر اُسی سچی محبت کا دبا ہوا شعلہ بھڑک اُٹھا۔ جو ابتداءً اُسے ابومسلم کے ساتھ ہو گئی تھی۔ خصوصاً ابراہیم یہودی کے وعدہ نے اس آگ کو اور تیز کر دیا تھا۔ اور اب جو صالح نے یہ خبر سُنائی۔ کہ عباسی خلافت کی بنیاد خوب استحکام کے ساتھ جم گئی ہے۔ تو یکایک گلنار کے دل سے گردِ عداوت دُھل گئی۔ اور ابومسلم کی وہی تصویر خیالی اس کی نگاہوں میں پھرنے لگی۔ جو ابتدائے دلدادگی میں اس کے نصب العین رہا کرتی تھی۔ آہ۔ محبت نے گلنار کو تمام دشواریوں کے آسان تصور کرنے پر آمادہ بنا دیا۔ وہ ہوائی قلعے بنانے۔ اور خیالی ملاؤ پکانے لگی۔ اس کے مخیلہ میں یہ بات جم گئی۔ کہ ابومسلم نے اس کے باپ یا خود اس کے ساتھ جو کچھ بدسلوکی برتی اس کا باعث محض ابومسلم کی حکمت عملی اور اس کا عباسیوں کی مدد کے دھن میں منہمک ہونا تھا۔ ورنہ وہ گلنار یا اس کے باپ سے کبھی کوئی ذاتی عداوت نہیں رکھتا تھا۔ پھر اب جبکہ ابومسلم کی آرزو پوری ہو چکی ہے۔ اور وہ عباسیوں کی دولت کی بنیاد نہایت استحکام کے ساتھ جما چکا ہے۔ تو کچھ عجب نہیں کہ میرے جذبِ دل کا اس پر اثر ہو۔ اور وہ میری شکستہ دلی پر رحم کھا جائے۔ سچ ہے عاشق کی زندگی شکوک اور اُمیدوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اگر خوش قسمتی سے وصلِ دلبر نصیب ہو گیا۔ تو خوفِ جدائی کا الم اور وفائے دلدار میں شک ہونے سے جان آفت میں رہی۔ اور اگر معشوق نے جفا و جور سے کام لیا۔ تو انتقام لینے کی خواہش کے ساتھ ہی اُس کے برسرِ وفا آجانے کی اُمید دامنِ دل تھامے رہی۔ غرضکہ عشق و محبت عجیب و غریب پیمبر ہے۔ اور اُس کے مزہ کو وہی دل خوب سمجھ سکتا ہے۔ جو دردآشنا ہو۔

یار کے ہاتھوں سے عشاق کا مرنا جینا زیست کیا چیز ہے کیا شے ہے قضا کیا جانیں

غرض اُس کے دل میں امیدوں کا تنازع برپا تھا۔ اور وہ دل کی بات دل ہی

میں رکھ کر کسی پر اپنا ما فی الضمیر عیاں نہیں کر سکتی تھی ہ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

صالح حکومت عباسیہ کے مستحکم ہو جانے کی خبر کیا لایا۔ کہ گلنار کے بھرے ہوئے دل کو ایک ٹھیس لگی۔ اور اس کے جذبات کچھ اس طرح امید کامیابی اور خوف ناکامی کی کشمکش میں پڑ گئے۔ کہ وہ بے اختیار رونے لگی۔ صالح کے وعدے اُس کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس کی بار بار کی وعدہ خلافیاں گلنار کو اس کی طرف سے مایوس کر چکی تھیں۔ تاہم وہ کیا کر سکتی تھی۔ چار و ناچار اُس نے اس مرتبہ بھی صالح کی بات سن کر مسرت کا اظہار کیا۔ اور اس سے پوچھا۔ "پھر اب کونسی راہ ہے۔ جس پر چل کر ہم منزل کامیابی تک پہنچ جائیں گے؟"

صالح۔ "بانو! صبر سے کام لو۔ اب تک تم نے صبر و تحمل کیا ہے۔ کچھ دنوں اور بھی ایسا ہی کرو۔ خدا صبر کا اچھا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔"

گلنار اس بات کو سن کر اور ایک آہ سرد کھینچ کے خاموش ہو گئی۔ صالح کو گلنار کے انداز سے معلوم ہوا۔ کہ اس کے دل میں کوئی بات ہے۔ اور یہ اس کو ظاہر نہیں کرتی۔ صالح جانتا تھا۔ کہ ابی مسلم کے قتل کا جال تیار کرنے میں گلنار کی بحد ضرورت ہے۔ اس لئے اس کو خوف ہوا کہ مبادا متواتر ناکامیوں نے اس کا دل توڑ دیا ہو۔ اور یہ اب خواہش انتقام سے باز آگئی ہو لہذا صالح نے گلنار کو جوش دلانے۔ اور قصد انتقام پر قائم رکھنے کی نیت سے کہنا شروع کیا۔

بانو! معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی مرتبہ کی ناکامی آپ کو مایوس بنا گئی۔ آپ دل تو ی رکھیں۔ میں بدستور حکم اور جان نثار ہوں۔ آپ کی بہتری کے لئے جان بھی فدا کر دی ہو تو مجھے ہرگز انکار نہ ہوگا۔ آپ جانتی ہیں۔ کہ میں نے صرف آپ کی خدمت گزاری کی غرض سے دنیا کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ایسے لوگوں سے عداوت مول لی ہے جو شرارت

Marfat.com

فریب کی چالوں میں اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ دیکھتے میں آتے کس کس طرح اس ظالم کو دبانا چاہا۔ لیکن ہر جگہ مجھی کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اور اب وہ ہماری کوششوں کی خبر پاگیا ہے۔ آپ نے ابراہیم یہودی کو ایسی باتوں سے آگاہ کر دیا کہ ہمارے بالکل ہاتھ پیر کٹ گئے۔ اب ہم اپنا ارادہ چھوڑ کر بھی بیٹھ رہیں۔ تو وہ ہم کو کب چھوڑنے والا ہے ضرور ہے کہ جب تک ہماری جان نہ لے لے اُسے چین نہ آئے۔ کاش ابو مسلم میری ہی جان سے اپنے پرس کر جاتا۔ اور آپ کو نہ ستاتا تو میں بہت خوش ہوتا۔ آہ اپنا مہربان آتا اور آپ کے والد ماجد کے بعد میری زندگی بے لطف ہے۔ اچھا ہو کہ میں جلد تر اُن سے جا ملوں۔ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور مجھکو بھی جلد اُن کے ساتھ جا ملائے۔ یہ کہکر بناوٹ سے آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور رونے لگا۔ بھولی بھالی۔ اور زمانہ کے اوضاع سے بیخبر گلنار پھر صالح کے دام فریب میں پھنس گئی۔ اور اُسے خیال ہوا۔ کہ ایسا جان نثار خادم کیونکر مجھ سے جھوٹ کہنے اور دغا کرنے کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ صالح نے گلنار کو اُس کے باپ کا قتل ہونا کیا یاد دلایا۔ کہ محبت سے مغلوب ہو جانے والی خواہش انتقام پھر اُبھر آئی۔ وہ ابو مسلم کی طرف میلان طبع پیدا ہونے پر نادم ہو کر اپنے دل پر نفرین کرنے لگی۔ کہ یہ کیوں ایسے ظالم کی دوستی پسند کرتا ہے۔ پھر مزید برین صالح نے اشارتاً اس کو ابراہیم یہودی سے اظہار راز کر دینے کا ملزم بھی بنا دیا تھا۔ اور اب وہ اپنے آپ کو بدستور قتل کے خطرہ میں مبتلا پاتی تھی۔ غرضکہ گلنار چار و ناچار صالح کی رائے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گئی۔ اور اس نے صالح کو اطمینان دلایا۔ کہ وہ اس پر فضول بدگمانی کرتا ہے۔ ورنہ یہ اب تک اپنے باپ کا انتقام لینے کے ارادہ پر قائم ہے۔ ہاں یہ امر ضرور اس پر شاق گزرتا ہے کہ اس کی وجہ سے صالح کو سخت آفتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ اور صالح نے اس کے جواب میں گلنار پر ثابت کیا۔ کہ میں جو کام کر رہا ہوں اس میں اپنی غرض بھی شامل ہونے کے باعث تمام آفتوں کا سہارنا مجھ پر آسان ہے۔ آپ اس طرف سے بے فکر دیں بلا

Marfat.com

گلنار کو ایسی خانقاہ میں رہتے ایک عرصہ دراز گزر گیا، دن اور مہینے کیسے ایک سال ہوا۔ اور دوسرا سال اختتام ہونے کو آیا۔ اس عرصہ میں صالح وقتاً فوقتاً اس کے پاس آتا۔ اور تازہ خبریں سناتا رہتا۔ پہلے سال میں سب سے اہم خبر مروان بن محمد آخری اُموی خلیفہ کی شکست اور اس کے قتل ہونے کی تھی۔ مروان بن محمد اپنی فوجیں جمع کر کے ملک عراق کی طرف عباسیوں سے معرکہ آرا ہونے کے لئے آیا تھا۔ طرفین میں کئی ایک میدان داریاں ہوئیں۔ لیکن بالآخر عباسیوں نے اُسے الزاب نامی ایک شہر کے قریب خونریز جنگ کے بعد سخت ہزیمت دی۔ مروان بن محمد شکست کھا کر ملک مصر کی طرف بھاگا۔ اور وہیں کی ایک بستی "بوصیر" نامی میں قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کے کچھ دنوں بعد صالح بنو اُمیہ کے قتل کی خبریں لیکر آیا۔ اور حیرت و استعجاب کے لہجہ میں گلنار کو سنانے لگا۔ گلنار نے کہا بھی " تم تعجب کیوں کرتے ہو لڑائی میں لڈو تو بٹتے نہیں۔ قتل کیا تو اس میں حیرت کیسی؟"

صالح ۔ " بانو! یہ آپ کیا کہتی ہیں؟ لڑائی کیسی۔ ا جی اُن لوگوں کو امان دیکر اپنے جلسوں میں شریک کیا۔ اور پھر ان سے دغا کر کے اُنہیں مار ڈالا "

گلنار ۔ " اور بلا واسطہ۔ بلا سبب!! اس طرح قتل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

صالح ۔ "ہاں۔ کوئی ظاہری سبب تو نہ تھا۔ مگر میرا خیال ہے۔ کہ ابوسلمہ نے ان کو بنی اُمیہ کے قتل کی رغبت دلائی۔ اور ایک شاعر کو ہدایت کر دی۔ کہ وہ ایک شعر پڑھ کر سنائے جس میں ابوالعباس کو بنی اُمیہ کے قتل پر اُکسایا گیا ہو۔ بس اُس نے شعر سنتے ہی ایکبارگی آدمیوں کو مروا دیا "

گلنار ۔ " آخر وہ کونسا شعر تھا جس نے یہ اثر دکھایا؟"

صالح ۔ " وہ شعر میں کیا خاک اثر تھا۔ دل بھرے ہوئے تھے۔ بس چھیڑنے کی دیر تھی۔ کہ ابل پڑے۔ شاعر نے سفاح کو ان ہاشمی لوگوں کی یاد دلائی جنکو

بنی اُمیہ نے اپنے عہد حکومت میں قتل کر دیا تھا۔ اور بنی اُمیہ دسترخوان پر ساتھ ہی بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ چنانچہ سفّاح نے حکم دیا۔ اور وہ سب لوگ خیمہ کی چوبوں سے مار مار کر اسی جگہ فرش کر دئے گئے۔ پھر ان کی لاشوں پر دسترخوان بچھوا کر کھانا کھایا گیا۔ جبکہ ہنوز بعض بیچاران بنی اُمیہ کے کراہنے کی آوازیں چلی آ رہی تھیں۔ اور اس طرح پر آخر ان سبھوں نے دم توڑا۔"

گلنار۔ (زور سے چیخ کر) "اے توبہ۔ اُف یہ لوگ اتنے بے درد تھے اور کمبختوں نے اپنے مہمانوں کے ساتھ دغا کی؟ پھر یہ اور مزہ دیکھو کہ اُن کی لاشوں پر دسترخوان بچھوا کر کھانا زہر مار کیا۔ خدا کی پناہ۔ بڑے سنگدل لوگ ہیں۔ میرے تو اس بات کو سن کر تمام بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔"

صالح۔ "پھر آپ ہی غور کیجئے۔ کہ کیا ایسے لوگوں پر کچھ بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ کون ہے۔ جو اُن سے درگزر کرنے کی توقع رکھے؟" اور یہ کہنے سے صالح کا مدعا گلنار کے دلی خطرات کو مٹانا تھا چنانچہ وہ اس بات کو سن کر چپ رہ گئی۔

اور اس سے بھی بڑھ کر قلق گلنار کو اس وقت ہوا جبکہ چند مہینوں کے بعد صالح نے ابوسلمہ کے قتل ہونے کی خبر اُسے سنائی۔ گلنار ابوسلمہ کو اپنے باپ سے کم نہیں جانتی تھی۔ اور وہ ابوسلمہ کی بزرگانہ محبت کی اس قدر گرویدہ تھی۔ کہ یہ خبر سن کر اس کے سر پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ اس نے صالح سے ابوسلمہ کے قتل کا موجب دریافت کیا۔ اور صالح نے کہا۔ "کیا آپ ناواقف ہیں؟ صاحب! اس پر بھی ان لوگوں نے شک کیا۔ اور مار ڈالا۔ قتل کرتے وقت نہ تو انہیں یہ خیال آیا۔ کہ اس شخص نے ان کی اعانت میں اپنی ساری دولت لٹا دی ہے۔ ورنہ اس کی وفاداری کا لحاظ کیا۔ بالو! آپ یہ بھی مان لیجئے۔ کہ ابوسلمہ عباسیوں کا مخالف تھا۔ لیکن جبکہ عباسی لوگ حکمران۔ اور صاحب اقتدار ہو گئے تھے۔ تو ان کو ایسے شخص کی خطاؤں سے درگزر کرنا لازمی تھا جس نے اُن کی مددگاری میں اپنا مال اور اپنی جان دونوں

چیزیں وقف کر دی تھیں۔"

گلنار۔ (دبید جوشوں سے) "تم سچ کہتے ہو۔ اُف یہ بڑے خونخوار اور حد درجہ کے سنگدل خونی ہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ بنی امیہ اُن سے بڑھکر بے رحم کبھی نہ تھے۔ مگر یہ تو بتاؤ۔ کہ آخر انہوں نے ابوسلمہ کو کس طرح قتل کیا۔"

صالح۔ "عباسیوں کو ابوسلمہ کے خلوص میں شک ہو گیا تھا۔ مگر ابوسلمہ نے جب دیکھا۔ کہ بنو عباس کا قدم خلافت پر جم گیا تو اس نے بھی اور لوگوں کے ساتھ بیعت کر لی۔ ابو العباس نے اس کی بڑی عزت کی۔ اور اُسے اپنا وزیر بنا لیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابو العباس نے ابوسلمہ سے یہ سلوک محض اس لئے کیا تھا۔ اس کی رہی سہی دولت بھی سمیٹ لے۔ اور جب یہ غرض پوری ہو گئی۔ تو وہی قدیم شک وشبہ ابوسلمہ پر تازہ ہو گیا۔ اور اس طرح اس کا قتل کر دینا جائز بنا لیا گیا۔ تاہم ابی العباس کو اتنی جرات نہ ہوئی۔ کہ وہ خود ابوسلمہ کے قتل کا حکم دے۔ اس نے ابو مسلم کو لکھا۔ اور اس سے اس بارہ میں مشورہ کیا۔ ابو مسلم نے یہ جواب بھیجا "وہ قابل شک کرنے کے ہے۔ لہذا اس کا قتل کر دینا جائز ہے۔ اور فوراً اُسے مار ڈالو" اس پر بھی ابی العباس کا حوصلہ نہ پڑا۔ اور وہ اُن خراسان والوں کے خوف سے جو ابوسلمہ کے ساتھ تھے۔ اس کے قتل پر ہاتھ نہ اُٹھا سکا۔ اور ابو مسلم کو لکھا۔ کہ تو ہی کوئی آدمی بھیج دے جو اُسے قتل کر جائے۔ ابو مسلم نے ایک شخص کو بھیجا۔ اور اس نے ابوسلمہ کا خفیہ طور سے کام تمام کر دیا۔ پھر یہ خبر مشہور کر دی گئی۔ کہ کسی خارجی شخص نے ابوسلمہ کو مار ڈالا ہے۔ اور اب کوفہ والے بھی خیال کرتے ہیں۔ مگر ہم نے اصل راز دریافت کر لیا۔ اور آپ سے کہہ سنایا۔"

گلنار۔ (بیقراری کے ساتھ رو کر) "خدا ان کا بُرا کرے۔ اُف بڑے سنگدل ہیں۔ ابوسلمہ کا ایسا ان میں ایک آدمی بھی نہیں تھا۔ ظالموں نے اس کو بھی مار ہی ڈالا۔ آہ!" پھر روتی ہے۔

Marfat.com

صالح۔ "اور اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے سلیمان بن کثیر کو بھی قتل کر دیا۔ ابو سلمہ کی نسبت تو ہم جانتے ہیں۔ کہ وہ عباسیوں سے بیوفائی کرنے کی نیت رکھتا تھا۔ مگر ابن کثیر میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ اس کی نیت میں کبھی فریب اور دغا کا گزر تک نہیں ہوا تھا۔"

گلنار۔ (چونک کر) "کیا اس کو بھی قتل کر دیا؟ یہ کون؟"

صالح۔ "جب انہوں نے ابو سلمہ کو قتل کر دیا۔ تو اتفاق سے ابن کثیر نے یہ خبر سن کر کوئی ایسی بات کہی جس کو سنتے ہی ابو مسلم اس سے مشکوک ہو گیا۔ اور پھر بلا کسی تحقیقات یا غور کے ابن کثیر کی گردن مروا دی۔۔۔ اُف بھلا اس طرح کے لوگوں کا کیا اعتبار۔ ذرا سی مخالفت بھی ان کے لئے ایک بہانہ ہے۔ ہزار کوئی معافی مانگے اور فرمانبرداری کا وعدہ کرے۔ لیکن یہ در گزر نہیں کرتے۔ اور خفیہ یا علانیہ جس طرح بنے قتل و خونریزی ہی کو اپنا اصلی مقصد خیال کرتے ہیں۔" صالح نے اس قدر کہنے کے بعد دوبارہ یہ ارادہ کیا۔ کہ وہ گلنار کو ابو مسلم پر بھروسا نہ کرنے کی تاکید کرے۔ لیکن یہ دیکھ کر اسے خاموش ہو جانا پڑا۔ کہ اب تو گلنار ابو مسلم کا نام ہی سنکر کانپ جاتی ہے۔ اور کہ وہ ان تمام خرابیوں کی جڑ ابو مسلم ہی کو سمجھ رہی ہے۔ جس نے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں نئی خونریزیاں کروا لیں +

اٹھائیسواں باب

ابوجعفر منصور دوسرا عباسی خلیفہ

چوں این گرہ کشائم دیں راز چوں نمائم
دردے و سخت دردے کاری و طرفہ کاری

گلنار کو ان عورتوں کی خانقاہ میں رہتے ہوئے چار سال کا زمانہ گزر گیا۔
صالح برابر اس کی خبر لینے اور اس کو دنیا کی تازہ خبریں سنانے آجایا کرتا تھا۔
اور ہر مرتبہ کی ملاقات میں گلنار کو ابو مسلم کی عداوت پر قائم رکھنے کی کوشش
کرنا ایک ضروری امر تصور کرتا تھا۔ صالح اس موقع کی تاک میں لگا تھا۔ کہ ابو مسلم
کو بعینہ اسی طریقہ سے قتل کرائے جو اس نے ابو سلمہ کی جان لینے کے واسطے
استعمال کیا تھا۔ لیکن سفاح کے عہد میں اس کا کوئی بس نہ چلا۔ یہاں تک کہ
سنہ ۱۳۶ھ میں ابو العباس سفاح دنیائے فانی سے چل بسا اور ان کے بعد اس کا بھائی
ابو جعفر منصور مسند آرائے خلافت ہوا۔ اب صالح کو اپنی غرض حاصل کر سکنے کا یقین
ہو گیا۔ کیونکہ اس نے پہلی مرتبہ حیرہ میں ابو جعفر منصور سے مل کر اس کو اپنی کرامت
اور سچی پیشینگوئی کا معتقد بنا لیا تھا۔ اور منصور جو نجومیوں کے احکام پر بیحد وثوق
رکھتا تھا۔ اس کو صالح کے ایسے غیب دان بزرگ کی بہرحال ضرورت تھی۔ تاکہ وہ
اس کے مشوروں پر عمل کر کے اپنی کامیابی کے وسائل اختیار کرتا رہے۔ صالح
نہایت ہشاش بشاش بنا ہوا گلنار کے پاس گیا۔ اور گلنار اس کو خلاف معمول
خوش اور شگفتہ رو دیکھ کر کسی بشارت سننے کی منتظر بن کے کہنے لگی۔ "کیوں
صالح! کیا کوئی خوشخبری لائے ہو؟ آج تو تمہاری صورت سے شگفتگی برس رہی ہے!"

صالح - (فرط مسرت سے کھلکر) "بانو! اب ہماری کامیابی کا موقع
قریب آگیا! ابو العباس دنیا سے چل بسا۔ اور اس کا بھائی ابو جعفر منصور مسند
خلافت ہوا ہے۔ منصور کا دل میری طرف بہت مائل ہے۔ کئی سال
جبکہ میں نے اس کو خلافت کی بشارت سنائی تھی۔ اور اب وہ میری کمال کا
بیحد معتقد ہوگا۔ لہذا مجھے امید ہے۔ کہ اس کے ہاتھوں ہماری دیرینہ آرزو
بر آئے گی۔ خاص کر اس وجہ سے۔ اور بھی کہ منصور کا دل خود ہی ابو مسلم کی طرف سے
بھرا ہوا ہے۔ بس چھیڑنے ہی کی دیر ہوگی!"

گلنار - "ایں! منصور کو ابو مسلم سے عداوت ہونے کی

Marfat.com

کہا ابومسلم ہی وہ شخص نہیں جس نے بنو عباس کو خلافت کی زمام پر قابض بنایا اور اگر وہ چاہتا۔ تو بلا کسی روک ٹوک کے دوسروں کی خلافت قائم رکھ سکتا تھا؟"

صالح گلنار کے ابومسلم کی تیج کرنے پر سخت متحیر ہوا۔ آہ اس کو یہ خبر ہی نہ تھی۔ کہ شریف دل پر محبت کا قبضہ ہو جائے۔ تو پھر وہ کبھی اور کسی حالت میں اس سے الگ نہیں ہو سکتا۔ ہاں بعض اوقات کچھ اوپری باتیں یا محبوب کی بیوفائی کا ملال شعلۂ عشق کو دبا دیا کرتا ہے۔ لیکن جہاں وہ ناراضیاں رفع ہو گئیں یا عرصہ گزرنے کے باعث ناخوشی کا جوش کم ہوا وہیں پھر آتش الفت شعلہ زن ہو جاتی۔ اور وہی حالت عود کر آتی ہے۔ جو ابتدائے عشق میں تھی۔ صالح نے گلنار کی گفتگو سن کر اُسے مغالطہ دینے کے واسطے انجان بن کر کہا۔ " بانو! آپ اس بات کو خوب سمجھ رکھیے۔ کہ سلطنت اور حکومت کے خواہشمندوں کا دستور ہی یہ ہے۔ ان کو ایک دوسرے سے حسد رکھنے اور باہم ایک دوسرے کی تاک میں لگے رہنے کے سوا کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ میرا خیال ہے۔ کہ اب میں منصور کے پاس جاؤں۔ بلاشک وہ میری بڑی خاطر کرے گا۔ اور مجھے اپنے پاس سے آنے بھی نہ دے گا۔ میں بھی اپنی غرض سے اس کے پاس رہنا مناسب سمجھتا ہوں۔ اب یہ بتائیے۔ کہ میں جاؤں تو آپ یہاں گھبرائیں گی۔ تو نہیں؟ ورنہ چلئے میرے ساتھ وہیں انبار میں چل کر رہیے۔ کیونکہ اب دارالخلافت وہاں منتقل ہو گیا ہے۔"

گلنار۔ "ہاں۔ میں بھی اس قید تنہائی سے تنگ آ گئی ہوں۔ اور جب تم یہاں نہیں ہوتے اس وقت اور بھی سراسیمہ رہتی ہوں۔ اس لئے بہتر ہو گا۔ کہ مجھے انبار ہی میں لے چلو۔ اب لوگوں کو ہماری یاد بھی باقی نہ ہو گی۔ اور ہم بآرام وہاں رہ سکیں گے۔"

ریحانہ۔ اچھی بانو کی بات ان کو بہت خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ بھی اس خانقاہ میں رہتے رہتے اکتا گئی تھی۔ اور صالح سے دہقان کے قول کی تائید میں انبار چلنے اور بار چلنے کی سلسلہ جنبانی ہوئی۔ مگر صالح نے کچھ سوچ کر کہا۔۔۔۔۔۔ " اچھا

پہلے تو آپ مجھکو تنہا جانے دیں۔ وہاں کے حال چال کا پتا لگا کر اور گھر وغیرہ کا انتظام کرکے پھر آپ کو لیچلوں گا۔" یہ کہہ کر وہاں سے روانگی کے لئے آمادہ ہونے لگا۔ اور گلنار نے اس سے جلد واپس آنے کا اصرار کرتے ہوئے کہا — دیکھو صالح! اگر تم نے واپسی میں زیادہ دیر لگائی۔ تو میں خود وہاں تم کو تلاش کرنے چلی آؤں گی۔ اب مجھ سے اس قید میں نہیں رہا جاتا۔"

صالح۔ "بہت بہتر" اور رخصت ہو کر روانہ ہو گیا۔

خلیفہ ابوجعفر منصور جس کو درحقیقت عباسی خلافت کا بانی اور اس عظیم الشان حکومت کا پہلا فرمانروا کہا جا سکتا ہے۔ نہایت دانشمند، زیرک، دور اندیش بیدار مغز اور حد درجہ کا مدبر شخص تھا۔ اس کے حزم اور فرزانگی کا یہ عالم تھا۔ کہ وہ اپنے کسی عزیز و قریب پر بھی اعتماد نہیں کرتا تھا۔ اور ہر معاملہ میں اپنی ہی تجویز عمل میں لاتا۔ وہ منجموں کا معتقد تھا۔ لیکن ساتھ ہی اُن سے پرحذر بھی رہتا۔ کہ مبادا وہ لوگ کسی دشمن کی طرف سے جاسوس آئے ہوں۔ اور اس کے دلی راز معلوم کرکے دشمنوں کو خبر دیتے ہوں۔ عنان خلافت پر قابض ہونے کے بعد منصور نے سب سے پہلے یہ کوشش شروع کی۔ کہ اب تک حق خلافت میں عباسیوں کے ساتھ علوی سادات کی جو شرکت رہتی آئی ہے۔ اس کو معدوم کر دے۔ اور محض بنی عباس ہی کے لئے خلافت کا عہدہ مخصوص بنا لے۔ اس کو خلیفہ ہونے کے بعد سے کئی مرتبہ اس درویش کا خیال آیا تھا۔ جو اُسے پہلی مرتبہ حمیمہ میں ملا اور منصور چاہتا تھا۔ کہ اب وہ پھر آئے تو اس کو اپنے حاشیہ ہی میں رکھ کر اس کے علم و کرامت سے نفع حاصل کرے

ایک دن خلیفہ ابوجعفر منصور اپنے دارالامارۃ میں بیٹھا تھا۔ اور خاص خاص امرائے دربار اور عمائد حکومت بھی حاضر تھے۔ کہ یکایک اس کے حاجب ربیع نے خلیفہ کے پاس آکر اطلاع دی۔ "امیر المومنین! ایک اندھا شخص حضور کی خدمت میں باریاب ہونے کا خواہاں ہے۔ اور تنہائی میں ملنا چاہتا ہے۔" منصور نے درباری امرا کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ اور ربیع سے مخاطب ہو کر کہا "انچھا

اس کو لے آؤ۔"

تھوڑی دیر میں ایک ضعیف اور نا تواں شخص روشنی ٹیکتا ہوا اور آنکھوں پہ پٹی باندھے۔ خلیفہ کے روبرو آیا۔ اور اس کو خلافت کے قاعدہ سے سلام کر کے کہنے لگا۔ "خدا کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے نور قبا پہننے والے کو تخت خلافت پر جلوہ فرما کر دیا۔ اور مجھکو یہ دلفریب منظر دیکھنا نصیب کیا۔ اگرچہ اس وقت میں آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔"

منصور یہ بات سن کر فوراً درویش صالح کو پہچان گیا۔ اور اس نے تعظیم کے لئے استادہ ہو کر زاہد کا ہاتھ پکڑ کے اپنے قریب ایک مسند پر یہ کہتے ہوئے بٹھا لیا۔ "مرحبا! میرے پرانے دوست۔ میں اس منصب پر فائز ہونے کے دن ہی سے تمہاری تشریف آوری کا متوقع تھا۔ کہو اب کیا خواہش رکھتے ہو؟"

درویش صالح ۔ "امیرالمومنین! یہ خدا کا عاجز بندہ حضور کی دولت کا دعا گو۔ اور اقبال منصور کے ازدیاد کا خواہاں ہے۔ اور کسی بات کی مجھ کو تمنا نہیں۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ میں نے بمقام حمیمہ آپ سے پھر کسی موقع پر ناگہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور اب اس وعدہ کے مطابق حاضر ہوا ہوں۔"

منصور ۔ (قطع کلام کر کے) "اور یہ تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا؟"

درویش ۔ "ہاں آنکھوں کی حالت خراب ہے۔ اور نہیں معلوم کیا مرض ہے۔ شاید میں نے اپنی پہلی پیام رسانی میں جو بمقام حمیمہ امام کے خطرہ سے بچانے کی بابت کی تھی۔ کوئی قصور کیا جس کی پاداش بھگت رہا ہوں مگر آپ یقین رکھیں۔ کہ میں نے عمداً کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ اور بہت پیشتر سے آگاہ اس بات کی اطلاع دی تھی۔ کہ امام کے لئے خطرہ درپیش ہے۔ اور آپ میرے گواہ ہیں۔ بہرحال اب مجھکو آنکھوں کی کوئی تمنا بھی نہیں جاتی ہیں۔ تو جائیں لیکن یہ آرزو تھی۔ کہ امیرالمومنین کے روئے مبارک کی زیارت کر لیتا تو اچھا ہوتا۔"

منصور ۔ یہ کیا بات ہے؟ میں اپنے دربار کے طبیبوں کو حکم دوں گا۔

Marfat.com

ذوہ آپ کا علاج کریں ؟"

درویش - (کانوں پر ہاتھ رکھ کر) " نہیں نہیں۔ نہیں۔ امیرالمومنین !
ہم خدا کے عاجز بندے دوا علاج کا نام نہیں لیتے۔ اور صرف دعا اور عذر گناہ
کرتے رہنا ہی ہماری دوا ہے "

منصور - " خیر - جو تم کو پسند ہو وہی درست ہے - مگر یہ تو بتاؤ - کہ آیا اس
دفعہ تمہارے قدم یہاں مقیم رہنے کے لئے آئے ہیں - یا پھر واپس چلے جاؤ گے ؟"

درویش - " ہاں مجھکو حکم تو ایسا ہی ملا ہے کہ میں اس وقت تک
آپ کی خدمت میں حاضر رہوں جب تک کہ آپ کی تمام ضرورتیں جو مجھ سے
متعلق رکھتی ہیں - رفع نہ ہو جائیں - یوں تو مجھ ایسے لوگ خلفا کی حاشیہ نشینی کی
حیثیت کب رکھتے ہیں لیکن مجھے اپنے علم اور خدا کی عنایت سے یہ بات دریافت
ہوئی ہے - کہ آپ کی دولت بہت سے خطروں میں گھری ہے - اور آپ کے
دشمن اندر بد خواہ بیشمار ہیں - لہذا میری آرزو ہے - کہ خداوند کریم مجھ سے اس
سلطنت کی قابل قدر خدمت انجام دلوائے - اور یہ بندۂ ناچیز بھی معین دوست
بہی خواہ شمار ہو سکے "

منصور - " نہیں نہیں - خدمت نہ کہئے بلکہ اعانت آپ کی پیشینگوئی
نے مجھکو پہلے ہی دن سے آپ کا گرویدہ کر دیا ہے - اور میری دلی تمنا ہے کہ
آپ یہیں تشریف رکھیں بلکہ فرمائیے تو میں آپ کو اپنے تمام نجومیوں کا افسر
بنا دوں "

درویش صالح - " جناب والا ! اس سے تو معاف ہی رکھئے علاوہ
اس کے کہ مجھے اس منصب کا استحقاق نہیں منجم کہلانا بھی پسند نہیں کرتا اور
بات بتا دینا شاہی اپنے پاس رکھتا ہوں - میں تو وہی بات کہتا ہوں -
جسے میں خود تلقین کرتا - یا پروردگارِ عالم میرے دل میں ڈالتا ہے -
پہلے پہلے نیا بچہ اور نجوم پر عمل کرتا تھا - مگر اب تو آنکھوں کے روگ نے

حضرت الہام پر اکتفا کرنے کے لئے مجبور بنا دیا ہے۔ اور اگر حضور مجھے اپنی خدمت میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ تو مجھکو کسی ایسے تنہائی کے گوشہ میں رکھئے۔ جہاں کوئی میرے پاس نہ آسکے۔ جبکہ میں کسی کو دیکھ نہیں سکتا۔ تو یہ بھی مجھکو ناگوار ہے کہ لوگ مجھے دیکھنے آئیں"۔

منصور۔ "بہتر ہے۔ تم میرے خاص مکان میں رہو۔ اور بہت خوشی سے اس کا انتظام کئے دیتا ہوں"۔ پھر خلیفہ نے اپنے حاجب ربیع کو بلاکر اُسی ہدایت کی۔ کہ درویش صالح کے لئے ایوان خلافت کا ایک علیحدہ کمرہ صاف اور خاص کر دیا جائے۔ اور چند خادم اُن کی خدمت کے لئے مامور رہیں۔ نیز کوئی ان کے پاس آنے جانے نہ پائے۔ زاہد تو ربیع کے ساتھ اپنے قیامگاہ کی طرف چلا گیا۔ اور یہاں منصور کو تنہائی میں یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ مبادا یہ فقیر کسی دشمن کا بھیجا ہوا جاسوس بن کر آیا ہو۔ اس لئے پہلے اس کی کرامت کی آزمائش کر لینی لازم ہے۔ وہ غور کرنے لگا۔ کہ کس شخص کو تجربہ کے لئے انتخاب کرے۔ اور سوچتے سوچتے اس کا خیال خالد بن برمک پر آکے جم گیا جو دربار بغداد میں نہایت معزز سردار اور بڑا دانا۔ اور صائب الرائے شخص تھا منصور نے خالد کو بلوا کر درویش صالح کی اس کے روبرو بہت کچھ تعریف کی۔ اور پھر کہا۔" لیکن مجھے یہ خوف ہے۔ کہ مبادا وہ کوئی دغاباز ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم اُسے چل کر آزماؤ۔ اگر وہ فی الواقع صاحب کشف و کرامت ہے۔ تو فوراً پتا چل جائے گا"۔ اس کے بعد خلیفہ منصور خالد اور ربیع دونوں کو ساتھ لیکر درویش کے حجرہ کی طرف گیا۔ اور خود باہر استادہ ہو کر خالد سے اشارہ کیا۔ کہ اندر جائے۔ اور درویش سے گفتگو آغاز کرے۔

خالد درویش کے حجرہ میں گیا۔ اور صرف "السلام علیک" کہہ کر چپکا کھڑا ہو گیا صالح نے خالد کی آواز فوراً پہچان لی۔ اور دم بے تامل بولا۔ "وعلیک السلام یا ابن برمک۔ بیشک تو اچھے خلیفہ کا بہترین وزیر ہے"۔

Marfat.com

خالد اپنے دل میں سخت گھبرایا۔ کہ اس فقیر کو میرے نام کا علم کیونکر ہوا لیکن ساتھ ہی درویش کے اس کو وزیر کہنے سے وہ خوش بھی تھا۔ کہ شائد خلیفہ اس درویش کی کرامت کا معتقد ہو کر مجھکو وزیر بنا لے۔ جو خلافت کے بعد سب سے بڑا منصب ہے۔ خالد نے مڑ کر خلیفہ کی طرف دیکھا۔ اور خلیفہ نے اس کو ہاتھ کے اشارہ سے حکم دیا۔ کہ درویش کو مغالطہ میں ڈالے۔ چنانچہ خالد درویش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "کیوں جناب! میں نے آپ کی کیا خطا کی ہے۔ کہ آپنے اس کے بدلہ میں میرے باپ کو آتش پرست بنا دیا۔ اگر آپ مجھے پہچانتے نہیں۔ تو اس کہنے سے آپ کا خاموش رہنا ہزار درجہ بہتر تھا۔"

درویش ۔ (ہنسکر اور سر ہلا کے) "اگر تم خالد ہو۔ اور برمک مجوسی کے بیٹے۔ تو پھر میں نے کیا گناہ کیا۔ کہ سچ بات کہہ دی۔ خالد! اس میں کوئی عیب نہیں۔ کہ تمہارا باپ غیر مسلم تھا۔ دیکھو ہمارے رسول (صلعم) کے ماں باپ بھی مسلمان نہ تھے۔ مگر اس سے ان کی عظمت وفضیلت پر کب حرف آسکتا ہے؟ لیکن تم میری آزمائش کے لئے آئے ہو تو اپنے دل کی بات سننے کے لئے سوال کرو۔ انشاءاللہ میں ایسے جواب دوں گا۔ جو تم کو میری صداقت کے قائل بنا دیں گے۔"

• خالد کو درویش کی گفتگو بیحد پسند آئی۔ اس نے دل میں کہا۔ کہ جو خلیفہ کے دربار میں ایسے باکمال شخص کا ہونا نہائت خوش قسمتی کی بات ہے۔ صالح کی پیشنگوئی نے خالد کو بھی اس کا گرویدہ کر دیا تھا۔ اور خالد اس سے پھر مفصل گفتگو کرنے کا شائق بن گیا تھا۔ لیکن اس وقت خلیفہ کی موجودگی مانع تھی۔ لہذا وہ کسی تنہائی کے وقت پھر آنے کا خیال کر کے واپس چلا گیا۔ خلیفہ نے بھی اس کو چلے آنے کا اشارہ کیا تھا۔ اب تو منصور کو درویش کی کرامت کا اس قدر پختہ یقین ہو گیا تھا۔ کہ مزید تجربہ کی حاجت باقی نہیں رہی۔ اس نے

Marfat.com

ربیع حاجب کو حکم دیا۔ کہ زاہد کے پاس کوئی شخص نہ آنے پائے۔ اور خالد کا دل اب اور بھی شبہ ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کا امتحان خالد بن برمک نے لیا تھا۔ جو اس کو بارہا دیکھ چکا۔ اور اس سے خوب گفتگو کرنے کا موقع پا چکا تھا۔ خالد بیچارہ کیا سمجھتا تھا۔ کہ یہ زاہد و عابد وہی ضحاک ہے۔ جس سے ابو مسلم نے علی بن کرمانی کو قتل کرانے کی خدمت لیکر پھر ابراہیم کی معرفت اس کو زہر دلوا دیا تھا۔

خالد نے خلیفہ کی ممانعت سنی تو وہ آگے بڑھ کر ادب سے عرض پیرا ہوا "امیر المومنین! صرف اتنا ہی تجربہ میرے نزدیک کافی نہیں۔ اگر حضور اجازت دیں۔ تو جان نثار پھر اس سے خلوت میں ملے۔ اور کچھ باتیں کرے" خلیفہ نے ربیع کو ہدایت کر دی۔ کہ اچھا خالد کو آنے دینا۔ مگر اور کوئی نہ آسکے۔

دوسرے دن صبح کو خالد درویش کے پاس آیا۔ اور جیسے ہی اس نے حجرہ میں آکر سلام کیا ہے۔ فقیر نے دعاؤں اور تعریفوں کے پل باندھ دئے جس سے خالد اس پر بالکل لٹو ہو گیا؟ اور قریب بیٹھکر یوں عرض کرنے لگا۔ "یا شیخ! میں ایک بہت ضروری امر حضور سے دریافت کرنے آیا ہوں۔ اگر یہ عقدہ آپ کی توجہ سے حل ہو گیا۔ تو بہت سے نامرادوں کی مرادیں پوری ہو جائینگی"

درویش "کہو۔ اگر خدا کو منظور ہے تو اچھا نتیجہ نکلے گا"

خالد "جناب! میرا ایک دوست ہے۔ اور وہ ایک مشکل میں پھنس گیا ہے۔ اس کے معاملہ کو ملکی امور یا جنگ وجدل سے ہرگز تعلق نہیں۔ بلکہ وہ بالکل ذاتی ہے۔ میں صاف کیوں نہ کہوں۔ اس کا محبوب مفقود الخبر ہو گیا ہے اور وہ اس کے مقام کا علم حاصل کرنے کے لئے بیتاب ہے"

درویش (خالد کا ہاتھ تھام کر) "ذرا اور صاف کہو۔ گم شدہ شخص کا کوئی پتا دو پھر بحکم خدا میں تم کو سب حال بتا دوں گا"

خالد "یا شیخ! گم گشتہ شخص کا پتا میں نہیں بتا سکتا مگر وہ شخص جس کو میں نے اپنا دوست بتایا۔ ابو مسلم ہے۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"

Marfat.com

درویش دل میں مسرور ہوا کہ یہاں یہ معاملہ کی بات ہے۔ مسکرا کر کہنے لگا۔ "تمہارے دوست ابو مسلم کو کون نہیں جانتا!"

خالد - (قطع کلام کر کے) "نہیں، نہیں۔ میرا دوست نہ کہیے۔ خلیفہ اس سے ناراض ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ اس معاملہ میں پڑوں۔ اسی واسطے میں نے پہلے ہی کہدیا۔ کہ جو بات میں کہوں گا۔ اس کو پولیٹیکل معاملات اور جنگ سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ یہ امر ابو مسلم کا ایک بالکل ذاتی مسئلہ ہے۔ ایک عورت اس پر عاشق تھی۔ اور ابو مسلم نے خود اس سے محبت نہ رکھنے کے باعث ستایا۔ مگر بعد میں وہ نادم ہو کر اس عورت کے ساتھ اچھا سلوک اور تلافی مافات کرنے کا خواہاں ہو گیا ہے۔ مشکل یہ ہے۔ کہ وہ عورت اب مفقود الخبر ہے اور ابو مسلم نے اس کی تلاش میں بہت کچھ کوشش کی۔ وہ بھی بے سود نکلی۔ اگر آپ اس کا پتا دیکیں تو بہت اچھی بات ہو۔"

درویش یعنی صالح کو گلنار کی زبانی سنا ہوا۔ ابراہیم خزاعی کا وعدہ یاد آگیا وہ سمجھ گیا۔ کہ ابو مسلم اس کے قتل کی فکر میں ہے۔ اور گلنار کو اس سے رابطہ لینا چاہتا ہے۔ اس نے دل میں کہا۔ "ہاں بس یہی موقع کام کرنے کا ہے۔" پھر تھوڑی دیر مراقبہ میں سر جھکا کر غور کرنے کے بعد یکایک خالد سے کہا۔ "غریب گلنار۔ اس نے ابو مسلم سے کتنی محبت رکھی۔ اور کس قدر اس کی خدمتیں کیں لیکن سنگدل ابو مسلم اس کی طرف متوجہ ہونا کیسا الٹے اس پر ظلم ہی کرتا گیا۔ آخر اب کیا وجہ ہوئی جو اسے گلنار کی یاد نے ستا رکھا ہے؟"

خالد - (درویش کی زبانی گلنار کا نام اور اس کے خلاصہ حالات سنکر غرق دریائے تحیر ہو کر) "یا شیخ! یہ کام میں نے کیا مجھکو اس عورت کے ابو مسلم سے محبت رکھنے کا علم تھا۔ وہ اس کی محبت میں اتنی مٹی تھی۔ کہ محض اس کی رضائے خاطر کی توقع پر اس نے اپنے شوہر کو قتل کر دیا۔ مگر اس کے بعد آقا ابو مسلم نے اس عورت کے باپ کو بددیانتی کی تہمت لگا کر قتل کر دیا۔ اور

Marfat.com

وہ عورت تنہائی میں ابومسلم سے اس امر کی شکایت کرنے آئی ہیں اس وقت موجود نہ تھا۔ دوسری صبح کو ابومسلم نے خود مجھ سے گلنار کے آنے اور اپنے اس پر خفا ہوکر اُسے قید کر دینے کا حال سُنایا۔ مگر ابومسلم کے انداز گفتگو میں ندامت کی جھلک نظر آئی تھی۔ اور وہ اپنی اس بیجا حرکت سے خوش نہ تھا۔ یہ بات ابومسلم کی عادت سے بالکل خلاف تھی لہٰذا میں نے اس کو بُرا بھلا کہکر رغبت دلائی کہ اب بھی اس عورت کو راضی بنا کر اس سے نکاح کرلے۔ محبت کرنے والی بیوی عجیب نعمت ہوتی ہے۔ ابومسلم نے میری بات مان لی۔ اور قید خانہ سے اس عورت کو منگوایا تو معلوم ہوا کہ وہ زنداں میں نہیں ہے۔ یہ بات کمال حیرت انگیز تھی۔ ابومسلم نے پہلے دار الامارۃ میں اور پھر تمام شہر مرو میں اس کی جستجو کرائی۔ لیکن ہرگز پتا نہ ملا کہ وہ اس طرح کیونکر غائب ہوگئی۔ پھر میں نے ابومسلم کو صلاح دی۔ کہ گلنار کی جستجو میں اپنے یہودی خزانچی ابراہیم کو ارسال کرے۔ اور یہ شخص صدر درجہ کا کائیاں ہے۔ ابراہیم بھیس بدل کر اس کی جستجو کیلئے نکلا۔ اور کوفہ میں ابوسلمہ کے گھر اُس کا پتا لگا بھی لیا۔ مگر وہ عورت دوسرے ہی دن وہاں سے غائب ہوگئی۔ خدا جانے کہاں گئی۔ ابراہیم نے کوفہ سے واپس آکر ہم کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اور ابومسلم نے اس پر خفا ہوکر دوبارہ پتا لگانے کے واسطے فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ ابراہیم کو پانچ سال سر پٹکتے ہوگئے لیکن گلنار کا سراغ نہیں لگتا۔ اب چند روز ہوتے وہ مجھکو ملا تھا۔ اور اس نے اطلاع دی۔ کہ ہنوز اس کو گلنار کا پتا ملنے میں کامیابی نہیں ہوتی ہے۔"

خالد یہ باتیں کر رہا تھا۔ اور جہاں وہ سانس لینے کے لیے رُکتا صالح کوئی ایسی بات کہدیتا۔ کہ گویا وہ سارے قصہ سے بخوبی واقف ہے۔ اور خالد کو چونکہ پہلے ہی زاہد کی کرامت کا اعتقاد ہوگیا تھا۔ لہٰذا اُسے کوئی حیرت نہیں ہوتی تھی۔

صالح کو خالد کے انداز گفتگو سے پتا چل گیا۔ کہ ابومسلم وغیرہ کو اس کے

Marfat.com

زندہ رہنے کا ہرگز علم نہیں ہے۔ اور نہ ابراہیم ہی نے یہ بات ابومسلم کو بتائی ہے۔ کیونکہ اس میں اُسے اپنی کارگزاری میں بٹا لگنے کا اندیشہ ہوا ہوگا۔ حالانکہ ابومسلم کو اس کے زندہ ہونے کا علم اسی وقت ہو جانا چاہیئے تھا۔ جبکہ علی بن کرمانی کی موت کے ساتھ اس کی لاش وہاں نہیں ملی تھی۔ صالح کو یہ بھی مفہوم ہوا۔ کہ ابراہیم یہودی اتابک کے قریب ہی موجود ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص دربار خلافت میں ہو چنانچہ اس خیال کی تحقیق کرنے کے لئے اس نے خالد سے کہا۔ "ابن برمک! خدا تم کو ایسی مظلومہ کے حق میں انصاف کی سعی کرنے کی جزائے خیر دے گا۔ اور میں تم کو بحکم الٰہی اطلاع دیتا ہوں۔ کہ وہ عورت زندہ ہے۔ اور اس شہر سے بہت دور نہیں۔ کیا تم نے منجموں سے اس کی نسبت کوئی استفسار نہیں کیا؟"

خالد ۔ "ایک سے ؟ بیسیوں نجومیوں سے میں نے دریافت کیا۔ مگر انہوں نے ایسی متناقص باتیں بیان کیں۔ کہ توبہ بھلی۔ خلیفہ نے خواہ مخواہ آخور کی بھرتی کر رکھی ہے۔ مگر آپ کے مثل ہونا تو کیا کوئی آپ کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔"

درویش ۔ "عزیز من! اس زمانہ کے نجومی پیٹ کے کتے ہیں۔ دولت کی طمع میں دو چار حرف پڑھے۔ اور منجم بن گئے۔ بھلا ان کے احکام کیا خاک صحیح ہوں گے۔ یہ فن خدا کی خاص نعمت ہے۔ جس کو وہ دیتا ہے۔ اسی کو ملتی ہے۔ ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ــــــ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور پھر بعض لوگ کسی خاص غرض سے بھی نجومی بن جاتے ہیں ـــ چاہے فن آتا ہو نہ آتا ہو۔ جیسے حاتم۔"

خالد ۔ (درویش کے اس نئے نام سے واقف ہونے پر تعجب سے مسکرا) "بیچارہ حاتم نجوم کا فن کیا جانے۔ مگر اب تو وہ بھی دربار خلافت میں بزمرۂ منجمین میں نوکر ہے۔ اور معقول تنخواہ پاتا ہے۔"

صالح کی مراد پوری ہو چکی تھی۔ اور وہ اپنے دوست ابراہیم کے دورباری منجموں میں موجود ہونے کا علم حاصل کر چکا تھا۔ لہٰذا یکایک اس نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ اور خالد سمجھ گیا۔ کہ یہ میری واپسی کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ اٹھ کر اور درویش سے اپنی گفتگو بصیغہ راز رکھنے کی استدعا کر کے چل دیا۔ صالح نے بھی چلتے چلتے اس سے کہا۔ "گلنار کے مقام سکونت کا صحیح پتا تم کو ایک ہفتہ بعد دیا جائے گا۔"

خالد دل ہی دل میں یہ خیال کرتا ہوا اپنے گھر پہنچا۔ کہ ایسا صاحب کمال روئے زمین پر مشکل مل سکے گا۔ یہ منجم کیا غیب دان ہے۔ اور گھر پہنچتے ہی اُسے ابراہیم یہودی کو بلوا کر اس سے دریافت کیا۔ کہ آیا اس نے گلنار کا کھوج پایا۔ اور ابراہیم نے کہا۔ "نہیں جناب مطلقاً پتا نہیں ملتا۔ میں تلاش کرتے کرتے عاجز آگیا ہوں۔"

خالد۔ "مگر مجھے ایک ایسا باکمال منجم مل گیا۔ جو اس کا سراغ بتا سکتا ہے۔"

ابراہیم۔ (حیرت و شوق سے) "وہ کون ہے؟ میں بھی اس کو دیکھنے کا آرزومند ہوں۔"

خالد۔ "یہ غیر ممکن ہے۔ امیر المومنین اُس کے پاس کسی کو جانے نہیں دیتے میں نے مشکل اجازت لیکر اس سے گلنار کا حال دریافت کیا۔ اور اس نے کچھ اس بےمثال مہارت سے میرے سوالوں کا جواب دیا۔ کہ میں وفور حیرت سے نقش بدیوار بن گیا۔ گلنار کے بابت سوال کرنے کی دیر تھی۔ کہ اس نے سارا قصہ کہہ سنایا اور لطف یہ کہ وہ تیری کوششوں سے بھی واقف ہے۔ اور وہ جانتا ہے۔ کہ تو جوتشی بن بیٹھا ہے۔ اور اپنا نام حاتم بیان کرتا ہے۔"

ابراہیم خالد کا بیان سن کر سخت چکرایا۔ کہ آخر ایسا بےمثل استاد کون پیدا ہوا جس کو لسان الغیب کہا جا سکے۔ اس کو شبہ تو ہوا کہ یہ منجم بھی اسی کی طرح کوئی مکار ہے۔ اور کیا عجب کہ اس کا یار ضحاک ہو۔ کیونکہ ابراہیم نے کوفہ میں تو طلحہ کے دردولت پر اُسے دیکھا تھا۔ اور وہ واقف ہو گیا تھا۔ کہ ضحاک ہنوز جیتا ہے۔

Marfat.com

ابراہیم نے خالد سے دریافت کیا۔ "وہ کس شکل وشباہت کا آدمی ہے۔

اس کا لباس کیسا ہے ؟"

خالد۔ "اس نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ اور اس کی ڈاڑھی کچی ہے۔ بیاس معمولی اہل عراق کا ایسا ہے"

ابراہیم۔ "قد کیسا ہے؟ لنبا یا متوسط؟"

خالد۔ "میں نے اُسے استادہ تو دیکھا نہیں۔ لیکن انداز سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ طویل القامت ہے" ابراہیم کو اب کوئی شک نہیں رہا۔ کہ غیب داں منجم اس کا پرانا یار ضحاک ہے۔ اور وہ اس سے ہوشیار رہنے کی فکر میں پڑ گیا۔ مگر خالد کو اس نے یہ راز کسی مصلحت سے نہیں بتایا۔ خالد نے ابراہیم کو رخصت کر دیا۔ اور رات کو اُسے زاہد کے پاس دوبارہ جانے کے خیال میں بہت کم نیند آئی۔ خالد کو ہنوز کئی ضروری باتیں زاہد سے دریافت کرنی تھیں۔ وہ علی الصباح نماز سے فارغ ہوتے ہی براہ راست زاہد کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور اس سے بیان کیا۔ کہ حاتم منجم سے میں نے آپ کی بہت کچھ تعریف کر دی ہے۔

صالح نے خالد کی تعریف پر کوئی مسرت نہیں عیاں کی۔ بلکہ ابراہیم سے اپنا ذکر آنے کا حال سن کر وہ ناخوش بھی ہوا۔ کہ مبادا اُس یہودی کو اس کی طرف سے شک پیدا ہو جائے۔ کیونکہ وہی اس کا رازدار تھا۔ تاہم صالح نے خالد پر اپنی ناخوشی کا اظہار نہ ہونے دیا۔ اور اس کی تعریف کر کے اُسے اپنا مزید گرویدہ بنانے کی غرض سے کہا۔ "خداوند کریم تمہاری اس مبارک کوشش کا جو تم دو مجبور عاشقوں کے ملانے میں کرتے ہو۔ بہت معقول اجر عطا کرے گا۔ اور تم کو وہ منصب نصیب ہوگا۔ جو خلافت کے بعد سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے"

خالد سمجھ گیا۔ کہ درویش اس کو وزارت کی خوشخبری دیتا ہے۔ خالد کا دل اس منصب کا آرزومند بھی تھا۔ مگر اُسے ساتھ ہی یہ خوف بھی تھا۔ کہ ابومسلم سے ... بہت ناراض اور بدظن ہے۔ مبادا اسی سلسلہ میں وہ تمام فارسی

سرداروں پر بھی جو ابو مسلم کے رفیق ہیں۔ ہاتھ صاف کرنا چاہے تو میں بھی اسی لپیٹ میں آ جاؤں گا۔ خالد کو درویش کی کرامت کا اعتقاد تھا ہی اس نے چاہا کہ اس امر میں اس کی رائے معلوم کرے۔ اور یہ سوچ کر اس نے کہا۔" یا شیخ! میں ایک اور معاملہ میں بھی آپ کی رائے لینا چاہتا ہوں۔ اور اس بات نے مجھکو سخت پریشان بنا رکھا ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ پہلے سے عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ یہ مسئلہ میرے اور آپ کے مابین راز رہے گا"

درویش ۔" بے خطر ہو کر کہو۔ اور مطمئن رہو"

خالد نے درویش سے خلیفہ منصور کے ابو مسلم پر ناراض ہونے کے تمام اسباب بیان کر دئے۔ جو صالح کو معلوم نہ تھے۔ اور آخر میں کہا۔" امیر المومنین ابو مسلم کی طرف سے بغاوت کا خوف رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف بغاوت کا بلکہ کچھ اس سے بھی بڑھ کر۔ لہذا وہ اُسے گرفتار کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور غالبًا گرفتار کر لینے کے بعد اس کو سخت سزا دینگے۔ اب میرا سوال یہ ہے۔ آپ اپنے کشف کے ذریعہ سے بتائیں کہ آیا امیر المومنین اس سلسلہ میں تمام خراسانیوں سے ناخوش ہیں۔ اور سب کو ایک ہی لاٹھی ہانکنا چاہتے ہیں۔ یا محض ابو مسلم ہی پر اس خفگی کا دارومدار ہے۔ اور اس کے دوسرے ساتھیوں کیلئے کوئی خطرہ نہیں؟"

درویش ۔ (سر جھکا کر کچھ سوچنے کے بعد)" نہیں۔ اور ہرگز نہیں۔ امیر المومنین ابو مسلم پر کچھ اسلئے تو ناراض نہیں۔ کہ اس نے دعوت عباسیہ کی خدمت میں جانفشانی کی۔ اور اس سلطنت کے بنیاد رکھنے میں بے مثل جد و جہد سے کام لیا ہے۔ بلکہ امیر المومنین کے جوشِ غضب کا باعث ابو مسلم کا خود طالب حکومت ہونا ہے۔ اور مان لو کہ امیر المومنین تمام خراسانیوں سے ناراض سہی۔ لیکن تم بے خطر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی"

خالد کو یہ گفتگو سن کر اطمینان ہو گیا۔ اور وہ بہت جلد درویش سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ تاکہ مبادا خلیفہ آ جائے۔ اور اُسے یہاں دیکھ کر ناخوش ہو۔

انتیسواں باب

منصور۔ اور ابومسلم

تنہا دیدہ ام اے ہمنشین حالم چہ می پرسی
دماغ آشفتہ ام خونیں دلم، خاطر پریشانم

خالد کے جانے کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ کہ یکایک خلیفہ منصور خاموشی کے ساتھ درویش کے حجرہ میں آیا۔ اور اُس نے دبے پیروں زاہد کے قریب پہنچکر اُسے چونکا دینے کے خیال سے اس کا ہاتھ اچانک طور پہ پکڑ لیا۔ درویش دل میں سمجھ گیا۔ کہ ایسی بیباکی خلیفہ کے سوا دوسرے سے سرزد نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا وہ ذرا بھی سراسیمہ نہیں ہوا۔ اور اس نے کہا "السلام علیک یا امیرالمومنین ورحمتہ اللہ"

خلیفہ منصور۔ "وعلیک السلام۔ کہئے اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

درویش۔ "الحمدللہ۔ میں بڑی راحت میں ہوں اور خوش ہوں۔ کہ خدا نے میری بشارت سچی بنا کر مجھے سرخرو کیا۔ خدا امیرالمومنین کی مدد کرے اور مسلمانوں کی حکومت آپ کے قبضہ میں رکھے۔ مگر کیا آپ کو میری وہ بات بھی یاد ہے۔ جو میں نے اسی سابقہ بشارت کے ساتھ کہی تھی؟"

منصور۔ "ایک ایک حرف یاد ہے۔ شاید آپ کی مراد اُس فقرہ سے ہے۔ کہ "میری خلافت کا چاند ایک سخت گھنگھور تاریکی میں بلند ہے"؟

درویش۔ "بیشک۔ بیشک۔ بجا ارشاد ہوا۔ مگر اس وقت میں نے یہ بات قیاساً کہی تھی۔ اور اب اس کا وقوع ہو چکا ہے تم مجھ سے پردہ کیوں کرتے ہو؟"

Marfat.com

منصور - "نہیں۔ میں کوئی پردہ نہیں کھولتا۔ مگر تم یہ تو بتاؤ کہ اس تاریکی سے تمہاری مراد کیا ہے؟"

درویش - (زرد دیکھ) "ابو جعفر! تم مجھے آزماتے ہو۔ میں نے جس تاریکی کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ تمہاری خلافت پر بہت سے لوگ دانت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ملک حجاز میں رہتے ہیں، چند خراسان میں ہیں اور کئی ایک خاص تمہارے ہی شہر بلکہ تمہارے ایوان میں اور تمہارے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنتے ہیں۔"

درویش کی یہ گفتگو منصور کے دلی خیالات سے اس قدر مطابق تھی۔ کہ وہ اس کو سن کر بھڑک گیا۔ واقعی ملک حجاز میں وہ علوی سادات کی طرف سے کھٹک رہا تھا۔ منصور نے پہلے اُن لوگوں سے اس بات کا عہد و پیمان کیا تھا۔ کہ بنی امیہ کی بیخکنی اور ان کی حکومت کی بربادی کے بعد خلافت کا سہرا محمد بن عبداللہ الحسنی کے سر رہے گا۔ اور اب منصور کا قصد تھا۔ کہ اس بیعت کو توڑ کر خلافت کا منصب خاص بنی عباس کے لئے مخصوص بنا لے۔ دوسری طرف اس کو ابو مسلم سے یہ خوف تھا۔ کہ اگر وہ خراسان میں رہنے دیا جاتا ہے۔ تو اس کو ہر وقت اس بات پر قدرت حاصل رہے گی۔ کہ خلافت کا منصب علوی لوگوں کی طرف منتقل کر دے۔ اور خراسان والے اس کے اشاروں پر چلینگے۔ پھر تیسری جانب اس کو اپنے خاندان کے لوگوں سے خوف تھا۔ اس کے چچا اور چچیرے بھائی جو اس کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے۔ ان کے دلوں میں بھی حصول خلافت کی امنگ اٹھ رہی تھی۔ صالح کی گفتگو اس کے دل میں کچھ ایسی کھُب گئی۔ کہ اس کا اعتقاد ایک درجہ سے ہزار درجہ بڑھ گیا۔ اور اس نے کہا۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔ مجھکو قریب سے قریب رشتہ داروں تک میں خوفناک نظر آتے ہیں۔" منصور کی مراد اپنے ایک چچا سے تھی۔

درویش - "مگر اس قاتل خراسانی سے بڑھ کر ایک بھی خوفناک نہ ہوگا۔

منصور۔ "یعنی ابومسلم؟"

درویش۔ "ہاں۔ وہی اس کا ستارۂ بخت بہت بلندی پر ہے۔ وہ مٹی کو ہاتھ لگائے تو سونا بنجائے۔ اور شیطانوں سے جنگ کرے تو ان کو بھی نیچا دکھائے۔ اس کی طرف سے ضرور خوف ہونا چاہئیے۔ اگرچہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ آپ کا نیر اقبال اُس کے ستارہ سے بالا تر اور آپ کی قسمت اس کی قسمت سے بڑھ کر برسر یاوری ہے۔"

منصور۔ "میں آپ سے اپنا دلی راز نہیں چھپا سکتا۔ سنئیے میرا دل اس خراسانی کی طرف سے ہمیشہ ناصاف رہا۔ بھائی ابوالعباس مرحوم کو میں نے بارہا صلاح دی۔ کہ وہ اس کو گرفتار کرکے قید کردیں۔ لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عنان خلافت میرے ہاتھوں میں آتے ہی اس کی سرکشیوں کے آثار عیاں ہونے لگے۔ اور میں نے اس کی اس طرح کی باتیں سنیں جن سے مجھکو اس پر غصہ بھی آیا۔ اور اس کی طرف سے خوف بھی پیدا ہوا اتفاق سے اسی اثنا میں میرے چچا عبداللہ بن علی نے خلافت کی طمع میں مجھ پر خروج کیا۔ اور میں نے مناسب سمجھا۔ کہ ابومسلم کو اس سے بھڑا دوں۔ تاکہ دونوں میں سے جو ایک مارا جائے گا۔ خدا مجھکو اسی کے شر سے نجات دلوا دے گا۔ میرا چچا شکست کھا کر بھاگا۔ اور ابومسلم نے اس کا کیمپ لوٹ لیا جس میں بہت سا مال غنیمت تھا۔ میں نے ابومسلم کے پاس قاصد روانہ کیا۔ اور اس سے مال غنیمت طلب کیا۔ تو وہ اس پر بہت برہم ہوا۔ اور کہنے لگا کہ "خلیفہ نے مجھ کو بددیانت قرار دیا ہے!" قاصد نے مجھے یہ بھی خبر دی تھی۔ کہ اس نامعقول نے مجھے گالیاں دیں۔ اس جسارت اور بیباکی کو مشاہدہ کرکے میرا خوف بڑھ گیا۔ اور میں نے سوچا کہ اگر یہ کمبخت خراسان پہنچ گیا۔ تو ضرور ہے۔ کہ سرکشی دکھائے۔ وہ الجزیرہ ہی میں تھا جبکہ میں نے اس کو یہ پیام بھیجا۔ کہ میں تجھ کو مصر اور شام کے ملکوں پر حاکم مقرر کرتا ہوں۔ تو میرے پاس آکر وہاں کے انتظامات کی ہدایتیں حاصل کر جا۔

Marfat.com

ابو مسلم نے اس تحریر کا جواب ایسا لکھا جس سے معلوم ہوا۔ کہ مجھ سے ڈرتا ہے اور اس کی تحریر کا مضمون یہ ہے:-

" امیر المومنین کی عزت میں خداوند کریم روز افزوں ترقی کرے۔ اب آپکا کوئی دشمن ایسا نہیں باقی رہا جس پر خدا نے آپ کو فتح و ظفر نہ عطا کی ہو۔ ہم لوگوں نے ساسانی حکمرانوں کا یہ قول سُنا ہے۔ کہ ملکی بدنظمیان اور خارجی دشمنوں کی پامالی کے بعد وزرا بھی سخت خوفناک چیز بن جاتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کے قرب سے دور بھاگتے اور جب تک آپ اپنے عہد وپیماں پر جمے رہیں اس وقت تک ہم بھی وفا اور اطاعت سے سر نہیں پھیرتے۔ اور ہماری اطاعت گزاری یا فرمانبرداری میں ہرگز فرق نہیں آسکتا۔ مگر یہ سب باتیں دور ہی دور سے کیجائینگی۔ کیونکہ سلامتی اور عافیت اسی میں ہے۔ اگر آپ کو یہ امر پسند ہے۔ تو یقین فرمائیے کہ میں آپ کا ایک بہترین غلام ہوں۔ لیکن جبکہ آپ محض اپنی دلی خواہش پوری کرنے کے درپئے ہوں۔ تو یاد رکھئے۔ کہ جو کچھ قول و قرار آپ نے کئے ہیں۔ میری ایذا رسانی کے طالب بن کر توڑ دیں گے "

یہ تحریر پاکر میں نے اس کو پھر دوسرا خط بھیجا۔ اور لکھا۔ کہ تو جھک مارتا اور غلط خیال کرتا ہے۔ گر وہ ہٹ پر قائم رہا۔ اور الجزیرہ سے حلوان چلا گیا۔ حلوان سے اس کی دوسری تحریر میرے نام آئی جس میں اس نے معذرت کرنے اور مجھکو دلائل پیش کر کے معقول بنانے کے دونوں پہلو اختیار کئے تھے۔ اس تحریر کا مفہوم یہ ہے۔

" بعد از القاب و آداب خدا نے اپنی مخلوق پر جو باتیں فرض کی ہیں۔ ان کے معلوم کرنے اور اُن کی پابندی کا طریقہ سیکھنے کے لئے میں نے ایک ایسے شخص کو اپنا پیشوا اور رہبر بنایا تھا۔ جو علم کی منزل پر مقیم اور رشتہ داری میں رسول اللہ صلعم سے قریب تھا۔ اس امام نے مجھکو قرآن کے سمجھنے سے جاہل بنانا چاہا تاکہ کلام الٰہی کی تحریف کر کے اس تھوڑے سے نفع کے لئے جس سے خدا نے

اپنی مخلوق کو دلچسپی لینے کی ممانعت کی ہے۔ مجھے دھوکے میں ڈالا اور حکم دیا کہ میں شمشیر برہنہ بن کر عفو و معذرت کو بے معنی لفظ سمجھوں۔ اور دنیا سے رحم کو اٹھا دوں۔ میں نے تمہاری حکومت کی بنیاد جمانے کے لئے اسی ہدایت پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ خدا نے تم کو بھی اس سے آگاہ کر دیا۔ کہ تمہیں کون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے بعد خدا نے مجھے اس بیجا حرکت سے توبہ کرنے کی توفیق رحمت کی۔ اب اگر وہ میری گزشتہ تقصیروں کو معاف کر دے۔ تو اسکی شان بے نیازی اور رحمت بے پایاں کا مقتضا ہے۔ ورنہ میں ہوں۔ اور میری شامت اعمال اور دربار تہار ذوالجلال اور خدا منصف ہے۔ وہ بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا۔"

یا شیخ! اس تحریر نے مجھکو عجیب خبط میں ڈال دیا۔ میری سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کروں۔ آخر میں نے نجومیوں کو اکٹھا کر کے ان سے دریافت کیا۔ کہ وہ لوگ اپنے علم سے اس شخص کے دلی منصوبوں کی بابت ٹوہ لگا کر مجھے بتائیں۔ منجموں نے اس کی بڑی تعریف کر کے کہا۔ "بیشک اس نے اپنی تمام برائیوں سے توبہ کر لی ہے۔ اور آپ اس سے نیک گمان رکھ کر اسے اپنا مقرب بنائیں گے۔ تو وہ آپ کے لئے بیحد کار آمد خادم ثابت ہوگا۔" اب میں پہلے سے زیادہ چکرایا کہ خدایا کیا کروں؟ ان نجومیوں کی بات سچ مانوں یا اپنے ارادہ پر قائم رہ کر اس کی گرفتاری کی سعی کرتا رہوں؟ اس پریشانی کے عالم میں بار بار تمہارا خیال آتا تھا۔ اور میں خدا سے عرض کرتا تھا۔ کہ وہ تم کو کسی طرح میرے پاس بھیجدے۔ شائد تم ہی کوئی ٹھیک بات بتا سکو۔"

درویش یعنی صالح اس گفتگو کو بہت غور سے سن رہا تھا۔ وہ چار زانو بیٹھا تھا۔ اس نے دونوں کہنیاں موٹی رانوں پر ٹیک کر سر دونوں ہاتھوں پر رکھ لیا تھا۔ اور زمین کی طرف جھکا ہوا۔ کچھ غور کرتا جاتا تھا۔ منصور کا سلسلہ کلام ختم ہوا تو اس نے سر اٹھا کر کہا۔ "یہ کون منجم کہتا ہے۔ کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے۔

Marfat.com

اور اس کا زندہ رکھنا آپ کے لئے مفید ہوگا؟ ۔۔ امیر المومنین! آپ کے دل کی صدا نجومیوں کے لغو احکام سے بدرجہا بڑھ کر سچی ہے۔ اور خاص کر جبکہ ان نجومیوں میں کوئی یہودی حاتم نامی بھی شریک ہو پھر تو ان کی بات سراپا لغو ہے"۔

منصور درویش کے حاتم کا نام لینے سے دریائے حیرت میں غرق ہو گیا اور اس کی کرامت مزید کا معتقد ہو کر بولا۔ "بیشک اس حاتم کو میں نے ابومسلم کی بہت کچھ تعریفیں کرتے دیکھا ہے۔ یہ شخص دوسرے نجومیوں کی نسبت سے کہیں بڑھ کر ابومسلم کی رائت اور اس کی نیک نیتی پر زور دیتا ہے"۔

درویش ۔ "کیوں نہ کرے۔ وہ ابومسلم کا پروردۂ نعمت اور اس کی طرف سے تم پر جاسوس اور نگران مقرر کیا گیا ہے"۔

منصور حیرت سے سکتہ میں آگیا۔ کیونکہ زاہد کی تمام باتیں حرف بحرف صحیح تھیں۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ماضی وحال کے جملہ احوال کو غیب کی کتاب یا لوح محفوظ سے پڑھ کر سناتا جاتا تھا۔ خود منصور بھی اس یہودی منجم سے بدگمان تھا اور تاڑ چکا تھا۔ کہ وہ کوئی مکار شخص ہے جس نے کسی غرض سے تنجیم کا پیشہ اختیار کیا ہے۔ دیر تک منصور اسی حیرت میں مبتلا رہا۔ اور آخر اس نے سنبھلکر کہا۔ "یا شیخ! اس یہودی کو اپنے کئے کی سزا عنقریب مل جائے گی۔ مگر اب آپ بتائیے۔ کہ ابومسلم کی نیت کیا ہے۔ اور اس کے سر میں کیا سودا سمایا ہے؟"

درویش ۔ "امیر المومنین! میرا بھی اس کی نسبت وہی قول ہے۔ جو آپ کا دل کہتا ہے۔ میں یقینی طور پر کہتا ہوں۔ کہ ابومسلم کا زندہ اور اپنے منصب پر قائم رہنا آپ کے اور آپ کی حکومت کے لئے بیحد خطرناک بات ہے۔ آپ کبھی اس کی تحریر پر وثوق نہ فرمائیں۔ اس کی معذرت ہرگز بھی معذرت نہیں ہے۔

بر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی ست
پائے بوس سیل دریا افگند دیوار را

Marfat.com

اور لطف تو یہ ہے کہ وہ اپنی تمام سیاہ کاریوں اور خونریزیوں کا بار الزام آپ کے مرحوم بھائی امام ابراہیم کے سر تھوپ دیتا ہے۔ اور خود بری الذمہ بنتا ہے بلکہ میں کہتا ہوں۔ کہ یہ بھی ابو مسلم کا ایک حیلہ ہے۔ آپ اس کے دام میں آگئے تو یاد رکھئے۔ کہ بے وقت پشیمانی اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ابو مسلم آپ سے برسر جنگ آنے کا موقع تلاش کر رہا ہے۔ اور فرصت ہاتھ لگنے پر چوک جانا اس نے سیکھا ہی نہیں۔ آپ کی گفتگو سے مجھکو یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ اُسے گرفتار کر کے قید رکھنا چاہتے ہیں۔ میں بارہا کہہ چکا۔ اور پھر کہتا ہوں کہ خبردار اس طرح کی غلطی نہ کیجئے گا۔ اس کا زندہ رہنا نصیب دشمناں آپکی جان۔ اور حکومت دونوں کے لئے سخت خطرناک امر ہے۔ وہ کچھ خراسان کی امارت ہی پر صبر کر جانے والا نہیں۔ بلکہ اُسے تو خلافت کی آرزو پیدا ہو گئی ہے۔"

منصور - (حقارت کے انداز سے ہنسکر) "میں نہیں تصور کرتا۔ کہ اس کا دماغ اتنا چل جائے گا۔ نہیں اس کا جنون اس حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ وہ خوب جانتا ہوگا۔ کہ اس کا نسب اس منصب کی طرف ہاتھ بڑھانے کے قابل نہیں۔ خلافت سادات قریش کا حق ہے۔ اور وہ عجمی نو مسلم اس کا کبھی خیال بھی نہ کرے گا۔"

منصور (اور) - "امیر المومنین! میں ایک بات عرض کرتا ہوں۔ بُرا نہ مانئے گا کیونکہ آپ اعتبار [illegible] ہیں۔ میں اپنی طبیعت سے کوئی بات نہیں کہتا۔ ابو مسلم یقیناً خیتے ہیں [illegible] طمع رکھتا ہے۔ اور چونکہ وہ اس بات سے بے خبر [illegible] خلافت [illegible] ورب خاندان قریش ہی کے لئے خاص اور اسی کنبہ میں منحصر ہے لہٰذا تمام ملوک کر بات کا انتظام بھی کر لیا ہے۔ وہ اپنا نسب خاندان قریش سے ابتدائی دعوے کرتا ہے۔ کہ وہ آپ کے دادا عبد اللہ کے فرزند سلیط بن عبد اللہ سی شہزادہ ہے۔"

Marfat.com

منصور۔ (جوش غضب سے بیقرار ہوکر اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح تڑپ کر) "ایں! اتنی شوخی اور گستاخی!۔۔ تم سچ کہتے ہو بیشک ابو مسلم کو خلافت کی آرزو نے بیچین بنا رکھا ہے۔ وہ مجھکو حقیر تصور کرتا ہے۔ اس نے مجھے ایک تحریر بھیجی تھی جس میں میری پھوپھی سے نکاح کرنے کا پیام دیا تھا۔ اور اسی خط میں اس نے اپنا نام میرے نام سے قبل لکھا تھا۔ واقعی اسکا زندہ رکھنا میری سلطنت کے لئے سخت خطرناک امر ہے۔ اور میں اس کو ضرور قتل کر دوں گا۔ مگر افسوس ہے مجھے اس کو آسانی اور نرمی کے ساتھ اپنے پاس بلا سکنے سے مایوسی ہو چکی ہے۔ اس وقت وہ حلوان میں ہے۔ اور عنقریب خراسان کی طرف روانہ ہو جائے گا"

درویش۔ "میں آپ کو ایک آیسا آسان طریقہ بتاتا ہوں۔ کہ وہ سر کے بل دوڑتا ہوا آئے سنئے! آپ اُسے ایک نہایت نرم اور محبت آمیز خط لکھیں اس خط میں نہایت شیریں کلامی کے ساتھ اس سے آپ کی رضامندی اور شوق ملاقات کا اظہار ہو نیز لکھا جائے۔ کہ آپ اُسے بلاتے ہیں۔ تاکہ منصب وزارت پر متمکن کریں۔ بعض قاصد کو ہدایت فرما دیجئے۔ کہ میٹھی باتوں سے کام چلتا نہ دیکھے تو آپ کی جانب سے ابو مسلم کو دھمکی بھی دے۔ کہ آپ اس پر حملہ کرنے کے تیار بیٹھے۔ اور فوراً حلوان ہی میں اُسے گھیرنا چاہتے ہیں۔ جہاں اُس کے خراسانی مددگاروں کی جمعیت موجود نہیں۔ اور بعد مسافت کے باعث وہ لوگ اس کو کچھ مدد دے سکتے ہیں؟ ۔ندہ او

منصور۔ (بات کاٹ کر) "میرا یہی ارادہ ہے" رناک ہا،

درویش۔ "اب ایک رائے اور میں دیتا ہوں۔ آپ عیسیٰ معتمد ہوئی جانب سے ابو مسلم کے نام ایک خط لکھوائیں۔ اور اُس کی مہر ثبت مجوادیں اس خط میں حاتم ابو مسلم کو آپ کی طرف سے اطمینان دلائے۔ اے حاضر دربار ہونے کی تاکید کرے۔ خط تو آپ خود اپنی مرضی کے مطابق لکھ دیجئے مگر

مُہر اس سے کرا لیجئے گا۔ ہاں جس وقت آپ تم سے اس خط پر مہر کرنے کی ہدایت کریں گے۔ تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مہر میں ابراہیم کا نام کندہ ہے۔ آپ اس سے متعجب نہ ہوں۔ کیونکہ اس کا اصلی نام یہی ہے۔ یہ خط اپنے قاصد کے علاوہ دوسرے قاصد کے ہاتھوں ارسال فرمائیے۔ اور لیجانے والا ابومسلم کو یہ خط بحد رازداری کے انداز سے پہنچائے۔ تاکہ معلوم ہو وہ ابراہیم ہی کا فرستادہ ہے۔ اور آپ یہ تدبیر کرکے اس شہر سے کسی دوسرے شہر کو چلے جائیں۔ اپنی خراسانی سپاہ یہیں چھوڑ دیں۔ قاصد سے بھی ہدایت فرما دیجئے۔ کہ ابومسلم کو اسی شہر میں لائے جہاں آپ جانیوالے ہیں۔ اور جس وقت وہ آجائے پھر اس کے قتل میں جہاں تک ممکن ہو جلدی کیجئے۔ میری یہ نصیحت خوب یاد رکھئے خبردار اس کو زندہ نہ چھوڑیگا۔ میں یہ بات اپنی طرف سے ہرگز نہیں کہتا۔ یہ احکام غیب ہیں۔ اور میں ان کی تبلیغ کے لئے مجبور ہوں"

منصور۔ "مگر آپ کو بھی میرے ساتھ چلنا ہوگا۔ اب میں بغیر آپکے قرار نہیں پاسکتا"

درویش۔ "بسر وچشم، میں ضرور چلوں گا۔ لیکن راستہ میں اتنی اجازت دیدیجئیگا۔ کہ ایک مبارک مقام کی زیارت کو آؤں۔ مجھے وہاں نذر وفا کرنی ہے۔ اور پھر اس سے فارغ ہوکر حاضر خدمت ہو جاؤں گا"

منصور۔ (کچھ اور یاد کرکے) "ہاں۔ یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں۔ کہ میں انبار سے نکل کر کہاں جانے کا قصد کروں۔ آپ اس بارہ میں کیا صلاح دیتے ہیں؟"

درویش۔ "میری رائے میں آپ مدائن چلے جائیں۔ اول تو یہ مقام حلوان اور انبار کے وسط میں ہے۔ اور دوسری عمدہ بات یہ ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی فتوحات میں اہل فارس نے نہیں نیچا دیکھا تھا۔ اور اب بحکم خدا یہ فارسی شخص بھی اسی مقام میں آپ کے ہاتھوں مغلوب ہوگا"

منصور۔ (اس تعلیل سے دل میں پھڑک کر اور نیک شگون لیکر) ٹھیک میں اسی رائے پر عمل کروں گا۔ حضرت آپ بھی زیارت اور نذر ادا کرنے سے فارغ ہوکر وہیں آئیں گے۔۔ مگر یہ کہکر منصور کو پشیمانی ہوئی۔ کہ اس نے زاہد کو جانے کی اجازت کیوں دیدی۔ مبادا یہ ہاتھ سے نکل جائے۔ اور پھر واپس نہ آئے لہذا وہ دوبارہ کہنے لگا۔ "لیکن آپ آنکھوں سے مجبور ہیں۔ اکیلے سفر میں تکلیف ہوگی۔ میں چند خادموں کو ساتھ کردیتا ہوں۔ اور وہ بآرام آپ کو منزل مقصود تک پہنچا کر پھر واپس لائیں گے۔"

درویش کو مجبوراً یہ حکم ماننا پڑا۔ اور خلیفہ اپنے حاجب ربیع کو ہدایت کرکے کہ وہ شیخ کے واسطے سواری اور ہمراہ جانیوالے خادموں کا انتظام کردے۔ خود ابومسلم کے نام خطوط ارسال کرنے کی تدابیر میں مصروف ہوا۔ وہ درویش کے حجرہ سے نکل کر دربار خاص میں پہنچا۔ اور میر منشی کو بلواکر اُسے درویش کی ہدایت کے مطابق دونوں خطوط لکھنے کی ہدایت فرمائی۔ خط لکھکر تیار ہوگئے تو حاتم منجم کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ حاتم اس ناگہانی طلب سے دل میں ڈرتا ہوا آیا۔ اُسے شک ہوگیا تھا کہ درویش (صالح) نے کہیں اُس کی شکایت نہ کردی ہو۔ اور خلیفہ اس کو ملزم قرار دیکر قتل کردے۔ منصور کی باریک بین نگاہ سے منجم کی پریشانی مخفی نہیں رہ سکی۔ اور اس نے اطمینان دلانے کے انداز سے کہا ــــ "حاتم! تم کسی طرح کا خوف نہ کرو۔ میں نے تم کو اس لیئے یاد کیا ہے۔ کہ تم میرا ایک ضروری کام کردو۔ سنو اپنی جماعت کے امیر۔ (ابومسلم) کو ہم نے بارہا حاضر دربار ہونے کی ہدایت کی مگر نہیں معلوم وہ کیوں ہمارے پاس آنے سے ڈرتا ہے۔ حاتم: تم کو بخوبی معلوم ہے کہ ہم امیر ابی مسلم کی طرف سے کس قدر صاف اور اس کی خدمتوں سے کتنے راضی ہیں۔ پھر تمہیں سے یہ بات بھی ہمارے گوش زد ہوئی ہے۔ کہ اب [illegible] موصوف اپنی بداعمالیوں سے بصدق دل تائب ہوچکا ہے۔ تم خیال کرسکتے

Marfat.com

ہو۔ کہ ہم کو اس سے ناراض ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ لہذا ہم چاہتے ہیں۔ کہ اب تم اس کے نام ایک خاص خط لکھو اور اُسے اطمینان دلاؤ۔ کہ یہاں آنے میں اس کو کچھ تامل نہ کرنا چاہیئے۔ اور خلیفہ اس سے ہرگز بدظن نہیں"۔

حاتم یعنی ابراہیم۔ دل میں سمجھ گیا۔ کہ خلیفہ منصور اس سے بدخواہش کیوں کرتا ہے۔ ضرور ہے۔ کہ صالح نے اس کی نسبت ابومسلم کے دوست ہونیکا تذکرہ کیا ہوگا۔ لہذا اس نے کہا" جب امیر المومنین خود اس کو خط لکھ رہے ہیں۔ اور وہ نہیں مانتا۔ تو پھر میری تحریر کیا خاک اثر کرے گی؟"

خلیفہ منصور۔ نہیں یہ کوئی بات نہیں۔ خدا چاہے گا تو تمہاری تحریر ضرور اثر کر جائے گی"۔ اور پھر میر منشی سے وہ خط لیکر جو ابراہیم کی طرف سے لکھوایا گیا تھا۔ " لاؤ اپنی مہر نکالو"۔

ابراہیم سے کچھ بھی عذر کرتے نہ بنا۔ اور سنگ آمد وسخت تصور کر کے اس نے اپنی کمر سے ایک چھوٹی سی تھیلی کھولی۔ اور اس میں سے انگشتری نکال کے میر منشی کی طرف بڑہا دی۔ اور میر منشی نے اس پر سیاہی چڑہا کر خط پر مہر کر دی مُہر ہو جانے کے بعد خلیفہ نے "ابراہیم" کا نام پڑہا۔ اور مبتسم سے ہنسکر فرمایا" کیا خوب! تمہارے نام ہاتھی کے دانت ہیں۔ کھانے کے اور دکھانے کے اور --- خیر تم گھبراؤ نہیں۔ اور اس سے بے فکر رہو۔ کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ سکے گا"

پھر منصور نے ابراہیم کی انگشتری اپنے ہی پاس رہنے دی۔ اور ابراہیم کو خاص طور پر نگرانی میں رکھا تاکہ وہ انبار سے نکل کر کہیں جا نہ سکے۔ خلیفہ منصور دوسرے دن اپنی تمام فوج وسپاہ کو دارالخلافۃ انبار میں چھوڑ کر محض ایک مختصر خواص کی جماعت اور تھوڑی سی حرس خاص (باڈی گارڈ) کی فوج ساتھ لیکر مدائن کیطرف روانہ ہوا۔ خلیفہ منصور نے اپنے اس سفر کی غرض کسی شخص پر ظاہر نہیں کی تھی۔ اور وہ مدائن پہنچکر ابومسلم کی آمد اور درویش صالح کی واپسی کا منتظر رہا۔

تیسواں باب

دل ابدل رہے است دریں گنبد سپہر
ازسوئے کینہ کینہ واز سوئے مہر مہر

وہی ننوں کی خانقاہ کا حجرہ ہے۔ اور گلنار اس میں بیٹھی ہوئی رونے اور آہیں بھرنے میں مصروف ریحانہ پاس بیٹھی سمجھاتی ہے۔ تسکین و دلاسا دیتی ہے مگر وہاں ایک بھی شنوائی نہیں ہوتی۔ گلنار نے فرط قلق سے روتے روتے اپنی آنکھیں خون کر لی ہیں۔ سینہ کوٹ کوٹ کے متورم بنا لیا ہے۔ ہر دم شرربار آہیں کرتی۔ اور آنسوؤں سے منہہ دہو رہی ہے۔ آہ۔ گلنار کا وہ تمام حسن و جمال صدمات کی کوفت اٹھانے سے ماند پڑ گیا۔ کیا یہ وہی طائفہ زیب حسینہ ہے جس کی آرزو میں خراسان کے نامی اور معزز دہقان سر ٹپک کر گئے اور اس نے کسی کی طرف التفات تک نہ کی؟ اُف اس نے دل بھی دیا تو ایسے سنگ دل اور مجسم جور و جفا کو جس نے اسے یتیم اور خانماں برباد بنا دیا جس وقت گلنار کو اپنی بربادی کا تصور آتا ہوگا۔ اس کا دل کیا کہتا ہوگا؟ وہ ابو مسلم سے کس قدر نفرت کرتی ہوگی۔ اور اپنی برگشتگی بخت کا کتنا صدمہ اس کی جان پر گزرتا ہوگا؟ یہ خیالات ہیں جو ہم ظاہری حالات اور واقعات کی بنا پر گلنار کی نسبت قائم کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے دل کا ہرگز پتا نہیں۔ کہ وہ کیا کہتا اور کس خیال میں ہے۔

ریحانہ اس وقت گلنار کو سمجھا رہی اور کہتی ہے۔ "پیاری بانو! افسوس۔ آپ ذرا آئینہ میں اپنی شکل تو دیکھیں۔ کہ دشمنوں کی کیا صورت ہو رہی ہے۔ میرا کلیجہ آپ کی حالت دیکھ کر پھٹا جاتا ہے۔ اور آپ نہ تو مجھ سے کمل کر اپنے دل کا بھید کہتی ہیں۔ اور نہ رونا دھونا موقوف کرتی ہیں۔ توبہ اللہ! صلاح نے

بھی ہم کو عجیب وحشت خیز مقام میں لا ڈالا ہے۔ جہاں کوئی نام کے لئے ہمدرد ہو اور غم غلط کرنے والا نہیں ملتا۔ اور پھر ایک مینا ہو گیا۔ وہ ہم سے یہ وعدہ کر کے گیا۔ کہ شہر انبار میں مکان وغیرہ تلاش کر کے واپس آیا۔ اور ہم کو اس زندان نما سے نکالتا ہے۔ لیکن ابتک اس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔ خدایا۔ تو ہی ہم بیکسوں کا دستگیر ہے۔ اب تو اس مصیبت نے نہایت بیحال کر رکھا ہے۔ اپنا فضل کر یا اس آفت سے نجات دے یا ——" چپ ہو گئی۔ کیونکہ اس نے یکایک گلنار کو دروازہ کی طرف نظر کر کے یہ کہتے سُنا "آہ۔ صالح! خدا اب تو میری یہ قید بہت دراز ہو گئی۔ اب مجھ سے صبر ناممکن ہے۔ میرا دل خدا جانے اندر سے کیوں یہ کہہ رہا ہے۔ کہ یہاں سے نکل اور اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کر ڈال۔" ریحانہ حیران ہو کر مڑی تو اس نے دیکھا۔ کہ فی الواقع صالح آگیا ہے۔ اور اب وہ اُن کے قریب آکر گلنار کو یوں سمجھا رہا تھا۔ "بانو! آپ اتنی کیوں پریشان ہیں۔ خدا نے آپ کی دلی آرزو پوری کرنے کا سامان کر دیا۔ اور میں اب اپنی کوشش میں کامیاب ہوا چاہتا ہوں۔"

گلنار۔ (قطع کلام کر کے)، "صالح! تم کیا کہتے ہو؟ کیسی آرزو؟ آہ میری آرزو تم کو معلوم نہیں۔ اب تاب ضبط نہیں رہی۔ لو سنو! میں تم کو سناتی ہوں۔ میرا دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ ان دنوں غیر معمولی طور سے مجھکو بار بار خواب میں نظر آتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا سورما سردار ابو مسلم خراسانی میرے روبرو سر ندامت خم کر کے اور ہاتھ جوڑے استادہ ہے۔ اور اپنے قصوروں کی معافی طلب کر رہا ہے۔ وہ رو کر عذر خواہی کرتا تھا۔ اور قریب ہوتا تھا۔ کہ میں اس کی معذرت قبول کر لوں۔ مگر یکایک آنکھ کھل جاتی تھی۔ اور وہ موہنی صورت آنکھوں کے روبرو سے غائب ہو جاتی تھی۔ صالح! تم کس خیال میں ہو؟ میرا دل کہتا ہے۔ کہ ابو مسلم میرا دشمن نہیں رہا۔ آہ۔ وہ برسر وفا ہو گیا ہے۔ وہ میرے صدمات کی تلافی کرنا چاہتا ہے۔ اُف تم مجھکو اس سے دور کرنا چاہتے ہو۔ یہ نہ ہوگا۔

اور پھر اس درد کے ساتھ روئی ہے کہ ہچکیاں بندھ جاتی ہیں۔

صالح کو سخت حیرت ہوئی کہ گلنار کا خواب کس قدر واقع کے مطابق تھا۔ اگر اور اگر اس کی سنگ دلی اور بے رحمی مانع نہ آجائے۔ تو قریب تھا۔ کہ وہ بھی رونے میں گلنار کا شریک بنجاتے۔ اب تک اس نے گلنار کی زبان سے کبھی ایسے صاف لفظوں میں ابومسلم کیساتھ محبت رکھنے کا اظہار ہوتے نہیں سُنا تھا۔ اور اس وقت گویا اس کے صبر و شکیب کا جام لبریز ہو کر چھلک پڑا تھا۔ جو وہ اس طرح کھل گئی تا گلنار کی موجودہ حالت صالح کو مجبور کر رہی تھی۔ کہ وہ نرمی اور شیریں کلامی کے ساتھ اس کو تسکین دے۔ اور خواب و خیال پر اعتماد کرنے سے باز رکھکر چند روز اور اسی خانقاہ میں رہنے پر آمادہ بنا ئے۔ تاکہ جو کارروائی اس نے ابومسلم کی ہلاکت کے لئے آغاز کی ہے۔ وہ مکمل ہو جائے۔ چنانچہ اس نے گلنار کو تسلی دینے کے طور پر اور حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "آخر یہ بات کیا ہے۔ کہ آپ دانا اور منتین ہو کر ایسی نادان اور بے صبر بنی جاتی ہیں؟ . . امر محال کو سچ مان لینا۔ اور ایک بے بنیاد خواب کو رویائے صادقہ تصور کرنا کیسی سخت غلطی ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ دشمنوں کا بُرا حال کر رکھا ہے بانو! ہوش کی دوا کیجیے!! ابومسلم آپ سے محبت کرے گا؟؟ کیا خوب!! بیل نے کبھی دودھ دیا ہے۔ اور آگ سے کسی نے پانی نکالا ہے؟ ابومسلم وہ شخص ہے۔ جس کے پہلو میں محبت کرنے والا دل ہی نہیں۔ اس کو دردِ دل سے حصہ ہی نہیں ملا۔ آپ اس سے کس بنیاد پر الفت کی توقع کرتی۔ اور رکھتی ہیں۔ کہ وہ آپ کے ساتھ بدسلوکی کرکے اب پچھتاتا۔ اور تلافی مافات کرنا چاہتا ہے؟"

گلنار۔ (نہایت جوش سے اور جھنجھلا کر) "تم کیا کہہ رہے ہو؟ سب سے پہلے تم نے ہی مجھکو یہ خبر سُنائی تھی۔ کہ وہ مجھ سے الفت رکھتا ہے ذرا غور سے وہ باتیں یاد کرو۔ تم نے کیا کہا تھا۔ صالح! تم نے

کہتا تھا۔ کہ ابومسلم مجھ سے الفت رکھتا ہے۔ مگر وہ اس خوف سے کہ مبادا میں اس پر دلدادہ نہ ہوں۔ صاف صاف اظہار محبت کرنے میں جھجک رہا ہے۔!! ہرگز نہیں تم اس وقت مجھے بھلاوا دیتے ہو۔ یاد رکھو! میرا دل مجھے اسقدر کبھی دہوکا نہیں دے سکتا۔ کہ میں ابومسلم کو اس طرح پر خواب میں اظہار محبت اور معذرت کرتے دیکھوں۔ اور پھر بھی تسلیم نہ کروں کہ اُسے میرے ساتھ محبت ہے! کیونکر ممکن ہے۔ کہ میں اس کی یاد میں اتنی بیقرار اور اس کی ایک بات پر جینے مرنے کے لئے تیار ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ عداوت رکھے؟؟ ہو نہیں سکتا۔ کہ اُس کے پہلو میں دل اور دل میں عقل ہو؟ اور مان لیا۔ کہ اُسے الفت نہ سہی تو ضرور ہے۔ کہ اس کو میری بیکسی ہی پر رحم آگیا ہے۔" گلے میں پھندا پڑ جانے کی وجہ سے چپ اور بیقرار ہو کر گریہ وزاری میں مصروف ہو گئی۔ ریحانہ اگرچہ گلنار کو تسکین و دلاسا دینے میں مصروف تھی۔ مگر اس کا دل بھی قابو میں نہ تھا۔ اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ صالح گلنار کی حالت مشاہدہ کر کے دل میں حیران تھا۔ کہ جانبین کی قلبی کشش کیا رنگ لائی ہے۔ اور گلنار کا خواب واقع کے ساتھ کتنا مطابق ہے۔ اس کے دل میں تو آیا۔ کہ ابومسلم کے نادم اور تائب ہونے کا گلنار سے ذکر کر دے۔ لیکن پھر یہ تصور کر کے کہ اس طرح تو اُس کا سارا بنا بنایا کھیل ہی بگڑ جائے گا۔ وہ چپ رہ گیا۔ اور کسی قدر ناخوشی کے انداز سے کہنے لگا۔ "بانو! کوئی مضائقہ کی بات نہیں۔ آپ جو کچھ فرمائیں وہ سب بجا ہے۔ میں ان باتوں کو آپ کے والد مرحوم کے خیال سے بخوشی برداشت کر رہا ہوں۔ اور آپ سے اس لئے ناراض نہیں ہوتا۔ کہ آپ ابھی صاحبزادی ہیں۔ دنیا کا نشیب و فراز آپ نے دیکھا نہیں۔ بھلا آپ ہی بتائیں کہ اس قدر عرصہ دراز تک خدمتگزاری کر کے مجھکو آپ کی طرف سے یہی معاوضہ ملنا سزاوار ہے؟"

گلنار اس ملامت کو سن کر شرمندہ ہو کے چپ ہوگئی۔ اور ریحانہ نے آگے بڑھ کر کہا۔ "صالح! بادشہ کی باتوں پر تم خفا ہو۔ دیکھتے ہو ان کی اس وقت کیا حالت ہے؟... مجھے معلوم نہیں۔ کہ جس وقت سے وہ یہودی ان کو لایا ہے۔ اس نے خدا جانے کیا کہدیا۔ کہ ان کا دل کسی طرح قابو میں نہیں آتا۔ کاش وہ اس وقت سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔ اور ہمیں ایسی آفت میں ڈالتا۔"

صالح۔ "بہت درست ہے! گناہ کرے یہودی اور سزا ملے مجھکو؟ میں اتنے دور دراز مقام سے صحرا کی خاک چھانتا تمہیں کامیابی کا وقت آجانے کی خوشخبری سنانے آیا تھا۔ اور تم نے بجائے اس کے کہ مجھ سے میری سرگذشت دریافت کی ہوتی۔ الٹے لعنت ملامت کی بوچھاڑ کر دی۔ خیر بانو! اسکا کوئی حرج نہیں... اب بتاؤ کہ کچھ کھانے کی خبر بھی ہے؟ میں کل سے بھوکا ہوں اور اب سخت بیتاب ہو رہا ہوں۔"

گلنار تو شرم سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔ مگر ریحانہ نے جلد تر جو کچھ کھانے کا سامان موجود تھا صالح کے روبرو لا رکھا۔ اور وہ کھانے میں مصروف ہو گیا۔ گلنار بالکل ساکت تھی۔ اگرچہ اب اس کا دل جوش جاتا رہا تھا اور وہ اپنی بیجا تند مزاجی پر نادم ہوئی تھی لیکن اس نے صالح سے کوئی معذرت نہیں کی۔ اسواسطے کہ اسکا دل اندرونی طور پر صالح سے نفرت کرنے لگا تھا۔ اور اسکا کوئی سبب اسکی فہم میں نہیں آیا۔ حالت یہ تھی کہ صالح سے نگاہ چار ہوئی۔ اور گلنار کی نفرت بڑھی۔ آخر گلنار کو وہاں بیٹھنا دشوار ہو گیا اور وہ نڈھال اور نیند کے حیلہ سے دوسرے کمرہ میں بستر پر جا کر پڑ رہی۔ گلنار کے چلے جانے کے بعد ریحانہ نے اس کی باتوں کی بابت صالح سے معذرت کی۔ اور کہا۔ "تم یہ تو بتاؤ۔ کہ اس سفر میں تمکو کیا واقعات پیش آئے۔ اور تم نے کیا انتظام کیا؟"

صالح۔ (گلنار کی باتوں سے بددلی ظاہر کر کے) "آئندہ ملاقات کے موقع پر سب باتیں بتاؤنگا۔ اسوقت میرا دل ٹھکانے نہیں۔ اور میں اسکی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ کہ بانو مجھ سے خوش ہونگی یا ناراض ہو جائینگی۔ میں اسکی ہوا خواہی میں تا امکان ساعی رہا۔ اور رہونگا اس وقت مجھ کو جلد جانا چاہئے لہذا اب جاتا ہوں۔ تم بانو سے میرا سلام کہدینا اور بس۔" اور یہ کہتا ہوا

Marfat.com

اکتیسواں (۳۱) باب

ابو مسلم کا قتل

جہاں داد بزیر قدمت فانی محزون
خود خوں شد و با دگراں خون شہ آمیخت (فانی بدیوانی)

شہر مدائن کے ایوان حکومت میں خلیفہ ابو جعفر منصور اور اس کا رفیق درویش دونوں تنہا بیٹھے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ درویش کی وجہ سے یہ خلوت کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ اسی وقت سفر سے واپس آیا ہوا نظر آتا ہے۔ کپڑوں اور جسم کے کھلے حصّوں پر گرد کی تہ جمی۔ اور پتا دیتی ہے۔ کہ ابھی کچھ دیر قبل یہ شخص صحرا میں قطع مسافت کر رہا تھا۔ خلیفہ منصور درویش صالح سے یوں کہتا ہے۔

"آج ایک ہفتہ ہو چکا۔ ابو مسلم نہ تو خود آیا۔ اور نہ اس نے میری تحریر کا کوئی جواب ہی بھیجا۔ آپ کی عدم موجودگی اور بھی مجھ کو پریشان کر رہی تھی۔ میں نہ کسی سے اپنا دلی راز کہہ سکتا تھا۔ اور نہ اس بارہ میں صلاح کر سکتا تھا۔"

درویش "امیر المومنین! آپ مطمئن رہئے ابو مسلم ضرور حاضر ہوگا اور اگر یہ چال ٹھیک نہ اُتری تو میں دوسری اور چال بھی چلوں گا جس کا خالی جانا محالات سے ہوگا" مراد یہ تھی۔ کہ گلنار کی طرف سے جعلی خط لکھ کر روانہ کرے گا۔ اور پھر ابو مسلم ضرور آجائے گا۔ مگر ہنوز درویش کی گفتگو ناتمام تھی۔ کہ دربان نے آکر خلیفہ سے عرض کی۔ "امیر المومنین! ایک قاصد حلوان سے آیا ہے"

منصور ۔ (مسرت سے بیتاب ہوکر) "کہاں ہے؟ جلد حاضر کرو"

دربان گیا۔ اور فوراً ایک شخص کو اپنے ساتھ لایا۔ آنے والے شخص نے خلیفہ کو آداب بجا لاکر عرض کی۔

"اقبال وجاہ قائم و دائم رہے۔ امیرالمومنین کے دوست شاد اور دشمن پامال رہیں۔ امیر ابومسلم حلوان سے روانہ ہوکر حاضری خدمت کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اور کل شام تک یہاں آجائیں گے"

منصور نے خوش ہوکر قاصد کو انعام دینے کا حکم صادر کیا۔ اور اپنے چند درباری سرداروں کو بلوا کر ابومسلم کے شایان شان استقبال کی تیاریوں کا ایما کیا۔ یہ انتظار کی مدت بہت جلد ختم ہوگئی۔ اور دوسرے دن شام کے قریب ابومسلم کی سواری نہائت شان وشکوہ کے ساتھ شہر مدائن میں داخل ہوئی۔ خلیفہ کے معزز درباری امرا دور تک اس کی پیشوائی کے لیے گئے تھے۔ اور انہوں نے پہلے ہی خلیفہ کی جانب سے سلام شوق اور خوش آمدید کہنے کا پیام اُسے پہنچا دیا تھا۔ ابومسلم اس طلبی کی وجہ سے سخت پریشان تھا۔ اس کا دل کسی پہلو قرار نہیں پکڑتا تھا۔ آنے کو تو وہ چلا آیا۔ لیکن اس غم کی وجہ سے دل ہی دل میں گھٹ رہا تھا۔ کہ دیکھئے خلیفہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ پیشوائی کرنے والوں کی زبانی خلیفہ کا محبت آمیز پیام سُن کر اسکو اطمینان سا ہوگیا۔ اور وہ دارالامارۃ کے قریب پہنچتے ہی سواری سے اتر کر آستانِ خلافت پر حاضر ہوا۔ حاجب نے اُسے بے تامل داخل دربار ہونے کی اجازت دے دی۔ اور ابومسلم خلیفہ کے روبرو پہنچکر سلام و آداب بجالایا پھر اُس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

خلیفہ منصور نے نہائت بشاشت کے ساتھ ابومسلم کو جواب سلام دیتے ہوئے کہا۔ "وعلیک السلام یا امیر بنی عباس! خوش آمدی کہو مزاج تو اچھا ہے؟"

ابومسلم۔ "الحمدللہ امیرالمومنین کی دعا سے ہر طرح خیریت ہے؟"

Marfat.com

خلیفہ: "اچھا اب تم جا کر آرام کرو۔ اور حمام وغیرہ سے فارغ ہو کر کلفت سفر اتار ڈالو۔ تیسرے دن تفصیلی ملاقات ہوگی"۔ ابومسلم یہ حکم پا کر واپس چلا گیا۔ اور جو مکان اس کی رہائش کے لئے درست کر دیا گیا تھا اس میں مقیم ہوا۔

صالح بھی دربار کے ایک گوشہ میں موجود تھا۔ اس نے خلیفہ اور ابومسلم کی گفتگو سنی۔ اور ابومسلم کو تین دن کی مہلت ملنے سے اس کو یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا صورت دیکھ کر خلیفہ نے ابومسلم کی نسبت اپنی رائے بدل دی ہو یا اس عرصہ میں کوئی ایسی بات پیش آ جائے جو کام میں ہرج ڈال دے چنانچہ اس نے تنہائی کا موقع پا کر خلیفہ سے عرض کی۔ "جناب عالی! یہ کیا بات ہے۔ کہ آپ عجلت اور تیزی کے موقع پر ڈھیل ڈالنے۔ اور دیرلگانے سے کام لیتے نظر آتے ہیں؟"

خلیفہ ۔ "سردست مصلحت یہی تھی۔ کہ اس کو اطمینان دلایا جائے اور پھر دیکھا جائے گا"۔

درویش صالح ۔ (خلیفہ کی گفتگو سے ڈر کر کہ مبادا یہ ابومسلم کو قتل نہ کرنا چاہتا ہو) "پھر کیا دیکھا جائے گا؟۔۔ جناب! قتل کیجئے! قتل کیجئے!! اور ضرور قتل کیجئے!!! آپ اس کو قتل نہ کریں گے تو وہ آپ کو"۔

خلیفہ منصور ۔ (درویش کی مضطربانہ باتوں پر حقارت سے ہنس کر) "تم مطمئن رہو۔۔۔۔ ایک جنگل میں دو شیر جمع نہیں ہو سکتے اور اکٹھا ہوں تو اس کا انجام یہ ہوگا۔ کہ ان میں سے کوئی دوسرے کو ضرور مار ڈالے گا"۔ صالح کو اطمینان ہو گیا۔ اور خاموش ہو رہا۔

تین دن گزر گئے۔ اور ابومسلم نے اس اثنا میں نہ تو اپنے خزانچی ابراہیم یہودی کو دیکھا۔ اور نہ خالد بن برمک کی شکل اُسے نظر آ سکی۔ اس بات نے ابومسلم کی وحشت پھر بڑھا دی۔ اور اس کو دوبارہ تردد پیدا ہو گیا۔ کہ آخر

Marfat.com

میری دشمن کہاں ہیں۔ اور ان کو میرے پاس آنے سے کیوں روکا گیا ہے۔ بہ دو دن یونہی گزر گئے۔ اور تیسرے دن خلیفہ منصور کا قاصد اس کی طلب میں آیا۔ ابومسلم چند اپنے خاص لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر دربار خلافت کی طرف آیا۔ اور پھر سواری سے اتر کے تنہا اس کمرہ میں داخل ہوا جہاں اس وقت خلیفہ منصور بیٹھا تھا۔

خلیفہ منصور نے اپنے حرس خاص کے پانچ بہادر سپاہیوں کو پہلے ہی حکم دے دیا تھا کہ وہ برہنہ تلواریں لیئے ہوئے درباری کمرہ کی پشت پر استادہ رہیں۔ اور جیسے ہی دستک کی آواز سنیں فوراً اندر آکر ابومسلم پر حملہ کر دیں۔ اور اُسے قتل کر ڈالیں۔ ابومسلم دہلیز اور پیش طاق میں ہوتا ہوا درباری کمرہ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ صرف خلیفہ ایوان کے صدر میں تخت پر جلوہ فرما ہے۔ اور ایک گوشہ میں کوئی خیر سر جھکائے بیٹھا ہے۔ ابومسلم نے خلیفہ کے روبرو آتے ہی سلام کیا۔ اور پھر ادب کے ساتھ استادہ ہو گیا۔ ابومسلم کی کمر سے اس وقت شمشیر آبدار لگی تھی۔ اور اس کے سر پہ ایک لمبی اور اونچی فارسی وضع کی ٹوپی تھی۔ خلیفہ منصور نے ابومسلم کو بیٹھنے کی اجازت نہیں دی۔ اس لئے وہ اور بھی گھبرایا۔ اور خلیفہ نے سب سے پہلے ابومسلم سے ہتھیار لینے کی تجویز سوچ کر کہا "میرے چچا عبداللہ کے پاس سے تم نے جن دو بے مثل تلواروں کو حاصل کیا تھا وہ کیا ہوئیں؟"

ابومسلم ۔ (اپنی تلوار کو ہاتھ میں لیکر) "ایک تو یہی ہے۔"

خلیفہ ۔ "دکھانا تو ۔ میں بھی اس کو دیکھوں۔"

ابومسلم نے تلوار پرتلہ سے جدا کر کے خلیفہ کے روبرو پیش کر دی۔ اور منصور نے اس کو دیکھ بھال کر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور اس کے بعد ابومسلم سے شکایت اور عتاب کے طور پر اس کی لغزشوں کی بابت سوالات کرنے

Marfat.com

لگا۔ ابومسلم ہر ایک بات کے مناسب جوابات دیتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے کہا ــــ "اچھا کیوں! یہ کیا بات تھی۔ کہ تم نے اپنی تحریر میں اپنا نام میرے نام سے قبل لکھا۔ اور میری پھوپھی آمنہ بنت علی کے ساتھ شادی کا پیام دیا؟۔ اور تم نے اپنی نسبت یہ کیا مشہور کیا ہے۔ کہ تم سلیط بن عبداللہ بن عباسؓ کے فرزند ہو؟ نامعقول تم اب بہت چل نکلے!! " منصور کی اس گفتگو نے سب سے اوّل ابومسلم کے دل میں جوش غضب پیدا کیا۔ مگر وہ نادان نہ تھا اس لئے ضبط کر کے چپ اور اپنے کندھوں پر سے کھسک آنے والی چادر کو درست کرنے میں مشغول ہو گیا۔ منصور نے پھر کہا "اور کیا وجہ ہے۔ کہ تم نے سلیمان بن کثیر کو قتل کر دیا؟ ابن کثیر وہ شخص تھا جس نے ہماری دعوت میں بجد جانفشانی کی تھی۔ اور وہ ہمارے خاص الخاص مددگاروں میں تھا۔ تم بھی اسی کے آوردہ ہو"

ابومسلم۔ "اس نے سرتابی ظاہر کی۔ اور میری باتوں کے ماننے سے انکار کیا۔ اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا" غرضکہ اس طرح پر دیر تک منصور اس کو سرزنش کرتا رہا۔ تو ابومسلم سے برداشت کی قوت رخصت ہو گئی۔ اور اس نے بھی کہا۔ "مجھ ایسے شخص سے جس نے اتنی جانفشانیاں کی ہوں۔ اور دعوت عباسیہ کی اشاعت میں راحت و آرام ترک کر کے دقتیں جھیلی ہوں۔ یوں عطاب و خطاب کرنا بالکل بیجا ہے" ابومسلم اپنی کارگزاری کی طرف اشارہ کرتا اور منصور پر احسان رکھتا تھا۔

منصور۔ "یا ابن الخبیثہ! واللہ اگر تیری جگہ ایک عاجز لونڈی اس خدمت پر مامور ہوتی تو وہ بھی یہی کام کر سکتی تھی جو تو نے کئے۔ تو نے جو کچھ کیا وہ ہماری عزت و مرتبت اور ہماری دولت کے زیر سایہ ہونے کی وجہ سے کیا۔ ورنہ کیا طاقت تھی کہ تجھ سے ایک تنکا بھی توڑا جا سکتا"

ابومسلم کو منصور کی باتوں سے غدر اور فریب کی علامتیں محسوس ہونے لگیں۔ ابومسلم جانتا تھا۔

کہ اسمقام پر وہ بالکل تنہا اور بے یار و یا ور ہی سا ہے۔ وہ آگے بڑھا۔ سار منصور کے ہاتھوں کو بوسہ دیکر معذرت طلب کرنے لگا۔ مگر منصور نے پھر کہا۔ "میں نے آجکا سا دن کبھی نہیں دیکھا دا اعدا تیری اس معذرت نے میرا غصہ اور بھی بڑھا دیا ہے۔"

اب تو ابو مسلم کی خودداری کا جوش بھی ابھر آیا۔ اور اس نے شدت سی کانپتی ہوئی آواز کیساتھ منصور سے کہا۔ "اب تم باتوں کو چھوڑ دو۔ اور یاد رکھو کہ مجھے خدا کے سوا کسیکا خوف باقی نہیں ہے۔"

یہ سنکر منصور بالکل آگ ہو گیا۔ اس نے ابو مسلم کو گالیاں دیکر زور سے دستک دی اور دستک کی آواز کیساتھ ہی دیوان کے اندر سے چھپے ہوئے سپاہیوں نے نکلکر ابو مسلم پر تلوار کے زخم کئے پہلے شخص کے وار میں ابو مسلم کی تلوار کی پیٹی کٹکر گر پڑی۔ اور وہ چلا کر منصور سے کہنے لگا۔ "امیر المومنین مجھکو اپنے دشمن کے لئے باقی رکھئے۔"

منصور: "میں ایسا کروں تو خدا مجھکو ہی باقی نہ رکھے۔ اس وقت تجھ سے بڑھ کر اور کون میرا دشمن ہے؟"

ابو مسلم: "امیر المومنین! معاف فرمائیے۔" مگر اسکی فریاد کون سنتا تھا۔ وہاں تو ایک ساتھ تلواروں کے پانچ ہاتھ پڑے اور ابو مسلم وہیں زمین پر ڈھیر ہو گیا۔

خلیفہ منصور تخت سے اتر آیا۔ اور غور سے دیکھنے لگا۔ کہ آیا فی الواقع ابو مسلم مر گیا ہے۔ یا ابھی اس میں کچھ جان باقی ہے۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ وہ حالت نزع میں خاک و خون کے اندر پڑا تڑپتا۔ اور زخم خوردہ شیر کی طرح کرب و الم سے دہاڑتا ہے۔ منصور نے اس منظر کو دیکھ کر اپنی نگاہ دوسری جانب پھیری ہی تھی۔ کہ یکایک درباری کمرہ کے بغل میں کسی دوسرے کمرہ کا دروازہ زور کے ساتھ کھلا۔ اور اس میں سے ایک بے نقاب! مو پریشان، بے مثل حسین و جمیل نوجوان عورت دونوں ہاتھ عاجزی کے انداز سے پھیلائے ہوئے۔ اور یہ کہتی دوڑتی نکلی۔ "العفو۔ العفو۔ یا امیر المومنین میری اور اس کی دونوں کی حالت پر رحم فرمائیے۔ یا مجھے بھی اس کے ساتھ

قتل کر دیجئے " اسی نوجوان عورت کے پیچھے پیچھے ایک دوسری ادھیڑ عمر کی عورت بھی تھی۔ جو اس کی خادمہ معلوم ہوتی تھی۔ اور وہ بھی یہی صدا لگاتی آئی تھی۔ درویش صالح ان عورتوں کی آواز سنتے ہی بدحواس ہو گیا۔ اور وہ اس نیت سے اٹھا کہ موقع ملے تو بھاگ نکلے۔ کیونکہ یہ دونوں عورتیں ریحانہ اور گلنار تھیں۔ صالح ان کے یک بیک اور اس طرح آجانے سے سخت گھبرا گیا تھا۔ اگر اس وقت اُسے کاٹتے تو اس کے بدن سے لہو نہ نکلتا۔ ہنوز صالح اپنی جگہ سے قدم بھی نہ اُٹھانے پایا تھا۔ کہ ایک پستہ قامت آدمی بھی کمرہ میں آپہنچا۔ اور صالح کا گریبان پکڑ کے زور سے چلا کر بولا۔ " بدمعاش ! تو جاتا کہاں ہے ؟ بس یہیں کھڑا رہ۔ آہ تو نے یہ غضب کیا کہ امیرالمومنین کو فریب دیکر ان کے سب سے زیادہ کارآمد اور وفادار رکن سلطنت کو قتل کرا دیا۔ اب بھاگ کر کہاں جائے گا ؟ "

خلیفہ منصور ان عورتوں کے یوں بلا اجازت اندر آجانے سے کمال متحیر اور سراسیمہ بن گیا تھا۔ وہ پہرہ والوں کو بلوا کر اُن سے اس امر کے متعلق جواب طلب کرنے کا عازم ہی تھا۔ کہ یکایک ایک دوسرے دلخراش منظر نے اس کو اپنی جانب متوجہ بنا لیا۔ منصور نے دیکھا۔ کہ وہ بے نقاب اور مو پریشان عورت ابومسلم کے سامنے پہنچ گئی ہے۔ ابومسلم اسوقت فرش پر اڑا ترچھا ہو کر اور ہاتھ ٹیک کے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ زخم خون اگلتے جاتے تھے۔ ٹوپی سر سے گر گئی تھی۔ اور تمام بال خون آلودہ ہو رہے تھے۔ اس کا رخ منصور کی جانب تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ منصور سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس عورت نے ابومسلم کی یہ حالت دیکھی۔ اور بے اختیار چیخ کر بولی " ابومسلم ! " ابومسلم نے تکلیف جانکنی سے پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اس کی جانب نگاہ کی ۔ اور

پہچان کر اکھڑی ہوئی آواز میں کہا ــــ "گلنار! ... آہ ... تم ..
میری خطا معاف ــــ" پھر زبان رک گئی۔ اور وہ بچوں کی طرح
پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ آہ گلنار اتنی بات سنتے ہی بیہوش ہوکے
گر پڑی۔ اور جب ریحانہ کی کوشش سے وہ ہوش میں آئی۔ تو پھر ابومسلم
کی صورت دیکھنے لگی۔ ابومسلم اب دم توڑ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں پتھرا کر
کھلی رہ گئی۔ اور آنسو کے قطرے ان میں بھرے تھے۔ اور وہ اب تک
گلنار ہی کی طرف متوجہ تھیں۔ گلنار کی اس وقت عجیب حالت تھی اس کو
رونا دھونا تو بھول گیا تھا۔ مگر دل پر ایسا سخت صدمہ تھا جس کی وجہ سے
چہرہ پر مردنی سی چھا گئی تھی۔ اور سانس بھی سینہ میں بمشکل سما سکتی تھی۔

گلنار نے مڑ کر ریحانہ کو دیکھا۔ مگر اُسے اپنے قریب نہ پایا تو دور تک کمرہ
میں نگاہ بڑھا کر جستجو کی۔ گلنار نے دیکھا کہ ریحانہ صالح کا دامن تھامے کھڑی ہے۔
اور ابراہیم اس کا گریبان پکڑے ہے۔ صالح کو دیکھتے ہی گلنار نے اس
سے کہا ــــ "ہائے۔ صالح! کیا میرے تم پر بھروسہ کرنے کا یہی نتیجہ ہونا
چاہیے۔ جو میں دیکھ رہی ہوں؟؟" (ایک رومال میں لپٹا ہوا خط نکال کر اور
صالح کی طرف پھینک کر) "یہ ابومسلم کا خط تھا۔ اور آج نہیں کئی برس ہوئے
میرے پاس بھیجا گیا تھا۔ مگر تو نے اس خوف سے کہ یہ شیر بچ گیا تو تجھکو زندہ
نہ چھوڑے گا۔ میری مٹی خراب کی۔ آہ تجھ سے خدا سمجھے۔ اور یہ کہکر پھر
ابومسلم کی لاش پر گر پڑی۔ کبھی اس کے سینہ سے آنکھیں ملتی۔ اور گاہے
اس کے سر اور جسم ہاتھوں کو بوسے دیتی ــ آہ گلنار نے دیکھا کہ اب
اس کا محبوب دنیا سے چل بسا ہے۔ اور وہ بیقرار ہو کر سینہ کوبی اور
گریہ وزاری میں مصروف ہوگئی۔ اس وقت جتنے لوگ کمرہ میں موجود تھے۔
گلنار کی حالت دیکھ کر سب کو ایک دلی صدمہ تھا۔ اور تمام لوگوں پر سناٹا
چھایا تھا۔ اسی وجہ کسی کو اُسے تسکین و دلاسا دینے کی بھی ہمت نہ پڑی۔

Marfat.com

گلنار نے اس زور سے سینہ کوبی کی۔ کہ اس کے منہ سے خون نکل پڑا۔ اور وہ ابو مسلم کی لاش پر گر کے بیہوش ہو گئی۔

خلیفہ منصور حیرت سے سکتہ میں آکر خاموش کھڑا یہ دل دہلا نے والا منظر دیکھ رہا تھا۔ گلنار دوبارہ بیہوش ہو کر ابو مسلم کی لاش پر گری تو وہ چونک پڑا۔ اور اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ کہ اس لڑکی کو ابو مسلم کی لاش سے جدا کر کے وہ لاش فرش میں لپیٹ دو۔ اور اٹھا کر دوسرے کمرہ میں لیجاؤ۔ اور پھر خود دوسری طرف مڑا تو ابراہیم یہودی۔ اور ریحانہ کو درویش سے دست وگریباں دیکھ کے انہیں ڈانٹ بتائی ـــ "ایں! تم دونوں اس قدر گستاخ ہو گئے۔ کہ شیخ کو ایذا دینے یہاں چلے آئے؟ خبردار! اُسے چھوڑ کر الگ ہو جاؤ۔ (ریحانہ سے) "اُو بدتمیز عورت تو کون ہے؟ ادھر آ اور اس لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیر کر۔"

ابراہیم ۔ "امیرالمومنین! آپ اس کو شیخ سمجھتے ہیں۔ یہ صالح نہیں۔ بلکہ شیطان اور خارجی فرقہ کا رکن رکین ہے۔ اس نے حضور کو فریب دیکر ایسے لائق سردار کو قتل کرا دیا۔ اور آپ اس کی تمام کارروائیاں سنیگے تو پتا چلے گا۔ کہ یہ کس قدر خطرناک آدمی ہے۔"

منصور ۔ (ابراہیم سے) "تو اس کو چھوڑ کر میرے سامنے آ۔ اور سب حالت بیان کر۔" (ریحانہ سے) "اور تو اپنی مالکہ کو سنبھال دیکھ وہ بیہوش ہے۔ اسے ہوش میں لا۔"

ابراہیم ۔ "امیرالمومنین! اس خبیث کو گرفتار کر لیا جائے۔ تو میں اس سے الگ ہوں۔ ورنہ یہ بھاگ جائے گا۔"

منصور ۔ "کیا مجال ہے۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ اور پھر اشارہ کیا۔ جس کے ساتھ ہی ایک سپاہی نے بڑھ کر صالح کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔

ریحانہ ادھر سے اطمینان کر کے روتی ہوئی گلنار کے پاس آئی۔ اور اور اس کو اٹھا کر ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے کے ارادہ سے جھکی ہی تھی کہ اس نے زور سے ایک چیخ ماری۔ اور "ہائے بانو!" کہکر اپنا سر پیٹ لیا یہ کیوں؟ اس لئے کہ گلنار بھی ابو مسلم سے ہم کنار ہو کر جان بحق ہو چکی تھی۔ اور کچھ اس طرح اس کی لاش سے لپٹ گئی تھی۔ کہ چھوٹنا محال تھا۔ خلیفہ منصور نے یہ کیفیت دیکھی۔ تو وہ بھی آبدیدہ ہو گیا۔ ابو مسلم کے قتل کرنے کا اسے کوئی صدمہ نہ تھا۔ لیکن اس بیکس لڑکی کی موت نے اس کے دل پر سخت اثر ڈالا۔ اور اس کو سچی محبت کا یہ حیرت زا انجام دیکھ کر کمال عبرت ہوئی۔ منصور نے ریحانہ کا ہاتھ تھام کر اسے گلنار اور ابو مسلم کی لاشوں پر سے اٹھا لیا۔ اور کہا۔ "بدبخت! اب کیوں روتی ہے جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا مجھکو بھی اس غریب لڑکی کی حالت دیکھ کر کمال صدمہ ہوا ہے۔ اب تو اس کا قصہ مجھ سے بیان کر تاکہ میں اس کے دشمن کو سزا دے سکوں" اور پھر سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ کہ دونوں لاشیں لپیٹ کر الگ اٹھا لیجائیں جس کی تعمیل ہو گئی۔

ناظرین! یہ حسرت بھری داستان تو اسی مقام پر تمام ہو چکی ہے لیکن اب ہمیں صرف اس قدر اور بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ منصور نے ابراہیم اور ریحانہ کی زبان سے گلنار کا تمام قصہ سنا اور ایسی سچی محبت کا حال سن کر بار بار آبدیدہ ہو جاتا تھا۔ اور دبی دبی آہیں بھی کھینچ لیا کرتا۔ ریحانہ اپنی پیاری مخدومہ کے غم میں ایسی بیحال ہو رہی تھی۔ کہ وہ کچھ مفصل حالات نہ بیان کر سکی۔ مگر ابراہیم نے درویش صالح کی نسبت خلیفہ کو بتایا۔ کہ یہ شخص سفیان خارجی کا قوت بازو اور اس کے فرقہ کا ایک معزز رکن ہے بشہر مرو پر جنگ و پیکار سے قابو پانے میں خوارج کو ناکامی ہوئی تو اس شخص نے اپنے فرقہ کی خدمت گزاری کے خیال سے مکر و فریب کا

Marfat.com

جال بچھاتا۔ اور اس میں تمام مخالفوں کو پھنسانا چاہا۔ یہ مسخروں کی وضع بنا کر دہقان
گلنار کے باپ دہقان مرو کے خادموں میں بھرتی ہو گیا جو ملک خراسان
کا بہت بڑا جاگیردار رئیس تھا۔ حرمان نصیب گلنار ابو مسلم پر عاشق تھی۔
اور ابو مسلم کو اس کے ساتھ کوئی انس نہ تھا۔ نہ اس کے عشق کی کوئی خبر۔
اس شخص نے گلنار کو سادہ لوح لڑکی پا کر اپنی کاربراری کا آلہ بنایا۔ اور
اس کو اپنی باتوں سے یقین دلایا۔ کہ ابو مسلم بھی اس کے ساتھ حد درجہ کی
الفت رکھتا ہے۔ گلنار اس کے فریب میں مبتلا رہی۔ اور اتفاق سے ادھر
ابو مسلم نے گلنار کے باپ دہقان مرو کو کسی شبہ اور تہمت کی وجہ
سے قتل کر دیا۔ پھر یہ شخص گلنار کو شہر مرو سے لے اڑا اور اس کو ابو مسلم
کی دشمنی پر آمادہ بنا کے۔ ابو مسلم کی بربادی۔ اور دعوت عباسیہ کے
قدم اکھاڑ دینے کے درپے ہوا۔

گلنار شہر مرو سے غائب ہو گئی۔ تو ابو مسلم کو بعد میں معلوم ہوا کہ
اس نے گلنار کے ساتھ حد درجہ کا برا سلوک کیا ہے۔ اور وہ اپنے جور و
جفا پر نادم ہو کر تلافی مافات کرنے کا خواہاں بنا۔ ابو مسلم نے مجھ کو گلنار
کی خبر رسانی پر مامور کیا۔ اور میں نے بعد وقت شہر کوفہ میں اس کو ڈھونڈھ
بھی لیا لیکن یہ ظالم صالح (نہیں بلکہ شیطان) اسے پھر کہیں لے بھاگا
اب جس دن امیر المومنین نے مجھ سے ابو مسلم کے نام خط لکھوایا ہے۔
اس روز میں سمجھ گیا۔ کہ یہ کمبخت آپ کے پاس موجود ہے۔ اور پھر اس سے
تاک میں رہا۔ کہ یہ اس جگہ سے کہیں جائے۔ تو اس کا کھوج لگاؤں۔ کیونکہ
اس کو گلنار کے پاس جانے کے سوا کوئی کام نہ تھا۔ چنانچہ یہ آپ سے رخصت
ہو گیا۔ اور میں نے ایک اپنا خادم اس کے تعاقب میں سراغ لگانے
کے لئے ارسال کر دیا۔ ابو مسلم یہاں حاضر ہوا۔ تو میں یہ ارادہ کر کے کہ اب
اس کی محبوبہ کو ملا دیں۔ اچھا اس سے یکایک اس کو ملا دوں تا کہ امیر المومنین

Marfat.com

کے زیر سایہ دونوں ہجراں نصیب عاشقوں کے کلیجے ٹھنڈے ہو جائیں۔
میں اس کو لینے چلا گیا تھا۔ واپس آیا تو خبر ملی۔ کہ ابومسلم دربار خلافت کو گیا ہے۔ میرا دل کمال بیتاب تھا۔ صبر نہ ہو سکا۔ اس لڑکی کو نئے ہوئے۔ دیلان میں چلا آیا۔ اور دربانوں سے اجازت لیکر جلو خانہ میں ابومسلم کے برآمد ہونیکا منتظر تھا۔ کہ یکایک اس کے شور فریاد نے مجھے چونکا دیا۔ اور میری زبان سے نکلا۔ "آہ۔ ابومسلم قتل کیا جا رہا ہے۔" یہ لڑکی اس بات کو سن کر بیتابانہ دوڑی ہوئی دربار میں چلی آئی۔ اور پھر جو کچھ ہوا وہ حضور نے خود دیکھا۔"

ریحانہ کی طبیعت بھی اس اثنا میں کچھ ٹھہر گئی تھی۔ اور ابراہیم کی تائید اس نے بھی کی نیز اتنا اور بیان کیا۔ کہ اسی صالح نے امام ابراہیم کو قتل کرایا۔ اور آپ لوگوں کو خیمہ میں جاکر دھوکا دیا خصوصاً آپ کو سامنے امیرالمومنین! یہ اندھا بنتا ہے۔ اس کی آنکھوں کو کچھ بھی مرض نہیں۔" اور پھر ریحانہ نے صالح کی آنکھوں کی پٹی نوچ لی فی الواقع اس کی آنکھیں بے داغ تھیں۔

خلیفہ منصور نے صالح سے دریافت کیا۔ "تمہاری بابت جو کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ کہاں تک سچ ہے؟ منصور کو صالح کی بزرگی کا اتنا اعتقاد تھا کہ ہنوز اُسے ریحانہ اور ابراہیم کے بیانات سچ ماننے میں کلام تھا۔ اور وہ تصور کرتا تھا۔ کہ گویا اُسے کوئی پریشان خواب نظر آ رہا ہے۔ اللہ اکبر ایسا بزرگ اور غیب دان صاحب کشف و کرامت آدمی اور اس طرح کے تغدر کا مرتکب ہو؟

صالح کی شکل سے کوئی پریشانی کی علامت ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اور اس نے بڑی بیباکی کے ساتھ خلیفہ کو جواب دیا۔ "ہاں۔ یہ لوگ حرف بحرف سچ کہتے ہیں۔"

تم میرے غضب سے نہیں ڈرتے۔ اور یوں بیباکانہ اقرار کرتے ہو؟ منصور نے کہا۔ اور صالح نے جواب دیا۔ "تمہارے غضب کی

ہنستا کیا ہے؟ بیشک یہ یقینی ہے کہ مجھے قتل کرا دوگے۔ پھر جب میں نے ابو مسلم سے انتقام لے لیا۔ تو مجھکو اطمینان آگیا۔ اور اب مجھے زندگی کی کوئی آرزو نہیں۔ لیکن میری ایک بات اور سن رکھو۔ اور یہ ہے۔ کہ اس منافق یہودی سے ہوشیار رہنا ورنہ اس سے تم کو ضرور صدمہ پہونچیگا۔

خلیفہ منصور - (غصہ سے دانت کٹکٹا کر) "تیرے جرائم بیشمار ہیں۔ اور خالی قتل سے ان کی سزا کا تکملہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تیری عمر کا حکم سناتا ہوں" پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "دیکھو! اس بدمعاش کو تازیانے لگا کر اس کی کھال اڑا دو۔ اور پھر نمک اور سرکہ اس کے تمام جسم پر ڈالو تاکہ یہ تڑپ کر جان دے" ریحانہ کو خلیفہ نے اپنے محلسرا میں رہنے کی جگہ دی۔ اور ابراہیم کا پتا نہیں لگا۔ کہ وہ کیا ہوا۔ غالباً بلکہ یقیناً خلیفہ منصور نے اس کو خفیہ طور سے قتل کرا دیا۔ اور اس حکومت کی رازداری ایک مشکل بات تھی۔ +

Marfat.com